مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

(نائب صدر جمعیت علمائے ہند۔ شاگرد شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ)

اور

اکابرین جمعیت علماء ہند

کیمبرج یونیورسٹی انگلینڈ کے تعاون سے

جمع وترتیب

مشہود مفتی

مفتی محمد نعیم صاحب رحمۃ اللہ دارالعلوم کے فاضل قدیم متحدہ ہندوستان و پاکستان میں علمی ودینی خدمات کی وجہ سے ممتاز ومشہور اور ہندوستان کی سیاسی تحریکات کے نامور رہنما تھے۔ زندگی کا بڑا حصہ خدمت خلق میں گزرا اور ہمیشہ دینی وقومی جدوجہد میں مصروف رہے (روئیداد دارالعلوم دیوبند ۱۳۹۰ھ ص ۴)

(اس خاندانِ رفیعُ الارکان علماء لدھیانہ کی دینی، سیاسی اور قومی وملی خدمات صدیوں پر پھیلی ہوئی ہیں۔

ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوری)

تحریک آزادی میں

مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ

اور اکابرین جمعیت علمائے ہند کی زرّیں خدمات معہ فتویٰ نصرۃ الابرار حصہ اوّل

مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ

مولانا مفتی کفایت اللہ دھلویؒ

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ

مولانا احمد سعید دھلویؒ

مولانا نثار احمد کانپوریؒ

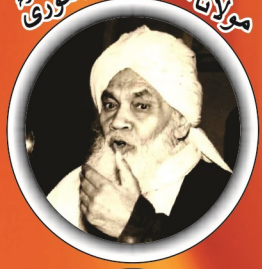
مولانا احمد علی لاہوریؒ

مولانا عبدالحلیم صدیقیؒ

مولانا عبدالصمد رحمانیؒ

مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ

مولانا عبدالحق مدنیؒ

مولانا عبدالودود سرحدیؒ

مولانا حسرت موہانیؒ

مولانا عرفانؒ

مولانا عبدالحنانؒ

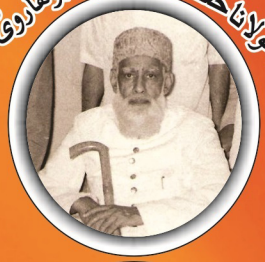
مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ

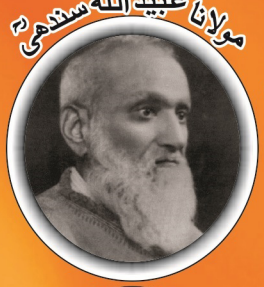
مولانا عبید اللہ سندھیؒ

مولانا سید گل بادشاہؒ

مولانا محمد صادقؒ

مولانا نورالدین بہاریؒ

مولانا مبارک حسینؒ

مولانا بشیر احمد بھٹہؒ

مولانا سید حمید الدینؒ

مولانا یوسف بنوریؒ

مولانا معین الدین اجمیریؒ

مولانا ابوالمحاسن سجادؒ

مولانا عبدالباری فرنگی محلؒ

مولانا عبدل عماد مونگیریؒ

مولانا قاضی محمد عبدالربؒ

مرتب: مشہود مفتی

کیمبرج یونیورسٹی انگلینڈ کے تعاون سے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ
اور اکابرین جمعیت علماء ہند

جمع و ترتیب
مشہود مفتی

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں

نام کتاب	مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** لدھیانویؒ اور اکابرین جمعیت علماء ہند
مرتب	مشہود مفتی
اشاعت اول	۲۰۱۷ء
اشاعت دوم	۲۰۱۹ء
ناشر	اسلامی تعلیمی ادارہ
ای میل ایڈریس:	ulemaeludhiana@gmail.com

نوٹ

جن حضرات کے پاس مولانا **مفتی محمد نعیم** لدھیانویؒ کے مضامین، پمفلٹ، تحریریں اور تصاویر ہوں ان سے گزارش ہے کہ ان کو مندرجہ بالا ای میل ایڈریس پر بھیج دیں۔ شکریہ

خاندان مولانا عبد القادر لدھیانویؒ

شاگرد رشید
حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

سالار کاروان آزادی ۱۸۵۷ء

- مولانا اسماعیل لدھیانویؒ (بھانجے)
  - بانی دارالعلوم نعمانیہ گوجرانوالہ
  - **مولانا عبد اللہ لدھیانویؒ**
    شاگرد شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ
    وحضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ
- مولانا سیف الرحمن لدھیانویؒ
  - **سینیٹر ایم حمزہ** (نواسے)
    سابقہ چیئرمین پبلک اکاؤنٹس کمیٹی
    سابقہ ممبر قومی اسمبلی پاکستان
- **مولانا محمد لدھیانویؒ**
  فتاوی قادریہ۔ فتویٰ نصرۃ الابرار
  - **مولانا زکریا لدھیانویؒ**
    - رئیس الاحرار
      مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی
      صدر احرار ہند
- اولین فاتح قادیانیت
  مولانا عبد اللہ لدھیانویؒ
  فتاوی قادریہ۔ فتویٰ نصرۃ الابرار
  - نائب صدر جمعیت علماء ہند
    مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ
    شاگرد شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ
    - **مفتی ضیاء الحسنؒ**
      صدر اینٹی ٹی بی ایسوسی ایشن آف پاکستان
      شاگرد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
- **مولانا عبد العزیز لدھیانویؒ**
  فتاوی قادریہ۔ فتویٰ نصرۃ الابرار
  - **مولانا محمد سلیم لدھیانویؒ** (نواسے)
    - مفتی اعظم پاکستان
      مفتی رشید احمد لدھیانویؒ
      بانی جامعۃ الرشید کراچی

نذر عقیدت

تحریر: غازی عبدالعزیز لدھیانوی مرحوم

عالموں کا خاندان ہے لدھیانہ میں مقیم
فخر ہے جس کا حبیب[1] اور ناز ہے جس کا نعیم[2]

نسل میں سے اس مجاہد کے ہیں یہ سب باوقار
اپنے دشمن سے جو میداں میں لڑا مردانہ وار

دین حق کا عام کرنا ان کا نصب العین ہے
مصطفیٰ کا نامِ نامی ان کے دل کا چین ہے

رات دن اسلام کی خاطر یہ کرتے ہیں جہاد
اہل دل کہتے ہیں ان کو شاد باش زندہ باد

لرزہ بر اندام ہے ہر وقت ان سے قادیاں
یہ اُڑا دیتے ہیں ہر جھوٹے نبی کی دھجیاں

نیک ہیں پرجوش ہیں مزدور کے حامی ہیں
جھوٹ کو نیچا دکھانے میں بڑے نامی ہیں

ان کی خواہش ہے کہ پھر ہندوستاں آزاد ہو
از سرِ نَو ملک کی تعمیر کا آغاز ہو

---

(۱) رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

(۲) مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مختصر تعارف

"تحریک آزادی میں حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ**[1] اور اکابرین جمعیت علماء ہند کی خدمات" حاضر خدمت ہے۔ اس میں مختلف ادوار میں میسر مواد کو اکٹھا کر کے پیش کرنے کی کوشش کی ہے جس کا سلسلہ حضرت مولانا مفتی ضیاء الحسن صاحب لدھیانویؒ ساہیوال کی وفات ۱۹۸۳ء سے شروع ہوا اور ۲۰۰۸ء میں حضرت مولانا مفتی ضیاء الحسین صاحب لدھیانویؒ سے ملاقات میں ان کی طرف سے اس کو یکجا کرنے اور کتاب کی شکل میں مکمل کرنے کی ہدایت بھی تھی۔ اس کے لئے انہوں نے اپنی کتاب "۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور علمائے لدھیانہ" بھی عنایت کی۔

میرے لیے اس ساری تحریک و کوشش کا ماخذ ان کی کتاب بھی تھی۔ ان کی کتاب کو آخر میں حوالہ جات کے سیکشن میں شامل کر دیا ہے۔ آپ دونوں بیان کردہ حضرات حضرت مولانا مفتی نعیم صاحب لدھیانویؒ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ موخر الذکر مفتی ضیاء الحسین لدھیانویؒ نے ۲۰۱۰ء میں وفات پائی اور مدینہ المنورہ جنت البقیع میں دفن ہیں۔

کتاب کا دوسرا حصہ الجمعیۃ اخبار دہلی پر مبنی ہے جس کیلئے پروفیسر کیون گرین بینک کیمبرج یونیورسٹی (*ARCHIVIST AT CENTRE OF SOUTH ASIAN STUDIES*

---

(۱) مفتی محمد نعیم صاحبؒ دار العلوم کے فاضل قدیم، متحدہ ہندوستان و پاکستان میں علمی و دینی خدمات کی وجہ سے ممتاز و مشہور اور ہندوستان کی سیاسی تحریکات کے نامور رہنما تھے۔ زندگی کا بڑا حصہ خدمت خلق میں گزرا اور ہمیشہ دینی و قومی جدوجہد میں مصروف رہے۔ (روئیداد دار العلوم دیوبند ۱۳۹۰ھ، ص ۴)

CAMBRIDGE UNIVERSITY OF ENGLAND) کا انتہائی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۷ء تک الجمعیۃ اخبار دہلی کا ریکارڈ مہیا کیا لیکن ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۷ء تک کا وقت جو سیاسیاتِ ہند کا بہت اہم وقت تھا وہ ان سے نہیں مل سکا۔ ہندوستان کی یونیورسٹیز اور اداروں سے رابطوں کے باوجود نہیں مل سکا۔ کوشش جاری ہے، امید ہے کہ کہیں سے مل سکے۔ ان شاء اللہ!

کچھ حوالہ جات حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب کی دو کتابوں "جمعیت علماء کیا ہے؟" اور "علماء حق کے مجاہدانہ کارنامے" سے شامل ہیں۔ ان کے علاوہ پروین روزینہ صاحبہ کی کتاب "خطبات جمعیت علماء ہند" سے کچھ حوالہ جات شاملِ کتاب ہیں۔ مولانا عزیزالرحمن صاحب جامعیؒ کی کتاب "رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن صاحب لدھیانویؒ اور ہندوستان کی جنگ آزادی" سے قاری طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے تاثرات مولانا حبیب الرحمن صاحب لدھیانویؒ اور علمائے لدھیانہ کے بارے میں شامل کیے جا رہے ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سابقہ صدر جمعیت علماء ہند کی کتاب "نقش حیات" سے حوالہ جات بھی شامل ہیں جن میں مولانا عبدالقادر صاحب لدھیانویؒ اور ان کے بڑے صاحبزادے مولانا سیف الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ کا ۱۸۵۷ء میں جاری کیا ہوا فتویٰ آزادی اور مولانا عبدالقادر صاحب لدھیانویؒ کے صاحبزادوں میں مولانا محمد صاحب لدھیانویؒ، مولانا عبداللہ صاحب لدھیانویؒ اور مولانا عبدالعزیز صاحب لدھیانویؒ کے مشہور فتویٰ "نصرۃ الابرار" کا ذکر بھی موجود ہے۔ کتاب کے آخری حصہ میں "فتویٰ نصرۃ الابرار" اور "فتاویٰ قادریہ" (مرزا غلام قادیانی کے کفر پر فتویٰ) کا مختصراً ذکر ہے۔

مفتی ضیاء الحسین صاحب لدھیانویؒ کی کتاب "۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور علمائے لدھیانہ" سے علماء لدھیانہ کے بارے میں کچھ خطوط جو مختلف علمی دینی و سیاسی شخصیات کی جانب سے علمائے لدھیانہ کے بارے میں لکھے گئے جن میں پنڈت نہرو، مولانا سید مناظر احسن گیلانی اور مولانا سالم

قاسمی صاحب کے خطوط بھی شامل ہیں۔ ہوم منسٹر اور گورنر یوپی مسٹر کے ایم منشی کا اپنی کتاب میں **مفتی محمد نعیم صاحبؒ** کا ذکر، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا خط، ڈاکٹر تاراچند اور کچھ دوسرے غیر مسلم مصنفین کی کتابوں سے کچھ اقتباسات جن میں مولانا عبدالقادر صاحب لدھیانویؒ کی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شمولیت اور کردار کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے بھی شامل کتاب ہیں۔

ہندوستان کی تقریباً دو سو سالہ تاریخ کے مشہور فتاویٰ علمائے لدھیانہ سے منسوب ہیں۔ کتاب کے آغاز میں مولانا عبدالقادر صاحب لدھیانویؒ کے خاندان کا شجرہ شامل کر دیا گیا ہے۔ اور کتاب کے آخر میں **مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ** اور مولانا حبیب الرحمن صاحب لدھیانویؒ کی تصاویر یا ان کے خاندان کی مختلف شخصیات کی تصاویر اور ان کے دینی و فلاحی اداروں کی تصاویر شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان تمام بزرگوں پر رحم فرماتے ہوئے ان کو معاف کر دے اور جنت الفردوس میں مقام عطا فرمائیں۔ آمین

"مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ اور اکابرین جمعیت علماء ہند**" کتاب کو ٹائپ اور مرتب کرنے کے لیے میں مفتی عبید الرحمٰن صاحب کا شکر گزار ہوں۔ آپ نے علماء لدھیانہ کی مختلف کتب اور فتاویٰ کی دوبارہ تدوین و ترتیب کے لیے کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ آپ ہی کی کاوش سے یہ کتاب مکمل ہو سکی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

مشہود مفتی عفا اللہ عنہ

فہرست مضامین

مختصر تعارف ۴

باب اول

حالات وسوانح حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۴
اولین عرض ۱۵
خاندان علمائے لدھیانہ کے متعلق حکیم الاسلام کے تاثرات ۱۵
حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ اکابر علماء دین کی نظر میں ۲۶
تاثرات مفتی ضیاء الحسین لدھیانویؒ ۲۷
حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ تحریر: مفتی ضیاء الحسین لدھیانویؒ ۲۸
تاثرات مولانا محمد سالم قاسمیؒ ۳۰
حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ اور مولانا انور شاہ کشمیریؒ ۳۵
حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کی مقدمہ بہاولپور میں شرکت ۳۷
تاثرات احمد یعقوب قادری رائے پوری ۳۹
یادیں، باتیں..... میرے مربی، میرے دوست، میرے استاد حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ ۴۰
تاثرات مولانا محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ ۴۳
شہداء پشاور اور مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ ۴۴
مولانا محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے" سے اقتباس ۴۵

تأثرات مولانا منظور نعمانی ۵۲
حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ و مولانا **مفتی محمد نعیم** لدھیانویؒ ۵۳
سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ۵۸
تأثرات روزنامہ "حقیقت" ۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء ۶۰
پنجاب کے انقلابی عالم مولانا محمد نعیم صاحبؒ ۶۱
تاثرات ایم اختر مرحوم ۶۶
مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم ۶۷
مفتی محمد نعیم صاحب لودھیانوی مرحوم ۶۹
مولانا حسین احمد مدنی مرحوم ۷۱
تاثرات ہفت روزہ خدام الدین لاہور ۷۳
مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے انتقال کے موقع پر ہفت روزہ خدام الدین لاہور کے تاثرات ۷۵
تحریک ریشمی رومال کے سرگرم کارکن، مجاہد آزادی حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** لدھیانویؒ ۸۱
تأثرات مولانا عزیز الرحمان جامعیؒ ۸۸
حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** لدھیانویؒ ۹۰
تأثرات حافظ محمد اکبر شاہ صاحب بخاری ۹۲
حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ ۹۳
حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ اور ماہنامہ الجمعیۃ دہلی ۹۵
ماہنامہ الجمعیۃ ۱۹۳۲ء ۹۶
ماہنامہ الجمعیۃ ۱۶/ اگست ۱۹۳۲ء ۹۷
ماہنامہ الجمعیۃ ۲۸ اگست ۱۹۳۲ء ۹۸
ماہنامہ الجمعیۃ ۲۰ اگست ۱۹۳۲ء ۱۰۲
ماہنامہ الجمعیۃ ۹ ستمبر ۱۹۲۰ء ۱۰۵

ماہنامہ الجمعیۃ ۱۳ستمبر ۱۹۳۲ء ۱۰۷
ماہنامہ الجمعیۃ ۱۳ستمبر ۱۹۳۲ء ۱۱۰
ماہنامہ الجمعیۃ ۲۴ستمبر ۱۹۳۲ء ۱۱۱
ماہنامہ الجمعیۃ ۱۵اکتوبر ۱۹۳۲ء ۱۱۳
ماہنامہ الجمعیۃ ۲۸اگست ۱۹۳۳ء ۱۱۴
ماہنامہ الجمعیۃ دہلی ۹دسمبر ۱۹۳۳ء ۱۲۱
ماہنامہ الجمعیۃ ۱۴دسمبر ۱۹۳۴ء ۱۲۴
ماہنامہ الجمعیۃ ۱۳مئی ۱۹۳۵ء ۱۲۶
ماہنامہ الجمعیۃ ۲جون ۱۹۳۵ء ۱۲۹
ماہنامہ الجمعیۃ یکم اپریل ۱۹۳۷ء ۱۳۱
ماہنامہ الجمعیۃ یکم اکتوبر ۱۹۳۷ء ۱۳۴
ماہنامہ الجمعیۃ یکم فروری ۱۹۳۹ء ۱۳۵
ماہنامہ الجمعیۃ ۲۴جنوری ۱۹۳۹ء ۱۳۷

مکاتیب حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۹

مکتوب حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ** بنام مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ ۱۴۰
مکتوب حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ بنام حضرت مولانا عبداللہ صاحب لدھیانویؒ ۱۴۱
مکتوب مولانا مناظر احسن گیلانیؒ بنام مولانا عبداللہ لدھیانویؒ ۱۴۲
مکتوبات مولانا **مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ** بنام حضرت مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک ۱۴۴
مکتوبات قاری محمد طیب صاحبؒ بنام مولانا **مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ** ۱۵۴
خط حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم ۱۵۹

تحریک آزادی کشمیر پر ایک نظر واقعات کی روشنی میں ۱۶۰

باب دوم

تذکرہ جمعیت علماء ہند اور اکابرین جمعیت ۱۷۵

جمعیت علمائے ہند کے بانی و معمارِ اول کون تھے؟ ۱۷۶

جمعیۃ علماء پر ایک تاریخی تبصرہ ۱۷۸

سحبان الہند مولانا مولوی حافظ احمد سعید دہلویؒ صدر جمعیت علماء ہند ۲۴۵

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ قدس سرہٗ ۲۴۹

حضرت شیخ الہندؒ کا خطبہ صدارت ۲۵۹

تذکرہ و سوانح اکابر علماء جمعیت علماء ہند ۲۸۲

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ دیوبندی (۱۸۵۱ء-۱۹۲۰ء) ۲۸۳

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ (۱۸۷۲ء-۱۹۴۴ء) ۲۸۶

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (۱۸۷۹ء-۱۹۵۷ء) ۲۸۸

امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ (۱۸۸۸ء-۱۹۵۸ء) ۲۹۰

مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ (۱۸۷۸ء-۱۹۲۶ء) ۲۹۱

مفتی اعظم مفتی کفایت اللہؒ (۱۸۷۵ء-۱۹۵۲ء) ۲۹۲

مولانا نثار احمد کانپوریؒ (متوفی ۱۹۳۰ء) ۲۹۴

مفکر اسلام مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ (۱۸۸۸ء-۱۹۴۰ء) ۲۹۵

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۱۸۸۵ء-۱۹۴۹ء) ۲۹۶

علامہ سید سلیمان ندویؒ (۱۸۸۴ء-۱۹۵۳ء) ۲۹۷

امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ (۱۸۷۵ء-۱۹۳۳ء) ۲۹۸

مجاہد ملّت مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ (۱۹۰۱ء-۱۹۶۲ء) ۳۰۰

سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلویؒ (۱۸۸۸ء-۱۹۵۹ء) ۳۰۲
رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ (۱۸۹۲ء-۱۹۵۶ء) ۳۰۴
شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ ۱۸۸۶ء-۱۹۶۲ء) ۳۰۵
امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ (۱۸۹۱ء-۱۹۶۱ء) ۳۰۶
مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ (۱۸۸۸ء-۱۹۷۰ء) ۳۰۷
مولانا عبدالحلیم صدیقیؒ (متوفی ۱۹۶۹ء) ۳۰۸
شیخ الحدیث مولانا سید فخر الدین مرادآبادیؒ (۱۸۸۹ء-۱۹۷۳ء) ۳۱۰
مولانا نور الدین بہاریؒ (۱۸۹۷ء-۱۹۵۶ء) ۳۱۲
سید الملت مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ (۱۹۰۳ء-۱۹۷۵ء) ۳۱۳
مولانا محمد صادقؒ کراچی (۱۸۷۳ء-۱۹۵۲ء) ۳۱۵
مولانا عبدالعزیزؒ گوجرانوالہ (متوفی ۱۹۴۰ء) ۳۱۶
مولانا محمد اسماعیل سنبھلیؒ (۱۸۹۹ء-۱۹۷۵ء) ۳۱۷
مولانا مبارک حسین سنبھلیؒ (۱۲۹۶ھ-۱۳۶۱ھ) ۳۱۸
مولانا محمد قاسم شاہ جہانپوریؒ (۱۹۰۱ء-۱۹۷۶ء) ۳۱۹
حضرت مجاہد ملّت مولانا حفظ الرحمان صاحب سیوہارویؒ ۳۲۰

روداد و کارروائی اجلاس ہائے مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند ۳۳۰

کارروائی اجلاس مجلس مشاورت جمعیت علماء ہند مارچ ۱۹۲۴ء ۳۳۲
روداد اجلاس مجلس عاملہ جمعیت علمائے ہند جنوری ۱۹۳۱ء ۳۳۵
کارروائی مجلس عاملہ جمعیت علمائے ہند اگست ۱۹۳۳ء ۳۳۸
کارروائی اجلاس مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند مارچ ۱۹۳۴ء ۳۴۷
کارروائی اجلاس مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند اگست ۱۹۳۴ء ۳۴۹
کارروائی اجلاس مجلس مشاورت جمعیت مرکزیہ علماء ہند فروری ۱۹۳۶ء ۳۵۳

کارروائی مجلس عاملہ جمعیت مرکزیہ علمائے ہند فروری ۱۹۳۶ء ۳۵۷
کارروائی مجلس عاملہ جمعیت مرکزیہ علماء ہند مئی ۱۹۳۷ء ۳۶۰
کارروائی مجلس عاملہ جمعیت مرکزیہ علمائے ہند اگست ۱۹۳۸ء ۳۶۵
کارروائی اجلاس مجلس مرکزیہ جمعیت علماء ہند مئی ۱۹۳۹ء ۳۷۰
کارروائی اجلاس مجلس عاملہ جمعیت مرکزیہ علماء ہند مارچ ۱۹۴۰ء ۳۸۰
جمعیت علماء ہند کے اجلاس دوازدہم جون ۱۹۴۰ء کی مختصر رپورٹ ۳۸۵
فہرست شرکاء اجلاس ۴۰۲
کارروائی اجلاس مجلس عاملہ جمعیت علمائے ہند نومبر ۱۹۴۴ء ۴۰۹
ضمیمہ جمعیت علماء کیا ہے؟ ۴۱۸
کارروائی اجلاس مجلس عاملہ جمعیت علمائے ہند ۱۹۳۹ء ۴۲۱
تجاویز اجلاس مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند مارچ ۱۹۴۶ء ۴۴۹
کارروائی اجلاس مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند اپریل ۱۹۴۶ء ۴۵۲
تجاویز اجلاس مجلس عاملہ مرکزیہ جمعیت علماء ہند جون ۱۹۴۶ء ۴۵۵
تجاویز اجلاس مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند جولائی ۱۹۴۶ء ۴۶۰
تجاویز اجلاس مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند ستمبر ۱۹۴۶ء ۴۶۳
تجاویز اجلاس مجلس عاملہ مرکزیہ جمعیت علماء ہند دسمبر ۱۹۴۶ء ۴۶۸
خطبہ صدارت کانفرنس دسمبر ۱۹۴۸ء ۴۷۵
تصاویر اکابر جمعیت علماء ہند ۵۰۶

باب اول

حالات وسوانح

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

جمع وترتیب

مشہود مفتی

اولین عرض

انگریز استعمار کے خلاف طویل جدوجہد آزادی کی تحریک کا آغاز اندازاً ۱۸۰۳ء سے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کے فتویٰ آزادی سے شروع ہوا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ آغاز جدوجہدِ آزادی میں اَن گنت رہنماؤں اور جماعتوں کا حصہ تھا لیکن قید وبند کی صعوبتوں، شہادتوں اور جائیدادوں کی قرقی کے حوالے سے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ اور ان کے خاندان کے حضرت شاہ اسماعیل صاحب دہلویؒ اور حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدّث دہلویؒ کے شاگرد حضرت سید احمد صاحبؒ رائے بریلی اور حضرت مولانا عبدالقادر صاحب لدھیانویؒ کا ثانی نہیں ہے۔

۱۸۵۷ء کی جدوجہد آزادی کی جنگ میں حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کے شاگرد حضرت مولانا عبد القادر صاحب لدھیانویؒ نے اپنے چار صاحبزادوں مولانا سیف الرحمان لدھیانویؒ، مولانا محمد لدھیانویؒ، مولانا عبداللہ لدھیانویؒ (اولین فاتح قادیانیت) اور مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ کے ساتھ شرکت کی اور جان ومال کی قربانیاں دیں۔

قاری طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اس کا ذکر اپنے خط مولانا عزیز الرحمٰن لدھیانویؒ (صدر احرارِ ہند مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کے صاحبزادے) کے نام ان الفاظ میں کیا ہے:

خاندان علمائے لدھیانہ کے متعلق حکیم الاسلام کے تاثرات

از قاری محمد طیبؒ دارالعلوم دیوبند

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند نے رئیس الاحرار

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کی سوانح پر علمائے لدھیانہ کی خدمات کے متعلق ایک مضمون لکھا ہے۔ اس مضمون میں سے کچھ کلمات یہاں پر درج کیے جاتے ہیں۔ (از مؤلف)

احقر کے سامنے اس وقت تذکرہ بزرگان مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ حال مقیم دہلی دام مجدہٗ مرتبہ عزیز محترم مولوی عزیز الرحمٰن صاحب جامعی ابن مولانا ممدوح کے اوراق کھلے ہوئے ہیں جو عزیز موصوف نے خاندانی تعارف کے طور پر بڑی محنت سے لکھے ہیں۔ اہل اللہ کے ذکر میں قدرتاً قلبی کشش اور جاذبیت ہوتی ہے کہ اسے شروع کرکے ختم کیے بغیر طبیعت نہیں مانتی، بلکہ ختم کرنے ہی کی طرف نہیں آتی۔ وہی کیفیت ان اوراق کے مطالعہ کے وقت مجھ پر طاری ہے۔ ہر پچھلا ورق اگلے ورق کی دعوت دیتا جارہا ہے اور جی نہیں چاہتا کہ اس تذکرہ میں کوئی آخری ورق آئے۔ بہرحال دہلی سے دیوبند تک پنج ساعہ سفر میں میں میرا مشغلہ صرف اس تذکرہ کا مطالعہ رہا اور میں نے اول سے آخر تک اس تذکرہ کے تمام مسوّدہ کو غور سے پڑھا۔

حالانکہ اہل اللہ کے واقعات واحوال پڑھ کر تبصرہ کے جذبات نہیں ابھرتے بلکہ تذکرہ کے دواعی پیدا ہوتے ہیں۔ اور اس کی داستانیں جو حقیقتاً زندگی اور اجتماعی زندگی کی داستانیں ہوتی ہیں کسی تقریظ کی غرض سے نہیں دیکھی جاتیں کہ رسمی طور پر اس پر کچھ سطریں لکھ دی جائیں بلکہ عقیدت ومحبت کی نگاہ سے پڑھی جاتی ہیں کہ سیپارۂ دل پر خود انہیں کو نقش کیا جائے۔

اس خاندان کے موجودہ اخلافِ کرام سے تو میرے مخلصانہ اور دوستانہ تعلقات عرصہ دراز سے قائم ہیں جیساکہ میرے اکابر خاندان کے اس خاندان کے اکابر سے گہرے مراسم رہے ہیں۔ اور آج اس تصور سے لدھیانہ کی آمد ورفت، علمی اجتماعات اور مخلصانہ علمی مجلسیں آنکھوں میں پھر گئیں۔ لیکن اس خاندان کے اسلافِ کرام سے تفصیلی تعارف اس داستانِ حیات ہی کے پڑھنے سے اس سفر میں میسر ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ ولی اللّٰہی خاندان کی شاخ جہاں بھی چلی گئی، شاخِ طوبیٰ ہی ثابت ہوئی۔ میں نے اپنے بزرگوں سے سنا کہ حضرت جدِّ امجد قاسم العلوم مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہٗ بانی دارالعلوم دیوبند جب پہلے حج کے لیے کراچی سے حجاز مقدس روانہ ہوئے تو بادبانی جہاز ہوا ناموافق ہونے کی وجہ سے بصرہ میں لنگر انداز ہو گیا اور کئی دن تک ٹھہرا رہا۔ مسافر بصرہ کی سیر کرنے کے لیے اتر گئے۔ حضرت قاسم العلوم بھی اترے مگر تفریح طبع کیلئے نہیں بلکہ بصرہ کے اس دور کے ایک مشہور و معروف محدث سے سند حدیث حاصل کرنے کے لیے۔

محدث ممدوح نے حضرت قاسم العلوم سے دریافت کیا کہ آپ کی سند حدیث کہاں سے ہے؟ فرمایا شاہ عبدالغنی محدث دہلویؒ سے۔ فرمایا کون شاہ عبدالغنی؟ عرض کیا کہ شاہ اسحاق دہلویؒ کے تلمیذ۔ فرمایا کون شاہ اسحاق؟ عرض کیا کہ شاہ ولی اللہؒ کے تلمیذ۔ تو جھوم کر فرمایا کہ ہاں ولی اللہ شجرۂ طوبیٰ ہے۔ جس طرح اہل جنت کا کوئی قصر اور محل نہ خالی ہو گا کہ اس میں شجرۂ طوبیٰ کی شاخ پہنچی ہوئی نہ ہو۔ اسی طرح ہندوستان میں علم کا کوئی گھرانا نہ ملے گا جس میں خاندان ولی اللّٰہی کی کوئی شاخ نہ آئی ہو۔ اور یہ فرما کر بڑی شفقت کے ساتھ حضرت قاسم العلوم کو سند عطا فرمائی۔ بہر حال اسی طوبائی خاندان جنّت نشان کی ایک علمی شاخ لدھیانہ کا علمی خاندان بھی ہے جو ولی اللّٰہی علوم اور ولی اللّٰہی جذبات کی امانت سینوں میں لیے ہوئے ہے۔

ان ساری ولی اللّٰہی شاخوں میں علم اور اخلاق کے ساتھ جو چیز سب سے زیادہ ابھری ہوئی نظر آتی ہے وہ مجاہدانہ اسپرٹ، راہِ حق میں ایثار و فنائیت، بے باکانہ حق گوئی، ہر رسمی اقتدار سے نڈر ہو کر اعلانِ حق اور ساتھ ہی اس راہ میں کسی بھی قربانی سے نہ گھبرانا ہے۔ یہ موجود اوصاف لدھیانویؒ خاندان میں بہت ہی نمایاں اور خصوصی طور پر نظر آتا ہے اور نہ صرف اسلاف خاندان ہی تک محدود ہے بلکہ آج کے اخلاق میں بھی اس کی وہی جھلک قائم ہے اور بلاشبہ یہ ایک فضل خداوندی ہے کہ کسی خاندان کی اعلیٰ روایات اور مستحسن خصوصیات پشتوں تک خاندان کا ساتھ نہ چھوڑیں اور اخلاف

اپنے اسلاف کے سانچوں میں ڈھلتے رہیں۔

یہ خاندان باطل کے مقابلہ میں ہمیشہ سینہ سپر رہا۔ باطل اور طاغوت کے سامنے کہیں سر نہ جھکایا اور اس پُر خار راہ کی ہر مشکل کا خندہ پیشانی سے خیر مقدم کیا اور برضا و تسلیم مصائب کا سامنا کیا۔ فتنہ خواہ حکومت وسیاست کی لائن سے آیا یا مذہب ودیانت کے حلقوں سے، مادیت کے راستوں سے نمودار ہوا یا روحانیت کے ناموں سے، انہوں نے ہر دور میں اسے پہچانا اور جلد پہنچانا۔ اس کی سرکوبی کی اور مسلمانوں کو اس سے آگاہ کر کے اس سے محفوظ رکھا۔ برطانوی حکومت کی لائن سے جس قدر فتنے اٹھے اور جس رنگ میں بھی اٹھے ان کے خلاف اس خاندان کے اسلاف بھی اٹھے اور پھر اَخلاف نے بھی وہی کچھ کیا جو اسلاف نے کر دکھایا تھا۔ اور ساتھ ہی غربت وتشدّد کے تمام مصائب بھی جھیلے جو اس راہ کے خواص آثار میں سے ہیں، مگر کلمہ حق کی تبلیغ وترویج نہ چھوڑی اور نہ ہی اس میں کسی اپنے اور بیگانے کی ذرہ برابر رعایت کی، بلکہ بلا خوف لومۃ لائم اعلانِ حق کیا، خواہ اس کی پاداش میں اپنا کچھ بھی کھو دینا پڑا۔ ہو سکتا ہے کہ عملی جزئیات میں ان سے کسی کو اختلاف ہو مگر دنیا کا کوئی بھی حق پرست انسان ان جذباتِ حقہ کی قدر کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

"اول بآخر نسبتے دارد" کے اصول پر جس طرح اس خاندان کے اسلاف پر اعلانِ حق کی بدولت وہ وقت بھی آیا کہ انہیں وطن مالوف اور گھر بار چھوڑ کر غربت کی زندگی اختیار کرنی پڑی اور ان کی غیبت میں دشمنانِ حق نے ان کے گھروں ہی کو نہیں ان کی عبادت گاہوں تک کو جلا ڈالا۔ اسی نہج سے اخلاف خاندان کو بھی آج راہِ محبت کی یہ تمام تلخیاں سہنی پڑ رہی ہیں۔ وطن مالوف چھوٹا، گھر بار ہاتھ سے نکلا، خاندان کے کتنے ہی مردوں عورتوں نے حیاتِ غربت کے ساتھ موتِ غربت اختیار کی، مدارس ہاتھ سے گئے، معابد اور مساجد قبضہ سے نکل گئیں جن میں برسوں سے قال اللہ و قال الرسول ﷺ کی صدائیں اٹھتی رہیں اور نہ معلوم کہ وہ باقی ہیں یا یکسر دوسرے نقشوں میں تبدیل ہو چکی ہیں، مگر ان سارے فتنوں کی گرم بازاری میں یہ امانت داری کس درجہ پُر عظمت ہے کہ جس طرح

ان انتہائی مصائب میں اسلاف کے پیروں کو ذرہ برابر جنبش نہیں ہوئی تھی اور انہوں نے نہ صرف صبر و خیر بلکہ رضاء و تسلیم کے جذبات وکھلائے تھے، اسی طرح آج کل دردناک مصیبتوں اور ہولناک پریشانیوں میں اخلاف کے پائے استقلال کو بھی ادنیٰ جنبش نہیں ہوئی اور نہ ہی ان کے چہروں پر کسی ادنیٰ سی بدحواسی یا اداسی کی کوئی لکیر دکھائی دیتی ہے۔

بہر حال نوعی حیثیت سے اس علمی خاندان میں جو چیز قدرِ مشترک کے طور پر اسلاف واخلاف میں نمایاں نظر آتی ہے اور ساتھ ہی اس کے آثار بھی مشترک ہیں، وہ راہِ حق میں بے خوفی و بے باکی، اعلاءِ کلمۃ اللہ، اطفاءِ فتن اور دنیوی زندگی میں تحمل شدائد و مصائب، مگر بصد تسلیم و رضا ہے۔ حکومتی فتنہ ہی نہیں بلکہ ہر وہ فتنہ جو مذہب، قوم، فرقہ، تمدّن اور معاشرہ و سیاست کی راہ سے نمودار ہوا، ان حضرات کی نگاہِ دور بیں نے ہر رنگ میں اس کے اندازِ قد و قامت کو پہچانا اور مخلوق کو اس سے خبردار کیا۔ فتنہ مرزائیت کو اوّلاً اسی خاندان نے بھانپا اور مرزا غلام احمد قادیانی کے دجل و فساد سے علمی طور پر ملک کو آگاہ کیا جس سے لاکھوں انسان گمراہی کے اس جال سے بچ گئے حتیٰ کہ اس سلسلہ کی عملی تکمیل بھی بالآخر اسی خاندان کے ہاتھوں ہوئی۔

مجلس احرار نے امیر الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ کی امارت و قیادت میں اس فتنہ کا عملی طور پر مقابلہ کیا اور اس سے زبردست ٹکّر لی جو ظاہر میں قادیانیت سے ٹکّر تھی مگر بلحاظِ حقیقت یہ ٹکّر برطانیہ کی طاقتور حکومت سے تھی۔ اس لیے ان حضرات کو قید و بند کے سارے ہی تشدّد آمیز مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن بالآخر سیاسی پہلوؤں سے اس جماعت باطل کے بڑھتے ہوئے اثرات کو روک دینے بلکہ محدود کر دینے میں امیر الاحرار اور ان کے رفقاءِ کار کامیاب ہوئے جو ایک تاریخی کارنامہ ہے اور زندۂ جاوید رہ کر جریدۂ عالم پر سنہرے حرفوں سے بطور یادگار ثبت رہے گا۔ فتنہ نیچریّت و آزادی، فتنۂ بدعات و محدثات، فتنۂ بے قیدی و اطلاق اور فتنۂ تمدّن و تعیش نے ان بزرگوں کے دور میں مختلف رُوپوں سے ابھرنے کی کوشش کی مگر انہوں نے اعلیٰ ترین استقامت

سے اس زیغ باطل پروَر کا مقابلہ کیا اور اسے شکستوں پر شکستیں دیں۔"

اس لیے اس خاندان کا اثر ورسوخ ہمہ گیر رہا۔ پنجاب میں خصوصًا اور بیرون پنجاب میں عموماً اس علمی گھرانے کو عزت ووقعت اور مقبولیت کی نگاہ سے دیکھا گیا اور ان کے کلماتِ موعظت وہدایت کو دل کے کانوں سے سنا گیا۔ یہ اثرات پبلک سے گزر کر درباروں تک بھی پہنچے اور سلاطین وقت نے بھی ان بزرگوں کے سامنے سرِ عقیدت خم کیا۔

بہر حال مجموعی حیثیت سے یہ خاندان پنجاب کا ایک ممتاز علمی خاندان اور علم وفضل نیز جوہر عمل کے لحاظ سے ایک مانا ہوا قبیلہ رہا ہے جس نے ہمیشہ مسلمانوں کی علمی اور دینی خدمت انجام دی ہے۔ آج کا دور دین وتقویٰ کا دور نہیں اور نہ ہی دین کے لیے آج کے ناسازگار احوال مساعدت کر رہے ہیں۔ دین پر قائم رہنے والا غریب، اوپرا اور "کالقابض علی الجمر" (ہاتھ میں چنگاری پکڑنے والے) کا مصداق ہے جس کا مادّی ماحول میں کوئی وقار نہیں۔ غیرتِ خداوندی نے نہ چاہا کہ دین ودیانت کے ایسے پاک نمونے ایسے ناپاک ماحول میں رکھے جائیں۔ اس لیے انہیں اٹھالیا گیا اور عالم بالا کو ان سے زینت دی گئی۔ اس لیے جہاں اس دور کی بدبختی ہے کہ یہ نمونے اس میں نہ رہے وہیں ان حضرات کی ارجمندی اور سربلندی کی نشانی تھی کہ دنیا کی اس عام زبوں حالی سے پہلے ہی انہیں اٹھالیا گیا: رحمهم الله رحمة واسعة

لیکن پھر بھی انتہائی خوشی کا مقام ہے کہ اَخلاف نے اسلاف کا نقش قدم نہیں چھوڑا اور ان کے پاک جذبات کی امانت محفوظ ہے جس میں کوئی خیانت نہیں ہوئی۔

خصوصیاتِ زمانہ نے گو نقشے بہت کچھ بدلے ہیں مگر شباہت نہیں مٹی۔ آب وہوا نے مزاجوں میں تبدیلیاں بہت کچھ پیدا کر دیں مگر افتادِ طبیعت نہیں بدلی۔ بادِ سموم نے نونہالوں کو مرجھا ضرور دیا ہے مگر پھلوں کا ذائقہ پھر بھی وہی ہے۔ بہر حال عوارض وخصوصیاتِ وقت نے تبدیلیاں ضرور کی ہیں مگر بنیادی اساس پر تعمیر وہی کھڑی ہوئی ہے جو پہلے سروں پر سایہ کیے ہوئے تھی۔

انقلاباتِ زمانہ سے یہ خاندان بھی ملک کی طرح دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کا گھرانا ہندوستان میں آباد رہا اور ان کے دوسرے بھائی اور مولانا مفتی نعیم صاحبؒ کا خاندان پاکستان میں بس گیا۔ لیکن خدمات وجذبات کے سلسلہ میں افراد خاندان کی پوزیشن اور اس کے آثار بدستور نمایاں ہیں۔ بالخصوص مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ اپنی زندگی میں جس سیاسی بصیرت کا ثبوت دیتے رہے ہیں ان کی وفات کے بعد بھی ان کے مبصّرانہ کلمات انہی کا سا کام کر رہے ہیں۔ ملک کے انقلابی احوال و مسائل کے سلسلہ میں مرحوم نے جن جن رایوں کا اظہار کیا تھا آج ملک ہی نہیں حکومت کے حلقوں سے بھی ان کی تائیدی صدائے بازگشت سنائی دے رہی ہے جو ان کی دور بینی اور سیاسی بصیرت کا کھلا ثبوت ہے، جیسا کہ اس کتاب میں اس کے بعض شواہد و نظائر پیش کر دیے گئے ہیں۔

بہر حال یہ زیرِ نظر تاریخی جائزہ اس خاندان کی اگلی پچھلی اور ماضی و مستقبل کی خدمات سیاسی جوش اور مذہبی ہوش کا آئینہ دار ہے جو اس خاندان کے ایک چشم و چراغ مولوی عزیز الرحمٰن جامعی ابن مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ فاضل دیوبند مرحوم نے کافی عرق ریزی اور کاوش کے ساتھ فراہم کیا ہے۔ ان قیمتی حالات و خدمات کی محض اس لیے ضرورت نہ تھی کہ وہ ایک خاندان کی تاریخی حقیقتیں ہیں جن کا کاغذوں میں تحفّظ ہو جائے بلکہ اس لیے ضرورت تھی کہ ان میں نمونۂ عمل اور حل مشکلات کا اسوہ موجود ہے جس کا تحفّظ قومی نقطہ نظر سے ضروری تھا اور جو آنے والی نسلوں کے لیے قابل تقلید مثال بن سکتا ہے اور مستقبل میں اس سے لائحہ عمل کا کام لیا جا سکتا ہے۔

بزرگوں کا نقش قدم ہی در حقیقت بزرگوں کا قائم مقام ہوتا ہے اور وہ انہی کی طرح اگلوں کے لیے مربّی اور فانوس رہنما ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے بزرگوں کی تاریخیں مدوّن کی جاتی ہیں اور اسی درسِ عبرت کے لیے قرآن حکیم نے تاریخ اور قصص اسلاف کا باب قائم کیا ہے۔ لقد كان في قصصهم عبرة لأولى الألباب

مولوی عزیز الرحمٰن صاحب اس سعی جمیل پر ست مبارک باد ہیں۔ حق تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور اس خدمت کو قبول فرمائے اور اولو الالباب کو اس سے درس عبرت لینے کی توفیق بخشے۔ آمین

محمد طیب غفرلہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۷/جمادی الثانی ۱۳۹۵ھ

مولانا عبدالقادر صاحب لدھیانویؒ کی وفات (۱۸۶۰ء) کے بعد ان کے چار صاحبزادوں میں سے تین نے لدھیانہ میں مدرسہ اللہ والا کی بنیاد ۱۸۶۰ء میں رکھی۔

۱۸۶۶ء میں قاری طیب صاحب سابقہ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے دادا مولانا قاسم صاحب نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ آگے چل کر انہیں دو اسلامی اداروں نے ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے سیاسی، دینی اور قومی و ملی خدمات انجام دیں۔

مولانا عبدالقادر صاحب لدھیانویؒ اور ان کے چاروں صاحبزادوں مولانا سیف الرحمان لدھیانویؒ، مولانا محمد لدھیانویؒ، مولانا عبداللہ لدھیانویؒ اور مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ کا خاندان صدیوں سے انگریزوں کا باغی رہا جس کی ایک مستقل تاریخ ہے۔ ان کے فتاویٰ نے ہندوستان کی آزادی کی جنگ اور تحریک میں لازوال کردار ادا کیا۔ اس کا ذکر مشہور مؤرخ مولانا سید محمد میاں صاحبؒ، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہان پوریؒ، ڈاکٹر تاراچند، مسٹر کے ایم منشی (سابقہ ہوم منسٹر و گورنر یوپی) نے اپنی مختلف کتب میں کیا۔ جن کا ذکر آگے تفصیل سے آئے گا۔

مولانا عبدالقادر صاحب لدھیانویؒ کے تین صاحبزادوں کا ۱۸۸۸ء میں مشہور فتویٰ "نصرۃ

الابرار "مسلمانوں کے لیے کانگریس میں شمولیت اور دوسرے قوموں کے ساتھ مل کر تحریک آزادی کی مشترکہ جدوجہد میں شرکت کے لیے تھا۔ فتویٰ نصرۃ الابرار ہندوستان کی آزادی کی تحریکوں میں بہت اہم تھا۔ اس فتویٰ نصرۃ الابرار کا ذکر مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ نے اپنی کتاب "نقش حیات" میں صفحہ ۴۸۲ پر کیا ہے۔

مولانا محمد صاحب لدھیانویؒ، مولانا عبد اللہ لدھیانویؒ، مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ، مولانا قاسم صاحبؒ، حاجی امداد اللہ صاحبؒ، مولانا رشید احمد صاحبؒ اور بہت سے علمائے حق کے دور کے بعد حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اسیر مالٹا کی ریشمی رومال کی تحریک، مولانا عبید اللہ سندھی کی کابل کو ہجرت، حضرت شیخ الہندؒ کی حجاز میں گرفتاری اور مالٹا میں جیل کا زمانہ تھا۔

۱۹۱۹ء میں جمعیت علماء ہند قائم ہوئی۔ حضرت شیخ الہند مالٹا سے رہا ہوکر ۱۹۲۰ء میں ہندوستان میں آئے اور جمعیت علماءِ ہند کے پہلے اجلاس کا خطبہ صدارت حضرت شیخ الہند کا ہی تھا۔ اس دور میں تحریک آزادی ہند کے لیے مسلمانوں کی سیاسی جماعتیں جمعیت علمائے ہند اور مجلس احرار اسلام ہند تھیں۔ جب کہ کانگریس میں ہندو مسلم اور سکھ مشترکہ طور پر آزادی ہند کے لئے سرگرم حصہ لیتے رہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد، خان عبدالغفار خان اور ڈاکٹر خان صاحب کانگریس کے پلیٹ فارم سے شامل تھے۔

آزادی ہند کی تاریخ کا یہ حصہ تمام جماعتوں سے منسلک مؤرخین نے محفوظ کیا جن میں مولانا سید محمد میاں صاحب اور ڈاکٹر ابو سلمان صاحب شاہ جہان پوری نے جمعیت علماء ہند کے ریکارڈ کو محفوظ کرنے کے لیے کلیدی کردار ادا کیا۔ ان دونوں حضرات کی کتب کے تفصیلی مطالعہ کے بعد میرا تجزیہ یہ تھا کہ جمعیت علمائے ہند کی تاریخ کا زیادہ تر حصہ سامنے نہیں آسکا۔ اس کی بہت سی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ سیاسی و تحریکی حالات کا ناموافق ہونا، سرمائے، وقت اور معلومات تک رسائی کا نہ ہونا بھی ہوسکتے ہیں۔

اس کے علاوہ ان مصنفین کے ذوق و مناسبت تعلق و تعارف علم و مطالعہ اور ان کے دائرہ محبت و عقیدت کے علاوہ عوام الناس کی محبت و رجحان اور دلی عقیدت کا بھی عمل دخل ہو سکتا ہے۔

مولانا سید محمد میاں صاحبؒ تو ظاہر ہے بہت پہلے وفات پا چکے تھے لیکن ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری صاحب سے متعدّد بار گفتگو کا شرف حاصل ہوا۔ ان کے اخلاص نے بہت متاثر کیا۔ انہوں نے جمعیت علماء ہند کی مشہور شخصیات شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، اور مولانا ابوالکلام آزاد کے متعلق متعدّد کتب شائع کیں اور لاتعداد مقالے لکھے اور پڑھے۔ خاندان علمائے لدھیانہ کے بارے میں اور ان کے فتاویٰ کے بارے میں جانتے ہیں لیکن مجھے ان سے دورانِ گفتگو احساس ہوا کہ ان کو جمعیت علماءِ ہند سے وابستہ چند مشہور دینی و سیاسی شخصیات کے بارے میں تو یاد ہے اور ان کے بارے میں لکھ بھی چکے ہیں لیکن جمعیت علماءِ ہند سے وابستہ لاتعداد دینی و سیاسی علماء کرام اور رہنماؤں کی معلومات ان کے حافظے میں نہیں ہیں۔

مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ کے بارے میں تاریخی معلومات تلاش اور اکٹھا کرنے کے دوران لاتعداد علماء کرام جن کو ہندوستان و پاکستان میں بھلایا جا چکا تھا ان کی معلومات اور ریکارڈ مجھے الجمعیۃ اخبار دہلی کی صورت میں کیمبرج یونیورسٹی سے میسر ہوا اور جو تحقیق صرف مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ کے لئے شروع ہوئی تھی وہ باقی حضرات علمائے کرام جو جمعیت علمائے ہند کے اوّل درجہ کے اکابرین میں سے تھے اس کا دائرہ ان تک بھی وسیع ہو گیا۔

یہاں پر یہ بھی ریکارڈ پر ہے کہ مجھے صرف ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۷ء تک کا الجمعیۃ اخبار دہلی مل سکا ہے اور اس میں سے صرف کچھ حصّہ اس کتاب کے حصہ اول میں شامل کر چکا کر سکا ہوں۔ امید ہے کہ حصہ دوم میں باقی ریکارڈ اور اگر ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۷ء تک کا اخبار الجمعیۃ دہلی مل سکا تو وہ حصہ دوم میں شامل کرنے کی کوشش کروں گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان اکابرین علمائے حق پر رحم فرمائے اور ان کو جنت الفردوس میں

بلند ترین مقام عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ راقم اور اس کے والدین اور بزرگوں کو بھی معاف فرمادے اور اپنے مقبول بندوں میں شامل کریں۔ آمین یارب العالمین

مشہود مفتی عفی اللہ عنہ

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ
اکابر علماء دین کی نظر میں

تاثرات

مفتی ضیاء الحسین لدھیانویؒ

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ

تحریر: مفتی ضیاء الحسین لدھیانویؒ

"۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور علماء لدھیانہ" سے ماخوذ

☆شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ کے تلمیذ خاص۔ ☆آزادی وطن کے لیے حضرت شیخ الہندؒ کی خفیہ تحریک ریشمی رومال میں گرفتار ہوئے اور تین سال جیل کاٹی۔ ☆ مولانا منظور احمد نعمانی لکھنویؒ، مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ اور مولانا عبدالرشید انصاریؒ حضرت مفتی صاحب مرحوم کے تلامذہ میں شامل ہیں۔

حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم** لدھیانویؒ ۱۸۸۸ء میں مفتی محمد عبد اللہؒ بن علامہ عبد القادر لدھیانویؒ کے گھر پیدا ہوئے اور ۱۰ سال کی عمر میں مدرسہ اللہ والا میں مولانا محمد صاحبؒ سے ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ ایک سال مولانا نور احمدؒ کے مدرسہ امرتسر میں تعلیم حاصل کی۔

چودہ سال کی عمر میں دیوبند تشریف لے گئے اور شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ کے خاص تلامذہ میں شمار ہوئے۔ ۱۹۷۱ء میں حضرت شیخ الہندؒ سے دورۂ حدیث سے فراغت حاصل کی۔ دیوبند کی سند کے علاوہ حضرت شیخ الہندؒ نے آپ کو اپنی طرف اسے خاص سند بھی عطا فرمائی۔ پھر ایک سال افتاء میں لگایا اور ۱۹۱۲ء میں دیوبند سے فارغ ہوئے۔ شیخ الہندؒ نے آپ کو اس وقت کے مشہور مدرسہ مٹو ناتھ بھنجن ضلع اعظم گڑھ میں صدر مدرس متعیّن فرمایا اور آپ نے استاد کے حکم کی تعمیل میں چھ برس تک وہاں تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر لدھیانہ تشریف لائے اور اپنے مدرسہ اللہ والا میں مہتمم مقرر ہوئے۔ جب شیخ الہندؒ نے ریشمی رومال کی تحریک شروع کی تو اپنے استاد کے حکم پر اس میں

شامل ہوئے اور پشاور جاتے ہوئے مخبری ہونے پر گرفتار ہوئے اور تین سال سزا کاٹی۔ آپ شروع سے ہی جمعیت علماء ہند میں شامل تھے اور مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے زمانہ میں جب وہ جمعیت علماءِ ہند کے صدر تھے۔ آپ تقسیم ملک تک جمعیت علمائے ہند کے نائب صدر رہے اور ورکنگ کمیٹی کے ممبر تھے۔

۱۹۳۰ء میں امروہہ کے اجلاس میں جمعیت نے ہندوستان کی مکمل آزادی کا ریزولیشن منظور کیا، اس اجلاس میں یہ ریزولیشن آپ نے پیش کیا اور منظور ہوا۔ اجلاس کے بعد آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور دو سال کی قید ہوئی۔ ۱۹۴۲ء میں "انگریز ہندوستان چھوڑ دو" تحریک میں آپ گرفتار ہوئے اور بغیر مقدمہ چلائے انبالہ جیل میں دو سال نظر بند رہے۔

تقسیم ملک کے بعد آپ خاندان کے ساتھ ٹوبہ ٹیک سنگھ تشریف لائے۔ ۱۹۵۱ء میں اہلیہ کے انتقال کے بعد جامع مسجد منڈی بہاؤالدین میں بطور خطیب آپ کے تقرر کی تجویز پیش کی۔ منڈی بہاؤالدین والے آپ کو چھوڑ آنے پر تیار نہیں تھے کیونکہ آپ روزانہ درس قرآن دیا کرتے تھے۔ کچھ آپ کی رغبت طبع اور کچھ فیصل آباد والوں کے اصرار پر ۱۹۶۱ء میں آپ جامع مسجد جناح کالونی میں بطور خطیب خدمات سرانجام دینے کے لیے تشریف لائے۔

ماہنامہ "نور علے نور" کے مدیر مولانا عبدالرشید انصاریؒ کو یہیں پر عرصہ تین سال تک حضرت مولانا مفتی محمد نعیمؒ کے فکری اور علمی فیوض و برکات سے کسب فیض کا موقع ملا اور مولانا انصاریؒ نے حضرت مفتی صاحبؒ کے آخری شاگرد کے طور پر آپ سے درس نظامی کی ابتدائی کتابیں پڑھنے کے علاوہ خبر نویسی کا فن آپ سے سیکھا۔ آپ متبحر عالم دین تھے۔ آپ کے شاگردوں میں مشہور عالم دین مولانا منظور احمد نعمانیؒ اور شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کراچی شامل ہیں اور چونکہ دارالعلوم دیوبند سے افتاء کی سند بھی آپ کے پاس تھی اس لیے فتویٰ کا کام بھی بغیر کسی معاوضہ تاحیات ادا کرتے رہے۔ حتیٰ کہ جنوری ۱۹۷۱ء میں ۸۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور ٹوبہ ٹیک سنگھ کے قبرستان میں دفن ہوئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

تاثرات

مولانا محمد سالم قاسمیؒ

دار العلوم دیوبند

الحمد لله وكفيٰ وسلام علي عباده الذين اصطفيٰ

دارالعلوم دیوبند اور خاندان قاسمی سے لدھیانہ کے معزز خاندان علماء کا تاریخی مخلصانہ تعلق رہا ہے۔ پنجاب کے بہت سے شہر ہیں، لیکن تقسیم ملک سے قبل اپنے علمی، اخلاقی اور سیاسی دائروں میں علمائے لدھیانہ بایں معنیٰ خصوصیت و امتیاز کے حامل رہے ہیں کہ حالات ملک کی سازگاری اور نا سازگاری کے دونوں زمانوں میں ان کی دار العلوم دیوبند سے وابستگی کے ساتھ ملی خدمات کی ہمت وعزیمت ایمانی میں بھی ذرہ برابر کمی نہیں آئی۔

راقم الحروف نے اپنے عہد طالب علمی میں اور کچھ عرصے تک اس کے بعد بھی جن بزرگانِ لدھیانہ کو بار بار دیکھا اور اپنی نو عمری کے باوجود ان کی ہمت وعزیمت کا اندازہ کیا ان میں خاص طور پر حضرت مولانا محمد نعیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے وقتاً فوقتاً اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ سے اکثر و بیشتر ملنے کا شرف حاصل ہوتا رہا ہے۔

حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحبؒ** کی بزرگان دیوبند کے ساتھ تعلق میں غیر معمولی پختگی تھی، سیاسی خدمات کے دوران بھی اس کی برقراری کبھی متاثر نہیں ہوئی۔ ان کے شریک عمل حضرات علماء کی جانب سے کسی پیش آمدہ سیاسی مسئلے میں حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کو اگر کوئی کمی محسوس ہوتی تو وہ اس کی مصلحت کو اور اس سے حاصل ہونے والے وقتی مفاد کو کسی قیمت پر انگیز کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے، اور دوسری جانب اس اختلاف کے باوجود ان کا رابطہ اخلاص حسب سابق مکمل طور پر برقرار رہتا تھا۔ چنانچہ حصولِ آزادی کی جنگ میں جب ہندو مسلم اتحاد کے نعرہ نے وسعت اختیار کی اور مسلمان زعمائے وقت میں سے بیشتر اس کے مؤید بن گئے لیکن حکیم الامت

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدّس سرہٗ اس ہندو مسلم اتحاد کے نعرہ پر خاموش رہے، جس کا بڑی حد تک عامۃ المسلمین پر یہ اثر پڑا کہ وہ بھی اس کی تائید سے باز رہے۔ مسلم زعماء نے حضرت تھانویؒ کے سکوت کے وسیع پیمانے پر ملک میں اثرات کو دیکھ کر تشویش محسوس کی۔ ان کی اس بارے میں مساعی کی تفصیل کے بغیر قابل ذکر یہ ہے کہ علمائے کرام کا ایک بڑا طبقہ حضرت کے سکوت سے یہ سمجھ گیا کہ حضرت تھانویؒ اس کے مؤید نہیں ہیں جب کہ کچھ عرصہ بعد حضرت تھانویؒ نے لوگوں کے اصرار پر فرمایا کہ ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ ہی بنیادی طور پر صحیح نہیں ہے، کیونکہ اتحاد کے معنی یہ ہیں کہ دونوں قوموں کی یکتائی کی خصوصیت ختم ہوجائے، یعنی نہ ہندو ہندو رہے اور نہ مسلم مسلم رہے، اور یہ اتحاد جب ہی ممکن ہے کہ جب شرک و توحید میں اتحاد ہوجائے، اور یہ ممکن نہیں ہے تو وہ اتحاد بھی ممکن نہیں، اس لئے نعرہ اتحاد کے بجائے تعبیری فرق کرکے "ہندو مسلم اتفاق" کی دعوت دی جانی چاہیے تھی۔ اس کے بعد مسلک حق سے وابستہ علمائے لدھیانہ وغیرہ نے اس تعبیر سلیم کا پورا پورا حق اپنی حدود میں اس خوبصورتی سے ادا کیا کہ ہندو مسلم اتفاق کے ذریعہ مقصد بھی پورا ہوگیا اور اسی بنیاد پر مسلک سے کسی انحراف کا خدشہ بھی باقی نہیں رہا۔

حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج میں یہ بھی شامل تھا کہ اپنے افراد سے کسی رائے میں اختلاف ہوتا تو اپنی رائے کی ترجیح میں ہی فرمایا کرتے تھے، جب میٹھی دہی سے اچھا ذائقہ آسکتا ہے تو کھٹی کیوں لی جائے۔

راقم الحروف کو حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحبؒ** سے دور طالب علمی ہی میں کئی بار شرف ملاقات ملا اور ان کے لطائف بھی سنے مگر اب وہ یادداشت میں محفوظ نہیں، ایسے ہی حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب سے قریبی رابطہ ان کے دو چھوٹے صاحب زادگان مولوی سعید الرحمن مرحوم اور مولوی محمد احمد مرحوم کا طالب علمی کے زمانہ میں احقر اور احقر کے گھرانے سے قدیمی خاندانی روابط کے تحت بہت اپنائیت کا تعلق رہا۔ انہی دونوں کے واسطے سے ان کے والد محترم

حضرت مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ سے جبکہ وہ دہلی میں مقیم تھے ملنا جلنا وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا تھا۔

ایک بار مولوی سعید الرحمٰنؒ کے ذریعہ مولانا حبیب الرحمٰنؒ نے احقر کو دہلی بلایا۔ اس وقت احقر کے والد ماجد حکیم الاسلام حضرت اقدس مولانا محمد طیب صاحبؒ سابق مہتمم دار العلوم دیوبند حج کے لئے تشریف لے جا چکے تھے، اور ان کی عدم موجودگی میں احقر سے کافی کام متعلق تھے۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ مولانا حبیب الرحمٰن کی دعوت پر حاضر ہوا۔ حسب عادت بزرگانہ شفقت سے ملے م پھر فرمایا کہ یہ الیکشن کا زمانہ ہے، میں نے آپ کا نام کانگریس پارٹی کی الیکشن پبلسٹی کے لئے لکھوا دیا ہے اور سعید الرحمانؒ آپ کے ساتھ رہے گا۔ آپ کو حیدرآباد کے علاقے میں مختلف مقامات پر کانگریس کی تائید میں تقریر میں کرنا ہوگی۔ میں یہ سن کر ان سیاسی دھندوں سے قطعًا بے علاقہ ہونے کی وجہ سے بڑا حیران ہوا اور میں نے باادب عرض کیا کہ حضرت میرا تو کوئی تعلق سیاسیات سے بھی رہا ہی نہیں، نہ میں کسی پارٹی کا ممبر ہوں اور نہ مجھے اس بارے میں معلومات ہیں، اور نہ میں نے آج تک کی سیاسی پارٹی کے پلیٹ فارم سے کوئی تقریر کی، اس لئے میں بادب اس سے معذرت خواہ ہوں۔

تو جواباً مولانا نے فرمایا کہ اگر یہ کام پہلے بھی نہیں کیا تو اب کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں مگر میں نے دوبارہ بڑی قوت سے اس کو قبول کرنے سے بوضاحت وقوت معذرت کر دی۔ تب مولانا نے معذرت قبول فرمائی، اور میں دیوبند واپس آگیا۔

اس واقعہ کے ذکر کا مقصد یہ ہے کہ مولانا حبیب الرحمٰن کا یہ عمل اور یہ فرمانا احقر کے گھرانے سے ایسی محبانہ اپنائیت کے تحت تھا جو ہمیشہ سے ان کے معزز خاندان لدھیانہ سے قائم تھا اور تقسیم ملک سے قبل یہ مخلصانہ تعلق طرفین میں کبھی الحمدللہ مضمحل نہیں ہوا۔

یہ مذکورہ باتیں جو حاشیہ خیال میں موجود تھیں اور ان کو کبھی قرطاس وقلم سے آشنائی حاصل

نہیں ہوئی تھی، اب آپ کے فرمانے پر ہی بھولی بسری یادیں زیر قلم آگئیں۔ اللہ طرفین کے ان آسودۂ رحمت اکابر رحمہم اللہ کی مبنی بر اخلاص یادوں کو ہمارے قلب و دماغ کے نہاں خانوں میں محفوظ رکھے۔، اس مرحلے پر یہ پر خلوص دعا نے شعری صورت اختیار کرلی ہے کہ:

یہ یادیں کچھ مجھے مانوس سی محسوس ہوتی ہیں
خلوص دل کی ان میں کچھ نمی محسوس ہوتی ہے

مولانا محمد سالم قاسمی صاحب
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ
اور مولانا انور شاہ کشمیریؒ

ماخذ

سوانح علامہ انور شاہ کشمیریؒ

۱۳۴۳ھ میں جب کہ حضرت شاہ صاحب قدس اللہ سرّہٗ کی کوشش سے بذریعہ تصنیف وتحریر قادیانی دجل وفریب کا پردہ پوری طرح چاک کردیا گیااور قادیانیت سے متعلق ہر مسئلہ پر مختلف طرز وانداز کے بیسیوں رسائل شائع ہوچکے توآپ نے اس کی بھی ضرورت محسوس فرمائی کہ ناخواندہ و عوام کا طبقہ جو زیادہ کتابیں نہیں پڑھتااور قادیانی مبلغین چل پھر کران میں اپنا دجل پھیلاتے ہیں اور مناظرہ ومباہلہ کے جھوٹے چیلنج ان کو دکھاتے پھرتے ہیں، ان لوگوں کی حفاظت کے لئے پنجاب کے مختلف شہروں کا ایک تبلیغی دورہ کیا جائے۔

پنجاب وسرحد کے دورہ کا پروگرام بنا۔ علماء دیوبند کی ایک جماعت ہم رِکاب ہوئی۔ اس جماعت میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اکابرین سے حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانیؒ، حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحبؒ شریک تھے اور حضرت مولانا محمد طیب صاحبؒ مہتمم دار العلوم دیوبند، حضرت مولانا بدر عالم صاحبؒ، حضرت مولانا محمد ادریس صاحبؒ اور مولانا محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ اور احقر شامل تھے۔ یہ علم کے پہاڑ اور تقویٰ کے پیکر پنجاب کے ہر بڑے شہر میں پہنچے اور مرزائیت کے متعلق اعلانِ حق کیا۔ منکرین کو رفع شبہات کی دعوت دی۔ لدھیانہ، امرتسر، گوجرانوالہ، گجرات، راولپنڈی، ایبٹ آباد، مانسہرہ، ہزارہ، کہوٹہ وغیرہ میں ان حضرات کی بصیرت افروز عالمانہ تقریریں ہوئیں۔ مرزائی دجال جو آئے دن مناظرہ ومباہلہ کے چیلنج عوام کو دکھانے کے لئے پھرا کرتے تھے۔ ان میں سے ایک سامنے نہ آیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس جہان میں نہیں ہیں۔ اس پورے سفر میں عام مسلمانوں نے جاء الحق و زھق الباطل کا منظر گویا آنکھوں سے بھی لیا۔ (سوانح علامہ انور شاہ کشمیریؒ: ص۲۰۶، ۲۰۷)

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کی مقدمہ بہاولپور میں شرکت

"مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ" یہ نام علماء لدھیانہ میں ایک ممتاز مقام رکھتا ہے۔ جب بھی یہ نام لوگوں کی زبان پر آتا ہے تو یہ ایک بڑی سنجیدہ اور دور اندیش سیاست کا پتہ دیتا ہے۔ سیاسی اور مذہبی اعتبار سے مفتی صاحب مرحوم ایک نابغہ روزگار شخصیت تھے۔ علمی فقاہت اور سیاسی ذہانت ان کے چہرے سے عیاں تھی۔ حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی مرحوم مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی مرحوم کے صاحبزادے تھے۔ جنہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو جب وہ لدھیانہ آیا تھا اس کی بھری مجلس میں اس کے سامنے اس کو سب سے پہلے کافر کہہ دیا تھا۔ اس بات کو مولانا محمد لدھیانویؒ نے "فتاویٰ قادریہ" میں تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ اس کو ہم گزشتہ صفحات میں ذکر بھی کر چکے ہیں۔

بہر حال حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ اس لحاظ سے بڑی اہمیت کے حامل تھے کہ وہ ایسے باپ کے بیٹے ہیں جنہوں نے مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ دینے میں پہل کی تھی۔ اس لئے نہایت فقیہ تھے۔ قادیانیت کے خلاف زندگی بھر سینہ سپر رہے۔ تقسیم ملک سے پہلے جمعیت علمائے ہند پنجاب کے صدر بھی رہے۔ تحریک ریشمی رومال میں بھی شریک رہے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے حکم پر تحریک کے سلسلہ میں پشاور جاتے ہوئے گرفتار ہوئے۔ تین سال سزا کاٹی۔

قیام پاکستان کے بعد پاکستان تشریف لے آئے۔ منڈی بہاؤالدین میں قیام فرمایا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں شامل رہے۔ ۱۹۶۱ء میں فیصل آباد جناح کالونی مسجد میں حضرات لدھیانہ کے اصرار پر تشریف لے آئے۔ یہیں مقیم رہے۔ انتہائی متبحر عالم تھے۔ مقدمہ بہاولپور میں حضرت

علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے ساتھ عدالتی کاروائی میں حوالہ جات پیش کرنے کی سعادت بھی حاصل کی۔

مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب**ؒ پاکستان میں آکر علماء لدھیانہ میں ایک ممتاز مقام حاصل کر چکے تھے۔ان کی رائے کو بعض اوقات قولِ فیصل کا درجہ بھی دیا جاتا تھا۔ ۱۹۷۱ء جنوری میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں انتقال ہو گیا اور وہیں دفن ہوئے۔

تاثرات

احمد یعقوب قادری رائے پوری

یادیں، باتیں..... میرے مربی، میرے دوست، میرے استاد

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ

جناح کالونی فیصل آباد چھوٹی ہوزری فیکٹریوں کی مارکیٹ ہے۔ تقریباً ۱۹۶۰-۶۱ء میں میرے والد صاحب نے بھی ہوزری کا ایک چھوٹا سا یونٹ دو شراکت داروں کے ساتھ مل کر اسی مارکیٹ میں لگایا۔ میں ان دنوں تعلیم سے فراغت کے بعد لاہور پرانی انارکلی میں اپنے حقیقی ماموں کے ساتھ مل کر ہوزری کا ایک چھوٹا سا یونٹ چلا رہا تھا۔ والد صاحب کے حکم پر تقریباً ۶۳ء میں فیصل آباد آ گیا اور والد صاحب کے زیر سایہ جناح کالونی میں کام شروع کر دیا۔

نماز کے لیے قریب کی بجائے ذرا دور جامع مسجد جانا شروع کیا تو حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ سے ملاقات ہوئی۔ میری اور ان کی عمر کے درمیان تقریباً ۵۵ سال کی دوری تھی۔ مگر اس کے باوجود ہم دونوں کے درمیان قربت بڑھی اور بڑھتی رہی۔ مجھے چونکہ بچپن سے مطالعہ کا شوق تھا۔ کبوتر بازی، پتنگ بازی یا دیگر کھیل تماشا کا نہ پتہ تھا اور نہ شوق۔ سکول کے زمانہ میں ہی میں نے چھوٹے رسائل واخبارات کچھ نہ کچھ لکھنا شروع کر دیا تھا اور اپنے اسکول کی بزمِ ادب کا سیکرٹری بھی رہا۔ مفتی صاحب ایک بڑے علمی خانوادے سے تعلق رکھنے والے خود علامہ، ان کو میرے شوق مطالعہ کا سن کر بہت خوشی ہوئی اور مجھے اپنے برخوردار دوستوں میں شامل کر لیا۔ ان کا فلسفہ تھا کہ اپنی لائبریری سے کوئی کتاب کسی کو مت دو، کہ اگر سی کو دی تو کتاب گئی۔ اس معاملے میں عموماً سختی ہوا کرتی تھی مگر میرے لیے ان کا چھوٹا مگر قیمتی کتب خانہ کھلا ہوا تھا۔ ان سے پوچھ کر یا ان کو بتا کر کوئی کتاب بھی گھر پڑھنے کے لیے لے جا سکتا تھا اور جب مرضی واپس کروں روک ٹوک نہ تھی۔

مزید شفقت یہ کہ اگر کتاب کے مطالعہ میں کچھ مشکلات پیش آتیں تو پھر ان مشکلات کا حل بھی انہی سے دریافت کیا جاتا۔ اس طرح میں ان کا بہت سا وقت ضائع کرتا مگر کبھی چہرہ پر شکن نہ آئی حالانکہ میں بہت غبی تھا، بات سمجھنے میں دیر لگاتا مگر شفقت میں کمی نہ آتی۔ حلیم الطبع تھے، بڑی محبت سے سمجھاتے کہ مشکل سے مشکل بات بھی سمجھ میں آجاتی۔

جب میرا اور ان کا ساتھ ہوا تو اس وقت میری عمر تقریباً ۲۰ سال اور ان کی عمر ۷۵ کے پیٹے میں تھی۔ عمر کے اس فرق کو انہوں نے بھی آڑے نہ آنے دیا۔ ہمیشہ دوستی کے لہجے میں بات کرتے جس سے مجھ جیسے کم علم اور کم فہم نوجوان کو بات کرنے اور پوچھنے کا حوصلہ ہوتا۔ ان دنوں گاڑیاں کم تھیں۔ تانگوں کا چلن تھا۔ کبھی کبھار شام کے وقت بلا لیتے کہ آجاؤ کہیں چلنا ہے۔ کھلے تانگے پر پچھلی سیٹ پر خود بیٹھتے اور اگلی سیٹ پر مجھے بٹھاتے اور جہاں جانا ہوتا وہاں ایسا رویہ اختیار کرتے کہ وہ لوگ نہ صرف میرا احترام کرتے بلکہ مجھے اہمیت دیتے۔ یہ حضرت مفتی صاحب کی شان تھی کہ اپنے ساتھی، خواہ یہ ساتھی ان کے بچوں سے بھی کم عمر کا کیوں نہ ہو، کہہ کر احترام دلواتے۔

لکھنے لکھانے کا اس کمتر کو شوق تھا مگر تحریر میں کچا پن تھا۔ مفتی صاحب نے اس کمی کو محسوس کیا مگر ٹوکا نہیں بلکہ بڑے احسن انداز میں میری اصلاح شروع کر دی۔ باقاعدہ درس و تدریس یا استاد شاگرد کا رشتہ قائم کیے بغیر اس فن میں میری رہنمائی کی۔ یہ انہی کی کرم فرمائی ہے کچھ نہ کچھ لکھ لیتا ہوں۔

وہ ایک سیاست دان بھی تھے۔ وہ جمعیت علمائے ہند کے بہت عرصہ نائب صدر رہے۔ سیاست میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اس بارے میں ان کا اپنا ایک نکتہ نظر تھا۔ لچر سیاست یا کسی کی کردار کشی پر یقین نہ رکھتے تھے۔ میرے سیاسی رجحان کو دیکھتے ہوئے اس بارے میں بھی میری سرپرستی فرمائی اور ان کی تربیت میرے بہت کام آگئی۔ وہ بہت خوبیوں کے مالک تھے۔

ایک دفعہ ایک ہال میں بڑی محفل تھی۔ حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم** لدھیانویؒ نے فرمایا کہ ہم

جس چھت کے نیچے بیٹھے ہیں اگر یہ خطرہ لاحق ہوجائے کہ ابھی یہ چھت گر جائے گی تو ہم میں ایک شخص بھی ایک لمحہ کے لیے یہاں نہ ٹھہرے اور ایسے افراتفری میں بھاگ کر باہر نکلے کہ دوسرے کی بالکل پرواہ نہ کرے۔ روزِ قیامت کا ہمیں علم ہے کہ قیامت آئے گی اور ہمارے اعمال کا حساب ہوگا مگر ہم اس کے باوجود فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں۔ اللہ رب العزّت کے احکام کی پرواہ نہیں کرتے۔ رسول اکرم ﷺ کی سنت کو ترک کرتے ہیں۔ یہ سب یقین کی کمی ہے۔ ہمارا ایمان مکمل نہیں، ہم وقت کو ٹالتے ہیں۔ انہوں نے یہ بات ایسے انداز میں بتلائی اور سمجھائی کہ اکثریت کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور کچھ لوگوں کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ انہوں نے اپنی زندگی کا چلن بدلا اور نماز روزے کی فکر میں لگ گئے۔ میں اپنے مربّی اپنے استاد کی کس کس بات کو یاد کروں۔ وہ بہت بڑے آدمی تھے۔

ان کی وفات کو آج تقریب ۴۰ سال ہوگئے ہیں مگر وہ بھولتے نہیں۔ ان کا وصال جنوری ۱۹۷۱ء کو ہوا۔

مٹے نامیوں کے نشان کیسے کیسے
زمیں کھاگئی آسماں کیسے کیسے

ٹوبہ ٹیک سنگھ کے مرکزی قبرستان میں مدفون ہیں۔ جب بھی اس طرف جانا ہوتا ہے تو میں اپنے مربی، اپنے دوست، اپنے استاد حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ** کے ہاں حاضری دیتا ہوں تو اس فقیر کی آنکھیں تر اور دل پرانی یادوں میں کھو جاتا ہے۔

نذر اشک بے قرار از من پذیر
گریۂ بے اختیار از من پذیر

تاثرات

مولانا محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ

ماخوذ

"جمعیت علماء کیا ہے؟"

شہداء پشاور اور مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ

۱۹۳۰ء کی تحریک آزادی میں پشاور میں قصّہ خوانی بازار کا جب سنگین واقعہ پیش آیا۔ اور سینکڑوں مسلمان بہادری کے ساتھ شہید ہوئے۔ اور بہت سے لوگوں پر بے پناہ مظالم ہوئے۔ تو کانگریس کی مقرر کردہ آزاد تحقیقاتی کمیٹی میں حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحبؒ شریک ہوئے اور ان کی رفاقت میں جناب **مفتی محمد نعیم صاحبؒ** رکن جمعیت علماء ہند بھی برابر شریک ہوتے رہے۔

حکومت نے پشاور جاکر تحقیقات کرنے کی اجازت نہیں دی تو راولپنڈی میں بیٹھ کر تحقیقات کی گئیں اور اہل پشاور نے وہیں پہنچ کر کمیٹی کے سامنے شہادتیں دیں۔ اور اس کمیٹی کی رپورٹ جب طبع ہوکر شائع ہوئی تو حکومت نے اس کو ضبط کرلیا۔

یہ خدمت جمعیت علماء ہند کے صدر اور رکن نے اسلام اور اہل اسلام کے مفاد ہی کے لئے انجام دی۔ اور اس سے مسلمانوں کی ایک عظیم الشان تاریخ مرتب ہوگئی۔

اہل ہند کو یہ بات یاد ہوگی کہ اس خونی واقعہ کے موقعہ پر تقریباً مسلمانوں کے تمام لیڈر اس وقت مسلمانوں کی خیر خواہی کا نام لینے میں یا خاموش تھے یا حکومت کی پشت پناہی کر رہے تھے۔ حالانکہ مسلمانانِ صوبہ سرحد کی یہی وہ بہادرانہ شہادت اور مظلومی تھی جس کی وجہ سے صوبہ سرحد کو دیگر صوبجات کی طرح آئینی صوبہ قرار دیا گیا۔ صوبہ سرحد کو اس پوزیشن تک پہنچانے میں گول میز کانفرنس لندن میں شریک ہونے والے مسلمان اور پشاور کے برادر مسلمانوں کی شہادت کو حرام موت قرار دینے والوں کو کوئی دخل نہیں۔ الغرض جمعیت علماء ہند نے مسلمانانِ پشاور کی اس وقت جو کچھ شاندار خدمات انجام دیں وہ مسلمانانِ ہند کی جماعتوں میں اسی کے لئے مخصوص ہیں۔

مولانا محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب
"علمائے حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے" سے اقتباس

"علمائے لدھیانہ کا فتویٰ دار الحرب"

تقریباً ۱۸۸۹ء میں یعنی انڈین نیشنل کانگریس کے وجود میں آنے سے کچھ دنوں بعد علمائے ہند کے سامنے مندرجہ ذیل سوالات پیش کیے گئے:

۱. ہنود کے ساتھ معاملات دنیاوی میں شریک ہونا درست ہے یا نہیں؟

۲. ایک جماعت قومی مسمی بہ نیشنل کانگریس جو ہندو اور مسلمان وغیرہ سکنائے ہند کے واسطے رفع تکالیف وجلب منافع دنیاوی چند سال سے قائم ہوئی ہے اور ان کا اصل اصول یہ ہے کہ بحث انہیں امور میں ہو جو کل جماعت ہائے ہند پر مؤثر ہوں اور ایسے امر کی بحث سے گریز کیا جائے جو کسی ملت یا مذہب کو مضر ہوں یا خلافِ سرکار ہوں تو ایسی جماعت میں شریک ہونا درست ہے یا نہیں؟

۳. سید احمد خان نیچری نے جو ایک جماعت (ایسوسی ایشن) قائم کی ہے اور لوگوں کو بذریعہ اعلان مطبوعہ اگست ۱۸۸۸ء میں یوں ترغیب دے رہا ہے کہ میری جماعت میں بڑے بڑے ہندو ذی وجاہت مثل راجہ بنارس وغیرہ جو کانگریس کے برخلاف ہیں، شامل ہیں۔ ہر شخص جو شامل ہووے پانچ پانچ روپیہ چندہ ماہواری میرے نام علی گڑھ یا بنارس میں راجہ صاحب کے نام روانہ کیا کرے وغیرہ وغیرہ اور اس کی مدد کے واسطے جابجا ایسوسی ایشنیں "انجمن اسلامیہ" کے نام سے لوگوں نے شہروں میں قائم کی ہیں۔ جو شخص ان کے ساتھ اتفاق کرنے سے برخلاف معلوم ہوتا ہے اس کے ساتھ طرح طرح کا فساد اور فتنہ برپا کرکے اس کو جبراً ملانا چاہتے ہیں۔ آیا ایسی جماعتیں مسلمانوں کو شامل ہونا اور ان کی مدد کرنا

شرعاً درست ہے یا نہیں ؟ اور نیچری لوگ بدخواہ اسلام ہیں یا نہیں ؟

جواب

حضرت امام ربانی قدس اللہ سرہ تینوں سوالوں کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں:

"اگر ہندو مسلمان باہم شرکت بیع و شراء اور تجارت میں کرلیویں، اس طرح کہ کوئی نقصان دین میں یا خلاف شروع معاملہ کرنا اور سود اور بیع فاسد کا قصہ پیش نہ آوے، جائز ہے اور مباح ہے۔ مگر سید احمد سے تعلق رکھنا نہیں چاہیے۔ اگرچہ وہ خیر خواہی قومی کا نام لیتا ہے یا واقع میں خیر خواہ ہو مگر اس کی شرکت مآلِ کار اسلام و مسلمان کو سم قاتل ہے۔ ایسا میٹھا زہر پلاتا ہے کہ آدمی ہرگز نہیں بچتا۔ پس اس کے شریک مت ہونا اور ہنود سے شرکت معاملہ کرلینا۔

اور اگر ہنود کی شرکت سے اور معاملہ سے بھی کوئی خلافِ شروع امر لازم آتا ہو یا مسلمانوں کی ذلّت یا اہانت یا ترقیِ ہنود ہوتی ہو، وہ کام بھی حرام ہے۔ جیسا کہ اوپر لکھا گیا اسی طرح پر ہے اور بس۔ فقط" (نصرۃ الابرار: ۲۶ محرم، ۱۲۰۶ھ صفحہ ۱۹)

یہ حضرت امام ربانی وغیرہ حضرات کانگریس کے نمبر کیوں نہیں رہے؟ اس کا جواب صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ حضرت امام ربانی اور اسی طرح دیگر حضرات کا مطمح نظر کامل حریت تھا۔ اگرچہ ملک اور قوم کے عام مفاد کے لیے آئینی جدوجہد کو بھی پسند فرماتے ہوئے شرکت کانگریس کے جواز کا فتویٰ دیتے رہے۔ مگر چوں کہ کانگریس کا نصب العین اس وقت صرف یہ تھا کہ ہندوستان اور انگلستان کے درمیان اتحاد و یگانگت ہو۔ اس لیے اپنے واسطے شرکت کانگریس کو منظور نہیں فرمایا اور حریت کاملہ کے لیے وہ راہِ عمل اختیار کی جس کا تذکرہ آیندہ آئے گا۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز کے متعلق سلسلہ کلام کو ختم کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند امور کی وضاحت کردی جائے جو حضرت موصوف کے مذکورہ بالا فتوے کے لیے پس منظر یا نتائج کی حیثیت رکھتے ہیں۔

۱۸۵۷ء میں جس طرح حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنے شیخ طریقت حضرت حاجی امداداللہ صاحب کی زیر قیادت جہاد آزادی میں حصہ لیا تھا اسی طرح لدھیانہ کے اس خاندان نے بھی اس جہاد میں بہت کافی حصہ لیا تھا۔ جس کے ایک رکن مولانا عبدالعزیز صاحب نقشبندی مجددیؒ تھے اور آج مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانویؒ اور مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ** اسی حریت پسند خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ ۱۸۸۴ء میں جب انڈین نیشنل کانگریس قائم ہوئی تو مولانا موصوف (علماءِ لدھیانہ) نے اس کی حمایت کی۔ سرسید گروپ نے ان کے بر خلاف ایک طوفان اٹھادیا اور ایک فرضی استفتاء مرتب کرکے علماء سے اس کا جواب حاصل کیا۔ حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز سے اس پر دستخط کرائے گئے اور پھر یہ فتویٰ مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ صاحب پر چسپاں کرکے پروپیگنڈا کیا گیا کہ مولانا عبدالعزیز لدھیانوی صاحب ہندوؤں سے مل گئے، ایمان فروش ہیں، فاسق ہیں وغیرہ وغیرہ۔

مولانا عبدالعزیز لدھیانوی صاحبؒ نے یہ تماشا دیکھا تو حیران رہ گئے۔ حضرت مولانا گنگوہیؒ کو حقیقت حال سے مطلع کیا اور پھر خود ایک سوال مرتب کیا۔ واقعہ کے انکشاف کے بعد حضرت گنگوہیؒ اور تمام حضرات نے (جن کے اسماء گرامی مولانا عبدالعزیز لدھیانوی صاحبؒ کے بر خلاف قابل ملامت اور نفرت انگیز طریقہ سے استعمال کیے گئے تھے) معذرت کی۔ چنانچہ حضرت گنگوہیؒ کے الفاظ معذرت یہ ہیں:

حامدا ومصلیا!

بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ[1] لدھیانہ سے ایک استفتاء اس مضمون کا آیا

---

(۱) اس تحریر کی نقل و کتابت میں کئی لفظ چھوٹ گئے تھے اور کئی لفظ بدل کر کچھ سے کچھ ہو گئے تھے۔ خاکسار کے پیش نظر مطبع صحافی لاہور کا ۱۳۰۹ھ/۱۸۸۹ء کا اور مولوی مشتاق احمد کا ۱۹۴۵ء کا لدھیانہ ایڈیشن، دونوں ہیں۔ جن کے مطالعہ و موازنہ سے اس اقتباس کی تصحیح کردی ہے۔ یہاں حضرت گنگوہی کی تحریر کا عنوان "معذرت نامہ علماء بطور اختصار" تحریر ہے اور اس کے ذیل میں

تھا جو ہنود کی اعانت اور مسلمانوں کو ضرر دیوے وہ کیسا ہے؟ بندہ نے جواب لکھا تھا کہ وہ فاسق ہے۔ یہ خلاصہ سوال و جواب کا ہے۔ اب وہ فتویٰ بندہ کا طبع ہوا اور اس کے اول تین صفحے لکھے دیکھے جس سے معلوم ہوا کہ وہ سوال مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی کی نسبت ہے اور وہ وجوہِ اعانت واضرار اس میں مصرّح لکھے ہیں۔ لہذا بندہ راست راست کہہ

سترہ علمائے وقت کے دستخط ہیں جن کے نام پہلے فتوے میں آئے تھے۔ ان میں مولانا محمود حسن، مولانا محمد حسن دیوبندی، مولانا محمد فضل عظیم دیوبندی، مولانا عبد الحق دہلوی صاحب تفسیر حقانی وغیرہم کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ انجمن انوارِ محمدیہ امرتسر کے اکتالیس ارکان کے دستخط ہیں۔ بعد کے صفحات میں مفصل فتویٰ ہے جسے مسمی علی محمد متوطن بمبئی نے دریافت کیا تھا اور مولانا مفتی محمد لدھیانوی (ابن مولانا عبدالقادر لدھیانوی) نے تحریر فرمایا تھا۔

اس کی تائید و توثیق اور تصویب میں رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے خانوادہ علمی کے اسلاف کرام کے علاوہ ایک سو پینتیس مشاہیر علمائے عصر کی تصدیقات و تصویبات ہیں۔ ان میں مولانا فیض الحسن اور مولانا احمد علی محدث سہارن پوری، مولانا محمود حسن، مولانا احمد حسن (امروہوی) مولانا محمد حسن، مولانا عبد اللہ خاں، مولانا محمد منفعت علی (مدرسین مدرسہ اسلامیہ دارالعلوم دیوبند)، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا عبدالحق دہلوی صاحب تفسیر حقانی، مولانا ارشاد حسین رام پوری، مولانا ریاست علی خان شاہ جہان پوری، مولانا احمد رضا خان بریلوی وغیرہم شامل ہیں۔ مولانا بریلوی کا فتویٰ چار صفحے پر مفصل اور مستقل ہے۔ اس کا مفاد سرسید کی مخالفت اور کانگریس کی حمایت میں وہی ہے جو مولانا مفتی محمد لدھیانوی کے فتوے کا ہے۔

ان حضرات علمائے ہند کے علاوہ مدینہ منورہ کے ایک عالم علی بن الحاج یوسف خادم روضۃ النبی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام اور ایک بغدادی عالم طاہر آفندی خادم روضہ عبدالقادر جیلانی کے فتاویٰ سرسیّد کے بارے میں بھی ہیں۔ کانگریس کے بارے میں ان کے فتاویٰ میں کوئی بات نہیں ہے۔ آخر میں سرسید کے خلاف مولوی امداد علی کے رسالے "امداد الآفاق برجم اہل النفاق" اور مولوی غلام دستگیر قصوری کے رسالے "جواہر مضیہ فی رد نیچریہ" سے تراسی علمائے کرام کے فتوے درج کر دیے گئے ہیں۔ اس کے مفتیوں میں بھی مولانا عبدالحی (فرنگی محلی)، مولانا لطف اللہ (علی گڑھی)، میاں محمد نذحسین (دہلوی) مفتی عبداللہ ٹونکی وغیرہم مشاہیر علمائے ہند کے اسمائے گرامی ملتے ہیں۔

فتویٰ "نصرۃ الابرار" کے مرتب و مفتی مولانا محمد لدھیانوی تھے لیکن یہ فتویٰ در حقیقت مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ کا ایک خطبہ جمعہ تھا جو علی محمد نامی ایک شخص ساکن بمبئی کے چند سوالات کے جواب میں ارشاد فرمایا گیا تھا اور ان کے بڑے بھائی مولانا محمد لدھیانویؒ نے بطور فتوی مرتب فرما دیا تھا۔ فتویٰ نصرۃ الابرار کے تفصیلی مطالعے کے لیے دیکھیے "رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور ہندوستان کی جنگ آزادی" مؤلفہ عزیز الرحمن جامعیؒ دہلی ۱۹۶۱ء

کر مسلمانوں کو مطلع کرتا ہے اور اپنا ذمہ بری کرتا ہے کہ مولوی عبدالعزیز لدھیانویؒ صاحب ہرگز ہرگز مصداق اس فتوے کے نہیں اور جو امور ان کی طرف اس تحریر میں منسوب ہیں ان کی وجہ سے بندہ ہرگز ان کو محل اس جواب و فتوے کا نہیں جانتا۔ اگر سائل اس تفصیل کو درج سوال کرتا تو بندہ ہرگز یہ جواب نہ لکھتا۔ جو کچھ اس تحریر میں درج ہے اس کی تاویل صحیح ہے اگر واقعی ان سے یہ امور ایسے ہی سرزد ہوئے ہیں۔

اور اس عبارت میں جو گستاخ کلام نسبت مولوی صاحب کے ہے وہ سخت نازیبا ہے۔ بندے کے نزدیک علماء کی شان میں ایسا کلام موجب ہتک اسلام و علم ہے۔ پس جو صاحب اس بندے کو صادق جانتے ہیں اور جو بندے کی تحریر کی وجہ سے مولوی عبدالعزیز لدھیانوی صاحب سے بدعقیدہ ہوئے ہیں ان کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ ہرگز مصداق اس فتویٰ بندہ کے نہیں۔ ان سے معذرت کرنا اور معافی چاہنا اور اتحاد و محبت کرنا لازم ہے۔ واللہ تعالي ولي التوفيق

کتبہ الراجی رحمۃ اللہ

رشید احمد گنگوہی عفی اللہ تعالیٰ عنہ

جب یہ حقیقت منقح ہو چکی تو اس کے بعد شرکت کانگریس اور شرکت ایسوسی ایشن کے متعلق مندرجہ بالا سوالات علمائے کرام کے سامنے پیش کیے گئے۔

مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ صاحب کے مندرجہ بالا واقعہ اور سوالِ دوم کے الفاظ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کانگریس کے حامی علماء کے برخلاف جو شرم ناک پروپیگنڈا آج کیا جا رہا ہے وہ اسی زمانے کی پیداوار ہے۔ کانگریس پر اسلام کشی کی فرد جرم اسی وقت سے لگا دی گئی ہے اور کانگریسی علماء کے لیے اسلام فروش، غدارِ ملّت، ہندوؤں کے غلام، فاسق، کافر وغیرہ وغیرہ اسی وقت تصنیف ہو چکے تھے۔ آج جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ اسی آموختہ کو دہرایا جا رہا ہے۔

کانگریس کے مقاصد قیام

انڈین نیشنل کانگریس کے لفظ معنی ہیں "ہندوستانی قومیت (نیشن) رکھنے والوں کی جماعت" اس کے اغراض و مقاصد پہلے ہی اجلاس میں یہ قرار دیے گئے:

۱. ہندوستان کی آبادی جن مختلف اور متصادم عناصر سے مرکب ہے ان سب کو متحد و متفق کرکے ایک قوم بنانا۔

۲. اس طرح جو ہندوستانی قوم پیدا ہو اس کی دماغی، اخلاقی اور سیاسی صلاحیتوں کو دوبارہ زندہ کرنا۔

۳. ایسے حالات کی اصلاح و ترمیم کرانا جو ہندوستان کے لیے مضرت رساں اور غیر منصفانہ ہوں اور اس طرح ہندوستان اور انگلستان کے درمیان اتحاد و یگانگت کو استوار کرنا۔

"رفع تکالیف اور جلب منافع کے دنیاوی امور" کو جو انڈین نیشنل کانگریس کے پلیٹ فارم پر طے پائے جاتے ہیں جن کا تعلق بحیثیت ہندوستانی ہونے کے تمام باشندگانِ ملک سے یکساں ہوتا ہے ان کو حضرت گنگوہی قدس سرہ العزیز بیع و شراء اور خرید و فروخت کے معاملات کی حیثیت دے رہے ہیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اگر ان امور کی یہ حیثیت نہ ہو تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ میونسپل بورڈ سے لے کر اسمبلیوں، کالجوں اور ایوانِ تجارت تک کسی بھی ہندوستانی ادارے یا سرکاری محکمہ میں شرکت کو جائز کہا جائے۔ تمام سرکاری، نیم سرکاری اور غیر سرکاری تجارتی و معاشی، قانونی و تعلیمی اداروں میں شرکت کانگریس حرام۔ یہ سیاسی بدعت نہیں تو اور کیا ہے؟

کسی بات کا سرکار کے مخالف نہ ہونا بھی جوازِ شرکت پر اثر انداز نہیں۔ کیا کوئی عقل تسلیم کر سکتی ہے کہ انگریز بہادر کی سرکردگی میں تو ہندو مسلم اشتراک جائز ہو اور اگر یہ منحوس سایہ ہٹ جائے تو وہ جائز چیز ناجائز ہو جائے۔ اگر معاذ اللہ ایسا ہے تو قرآن و حدیث مرجع شریعت نہ رہا بلکہ انگریزی ہیٹ (معاذ اللہ) شریعت کا گنبد بن گیا۔

فتویٰ ظاہر کرتا ہے کہ ایسے مسلمانوں کے ساتھ اشتراک عمل اور تعلق انتہا درجہ خطرناک ہے جو اسلام کے نام پر اپنی اغراض اور اپنے ذاتی خیالات کو کامیاب بنائیں۔

انڈین نیشنل کانگریس میں جواز شرکت کے علم سے نیشن اور قومیت کے بارے میں بھی حضرت گنگوہیؒ کے خیال کا اندازہ ہوجاتا ہے اگر افی الواقع مدارِ قومیت مذہب ہوتا اور متحدہ قومیت ناجائز ہوتی تو حضرت گنگوہیؒ جیسے دقیقہ رس فقیہ کے لیے قطعًا ناممکن تھا کہ وہ مشترک جماعت کے لیے نیشنل کانگریس (قومی جماعت) کا لفظ برداشت کرتے اور پہلے ہی وہلہ میں اس پر تنقید نہ کرتے۔ بالخصوص جب کہ سوال کا پہلا لفظ ہی یہ ہے: ”ایک جماعت قومی“۔

اور جب کہ کانگریس کا پہلا مقصد ہی یہ ہو کہ ہندوستان کی آبادی جن مختلف اور متصادم عناصر سے مرکب ہے ان سب کو متفق اور متحد کرکے ایک قوم بنانا تو ”السكوت في معرض البيان بيان“ کیا ایسے ہی موقع کے لیے نہیں ہے اور کیا اس اصول کے بموجب متحدہ قومیت کے متعلق حضرت گنگوہیؒ کا نظریہ واضح نہیں ہوجاتا۔

تاثرات

مولانا منظور نعمانی

الفرقان ذی الحجہ ۱۳۹۰ھ کے شمارہ میں شائع ہوا۔

ماخوذ

(الفرقان لکھنؤ، وفیات نمبر، اپریل، مئی، جون ۱۹۷۷ء، مطابق ۱۳۹۷ھ)

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ
و مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ

تحریر: مولانا منظور نعمانی

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ

ہندوستان کی تقسیم نے جو بہت سے مسائل خاص کر ہم مسلمانوں کے لئے پیدا کیے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بہت سے وہ بزرگ یا عزیز جن سے انتہائی قریبی نسبی یا روحانی تعلق تھا وہ ہم سے امریکہ اور روس سے بھی زیادہ دور ہو گئے ہیں۔ انتہا یہ ہے کہ پاکستان کے موجودہ فوجی حکمرانوں نے قریبًا چھ سال سے ہر قسم کی کتابیں رسائل اور اخبارات کی آمد و رفت پر بھی پابندی لگا رکھی ہے جس کی وجہ سے بہت سے اہم واقعات و حادثات کا وقت پر علم بھی نہیں ہو سکتا۔

حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ اور مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ متحدہ ہندوستان کے اکابر و مشاہیر علماء میں سے تھے۔ یقینًا ہندوستان کے طول و عرض میں سینکڑوں ایسے مسلمان ہیں جو ان بزرگوں سے محبت و عقیدت کا تعلق رکھتے ہیں۔ ان بزرگوں کی وفات اب سے دو تین مہینے پہلے ہوئی لیکن پاکستان کے اخبارات و رسائل نہ آنے کی وجہ سے یہاں اس کی اطلاع بہت دیر سے ہو سکی۔

حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ بڑے ممتاز صاحب درس اور وسیع النظر عالم تھے۔

خاص کر فن حدیث میں مولانا کا خاص مقام تھا۔ اسی کے ساتھ حکیم الامت حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہٗ کے ارشد خلفاء میں سے تھے۔ ملک کی تقسیم سے پہلے جالندھر میں ان کا مدرسہ خیر المدارس دار العلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور جیسے مدارس کے طرز پر اس وقت کے پنجاب کا سب سے بڑا اور بافیض مدرسہ تھا۔ بلکہ جہاں تک علم ہے سندھ اور صوبہ سرحد میں بھی اس وقت کوئی دینی درسگاہ اس درجہ کی نہیں تھی۔ تقسیم کے فیصلہ کے بعد جب مسلمانوں کو مشرقی پنجاب سے پاکستان کے علاقوں میں منتقل ہونا پڑا تو مولانا مرحوم نے ملتان میں قیام کا فیصلہ فرمایا اور وہیں خیر المدارس قائم کیا۔ پاکستان کے اس ابتدائی دور میں وہی سب سے بڑا مدرسہ تھا۔ بعد میں کراچی اور لاہور اور دوسرے شہروں میں بھی بڑے اور مرکزی مدارس قائم ہوگئے۔

تقسیم سے پہلے جبکہ خیر المدارس اور حضرت مولانا کا قیام جالندھر میں تھا، کئی بار وہاں حاضری کا موقع ملا۔ قیامِ پاکستان کے بعد اگرچہ اس عاجز کے دو سفر مغربی پاکستان کے ہوئے، ایک سنہ ۱۹۵۲ء میں اور دوسرا ۱۹۵۷ء میں، لیکن افسوس ہے کہ ان میں سے کسی سفر میں بھی ملتان اور خیر المدارس میں حاضری نہ ہوسکی۔ البتہ ایک دفعہ غالباً کراچی سے لاہور آتے ہوئے ملتان اسٹیشن سے گزرنا تھا۔ حضرت مولانا کو اطلاع دلوادی تھی تاکہ کم از کم اسٹیشن ہی پر زیارت و ملاقات ہوسکے۔ حضرت ممدوح صاحب زادگان اور خیر المدارس کے طلبہ کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ اسٹیشن پر تشریف لائے۔ میرے لیے کھانا بھی گھر سے پکوا کر ساتھ لائے۔ جب ٹرین ملتان اسٹیشن پر پہنچی تو حضرت مولانا تشریف فرما تھے۔

میں نے اتر کر مصافحہ اور معانقہ کیا۔ مولانا نے ساتھ والے مجمع کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے ان سب کو مصافحہ سے منع کر دیا ہے تاکہ گڑبڑ اور تجھے زحمت نہ ہو اور اطمینان و سکون سے پاس بیٹھنے اور کچھ بات کرنے کا موقع مل جائے۔ (میں نے محسوس کیا کہ یہ خاص تھانوی ذوق و مزاج کی برکت ہے۔) پھر مجھے ساتھ لے کر پلیٹ فارم کے ایک گوشے میں تشریف لے آئے جہاں اسٹیشن

کے ذمہ دار حضرات کی اجازت سے پورے مجمع کے بیٹھنے کا پہلے ہی سے انتظام کرلیا گیا تھا۔ سب لوگ حیرت انگیز نظم و سکون کے ساتھ بیٹھ گئے۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ اگر بار محسوس نہ ہو اور طبیعت حاضر ہو تو اس موقع پر کچھ کہہ دے۔ میں نے تعمیل کو سعادت سمجھ کر طلباء سے کچھ عرض کیا اور دعا ہوئی۔ جب میری ٹرین کی روانگی کا وقت آیا تو مولانا سے آخری مصافحہ کرکے روانہ ہوگیا۔ یہی حضرت مرحوم کی آخری زیارت اور ملاقات تھی۔ وفات کی صحیح تاریخ کسی خط سے معلوم نہ ہوسکی۔ اندازہ یہ ہے کہ گزشتہ رمضان المبارک یا شوال (نومبر یا دسمبر) میں وفات پائی۔ اللہ تعالی مغفرت و رحمت کا خاص معاملہ فرمائے اور آپ کے علمی و دینی فیوض کے سلسلہ کو جاری رکھ کر درجات میں مسلسل ترقی کا وسیلہ بنائے اور اخلاف کو اخلاص اور اتباع مرضیات کی توفیق دے۔

مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ

حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** لودھیانویؒ لدھیانہ کے مشہور قدیم علمی خاندان کے ممتاز فرد تھے۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ کے آخری دور کے تلامذہ میں سے تھے۔ ابتدائی زمانہ تدریس میں گزرا۔ اچھے اچھے مدرسوں میں صدر مدرس رہے بعد میں سیاسی تحریکات میں انہماک ہوگیا۔ کانگرس اور جمعیت علماء سے وابستہ اور اچھے عہدوں پر رہے۔ بار بار جیل بھی گئے لیکن ملک کی تقسیم کے فیصلہ کے بعد مشرقی پنجاب کے دوسرے عام مسلمانوں کی طرح ان کو بھی اپنے خاندان کے ساتھ پاکستان منتقل ہونا پڑا۔

راقم سطور پر مفتی صاحب کا خاص الخاص احسان ہے۔ ناظرین الفرقان میری اس سرگزشت سے الفرقان ہی کے ذریعہ سے واقف ہوچکے ہیں کہ ابتدائی عربی تعلیم میں میرے کئی سال ضائع ہوئے۔ جس کے متعدّد اسباب میں سے ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ مجھے بہت کم عمری میں عربی یعنی

اس کی صرف نحو شروع کرادی گئی تھی۔ اس کی مروجہ درسی کتابیں میزان، پنج گنج، نحو میر وغیرہ مجھے پڑھائی جاتی تھیں اور اس طرح پڑھائی جاتی تھیں کہ میں اس عمر میں بالکل نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اس لیے وہ پڑھنا میرے لئے سراسر بوجھ تھا بلکہ واقعہ یہ ہے کہ میرے اندر اس لاحاصل اور غیر مفہوم پڑھائی سے ایک طرح کی بیزاری تھی۔

میرے وطن سنبھل میں کئی عربی مدرسے تھے اور ہر سال میرا ایک مدرسہ سے دوسرے مدرسہ میں تبادلہ ہوتا رہتا تھا۔ جب ایک مدرسہ میں پڑھتے پڑھتے سال پورا ہو جاتا اور گھر والے محسوس کرتے کہ مجھے کچھ نہیں آیا تو اگلے سال دوسرے مدرسہ میں بھیج دیا جاتا۔ اس دوسرے مدرسہ میں سال پورا کرنے کے بعد بھی میں وہیں رہتا جہاں پہلے تھا۔ کئی سال میرے اسی طرح گزر چکے تھے کہ ۱۳۳۷ھ (۱۹۱۸ء) میں مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب**ؒ سنبھل کے "مدرسۃ الشرع" میں صدر مدرس ہوکر آگئے۔ ہمارے ہی محلہ کے ایک عالم صاحب نے جو اچھے طبیب بھی تھے میرے والد صاحب سے مفتی صاحب کا ذکر کیا اور مشورہ دیا کہ مجھے پڑھنے کے لیے ان کے پاس بھیج دیا جائے۔ چنانچہ اگلے ہی دن میں ان کی خدمت میں "مدرسۃ الشرع" بھیج دیا گیا۔ انہوں نے مجھ سے کچھ پوچھ گچھ کی۔ اس میں میرے ذاتی اور گھریلو حالات بھی پوچھے اور اندازہ لگایا کہ مجھے اس تعلیم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور بس مارے باندھے گھر والوں کے جبر سے اب تک مدرسوں میں جاتا رہا ہوں۔

انہوں نے اپنی باتوں سے مجھے مانوس کرکے بڑی شفقت سے فرمایا کہ تم سوچ سمجھ کر اپنے بارے میں خود فیصلہ کرو۔ اگر تمہارا ارادہ عربی پڑھنے کا نہیں ہے، کچھ اور پڑھنا یا کچھ اور کرنا چاہتے ہو تو صفائی سے ہم کو بتادو۔ ہم تمہارے والد صاحب کو مشورہ دیں گے کہ تم کو اس لائن پر لگائیں۔ اور اگر تمہارا ارادہ عربی پڑھنے کا ہو تو ہم تمہیں پڑھائیں گے اور خدا نے چاہا تو تم بہت جلد پڑھ لوگے۔ ان کے اس مشفقانہ اور حکیمانہ طرز عمل نے دل کے رخ کو بدل دیا اور میں نے پڑھنے کا ارادہ کرلیا اور مفتی صاحب سے عرض کردیا۔ انہوں نے ایک خاص انداز سے پڑھانا شروع کیا اور

واقعہ یہ ہے کہ میں جو کچھ کئی سال میں نہیں پڑھ سکا تھا وہ میں نے ان سے چند مہینوں میں پڑھ لیا۔ مفتی صاحب تو اس سال کے بعد سنبھل تشریف نہیں لائے لیکن میری تعلیم کی گاڑی صحیح لائن پر چل پڑی اور علم کا جو حصہ مقدر تھا وہ مجھے اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمادیا۔

بہرحال میری تعلیم میں بنیادی حصہ مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی** علیہ الرحمۃ کا ہے۔ اس لئے وہ میرے بہت بڑے محسن تھے۔ پچھلے دنوں دار العلوم دیوبند جانا ہوا تو پہلے وہیں ان کی خبر وفات سنی۔ اس کے بعد ساہیوال پاکستان سے ان کے بڑے صاحبزادے مولانا ضیاء الحسن صاحبؒ کا اطلاعی مکتوب بھی ملا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت و رحمت کا خاص معاملہ فرمائے۔ بالخصوص اس ناچیز پر ان کا جو علمی احسان ہے اس کا ان کو بہتر سے بہتر صلہ دار آخرت میں عطا فرمائے اور فضل خاص سے نوازے۔ ناظرین کرام سے بھی دعا کی استدعا ہے۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

تحریر: مولانا محمد منظور نعمانی

(ربیع الاول ۱۳۸۱ھ کے شمارہ میں شائع ہوا۔)

جمعیت کا اجلاس شروع ہونے سے ایک دو دن پہلے ہی قریبی مقامات سے جمعیتی رضاکاروں کے جتھے انتظام کے لیے آنا شروع ہوگئے۔ میرے وطن سنبھل کا ایک جتھا ایک دن پہلے پہنچنے والا تھا۔ اس میں کے بعض آدمی علی الصبح پہنچ گئے اور انہوں نے بتایا کہ ہمارا پروگرام یہ ہے کہ ہمارا جتھا ایک جلوس کی شکل میں امروہہ میں داخل ہو۔ اس جلوس میں کچھ اونٹ ہوں، ان پر نقارے ہوں۔ اس لئے ہمارے واسطے اونٹوں اور نقاروں کا انتظام کر دیا جائے۔ (دراصل سنبھل کے رضاکار اس طرح کے حجازی جلوس نکالا کرتے تھے۔)

ہم لوگ جو امروہہ میں اس وقت اجلاس کے کاموں کے ذمہ دار تھے ان کے سامنے یہ مسئلہ آیا۔ قریبًا آٹھ نو بجے صبح کا وقت تھا۔ مجلس استقبالیہ کے دفتر میں بیٹھے ہم اسی مسئلہ پر مشورہ کر رہے تھے کہ اونٹوں نقاروں والا یہ حجازی نما جلوس یہاں نکلنا مناسب ہے یا نہیں۔ میری اور اکثر کارکنوں کی رائے اس وقت کے حالات میں جلوس کے حق میں تھی لیکن ہم سب کے مخدوم اور ہر حیثیت سے بزرگ حضرت مولانا حافظ عبدالرحمن صاحب صدر مدرس مدرسہ اسلامیہ امروہہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے نہیں تھی۔ ان کو غالبًا اس کے جواز میں بھی شبہ تھا۔ یا وہ اس کو ثقاہت اور سنجیدگی کے خلاف سمجھتے تھے۔

یہ مشورہ چل ہی رہا تھا کہ اچانک دو حضرات دفتر میں داخل ہوئے۔ ان میں ایک تو

"حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ** " تھے جو میرے لئے جانے پہچانے ہی نہیں بلکہ میرے استاد تھے اور ان کے ساتھ جو دوسرے صاحب تھے۔ ان کو ہم میں سے کوئی نہیں پہچانتا تھا۔ ان کی وضع یہ تھی کہ ہاتھ میں بہت موٹا سا سونٹا، جسم پر کھدر کا چھوٹا سا قمیض نما نیم آستین کرتا اور غالباً کھدر ہی کا رنگا ہوا نیلا تہبند، جسم بالکل پہلوانوں کا سا۔ میں سمجھا کہ یہ مفتی صاحب کے ساتھ کوئی رضاکار ہیں۔ اتنے میں خود مفتی صاحب نے بتایا کہ یہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ہیں۔ یہ سن کر سب کی، خاص کر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کیونکہ میرے تصور میں تو ان کی صورت اور وضع بخارا کے کسی مقدس شیخ خانقاہ کی سی تھی۔ مصافحہ اور ملاقات کے بعد بڑی بے تکلفی کے ساتھ شاہ صاحب نے ہم لوگوں سے فرمایا کیا ہو رہا ہے؟ میں نے کہا ہم لوگ ایک چھوٹے سے مسئلہ پر غور کر رہے ہیں۔ سنبھل کے رضاکاروں کا جتھا آرہا ہے۔ وہ اس طرح کا جلوس نکالنا چاہتے ہیں۔ ہم میں سے کچھ کی رائے ہے کہ نکلنا چاہیے اور بعض حضرات اس کو ٹھیک نہیں سمجھتے۔ شاہ صاحب نے اپنے خاص انداز میں فرمایا کہ اس وقت کے مفتی ہم ہیں۔ ہم فتوی دیتے ہیں کہ ایسا جلوس نکلنا چاہیے۔ منگواؤ اونٹ اور نقارے، ایک اونٹ پر میں خود بھی بیٹھوں گا۔

تأثرات روزنامہ "حقیقت"

۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء

پنجاب کے انقلابی عالم مولانا محمد نعیم صاحبؒ

روزنامہ "حقیقت" ۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء

ہندوستان کے جلیل القدر متبحر عالم، خاندان علمائے لدھیانہ کے سب سے بڑے فاضل، ملک کی آزادی کے بہادر جرنیل مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے۔ گھر کا علمی ماحول تھا۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ اس کے بعد دیوبند ہندوستان کے نامور انقلابی رہنما مولانا شیخ الہندؒ اسیر مالٹا سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ ۱۹۲۱ء سے ملک میں تحریکات کا آغاز ہوا آپ بہادر سپاہی کی حیثیت سے شریک ہوئے خلافت اور کانگریس کی خدمات میں نمایاں حصہ لیا اور کانگریس کے پورے وفادار رہے۔

پٹیل کمیٹی

صوبہ سرحد میں حکومت نے سرخ پوش مجاہدین آزادی پر ۱۹۳۰ء میں جو بے پناہ مظالم کیے اور قصہ خوانی بازار میں نوکر شاہی نے تشدد و بربریت کا جو انسانیت سوز مظاہرہ کیا۔ اسلامی انڈین نیشنل کانگریس نے سردار ڈھل بھائی پٹیل کی زیر قیادت آزاد تحقیقاتی کمیشن "پٹیل کمیٹی" کے نام سے بٹھایا۔ مفتی صاحب اس میں شریک تھے۔ آپ نے بڑی جانفشانی اور محنت سے تمام حقائق جمع کیے اور اس رپورٹ کی ترتیب و تکمیل میں آپ کا نمایاں حصہ تھا۔ حکومت نے اپنے جرائم کی سیاہ کاریوں کو چھپانے کے لیے اسے ضبط کر لیا۔ اگر ضرورت سمجھی گئی تو اب وہ رپورٹ اصلی حالت میں لوگوں کے سامنے آجائے گی۔

آپ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ کے بعد ساتویں ڈکٹیٹر قرار پائے اور

دہلی میں ایک عظیم الشان جلوس کی رہنمائی کرتے ہوئے گرفتار کر لیے گئے۔

مصر میں گرفتاری

۱۹۳۴ء میں آپ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے اور ساتھ ہی مصر، فلسطین، عراق وغیرہ کی سیاحت کا بھی پروگرام بنایا۔ حکومت آپ کو پاسپورٹ دینے میں کافی پس وپیش کرتی رہی۔ کافی جدوجہد کے بعد پاسپورٹ دے دیا اور جب آپ حج سے فارغ ہوکر مصر اترنے کے لیے بندرگاہ سوئز پر پہنچے تو آپ کا پاسپورٹ منسوخ کر دیا گیا اور برطانوی اشاروں پر آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور خطرناک باغی قرار دے کر آپ کا داخلہ مصر میں ممنوع قرار دیا گیا اور اسی گرفتاری کی حالت میں فلسطین لاکر چھوڑ دیا گیا۔ ہندوستان میں تو گرفتاریوں کا سلسلہ جاری تھا لیکن مصر میں بھی اس نے آپ کا پیچھا نہ چھوڑا گیا۔

دور سکندری

مفتی صاحب ہمیشہ سچائی پسند رہے اور آپ کا طرز عمل بہت صاف اور واضح رہتا تھا۔۔۔

جمعیت علماء اور کانگریس

جمعیت علماءِ ہند نے ہمیشہ کانگریس کے دوش بدوش ہوکر آزادی کی جدوجہد میں جاں فروشانہ خدمات انجام دیں۔ خواہ وہ ۱۹۳۱ء کی سول نافرمانی ہو، ۱۹۳۳ء کی جنگ یا ۱۹۴۲ء کی انقلابی لڑائی۔ اس سلسلے میں مفتی صاحب ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں اور آپ کا ان فیصلوں میں سرگرم حصہ رہا ہے۔ جمعیت علماء ہند نے اپنے تاریخی اجلاس امروہہ میں کانگریس کے ساتھ اشتراکِ عمل جو مشہور تجویز منظور کی تھی اور اس کے مطابق جنگ آزادی لڑنے کے لئے جووار کونسل بنائی گئی تھی مفتی صاحب اس کے سرگرم رکن تھے اور اپنے اس پروگرام کی تکمیل میں نمایاں حصہ لیا تھا۔

پہلا یومِ آزادی

لدھیانہ میں ۲۶ جنوری ۱۹۳۱ء کو پہلا یومِ آزادی منانے کے لیے کوئی جگہ نہ ملتی تھی۔ شہر کی تمام پبلک جگہوں پر پولیس نے قبضہ کر رکھا تھا۔ رجعت پسند طبقہ حکومت کے ساتھ تھا۔ لوگوں کو اس درجہ ڈرایا گیا تھا کہ جو شخص آزادی کا پرچم لہرائے گا شاید وہ پولیس کی سنگینوں کی نظر ہوجائے اور جس جگہ لہرایا جائے وہ ہمیشہ کے لئے حکومت کے قبضے میں چلی جائے۔ ان نازک حالات میں **مفتی محمد نعیم صاحبؒ** کی ذاتِ گرامی تھی جنہوں نے لدھیانہ کی سرزمین پر اللہ کے گھر شاہی مسجد میں پہلا پرچم آزادی پوری جرأت و جواں مردی کے ساتھ سربلند کیا۔ پولیس کی مسلح گاردیں محاصرہ کے لیے کھڑی تھیں۔ نوکر شاہی کے ایجنٹ بھی لوگوں میں خوف پیدا کررہے تھے لیکن حریت پسندوں کے بہادرانہ اقدام پر نوکر شاہی دم بخود ہوکر رہ گئی اور پرچم آزادی پوری شان کے ساتھ لہرانے لگا۔

انگریز کی ضمانت

آپ نے ملک کی ہر لڑائی میں سرگرم حصہ لیا اور جب بھی قربانی کی ضرورت ہوئی آپ مردانہ وار سامنے آگئے اور تقریباً ہر تحریک میں قید و بند اور نظر بندی کی مشکلات برداشت کیں۔ آپ پر ۱۹۳۱ء میں ۱۲۶ الف کے تحت بغاوت کا مقدمہ چلایا گیا۔ وہاں مجسٹریٹ نے آپ سے ضمانت کے لیے کہا۔ آپ نے اس پیشکش کا ایسا مدلل جواب دیا جس پر مجھے شرمسار ہوکر رہ گیا آپ نے فرمایا کہ:

"حکومت مجھے یقین دلا سکتی ہے کہ وہ ایک سال تک ملک میں رہے گی جو مجھ سے ایک سال کے لیے ضمانت طلب کرتی ہے۔"

جمعیت کی سول نافرمانی

۱۹۳۲ء میں ایک جانب کانگریس انگریز کے خلاف میدانِ جنگ میں کھڑی تھی دوسری طرف جمعیت علماء ہند نے دہلی میں مورچہ لگا دیا۔ آل انڈیا جمعیت کی تحریک سول نافرمانی میں

صحیح سمجھتے تھے۔ پوری طاقت سے اس کی موافقت کرتے اور جسے غلط خیال کرتے اس کی ممانعت سے گریز نہیں کرتے تھے۔ کوئی دہشت قوت یا لالچ آپ کی راہ میں حائل نہیں ہوتا تھا۔ انگریز اور انگریزی ایجنٹوں کے متعلق آپ خاندانی ورثہ کے حامل تھے اور ان کی شکل دیکھنا بھی پسند نہ کرتے اور ان سے دوری ہی اختیار فرماتے۔ پنجاب میں ۱۹۳۷ء کے انتخابات میں یونینسٹ پارٹی کامیاب ہوئی اور عنانِ اقتدار سر سکندر حیات کے ہاتھ میں آئی۔ آپ انہیں انگریزی روحوں سے تعبیر کرتے رہے جو ہندوستانی جسموں میں داخل ہوگئی ہوں۔ آپ ان سے تعارف پر تیار نہ تھے۔ سر سکندر حیات نشہ اقتدار سے مست ہوکر لدھیانہ آئے اور اپنے سیاسی مخالفین خصوصاً مفتی صاحب کو اپنی طاقت اور اقتدار سے ہموار کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے آپ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی لیکن متکبرانہ انداز میں، آپ نے جانے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا مجھے سکندر حیات سے کوئی کام نہیں۔ سر سکندر حیات اس جواب سے غصہ میں بھر گیا اور اس نے آپ کے خلاف ایک جھوٹا مقدمہ بناکر آپ کو ایک سال کے لیے جیل میں بھجوادیا۔ سر سکندر حیات بھی دنیا سے رخصت ہوگئے۔ جیل کی میعاد بھی پوری ہوگئی لیکن دونوں کی تاریخ رہتی دنیا تک باقی رہے گی۔

۱۹۴۲ء کی نظر بندی

اگست ۱۹۴۲ء میں آزادی کا نعرہ بلند ہوا اور ملک میں برطانوی ظلم و تشدد کا دور شروع ہوگیا ۱۰ اگست کے روز سرزمین لدھیانہ پر آپ سب سے پہلے گرفتار کر لئے گئے اور ڈھائی برس تک پنجاب کی مختلف جیلوں میں نظر بند رہے۔ نظر بندی کے زمانہ میں آپ انبالہ میں شدید طور پر بیمار ہوگئے اور تقریباً چھ ماہ تک بستر مرگ پر پڑے رہے۔ بعض اوقات بالکل مایوسی کی حالت بھی پیدا ہوجاتی تھی لیکن آپ کے عزم و استقلال میں کوئی فرق نہ آیا بلکہ پوری متانت کے ساتھ آپ نے نظر بندی کے ایام پورے کیے۔

آپ پنجاب کانگریس میں خاص احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ مخالف و موافق آپ

کی عزت و تکریم کرتے۔ آپ صوبہ کانگریس کی ورکنگ کمیٹی، آل انڈیا کانگریس اور صوبہ کانگریس کمیٹی کے متعدّد بار مختار ممبر رہے۔ سٹی کانگریس کمیٹی اور ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی لدھیانہ کے برسوں صدر رہے۔ پر آشوب زمانہ انقلاب ۱۹۴۲ء میں آپ ہی لدھیانہ ڈسٹرکٹ کانگریس کے صدر تھے۔ مذہبی طور پر آپ ہندوستان کے آزاد خیال قوم پرور علماء کی جماعت جمعیت علماء ہند کے ساتھ وابستہ تھے۔ آپ وہاں خاص اہمیت کے مالک تھے۔ برسوں سے ورکنگ کمیٹی کے ممبر چلے آرہے تھے اور نظامت کے عہدہ پر مامور رہے۔

آپ ایک سچے محب وطن اور صحیح الخیال کانگریسی رہنما تھے۔ آپ کی ثابت قدمی اور کانگریس کے ساتھ وفاداری بے مثال تھی۔ ملک میں سینکڑوں طوفان آئے اور فرقہ وارانہ آندھیاں چلیں اور بڑے بڑے پہاڑ اس رَو میں بہ گئے۔ آپ نے ہر مصیبت کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ ہر قسم کا بہتان برداشت کیا اور مخالفت قبول کی مگر اپنی صحیح جگہ ایک منٹ کے لئے بھی نہیں چھوڑی۔

یومِ آزادی

ایک روز وہ تھا ۲۶ جنوری ۱۹۳۰ء کے پہلا یوم آزادی منانے، پرچم آزادی لہرانے کے لیے سرزمین لدھیانہ تنگ تھی۔ مفتی صاحب اور آپ کے ساتھی مضبوط ہاتھوں سے پرچم آزادی لے کر کھڑے ہوئے۔ پھر ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء میں یہ خلوص اور قربانیاں رنگ لائیں۔ وہی پرچم سرکاری عمارتوں پر لہرا رہا تھا۔ جو سنگین بندوقیں کل مخالف تھیں وہی آج محافظ تھیں اور نوکر شاہی کے ایجنٹ دست بستہ اس کے سامنے کھڑے تھے اور اس کی سلامی میں فخر محسوس کرتے تھے۔

تاثرات

ایم اختر مرحوم

مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم

تحریر: ایم اختر

موسم گرما کی ایک صبح تھی۔ مسجد دو منزل لدھیانہ میں فجر کی اذان ہو چکی تھی اور دس بارہ نماز میں بھی موجود تھا۔ **مفتی محمد نعیم صاحبؒ** نماز پڑھانے کے لیے تشریف لائے اور نماز شروع ہو گئی۔ نماز ختم ہوئی، دعا کے بعد مفتی صاحب کھڑے ہوئے اور نماز میں موجود ایک شخص سے سلام دعا کے بعد حیران ہو کر عرض کی کہ حضرت آپ کب تشریف لائے؟ انہوں نے جواب دیا کہ رات کی گاڑی سے آیا تھا۔ مسجد کا دروازہ کھلا تھا۔ رات گئے کیا تکلیف دیتا، مسجد میں سو رہا۔

رات گئے اس طرح مسجد میں سو جانے والی ہستی امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ (سادگی کا ایک عملی نمونہ) ہمارے درمیان موجود تھے۔ مفتی صاحبؒ کی گزارش پر مولانا عبید اللہ صاحبؒ نے اسی وقت چند لوگوں کے سامنے مختصر سا بیان فرمایا۔ گو میں کم عمر اور ناسمجھ تھا لیکن ان کا پر جوش لہجہ اور ولولہ مجھے اب تک یاد ہے۔ ان کے بیان کا موضوع تھا "جدوجہد آزادی اور علماء کا کردار" کچھ دیر بعد شہر میں ان کی اچانک آمد یکدم گشت کر گئی اور بے شمار لوگ ان کی زیارت کے لئے آنے شروع ہو گئے۔ مختصر سے قیام کے بعد مولانا سندھیؒ لدھیانہ سے روانہ ہو گئے۔

اس مرد مجاہد نے ایک سکھ گھرانے میں جنم لیا تھا۔ والد کی وفات کے چار ماہ بعد پیدا ہوئے۔ دو سال بعد دادا بھی فوت ہو گئے۔ والدہ انہیں نانا کے پاس لے کر چلی گئیں۔ نانا بھی کٹر سکھ تھے۔ مڈل اسکول میں تعلیم پا رہے تھے کہ ایک ہندو لڑکے سے "تحفۃ الہند" کتاب ملی جسے پڑھ کر اسلام کی صداقت پر یقین بڑھا۔ اس کے بعد مولانا اسماعیل شہیدؒ کی "تقویت الایمان" ہاتھ آئی۔ انہیں دو

کتابوں کا مطالعہ ان کے اظہار اسلام کا باعث بنا۔ پندرہ سال کی عمر میں اسلام کی خاطر گھر بار سب کچھ چھوڑ دیا۔ اسلامی تعلیمات دہلی میں مکمل کیں۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے فلسفہ اور حکمت سے بہت متاثر ہوئے۔ حضرت شیخ الہند مرحوم کے تابع ہوئے اور انہی کے حکم پر کابل ہجرت کر گئے۔ افغانستان، ترکی، روس اور دیگر ممالک میں رہ کر حضرت شیخ الہندؒ کی تعمیلِ حکم بجالاتے رہے۔ ان ممالک میں گیارہ سال کام کیا اور وہاں سے مکہ معظّمہ پہنچے۔ جہاں تقریباً ۱۳ سال مقیم رہے اور تقریباً ۲۴ سال بعد ۱۹۳۹ء میں ہندوستان واپس تشریف لائے۔

حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ انتہائی پرجوش اور متحرک سیاسی اور عملی زندگی گزار کر ۱۹۴۴ء میں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ آمین

ان کی سیاسی زندگی پر بہت کچھ لکھا گیا۔ مولانا عبداللہ لغاری صاحب نے مولانا کی سرگزشت کابل پر ایک کتاب تحریر کی جس میں ان کے تمام حالات درج ہیں۔

مولانا عبیداللہ سندھی مرحوم نے قرآنی آیات کی تفسیر سیاسی رنگ میں اور اپنے درس قرآن لکھوائے جو کہ "امالی عبیدہ" کے نام سے قلمی تحریر ہے، غیر مطبوعہ ہے۔ ایسی تفسیر شاید ہی کسی عالم دین نے اب تک بیان کی ہوگی۔ مولانا عبیداللہؒ جیسی شخصیات دنیا میں بہت کم پیدا ہوتی ہیں۔

مفتی محمد نعیم صاحب لودھیانوی مرحوم

تحریر: ایم اختر

مفتی محمد نعیم صاحب مرحوم لدھیانوی میرے نانا مرحوم مفتی محمد رمضان صاحب کے چھوٹے بھائی تھے۔ بہت چھوٹے سے تھے جب والد صاحب فوت ہوگئے اور ان کی پرورش مفتی محمد رمضان صاحبؒ نے ہی کی۔ اس رشتہ کے ناطے مفتی صاحب بھی ہمارے نانا ہوئے۔ مفتی صاحبؒ حضرت شیخ الہند مرحوم کی شاگردی میں دار العلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے۔ کانگریس اور جمعیت علمائے ہند میں شمولیت اختیار کرکے آزادی ہند کی جدوجہد میں تمام زندگی گزار دی، لیکن پاکستان آنے کے بعد عملی سیاست سے کنارہ کش ہوگئے تھے۔

مفتی صاحب نے درسِ قران جو لدھیانہ میں شروع کیا تھا یہاں آکر بھی اسے تادمِ حیات جاری رکھا۔ وہ جب بھی لاہور تشریف لاتے ہمارے ہاں ٹھہرتے۔ اس بہانے ہمیں بھی ان کی صحبت سے لطف اندوز ہونے کا موقع میسر آتا رہتا۔ بہت ہی لطیف انداز میں نصیحت فرماتے۔ ان کی ہر بات جچی تلی ہوتی۔ ہم نے کبھی انہیں دنیاوی باتوں میں الجھتے نہ دیکھا۔ نہایت ہی کم گو اور عالم باعمل تھے۔ زندگی بھر کھدر ہی پہنا۔ عمدہ چائے کے رسیا تھے۔ ایک مرتبہ ان کے پاس فیصل آباد میں وائٹ یا سمین پینے کو ملی۔ یہ تحفہ نہ جانے کہاں کہاں سے ہوکر ان کے پاس پہنچا تھا۔

میری خوش قسمتی کہ جب ۱۹۴۴ء اور ۱۹۴۵ء میں لدھیانہ میں تھا تو مجھے باقاعدگی سے ان کا درسِ قرآن سننے کا شرف حاصل ہوا۔ گو اس وقت میں نو عمر ہی تھا لیکن ان کا اندازِ بیان اتنا سادہ الفاظ میں ہوتا کہ ہر کس و ناکس کی سمجھ میں آجاتا۔ جمعہ کے دن ان کا خطبہ سننے کا موقع بھی ملتا رہا۔ ایسا بیان پھر کبھی سننے میں نہ آیا۔ جو لطف ان کی امامت میں جمعہ کی نماز پڑھنے کا آیا آج تک نصیب نہ ہوسکا۔

مفتی صاحب مرحوم ایک جید عالم باعمل تھے۔ وہ جدوجہد آزادی میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھیوں میں سے تھے لیکن افسوس کہ ان کی اولاد میں سے کسی نے بھی مفتی صاحب کے حالات پر کچھ نہ لکھا۔ ایسے مجاہدوں کے حالاتِ زندگی اگر تحریری شکل میں آجائیں تو آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے مشعل راہ ہوا کرتے ہیں۔

یہ چند اشعار **مفتی محمد نعیم صاحب** مرحوم کی ڈائری سے ملے جو کہ مرحوم نے وفات سے قبل تحریر کیے تھے:

الٰہی جب ہوں رخصت میں جہاں سے — تیرا ہی نام ہو جاری زباں سے
طفیل حضرت خیر الوریٰ اور انبیاء کے — جو اقرب مجھ سے ہیں اور میری جاں سے
ہوں آساں مشکلیں میری دم مرگ — تیری رحمت سے اور تیری اماں سے

اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین

مولانا محمد نعیم صاحب

آپ نے کہا مسلمانوں
میں اسلام کا درد اور غمخواری حیات نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں اسلام
آبا و اجداد سے بہرات میں ملا ہے۔ اور جس طرح مال متروکہ کی قدر اولاد کو نہیں
ہوا کرتی اسی طرح ان مسلمانوں کو اس اسلامی ترکہ کی قدر نہیں۔

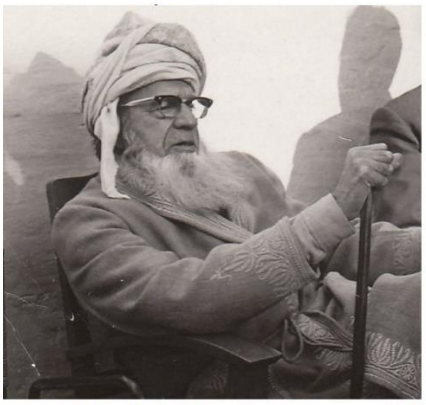

حضرت مولانا
مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ
نائب صدر جمعیت علمائے ہند — شاگرد شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ
(1888 - 1971)

Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a)
Vice-President Jamiat Ulama e Hind

مولانا حسین احمد مدنی مرحوم

تحریر: ایم اختر

علم و بصیرت اور ایمانی فراست کا ایک متحرک پیکر آپ کا فیضان نہ صرف ہندوستان ہی کی چار دیواری تک محدود رہا بلکہ عرب و عجم تک پھیلا۔ دار العلوم دیوبند سے فارغ ہوکر حرمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں درسِ قرآن و حدیث کا آغاز فرمایا اور اٹھارہ برس تک علومِ نبوت کی خدمت کی۔ عمر کے آخری حصہ میں تینتیس برس دارالعلوم دیوبند کی صدارت تدریس پر فائز رہے اور مشرق و مغرب کے لوگوں کو علوم کے آب حیات سے سیراب فرمایا۔ جمعیت علماء ہند کے صدر بھی رہے۔ اسوۂ رسولؐ کی پیروی میں اپنی دشوار گزار راہوں میں طعن و تشنیع کے تیر بھی کھائے مگر ان کی زبان اعلائے کلمۃ الحق سے باز نہ رہی۔ مولانا مدنیؒ کے درس اور مقبولیت کا اندازہ کچھ اس طرح ہے کہ آج تک جتنے طلبہ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوکر نکلے ان میں سے نصف سے زائد قریبًا ۴۰۰۰ صرف آپ کے شاگرد ہیں۔ جن طلباء نے ۱۸ برس تک مدینہ منورہ میں ان سے پڑھا ان کی تعداد اس کے علاوہ ہے۔ ان میں سے اکثر و بیشتر دین اسلام کو سکھانے سمجھانے اور پھیلانے میں مصروف ہیں۔ حضرت مدنیؒ کا فیضانِ علم قیامت تک جاری رہے گا جو کہ حضرت شاہ ولی اللہ مرحوم کی تحریک کے دیگر مقاصد اور جدوجہد کا ثمرہ ہے۔

حضرت مدنی مرحوم کی زندگی علم و عمل، زہد و تقویٰ، توکل اور پاکبازی کی ایک ایسی مرتب کتاب ہے جس کی ہر ایک سطر آنے والوں کے لیے درسِ عمل ہے۔ آپ نے ہر فن میں ایسے نقوش چھوڑے ہیں جو رہتی دنیا تک باقی رہیں گے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مولانا مدنیؒ اللہ پاک کی ایک رحمت کی حیثیت سے اس دنیا میں تشریف فرما تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہی رشد و ہدایت کی ایک شمع دار العلوم دیوبند میں روشنی کی تھی جس کی کرنیں اس دنیا کے ہر گوشہ میں پھیلنے لگی تھیں۔ بڑے بڑے علماء کے درمیان وہ اس طرح ممتاز تھے جیسے آفتاب۔ کیا آفتاب کی روشنی سے انکار کیا جاسکتا ہے؟ آج دنیا اسلام ان کو "شیخ الاسلام" کے لقب سے پکارتی ہے اور یاد کرتی ہے۔ مولانا کی شخصیت اللہ تعالیٰ کی ایک رحمت تھی جس سے مسلمان محروم ہو گئے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

میں اگر زندگی میں کسی شخصیت سے متاثر ہوا تو وہ حضرت مدنی مرحوم ہی تھے۔

منجانب

ایم اختر

۳۱/ مارچ ۱۹۸۶ء

تاثرات

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

۲۴ر ذی قعدہ ۱۳۹۰ھ بمطابق ۲۴ جنوری ۱۹۷۱ء

جلد ۱۶ شمارہ ۳۴

تحریر

عبدالرحمٰن لدھیانوی شیخوپورہ

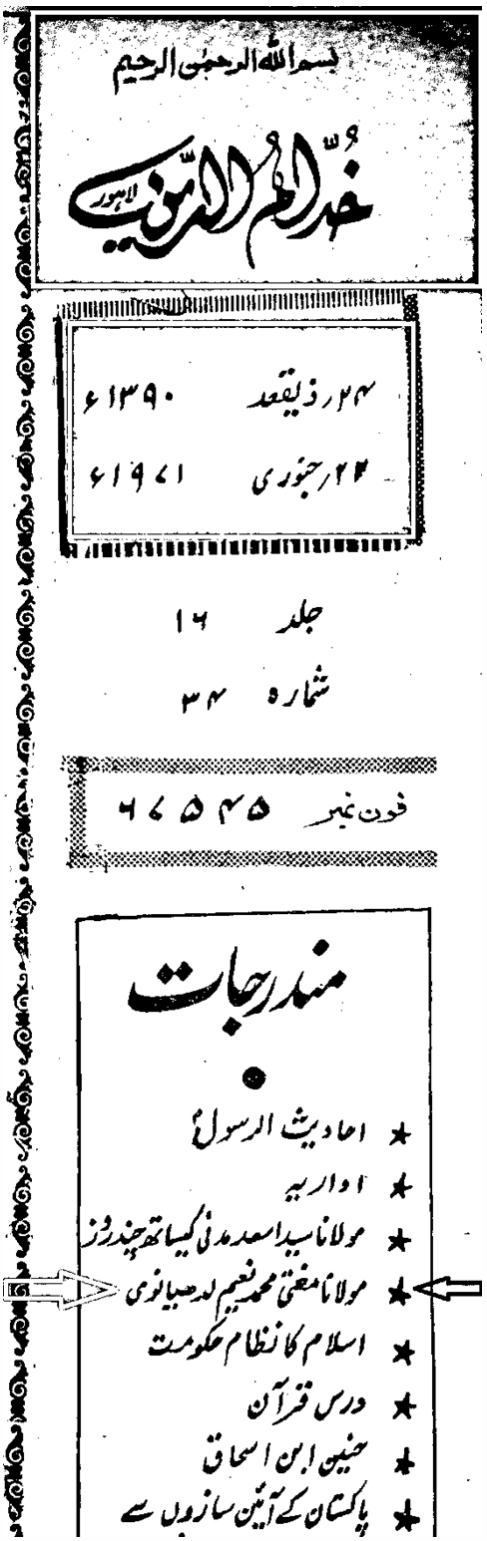

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدام الدین لاہور

۲۴ ذیقعد ۱۳۹۰ھ
۲۲ جنوری ۱۹۷۱ء

جلد ۱۶
شمارہ ۳۴

فون نمبر ۶۷۵۴۵

مندرجات

- احادیث الرسولؐ
- اداریہ
- مولانا سید اسعد مدنی کیساتھ چند روز
- مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی
- اسلام کا نظام حکومت
- درس قرآن
- حنین ابن اسحاق
- پاکستان کے آئین سازوں سے

عکس اشاعت خدام الدین لاہور

مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے انتقال کے موقع پر
ہفت روزہ خدام الدین لاہور کے تاثرات

مولانا **مفتی محمد نعیم** لدھیانوی کا گزشتہ دنوں ساہیوال میں انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون! مفتی صاحب مرحوم جامع مسجد جناح کالونی لائل پور کے صدر اور پاکستان کے ممتاز عالم دین تھے۔ آپ نے تحریک آزادی میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر و استقامت کی توفیق بخشے۔

مولانا **مفتی محمد نعیم** لدھیانویؒ کے مجاہدانہ کارناموں
اور اسلامی خدمات پر ایک نظر

حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم** رحمۃ اللہ علیہ اس خاندان سے تعلق رکھتے تھے جو قرون اولیٰ اور سلف صالحین کی یادگار تھا۔ یہ وہ خاندان تھا جس کے مورثِ اعلیٰ مجاہد ملّت حضرت مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ درویش صفت اور ولی کامل تھے جو کہ ضلع لدھیانہ کے ایک موضع بلھیّے وال میں سکونت پذیر تھے

یہ وہ خاندان تھا جس کو شاہ شجاع الملک والی کابل کے بھائی شاہ زمان صاحب مذکورہ گاؤں سے خاص شہر لدھیانہ میں بصد منت و سماجت اس شرط پر لائے تھے کہ میں مؤذن کے فرائض ادا کروں گا اور ایک غریب ترین محلہ میں آپ کو آباد کیا جائے گا۔

افغانستان کے دو قبیلوں میں جنگ ہونے کی وجہ سے سدوزئ قبیلہ کو شکست ہوئی تھی اور وہ

قبیلہ انگریزوں کا حلیف تھا۔ شاہ شجاع الملک تو قتل کر دیا گیا اور شاہ زمان کو اندھا کر دیا گیا تھا اور لدھیانہ میں ان کو پناہ گزین بنایا گیا۔ یہ وہ خاندان ہے جس نے کتاب و سنت کی اشاعت میں اپنے آپ کو وقف کیا ہوا تھا اور اپنے مواعظِ حسنہ سے شرک و بدعات کا قلع قمع کر رہے تھے یہ خاندان رشد و ہدایت کا مینار تھا۔

حضرت مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے تین صاحبزادے تھے:

حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ۔ حضرت مولانا محمد صاحبؒ۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ۔

بفضلہٖ تعالیٰ تینوں ہی یکتائے روزگار اور ہمہ صفت موصوف تھے اور تینوں ہی ضرب المثل "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است" کے مصداق تھے۔ تصوف فقاہت اور فلسفہ و منطق میں بے مثال اور بے نظیر تھے۔

مولانا **مفتی محمد نعیم صاحبؒ** حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ کے صاحبزادے تھے اور وہ لدھیانہ میں ۱۸۹۰ء میں پیدا ہوئے تھے اور ان کے ایک بھتیجے مولانا حبیب الرحمن صاحبؒ بن مولانا محمد زکریا بن مولوی محمد صاحب تھے۔ مفتی صاحب نے ابتدائی تعلیم تو گھر ہی میں حاصل کی اور بعد ازاں فاضل دیوبند بنے۔ ۱۹۲۰ء سے ہی ہر دو حضرات نے علاوہ دینی خدمات کے سیاسیات میں حصہ لینا شروع کر دیا تھا۔ کسی شاعر نے ہر دو حضرات کے حق میں چند اشعار بھی تحریر کئے ہیں:

عالموں کا خاندان ہے لودھیانے میں مقیم
فخر جس کا ہے حبیب اور ناز جس کا ہے نعیم
دین حق کو عام کرنا ان کا نصب العین ہے
مصطفی کا نام نامی ان کے دل کا چین ہے
دل لرزہ براندام ہے ہر وقت ان سے قادیاں
یہ اڑا دیتے ہیں ہر جھوٹے نبی کی دھجیاں

یہ اس خاندان کے چشم و چراغ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اپنی روحانی قوت اور کشف اور الہام کے ذریعہ مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر قرار دیا تھا۔ استخارہ کے ذریعے معلوم کر لیا تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی ایک دنیا دار شخص ہے۔ چنانچہ بعد ازاں ایسا ہی ثابت ہوا۔ اس کا دجل و فریب، مجدّدیت اور نقلی نبوت کا کھلم کھلا انکشاف ہو گیا اور وہ انگریزوں کا خود کاشتہ پودا تھا۔ چنانچہ عدالتوں نے بھی حال ہی میں اس کے کفر کا فیصلہ دیا۔

مفتی محمد نعیم صاحبؒ نے ہمیشہ کلمہ حق کا اعلان کیا جس میں آپ کو قید و بند کی صعوبتیں پیش آتی رہیں لیکن انہوں نے اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ ادا کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔ آج ملت اسلامیہ ایک عالم باعمل اور مجاہد فی سبیل اللہ سے محروم ہو گئی ہے۔ آپ کا انتقال ۲۰ شوال ۱۳۹۰ھ مطابق ۲۰ دسمبر ۱۹۷۰ء بمقام ساہیوال میں ہوا اور آپ کی تدفین بتاریخ ۲۱ دسمبر بمقام ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ہوئی ہے۔ ہر دو مقامات پر ہزارہا لوگوں اور علمائے کرام نے جنازہ میں شرکت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ہر کروٹ پر اپنے جوارِ رحمت میں جگہ بخشے اور آپ کے درجات کو بلند فرمائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کی ایک ایسی شخصیت تھی جس کو ایک تو خاندانی نسبت سے بھی بفضلہٖ تعالیٰ وافر حصہ خدا نے بخشا تھا اور دوسری وجہ یہ ہوئی کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان کو استاد کامل دیا جو علاوہ اعلیٰ درجہ کے عالم و فاضل ہونے کے مرد مجاہد اور بطل حریت کے شہسوار تھے۔ ان کی زیر تعلیم و تربیت تقریباً دس سال گزارے۔ جنہوں نے اپنے شاگرد خاص کے دل میں آزادی کی روح پھونک دی تھی اور قرآن فہمی و تبلیغ کتاب و سنت کا ایسا رنگ چڑھا دیا تھا جس کی نظیر بمشکل ملتی ہے۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ اسیر مالٹا نے آپ کے قلب میں قرآن کا جذبہ موجزن کر دیا تھا۔ چنانچہ آپ نے قرآن کی خدمت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنا لیا۔ قریباً پچاس برس آپ نے لدھیانہ، راولپنڈی، منڈی بہاؤ الدین اور جناح کالونی لائل پور میں نہایت عمدگی سے مسلمانوں کو قرآن کا درس دے کر ان کی علمی تشنگی کی بجائی اور روحانی تسکین فرمائی۔ ہزاروں عوام نے آپ سے

قرآن سمجھا اور سینکڑوں علماء نے آپ کے حلقہ درس میں بیٹھ کر معارفِ قرآنی سے جھولیاں بھریں۔

راقم السطور بھی تقریباً دس سال آپ کے درس قران میں شریک ہوتا رہا جو کہ لدھیانہ میں دو منزلی مسجد میں نماز فجر کے نصف گھنٹہ بعد ہوا کرتا تھا اور آپ ہی کی حوصلہ افزائی اور دعاؤں کی برکت سے بندہ نے بھی اپنی مسجد میں یہی سلسلہ جاری کیا جو ۱۹۴۷ء تک جاری رہا۔

مفتی محمد نعیمؒ نے جمعہ کے خطبہ سے پہلے مسجد دو منزلی میں درسِ قرآن جاری رکھا ہوا تھا۔ جمعہ کے وقت سینکڑوں لوگوں کا اجتماع ہوا کرتا تھا۔ ایک گھنٹہ میں قرآنی آیات کے اسرار و رموز بیان کئے جاتے تھے اور حاضرین قرآنی احکام سن کر روحانی خوراک حاصل کرتے تھے۔ ماہ رمضان میں ستائیسویں اور انتیسویں راتوں کو شبینہ ختم القرآن دو منزلی مسجد میں اور مدرسہ عربیہ محمودیہ میں ہوا کرتا تھا جن میں چیدہ چیدہ حفاظ اور قراء قرآن خوانی میں شرکت فرماتے تھے۔

مفتی صاحب کو اپنے استاد حضرت شیخ الہندؒ سے اتنی محبت تھی کہ انجمن اصلاح دارین کی زیر سرپرستی ایک عالی شان دینی مدرسہ قائم کیا تھا جس میں مقامی اور غیر مقامی طلباء کو قرآن حفظ کرایا جاتا تھا اور مبلغین اور علماء پیدا کیے جاتے تھے۔

طالبات کے لئے بھی آپ نے ایک مدرسہ قائم کیا تھا جس کا نام مدرسہ بنات الاسلام رکھا گیا۔ سب سے پہلے آپ نے اپنی صاحب زادیوں کو خود قرآن و حدیث پڑھایا۔ بعد ازاں ان کی وساطت سے یہ فیض عام جاری کیا تاکہ مستورات بھی دینی علم اور کتاب و سنت سے محروم نہ رہے۔ تقسیم ملک کے بعد مذکورہ مدرسہ ساہیوال میں منتقل ہو گیا اور یہ مدرسہ عرصہ ۲۳ سال سے باقاعدہ جاری ہے اور اس نے شاندار کامیابی حاصل کی ہے۔ لائل پور جناح کالونی کی جامع مسجد میں بھی آپ متواتر عرصہ دس سال درس قرآن دیتے رہے۔

ایک تو آپ کے دادا مرحوم حضرت مولانا عبدالقادر صاحب مجاہد ملت تھے اور انہوں نے اپنے وطن مالوف لودھیانہ شہر کو اسی مطمح نظر سے چھوڑا تھا اور جنگ آزادی کے بعد اپنے وطن مالوف کو

واپس نہیں لوٹے دوسرے آپ کے استاد مکرم اعلیٰ درجہ کے سیاستدان تھے اور انہوں نے استخلاصِ وطن کے لیے جزیرہ مالٹا میں قید کی صعوبتیں جھیلیں۔ ان دو بناء سے حضرت مفتی صاحب پر سیاست کا رنگ غالب تھا۔

آپ حضرت حسین احمد صاحب مدنیؒ کے دل وجان سے شیدائی اور ان کے مسلک کے فدائی تھے۔ جمعیت علماء ہند کے امیر رہے۔ انہوں نے اپنی زندگی اسلام کی سربلندی، اشاعت دین متین اور استخلاصِ وطن کی جدوجہد کے لئے وقف کر رکھی تھی۔

حضرت مفتی صاحبؒ کا طرز بیان بالکل انوکھا تھا اور دلوں پر گہرا اثر ڈالتا تھا۔ آپ کانگریس کے پلیٹ فارم پر سیاسی تقاریر کے دوران ہندوؤں اور سکھوں کے مجموعوں میں مذہب اسلام کی سچائی بیان کیا کرتے تھے حق تعالیٰ نے ایک طرف آپ کو آفتاب شریعت بنایا تھا اور دوسری طرف آپ کو میدانِ سیاست کا ایک بہترین شاہ سوار او جنگ آزادی کا ایک قابل ترین سپہ سالار اور تسلط اغیار کے مقابلہ میں مجاہد اعظم بنایا تھا تاکہ مذہب اور سیاست کے ہر دو میدانوں میں آپ مسلمانوں کی بہترین رہبری اور قیادت فرما کر سلف صالحین کا ایک زندہ جاوید نمونہ بنیں۔

مرحوم نے اپنی پوری زندگی دین اور وطن کے لیے وقف کر دی تھی۔ ایک ہی وقت میں جہاں آپ ایک طرف مسندِ درس پر علوم کے دریا بہاتے ہوئے نظر آتے تھے تو دوسری طرف آزادئ وطن کے سیاسی پلیٹ فارم پر ظالم انگریزوں کے خلاف ترکِ موالات کے پیغام بھی سناتے ہوئے دیکھے جا رہے تھے۔

حضرت مفتی صاحب کا علماء دیوبند سے خاص تعلق و رابطہ تھا۔ وہ گاہے بگاہے لدھیانہ میں اپنے سفر کے دوران میں ان کے ہاں ضرور قیام فرمایا کرتے تھے۔ حضرت مفتی صاحب بڑے اعلیٰ میزبان تھے۔ وہ ان حضرات کی خاطر تواضع میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے۔

آپ کو حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، حضرت علامہ سید انور

شاہ کشمیریؒ، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ اور مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ کے ساتھ والہانہ محبت اور عقیدت تھی۔ حضرت قاری صاحب موصوف جب کبھی تشریف لاتے تو آپ ضرور ان کی زیارت اور صحبت سے مستفیض ہوتے۔ آپ وقتاً فوقتاً تبلیغی واسلامی پمفلٹ وغیرہ بھی شائع فرماتے رہتے۔ آڑے وقت کئی دفعہ آپ نے قنوتِ نازلہ طبع کراکر لوگوں میں مفت تقسیم کرائی۔ شب برأت، رمضان مبارک، زکوۃ اور عیدین کے احکام بھی رسائل کی شکل میں چھپواکر تقسیم فرمایا کرتے تھے۔

دینی مدارس کے سالانہ جلسوں میں شرکت فرماکر اپنے فصیح وبلیغ مواعظ حسنہ سے مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے اور مذاہب باطلہ کے عقائد کی سخت مذمت کیا کرتے تھے۔ آپ کی تقریر میں وہ اثر ہوتا تھا کہ ہزاروں قلوب پر رقت طاری ہوجاتی تھی۔

آہ رخصت ہوگئے دنیا سے وہ شیخ زمن
جامع الاوصاف، یکتا، مصلح دورِ فتن
بوئے قاسم بھی تھی ان میں خوئے محمود حسن
پھول وہ مرجھا گیا گلزار تھا جس سے چمن

تحریک ریشمی رومال کے سرگرم کارکن، مجاہد آزادی

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ

ماخوذ

قافلہ علم و حریت

مرتب

محمد عثمان رحمانی لدھیانوی

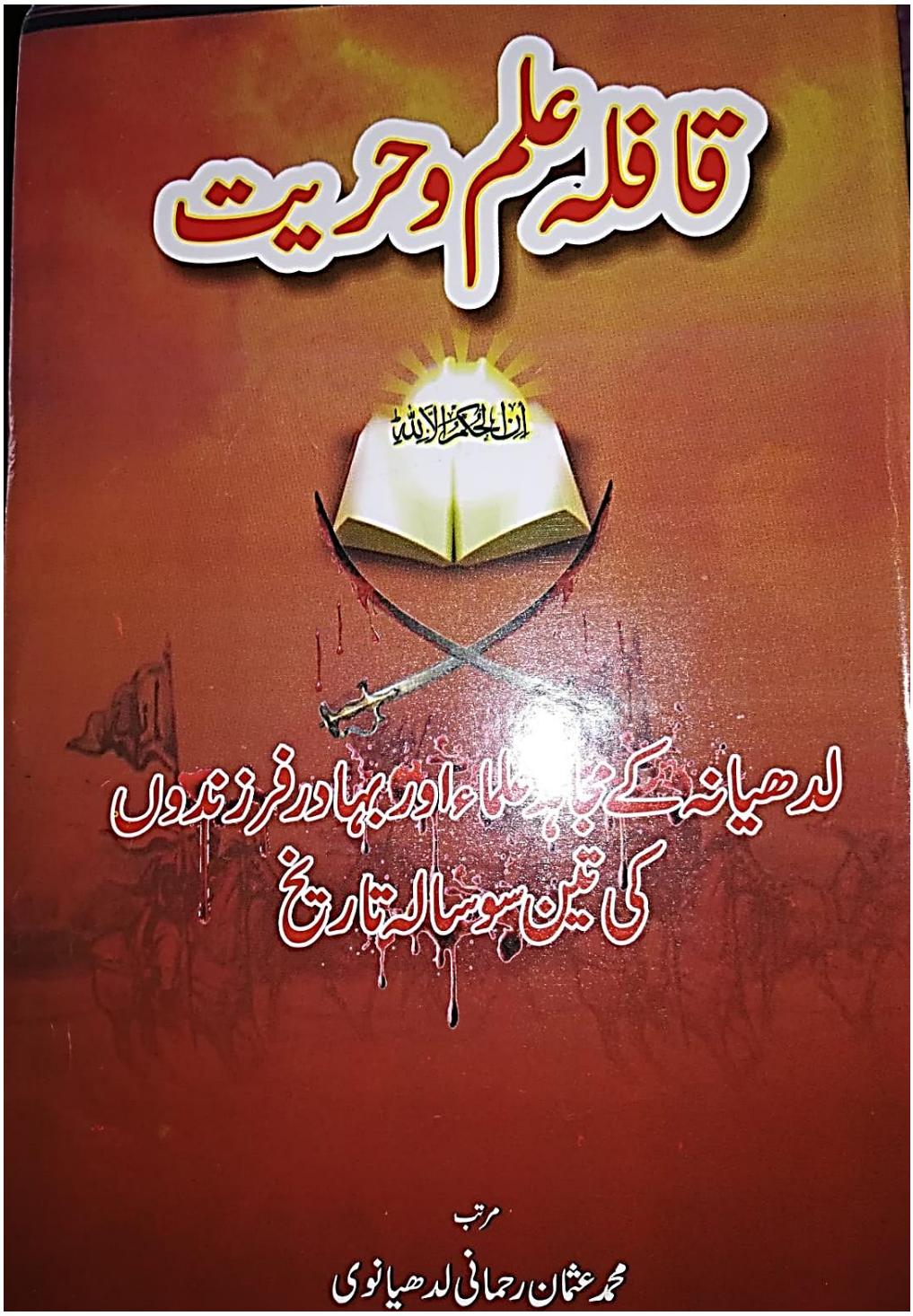

عکس ٹائٹل کتاب قافلہ علم وحریت

تحریک ریشمی رومال کے سرگرم کارکن، مجاہد آزادی
حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ

علمائے لدھیانہ کے مجاہدین خاندان میں مجاہد آزادی ۱۸۵۷ء حضرت مولانا شاہ عبداللہ صاحب لدھیانویؒ کے فرزند جلیل حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** لدھیانویؒ ۱۸۸۸ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم لدھیانہ کے مشہور مدرسہ "مدرسہ اللہ والا" میں حضرت مولانا شاہ محمد صاحب لدھیانویؒ سے حاصل فرمائی اور پھر آپ کے والد محترم نے امرتسر مولانا نور محمد صاحبؒ کے مدرسہ میں داخل کروایا جہاں سے درس نظامی کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ لدھیانہ آئے۔ آپ علمائے لدھیانہ کے معروف خاندان کے اول فرزند ہیں جو کہ دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کرنے گئے۔ یعنی آپ کی ذات سے علمائے لدھیانہ کا دارالعلوم دیوبند سے علمی شتہ قائم ہوا۔ اس سے قبل تمام علمائے لدھیانہ یا تو براہ راست ولی اللّٰہی خاندان دہلی سے سند یافتہ تھے یا پھر خود اپنے اکابر سے مکمل تعلیم حاصل کر کے میدانِ عمل میں آئے۔

جس وقت آپ کا داخلہ دارالعلوم دیوبند میں ہوا تو آپ کی عمر صرف ۱۳ سال کی تھی۔ مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ** کا شمار شیخ الہند حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحبؒ کے خاص تلامذہ میں ہوتا ہے۔ آپ نے ۱۹۱۱ء میں دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث شریف سے فراغت حاصل فرمائی ۔ دار العلوم کی سند کے علاوہ شیخ الہندؒ نے مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ** کو اپنی طرف سے خصوصی سند بھی عطا فرمائی۔ دورۂ حدیث شریف کے بعد آپ دار العلوم دیوبند میں افتاء کی تعلیم حاصل کرنے لگے جسے ایک سال میں مکمل فرمایا۔

حضرت شیخ الہندؒ آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ تعلیم مکمل ہونے کے بعد حضرت شیخ الہندؒ

نے آپ کو اس وقت کے مشہور مدرسہ مئوناتھ ضلع اعظم گڑھ یوپی میں صدر مدرس متعیّن فرمایا۔ مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ نے استاد کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے دو برس تک مئوناتھ بھنجن کے مدرسہ میں درس و تدریس کی خدمات انجام دیں۔ جس کے بعد آپ لدھیانہ تشریف لے آئے جہاں آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل فرمائی تھی۔ مہتمم مقرر ہوئے اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری فرمایا۔ مدرسہ اللہ والا کو آپ نے مزید وسیع فرمایا اور اس کی شاخیں قائم کیں۔

تعلیمی خدمات کے ساتھ ساتھ آپ مکمل طور پر سیاسی اور علمی سرگرمیوں میں اہم کردار ادا کرتے رہے۔ ملک کو انگریز کی غلامی سے چھڑوانے اور آزاد حکومت کا قیام آپ کا مقصد تھا۔ لدھیانہ ہی نہیں بلکہ پنجاب اور پورے ہندوستان کے علمی اور سیاسی حلقوں میں آپ کو عزت اور وقار کی نگا سے دیکھا جاتا تھا۔ غیر مسلم عوام بھی آپ کے معتقد تھے۔

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی صاحبؒ نے وقتاً فوقتاً ایک طویل عرصہ صدائے حق کی پاداش میں انگریزی جیلوں میں گزارا۔ آپ کی سیاسی بصیرت کے جہاں تمام سیاست دان قائل تھے وہیں انگریز حکومت آپ سے حد درجہ خائف رہا کرتی تھی۔ آپ کے والد مرحوم نے چونکہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں پنجاب سے مسلح بغاوت میں نمایاں طور پر شرکت کی تھی اور انگریز کے خلاف میدانِ جنگ میں دست بدست جہاد کیا تھا اس لیے آپ بھی اپنے والد مرحوم کی طرح انگریز حکومت سے بے خوف ہو کر ٹکرانے کیلئے ہمہ وقت تیار رہا کرتے تھے۔

جب شیخ الہند حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحبؒ نے ریشمی رومال تحریک شروع فرمائی تو شیخ الہندؒ کے ارشاد پر آپ بھی اس تحریک میں شامل ہو گئے اور سرگرمی سے اپنا کام انجام دینے لگے۔ تحریک کے سلسلہ میں پشاور روانہ ہوئے۔ راستہ میں مخبری ہونے کی وجہ سے گرفتار کر لئے گئے اور تحریک ریشمی رومال میں شامل ہونے کے جرم میں حکومت نے آپ کو تین سال تک لگاتار جیل میں مقید رکھا۔

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ تا زندگی فتنہ قادیانیت کے خلاف سینہ سپر

رہے۔ قابل ذکر ہے کہ آپ کے والد مرحوم نے مرزا غلام قادیانی کو (جب وہ لدھیانہ آیا) بھری محفل میں اس کی صورت دیکھ کر کافر کہہ دیا تھا۔ آپ ایسے باپ کے بیٹے تھے جنہوں نے قادیانی کے خلاف ابتداء میں ہی فتویٰ دیا تھا۔ آپ نہایت زبردست فقیہ تھے۔ قادیانیت کی شر انگیزیوں سے مکمل طور پر آشنا تھے۔ حضرت مفتی محمد نعیم صاحبؒ نے مقدمہ بہاولپور جس میں عدالتی طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا، میں علمائے لدھیانہ کی جانب سے شرکت فرمائی۔ جب آپ فتنہ قادیانیت کے متعلق خطاب کرتے تو عام و نافہم انسان بھی چند لمحوں میں آسانی سے سمجھ جایا کرتا تھا کہ مرزا غلام قادیانی نبی نہیں، انگریزی پٹھو ہے اور "قادیانی" جماعت نہیں بلکہ انگریز حکومت کا "شعبہ انتشارِ مسلم" ہے۔

مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** لدھیانویؒ ابتداء سے ہی جمعیت العلماء ہند میں شامل رہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے دور میں جب حضرت مدنیؒ جمعیت العلماء کے صدر تھے تو مفتی صاحب جمعیت العلماء ہند کے نائب صدر ہوا کرتے تھے۔ آپ تقسیم ہند تک لگاتار جمعیت کے نائب صدر رہے۔ ۱۹۳۰ء میں جب امروہہ کے اجلاس میں جمعیت نے ہندوستان کی مکمل آزادی کا ریزولیوشن منظور کیا تو اس اجلاس میں یہ ریزولیوشن مفتی صاحب نے ہی پیش کیا اور ریزولیوشن منظور کیا گیا۔ مکمل آزادی کا ریزولیوشن پاس ہونے کے بعد جب اجلاس ختم ہوا جب اجلاس ختم ہوا تو انگریز پولیس نے آپ کو گرفتار کر لیا اور ریزولیوشن پیش کرنے کے جرم میں دو سال قید کی سزا ہوئی۔ رہائی کے بعد آپ نے از سرِ نو انگریز حکومت کو ختم کرنے کیلئے سرگرمی سے اپنا کردار ادا کرنا شروع کر دیا۔ اکثر و بیشتر آپ کے خطاب کو سننے والے نوجوان وطن کی جنگ آزادی کی راہ میں نکل آنے کو مجبور ہو جایا کرتے تھے۔ ۱۹۴۳ء میں جب "انگریز و! ہندوستان چھوڑ دو" تحریک شروع ہوئی تو مفتی صاحب اس میں پیش پیش رہے۔ اس تحریک میں شامل ہونے پر انگریز حکومت نے بغیر مقدمہ چلائے آپ کو دو سال تک انبالہ سینٹرل جیل میں کیا تھا۔

قصہ خوانی بازار پشاور میں جب سرخ پوشوں پر گولی چلائی گئی اور کئی سو مسلمان شہید کر دیے گئے تو آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی طرف سے پٹیل تحقیقاتی کمیٹی مقرر ہوئی۔ اس کمیٹی کے سیکریٹری حضرت مولانا مفتی نعیم صاحبؒ نامزد ہوئے۔ کمیٹی کا اجلاس راولپنڈی میں شروع ہوا کیونکہ حکومت سرحد نے پٹیل کمیٹی کا داخلہ سرحد میں ممنوع قرار دے دیا تھا۔ مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ نے ۸۸ شہادتیں قلمبند کر کیں اور رپورٹ بناکر پٹیل کمیٹی کو پیش کی۔ ان شہادتوں کی بنیاد پر پٹیل کمیٹی کی رپورٹ شائع ہوئی جس میں جلی حروف میں تحریر کیا گیا تھا کہ ہندوستان کی جنگ آزادی میں سرحد کے سرخ پوش خدائی خدمتگاروں نے جو قربانیاں پیش کی ہیں اور ۸۰۰ مسلمان پٹھان جس ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ سرِ بازار سینوں پر گولیاں کھا کر شہید ہوئے ایسی مثال ہندوستان کے کسی صوبے میں کسی قوم نے پیش نہیں کی۔ ہندوستان کی تمام قوموں کی قربانیوں کی طویل داستان سرخ پوشوں کی قربانیوں کے مقابلے میں ایک ادنیٰ سی کہانی بن کر رہ گئی ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ نے پٹیل کمیٹی کی رپورٹ مرتب کرنے میں جس فہم اور تدبیر کا ثبوت دیا وہ کمیٹی کے نزدیک ایسا کارنامہ تھا جس پر انہیں مبارکباد کا مستحق قرار دیا گیا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے مفتی صاحب کا تا زندگی مضبوط تعلق قائم رہا۔ ملک کے سیاسی لیڈران بالخصوص پنجاب کے کانگریس لیڈران میں آپ بیحد مقبول تھے۔ لدھیانہ سٹی کانگریس کے عہدیداران آپ سے سیاسی امور میں مشورہ کرنا ضروری خیال کرتے تھے۔ آپ اپنی جوانی کے دور میں لدھیانہ شہر کے سرگرم سیاسی لیڈروں میں سے تھے۔

تقسیم ہند کے آپ سخت مخالف تھے۔ جب تقسیم ہوئی تو آپ خاندان کے ہمراہ ٹوبہ ٹیک سنگھ (پاکستان) تشریف لے گئے۔ گرچہ آپ کے دل میں وطن عزیز کو چھوڑنے کا رنج تھا لیکن آپ نے ہمت اور صبر کا بے پناہ مظاہرہ کیا۔ آپ نے وطن سے اجڑ کر آئے مہاجرین کا ساتھ دیا اور مہاجرین کی کفالت فرمائی۔ پاکستان میں حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ کو علمائے لدھیانہ کا سرخیل

تسلیم کیا جاتا تھا۔ آپ نے ٹوبہ ٹیک سنگھ میں دارالافتاء کا قیام کیا۔ آپ دارالافتاء علمائے لدھیانہ کے منصب سے بلا کسی اجرت کے فتوے دیا کرتے تھے۔ ۱۹۵۱ء میں آپ کی اہلیہ انتقال فرما گئیں۔ اس دور میں آپ راولپنڈی کی جامع مسجد میں خطیب رہے اور یہاں آپ نے دس سال تک درس و تدریس اور خطابت کا سلسلہ جاری رکھا۔ تقسیم ہند کے وقت لدھیانہ سے ہجرت کرنے والے زیادہ تر افراد نے فیصل آباد میں قیام کیا اور جب فیصل آباد میں جامع مسجد کا قیام کیا گیا تو اہل لدھیانہ اصرار کر کے آپ کو وہاں لے گئے۔

حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ** جید عالم دین تھے۔ آپ سے بے شمار طالب علموں نے علم دین حاصل کیا۔ آپ کے شاگردوں میں مشہور عالم دین لکھنؤ کے مولانا محمد منظور نعمانی اور شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانویؒ شامل ہیں۔ تقسیم ہند کے سانحہ کے کافی عرصہ بعد جب دونوں ممالک کے حالات سازگار ہوئے اور مشرقی پنجاب میں رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کے حکم پر ان کے فرزندوں اور جاں نثاروں نے اشاعت اسلام کا کام شروع کیا تو حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ** اپنے وطن لدھیانہ تشریف لائے۔ گرچہ لدھیانہ کے حالات تقسیم ہند کے بعد تبدیل ہو گئے لیکن جب غیر مسلم عوام نے دیکھا مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ** تشریف لائے ہیں تو انہوں نے آپ کا پر جوش استقبال کیا۔ آپ کے خیر مقدم میں ایک عظیم الشان تقریب مقرر کی گئی جس میں ہزاروں غیر مسلم عوام موجود تھے۔ اس موقع پر آپ نے پر سوز خطاب فرمایا۔ لدھیانہ میں آباد کروائی گئی مساجد اور بھتیجوں (مفتی محمد احمد رحمانی لدھیانویؒ، مفتی سعید الرحمن لدھیانویؒ) کے اشاعت اسلام کے کام کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے۔

مفتی صاحبؒ تا عمر دین اسلام کی خدمت میں ہمہ وقت سرگرم رہے۔ آخر ۱۹۷۱ء ماہ جنوری میں علمائے لدھیانہ کا یہ عظیم فرزند ۸۳ سال کی عمر میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کو پاکستان کے شہر ٹوبہ ٹیک سنگھ میں دفن کیا گیا۔

آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے　　سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

تاثرات

مولانا عزیز الرحمان جامعیؒ

ماخوذ

"رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ

اور ہندوستان کی جنگ آزادی"

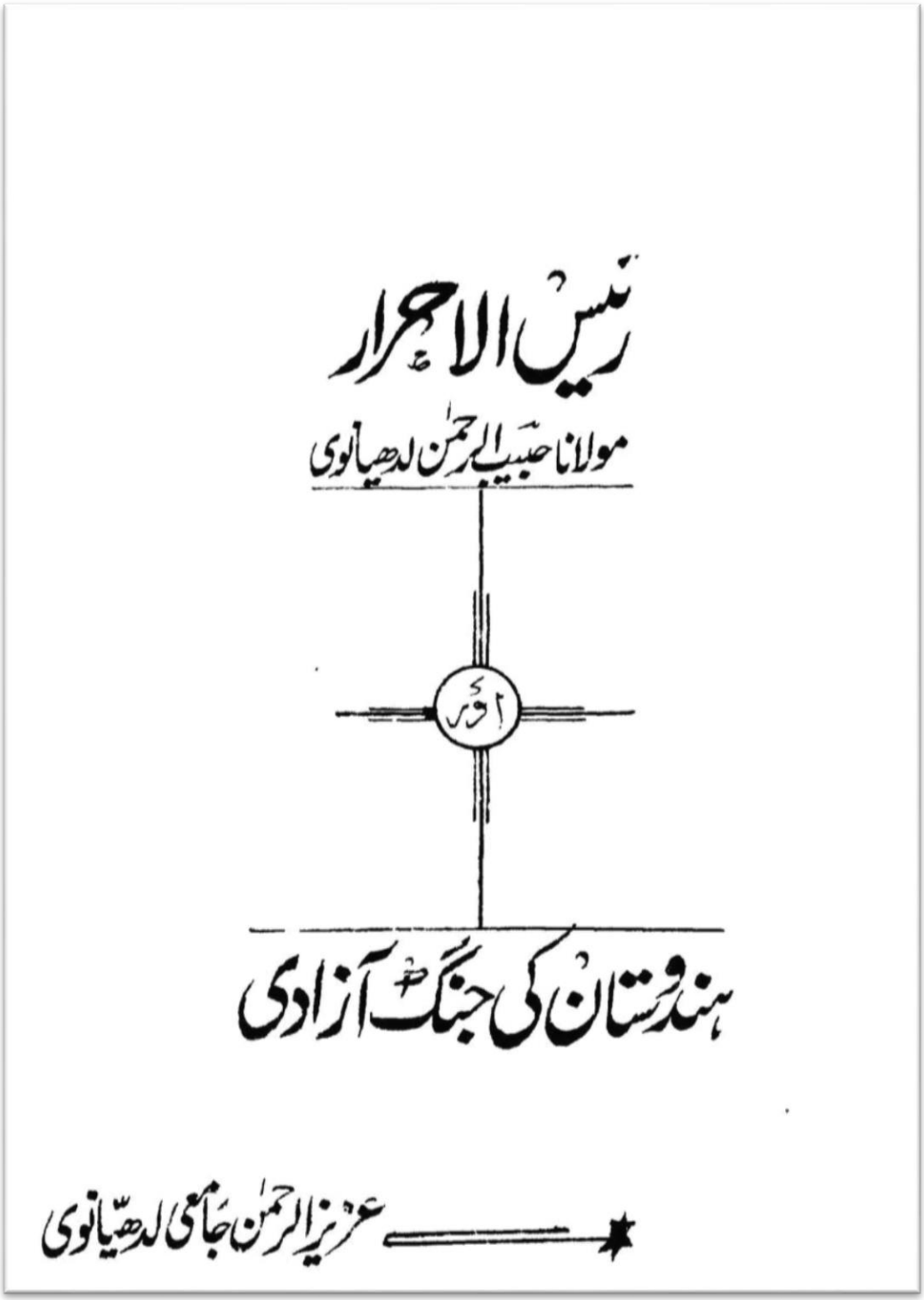

عکس ٹائٹل اشاعت اول

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ

لدھیانہ ڈسٹرکٹ کانگریس اور سٹی کانگریس کی صدارت پنجاب کانگریس کی سیاست کا اہم مرکز تھا۔ حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ ۱۹۱۹ء میں لدھیانہ ڈسٹرکٹ کانگریس کے صدر منتخب ہوئے۔ پنجاب کانگریس کی رہنمائی میں مفتی صاحب نے نمایاں حصہ لیا۔ مفتی صاحب کی قابلیت، فہم وتدبر، سیاست و سیادت پر پنجاب کے تمام کانگریسی متفق تھے۔ مفتی صاحب سیاسیات میں جو بات کہتے وہ حجی تلی ہوتی۔

قصہ خوانی بازار پشاور میں جب سرخ پوشوں پر گولی چلائی گئی تو آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی طرف سے پٹیل تحقیقاتی کمیٹی مقرر ہوئی جس کے ایک ممبر حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ پٹیل کمیٹی کے سیکریٹری حضرت مولانا مفتی نعیم صاحبؒ مقرر ہوئے۔ کمیٹی کا اجلاس راولپنڈی میں شروع ہوا کیونکہ حکومت سرحد نے پٹیل کمیٹی کا داخلہ سرحد میں ممنوع قرار دے دیا تھا۔ مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ نے ۸۸ شہادتیں قلمبند کر کے سردار پٹیل کے سامنے پیش کیں۔ جن شہادتوں کی بنیاد پر پٹیل کمیٹی کی رپورٹ مرتب ہو کر شائع ہوئی اور ضبط کر لی گئی۔ پٹیل کمیٹی کی رپورٹ میں یہ بات جلی حروف میں تحریر کی گئی تھی کہ ہندوستان کی جنگ آزادی میں سرحد کے سرخ پوش خدائی خدمتگاروں نے جو قربانیاں پیش کی ہیں اور ۸۰۰ مسلمان پٹھان جس ثابت قدمی اور استقلال کے ساتھ سربازار سینوں پر گولیاں کھا کھا کر شہید ہوئے ایسی مثال ہندوستان کے کسی صوبہ میں کسی قوم کی طرف سے پیش نہیں کی گئی اور ہندوستان کی تمام قوموں کی قربانیوں کی طویل داستان سرخ پوشوں کی قربانیوں کے مقابلے میں ایک ادنی سی کہانی بن کر رہ گئی ہے۔

حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب**ؒ نے پٹیل کمیٹی کی رپورٹ مرتب کرنے میں جس فہم و تدبر کا ثبوت دیا وہ صدر پٹیل کے الفاظ میں:

"ایک ایسا کارنامہ ہے جس پر مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** مبارک باد کے مستحق ہیں۔"

علمائے لدھیانہ نے تاریخ کے ہر دور میں جو قدم اٹھایا وہ ہندوستانی سیاسیات میں اولیت کا درجہ رکھتا ہے۔ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ اور حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** لدھیانویؒ اپنے فکر و نظر اور کردار و عمل سے تاریخ کے ان اصحاب میں شمار ہوتے ہیں جو بقول علامہ ابن خلدونؒ:

"تاریخ لوگوں کو اپنی آغوش میں پالتی ہے لیکن بعض لوگ دنیا میں ایسے بھی ہوتے ہیں جن کے کردار اور فکر و عمل سے تاریخ خود جنم لیتی ہے۔"

تاثرات

حافظ محمد اکبر شاہ صاحب بخاری

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ

تحریر: حافظ محمد اکبر شاہ صاحب بخاری

مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ بن محمد عبداللہؒ بن عبد القادرؒ لدھیانہ میں ۸/۱۳۰۷ھ میں پیدا ہوئے۔ اس خانوادے نے حصول آزادی کی تحریکوں میں جان و مال کی پرواہ کیے بغیر بھرپور قربانی دی۔ ان کے دادا مولانا عبدالقادرؒ نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شرکت کی تھی۔ ان کا جذبہ حریت ان کی اولاد میں جاری وساری رہا۔ دورِ آخر میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے کافی شہرت حاصل کی۔ آپ کے والد مولانا عبداللہ لدھیانویؒ نے سب سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف کفر کا فتوی دیا تھا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم گھر میں حاصل کی۔ اعلی تعلیم کے لیے دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ سے اکتسابِ فیض کیا۔ فارغ التحصیل ہوئے تو لدھیانہ میں "انجمن اصلاح دارین" کے زیر اہتمام ایک دینی "مدرسہ اللہ والا" قائم کیا۔ جو قیامِ پاکستان تک دینی تعلیم کا مرکز رہا۔ اس کے بعد آپ ساہیوال آ گئے۔ یہاں مدرسے کی تجدید کی اور علمی و دینی خدمات میں مصروف رہے۔ آپ کی پوری زندگی اسلام کی سربلندی، اشاعت دین اور آزادیِ وطن کی جدوجہد میں گزری۔ سیاسی طور پر جمعیت علمائے ہند سے وابستہ رہے۔

پاکستان میں جمعیت علماءِ اسلام کے رفقاء میں شمار ہوتے تھے۔ جنوری ۱۹۷۱ء کو ساہیوال میں فوت ہوئے۔ دوسرے روز ٹوبہ ٹیک سنگھ میں دفنائے گئے۔ دارالعلوم دیوبند کی سالانہ رپورٹ میں ان کی وفات پر تعزیتی نوٹ لکھا گیا جس کے الفاظ یہ ہیں:

"**مفتی محمد نعیم صاحب** دارالعلوم کے فاضل قدیم متحدہ ہندوستان و پاکستان میں علمی و دینی خدمات کی وجہ سے ممتاز و مشہور اور ہندوستان کی سیاسی تحریکات کے نامور رہنما تھے۔ زندگی کا بڑا حصہ خدمت خلق میں گزرا اور ہمیشہ دینی و قومی جدوجہد میں مصروف رہے۔" (روئیداد دارالعلوم دیوبند ۱۳۹۰ھ ص ۴)

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ
اور ماہنامہ الجمعیۃ دہلی

ماہنامہ الجمعیۃ ۱۹۳۲ء

مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ کا پیغام

ساتویں ڈکٹیٹر مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** مقرر کیے گئے

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ ڈکٹیٹر ششم جمعیت علماء ہند نے اپنی گرفتاری کے وقت (جو مظفر نگر اسٹیشن پر عمل میں آئی) ساتواں ڈکٹیٹر مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** لدھیانویؒ کو مقرر فرمایا ہے۔ گرفتاری کے وقت حضرت مولانا نے ذیل کا بیان دیا ہے:

"میں تمام مسلمانوں سے پرزور درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے فرائض کو پہچانیں اور جہاں تک ممکن ہو مذہب، وطن اور قوم کو جملہ خرابیوں سے بچائیں اور ان کی عزت کو چار چاند لگائیں۔

بالخصوص طلباء کے لیے درخواست کرتا ہوں کہ وہ قلق واضطراب اور جزع وفزع سے بالکل کنارہ کش رہیں اور مردانہ وار بلا شورش وشغب اپنے فرائض مذہبی اور ملکی کو انجام دیں۔ جو کام بھی کیا جائے محض لوجہ اللہ اور لاعلاء کلمۃ الاسلام عالی حوصلگی اور استقلال سے ہو۔ واللہ ولی التوفیق"

ننگ اسلاف

مولانا حسین احمد غفرلہٗ

ماہنامہ الجمعیۃ

۱۶/ اگست ۱۹۳۲ء

حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** ڈکٹیٹر ہفتم جمعیت علماء ہند کا اعلان

اعلائے کلمۃ الحق کی دعوت

حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب**ؒ ڈکٹیٹر ہفتم جمعیت علماء ہند نے ایک بیان اخبارات کو بغرض اشاعت بھیجا ہے جس میں فرمایا ہے کہ حکومت نے بطل حریت مجاہد ملت شیخ الحدیث حضرت علامہ حسین احمد مدنیؒ صدر مدرس دارالعلوم دیوبند و ڈکٹیٹر ششم جمعیت علماء ہند کو گرفتار کر کے اپنی کوتاہ اندیشی کا نہایت افسوس ناک مظاہرہ کیا ہے اور اپنی اس غیر دانش مندانہ حرکت سے دنیائے اسلام کے ان ہزاروں فرزندان توحید کے قلوب مجروح کر دیے ہیں جو علامہ موصوف کے حلقہ تلمذ میں داخل ہو کر مختلف مقامات پر لاکھوں مسلمانوں کی مذہبی و ملکی کی رہنمائی فرما رہے ہیں۔ حضرت مولانا نے ان حالات میں ہر فرزندِ اسلام بالخصوص ہر مذہبی ادارہ کا یہ فرض بتایا ہے کہ وہ بے خوف ہو کر اعلائے کلمۃ الحق کے لئے آمادہ ہو جائے۔

ماہنامہ الجمعیۃ

۲۸ اگست ۱۹۳۲ء

مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ ڈکٹیٹر ہفتم جمعیت علماء ہند کا بیان

وزیر اعظم برطانیہ نے فرقہ وارانہ حقوق کا جو اعلان کیا ہے اس پر بحالت موجودہ کوئی تبصرہ کرنا محض بے سود ہے کیونکہ برطانیہ اور ہندوستان کے مابین جنگ جاری ہے۔ ہندوستان کے تقریباً تمام رہنما جیلوں میں بند ہیں یا اسیری نے ان کی صحتوں کو خراب کر دیا ہے، جن کی رایوں کے شمول کے بغیر دستورِ ہند کا ایک شوشہ بھی ناقابل التفات ہے۔ مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ ہر قوم کے فرقہ پرست اس ناقابل التفات اعلان کی بنا پر گمراہی پھیلا رہے ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ اس لایعنی بحث میں الجھ کر قوم کو حقیقی نصب العین سے ہٹانے کی کوشش کی جائے گی۔ خاص کر سکھوں اور ہندوؤں کے اکثر افراد اپنی جبلی عادت کے موافق بہت زیادہ گمراہی پھیلاتے ہوئے انگریزوں کی غلامی کی دعوت دے رہے ہیں۔ جو انگریزوں کی سب سے بڑی خدمت اور ملک کے ساتھ انتہائی غداری ہے۔ اس لیے اس وقت میں چند حقائق کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں:

۱. ہندوستان جس چیز کے لیے بے چین ہے اور جس مقصد کے لیے برطانوی حکومت سے جنگ کر رہا ہے وہ کونسلوں کی سیٹیں نہیں ہے بلکہ برطانیہ کے جابرانہ اقتدار کا خاتمہ ہے اور مالیات و فوج اور سیاست خارجہ پر ہندوستان کا قبضہ ہے اور عوام کی حکومت کا قیام ہے۔ اگر یہ چیزیں حاصل نہیں ہوتی ہیں تو کونسلوں کی نیابت بے نتیجہ ہے۔ ملک و ملّت کو ایسی

نیابت سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور غلامی کی لعنت بدستور قائم رہے گی۔ غرباء زیادہ تباہ وبرباد ہوجائیں گے۔

۲. اقلیت اور خصوصاً مسلمان اپنے مخصوص مفادات کی حفاظت کے لئے جن امور کو ضروری سمجھتے ہیں وہ صرف صوبجاتی کونسلوں کی نیابت پر منحصر نہیں ہے۔ اس لیے صرف نیابت کے اعلان کو فرقہ وارانہ حقوق کا نام دینا انتہا درجہ کی ستم ظریفی اور ہندوستانیوں کو محض احمق بنانا ہے۔

۳. اس اعلان سے ظاہر ہے کہ "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کی پالیسی کو مزید تقویت پہنچائی گئی ہے۔ ۱۹۲۰ء کے ریفارمز میں ہندوؤں سے سکھوں کو علیحدہ کیا گیا اور اب مزید ٹکڑے کیے جارہے ہیں۔ اچھوت، پست قوم، دیسی عیسائی، اینگلوانڈین، یورپین کو غیر مسلموں کے حلقہ سے نکال کر اب جداگانہ انتخاب سے علیحدہ علیحدہ نمائندگی اسی مقصد سے دی جارہی ہے تاکہ آئندہ وہ اس استحقاق کی بنا پر ایک مستقل حیثیت حاصل کرلیں اور اس فرقہ بندی کی بنا پر انگریزوں کی ثالثی کی ضرورت کو ہمیشہ کے لئے قائم رکھا جائے۔

۴. مجوزہ فرقہ وارانہ نمائندگی کی کی تقسیم ہی کسی ایک صحیح اصول پر مبنی نہیں ہے۔ نہ مذہبی تقسیم صحیح ہے اور نہ سیاسی۔ مثلاً مذہبی تقسیم میں دیسی عیسائی اور اینگلوانڈین اور یورپین کو ایک فرقہ میں شمار ہونا چاہیے تھا، مگر تین ٹکڑے کر کے آبادی سے زائد نیابت دے کر انگریزی حکومت کا ستون مضبوط کیا گیا ہے۔

سیاسی تقسیم میں مخصوص مفاد کے لحاظ سے صنعت و حرفت، تعلیم، زمینداری، مزدوری کے لئے علیحدہ علیحدہ نیابت دی گئی ہے۔ حالانکہ ان طبقوں کے لوگ بھی کسی نہ کسی مذہبی فرقہ سے وابستہ ہیں۔ اس لیے مذہبی تقسیم کے بعد یہ تقسیم نہایت لغو اور بیکار ہے۔

اور اگر تعلیمی اور اقتصادی مفاد کا لحاظ کر کے مخصوص نیابت کی ضرورت سمجھی گئی ہے تو پھر اس

حیثیت سے کاشتکاروں کی مخصوص نیابت کا انتظام کیوں نہیں کیا گیا جس کی سب سے زیادہ ضرورت تھی؟ کیونکہ ملک کی ۷۴ فیصد آبادی کاشتکاری سے وابستہ ہے اور نہایت قابل رحم ہے، مگر اس کا کچھ خیال نہیں کیا گیا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ اصل مقصد یہ ہے کہ صنعت و حرفت کے بہانے سے یورپینوں کو زیادہ سیٹیں ملیں۔ چنانچہ خود وزیراعظم کے اعلان سے ظاہر ہے کہ تمام صوبجات میں اس طبقہ کو جس قدر سیٹیں دی گئی ہیں ان میں تقریباً ۶۰ فیصدی یورپینوں کو ملیں گی۔

۵. حکومت کے مجوزہ اعلان میں مسلمانانِ بنگال اور پنجاب کی نہ صرف قدرتی ترقی کو روک دیا گیا ہے بلکہ موجودہ قلیل اکثریت کو اقلیت سے بدل دیا گیا ہے۔ مسلمانانِ پنجاب کی عملی اکثریت کا جو لوگ وظیفہ پڑھ رہے ہیں وہ محض وہمی ہے اور محض قلیل و ناقابل التفات ہے۔ اگر مخلوط حلقوں سے مسلمان تین سیٹیں حاصل کرلیں تو پورے ہاؤس میں ان کی نسبت ۵۰,۸ فیصدی ہوگی۔ حالانکہ ان کی آبادی ۵۵ فیصدی سے زیادہ ہے اور اگر دو حاصل کرسکے تو ۵۰,۵ فیصدی کی نسبت حاصل ہوگی۔

اور اگر ایک ہی حاصل کی جس کے حصول کا اغلب قرینہ ہے تو اقلیت میں ہو جائیں گے۔ جب تک وہ موجودہ مخلوط حلقوں سے چار سیٹیں حاصل نہیں کرتے اس وقت تک ۵۱ فیصدی تک بھی ان کی رسائی ناممکن ہے۔ اور اگر حاصل بھی ہو جائے تو اتنی قلیل اکثریت جداگانہ انتخاب سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ نامعلوم ۵۲,۵۳ فیصدی کا حساب کس طرح لوگ لگا رہے ہیں۔ بنگال کے مسلمانوں کو یورپینوں کے ہاتھ فروخت کر دیا گیا ہے اور انہیں مجبور کر دیا گیا ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے پستی میں رہیں اور انگریزوں کی غلامی کرتے رہیں۔

۶. مجوزہ فیصلہ میں کس قدر ظلم ہے کہ ہر صوبہ کی کونسل میں سرمایہ داروں کو مزدوروں کے مقابلہ

میں بہت زیادہ نشستیں دی گئی ہیں۔ کہیں تین گنا اور کہیں دو گنا۔ اس طریقہ سے جمہوریت کی حکومت کبھی قائم ہو سکتی ہے؟

۷. مدراس، صوبہ متحدہ، بہار، اڑیسہ، صوبہ متوسط کے مسلمانوں کو مجوزہ فیصلہ میثاقِ لکھنؤ سے بھی کم نیابت دی گئی ہے۔

ان چند حقائق کے انکشاف کے بعد کون ہندوستانی ہوگا جو اس ذلیل فیصلہ کی کسی درجہ میں بھی حمایت کرے گا۔ بلاشبہ قابل اطمینان فیصلہ تو وہی ہو سکتا ہے جس کو ہندوستانی قومیں باہمی مشورہ سے خود طے کریں۔ مجھے امید ہے کہ ان حقائق کے انکشاف کے بعد سب لوگوں کو ہوش آ جائے گا اور اب آئندہ عقل و ہوش سے کام لے کر "خود زندہ رہو اور دوسروں کو زندہ رہنے دو" کے زریں اصول پر کاربند ہو کر کوئی متفقہ فیصلہ کریں گے۔

لیکن میں اس وقت ان سکھوں ہندوؤں اور مسلمانوں سے جو اس کے حسن و قبح پر بحث کر کے وقت ضایع کر رہے ہیں اور محض اپنے فرقہ وارانہ حقوق کے لیے جنگ کی تیاریاں یا ارادہ کر رہے ہیں، یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ سر دست اس قصہ کو تہ کر کے رکھ دیں اور حکومت سے مطالبہ کریں کہ وہ صاف صاف اعلان کر دے کہ حقیقی فیڈریشن صوبجات کی قومی خود مختاری اور مالیات اور فوج و سیاست خارجہ کے متعلق کیا ارادہ ہے؟ عارضی تحفظات اور کچھ مدّت وغیرہ کے پر پیچ الفاظ کے گورکھ دھندے کی ضرورت نہیں ہے۔

یہ وقت ہے کہ ہندوستان کی تمام ملتوں اور ہر سیاسی خیال کے لوگ متفقہ طور پر صرف اسی ایک امر کے لئے میدانِ عمل میں نکل آئیں اور ہر شخص اپنی ہمت و جرأت کے مطابق کام کرے۔

ماہنامہ الجمعیۃ

۲۰ اگست ۱۹۳۲ء

"ناانصافی انگریز کرے اور سر پھٹول آپس میں کی جائے؟"

"فرقہ وارانہ مسئلہ کا فیصلہ اپنی قوت سے ہوگا۔"

مولانا مفتی محمد نعیم ڈکٹیٹر ہفتم جمعیت علماء ہند کا اعلان

جناب مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** لدھیانویؒ نے فرقہ وارانہ مسئلہ کے متعلق سرکاری فیصلہ سے جو صورت حال پیدا ہوگئی، اس پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں:

"جن لوگوں نے اپنی قسمت کا فیصلہ برطانیہ کے سپرد کر دیا ہے وہ اب تک منتظر تھے کہ ان کی منہ مانگی مراد دے دی جائے گی۔ اور اسی توقع پر انہوں نے ہندوستان کی تحریک آزادی میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ یقیناً انہیں یہ حق پہنچتا ہے کہ اگر ان کو اب مایوسی ہو رہی ہے تو وہ برطانیہ کے خلاف اعلان جہاد کر دیں یا پھر کامل وفا شعاری کا ثبوت دیتے ہوئے جو کچھ بخشش ہو اس کو شکریہ کے ساتھ قبول کریں۔

لیکن یہ حق تو انھیں کسی طرح نہیں پہنچتا ہے کہ آپس میں ایک دوسرے سے الجھ کر ملک کی فضا کو مکدر و خراب کریں۔ یہ کیا ستم ظریفی ہے کہ ناانصافی انگریز کریں اور سر پھٹول آپس میں کی جائے؟

سب سے زیادہ حیرت خالصہ جی کے رویّہ پر ہے کہ جن کو صرف پنجاب میں مسلمانوں کی معمولی اکثریت پر مسلم راج کا تصور حواس باختہ کیے ہوئے ہے اور وہ اس کو برداشت نہیں کر سکتے لیکن انہیں انگریزی راج پسند ہے۔ اس معاملہ میں جس قدر باتیں وہ کہہ رہے ہیں وہ عقل و دانش سے کوسوں دور ہیں۔ اگر وہ بہادر ہیں تو سب سے پہلے انہیں انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے میں سب سے زیادہ قربانی کرنی چاہیے۔ مگر آج تک کسی ہندوستانی نے نہیں سنا کہ انہوں نے انگریزی راج سے نجات حاصل کرنے کے لئے حلف اٹھایا ہو۔ کاش خالصہ جی وطنی تحریک میں حصہ لے کر اپنی بہادری کی داد دیتے تو ان کے شایانِ شان تھا۔

اسی طرح ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے کہتے ہیں کہ ان کے حقوق ان کے قدموں کے نیچے ہیں۔ آج تک جو حضرات انگریزی فیصلہ کے منتظر تھے، نہ معلوم وہ اب تک ۱۷ تاریخ کے انتظار میں کیوں بیٹھے ہوئے ہیں؟ جبکہ حکومت ہند نے اعلان کر دیا ہے کہ اس کا فیصلہ مایوس کن ہوگا۔ کیا اس کے بعد بھی کسی انتظار کی ضرورت باقی رہتی ہے؟

بہرحال اگر انتظار کرنا ہے تو کر لیجئے۔ اب ایک دن باقی ہے۔ مگر خدارا اپنی قوّت اور اللہ تعالیٰ کی توفیق و نصرت پر اعتماد کیجئے۔ مسلمانوں کو تمام دنیا کی مادی طاقتوں سے بے نیاز ہو کر حق کی راہ میں گامزن ہونا چاہیے۔ لیکن ہمیں اندیشہ ہے کہ جن لوگوں نے ہماری ملت کے بہت سے افراد کو بے حس و حرکت بنا دیا ہے وہ پھر کوئی فریب کارانہ چال چل کر گمراہ کریں گے اور سب سے زیادہ پرفریب چال یہ ہوگی کہ ہر ۲۱ تاریخ کو اعلان کیا جائے گا کہ ہر کونسلوں اور اسمبلی کی تمام سیٹوں پر قبضہ کر کے مزاحمت کی پالیسی اختیار کر کے حکومت کو پریشان اور

دستور کو ناکامیاب کیا جائے اور اس مقصد کے لیے دورہ کا پروگرام بنے گا جس کا مقصد یہ ہو گا کہ گدے دار کرسیوں پر بدستور قبضہ رہے اور آخر کار پھر تعاون کی پالیسی جاری ہو جائے۔

اس لئے میں تمام مسلمانوں سے درخواست کرتا ہوں کہ اگر یہ لوگ انگریزی حکومت کے مقابلہ میں براہ راست عملی جدوجہد کرنے کی بجائے اس قسم کی پرفریب چال چلیں تو ان سب سے کامل براءت وبے زاری کا اظہار کریں کیونکہ اس کے بعد تو ہر احمق سے احمق شخص کو یقین رکھنا چاہیے کہ یہ لوگ انگریزوں کے مقابلے میں جدوجہد کرنے اور مصائب برداشت کرنے کی ہمت ہی نہیں رکھتے۔"

ماہنامہ الجمعیۃ

۹ ستمبر ۱۹۲۰ء

مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** ڈکٹیٹر ہفتم جمعیت علماء ہند کا بیان

۹ ستمبر کو یوم احترام مساجد بنانے کی اپیل

جامع مسجد میں جلسوں کو بند کرانے کی جدوجہد کے خلاف احتجاج

مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** ڈکٹیٹر جمعیت علماء ہند کا ایک اعلان اخبار زمیندار میں شائع ہوا ہے جس میں موصوف نے ۹ ستمبر کو یومِ احترامِ مساجد بنانے کی اپیل کی ہے۔ آپ جامع مسجد دہلی میں آزادی تقریر کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"پیغمبر اسلام علیہ السلام کا غزوۂ تبوک وجیش عسرت جنگ کے لیے مال جمع فرمانا۔ (مشکاۃ شریف) قبیلہ مصر کی آمد پر ان کی خستہ حالی سے پریشان ہوکر مجمع عام میں ان کی امداد و اعانت کے لئے تقریر فرمانا اور مال جمع کرنا۔ (مشکاۃ شریف ص ۳۲) خلفائے راشدین کا مقدمات اور نزاعات میں فیصلہ فرمانا۔ (ہدایہ) عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ ثالث کا مجمع عام میں اپنی خدمات اسلام بیان فرماکر صحابہ کرام کو گواہ بنانا۔ (نسائی شریف صفحہ ۱۲۷) حضور علیہ السلام کا مال غنیمت تقسیم کرنا مقدمات کا فیصلہ فرمانا۔ جنگ کے کرتبوں کی ورزش کروانا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت کو بیان فرمانا۔ خرید وفروخت کے احکام بیان فرمانا۔

قرض خواہ کے قرض کا مطالبہ فرما کر باہمی مصالحت کرنا۔ قید کرنا۔ بیماروں کے لئے خیمہ لگانا۔ (بخاری شریف) ذکر و شغل کی مجلس پر درس و تدریس کی مجلس کو ترجیح دے کر اس میں شرکت فرمانا۔

یہ تمام امور مسجد کے علاوہ اور جگہ موجود ہونے کے باوجود مسجد میں انجام دیے گئے ہیں جو نماز اور ذکر و شغل وغیرہ کے علاوہ ہیں۔ پھر آج ساڑھے تیرہ سو سال کے بعد کسی کو کیا حق حاصل ہے کہ مسجد میں ان امور سے باز رکھنے کی کوشش کرے؟ مسلمانوں کے متعلق کسی فرد یا جماعت کا کوئی ایسا معاہدہ جو احکامِ شرعیہ کے خلاف عمل میں آیا ہو اور عام مسلمان ایسے معاہدہ کی دھجیاں فضائے آسمانی میں نہ صرف اڑانے کی طاقت رکھتے ہوں بلکہ اس سے بہت پہلے اڑا بھی چکے ہوں، کسی حالت میں قابل اعتبار نہیں ہے۔"

آخر میں مولانا نے مسلمانانِ دہلی سے خصوصًا اور دیگر مسلمانان ہند سے عموماً احترام آزادی مساجد کے نام پر پرزور اپیل کی ہے کہ مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۳۲ء بروز جمعہ تمام مساجد میں یوم احترام آزادئ مساجد منایا جائے۔ جامع مسجد میں جلسوں کی بندش کے متعلق جو جدوجہد کی جارہی ہے۔ اس کے خلاف پرزور احتجاج کیا جائے۔

ماہنامہ الجمعیۃ

۱۳ستمبر ۱۹۳۲ء

جامع مسجد میں مسلمانوں کا عام جلسہ

مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** ڈکٹیٹر ہفتم کی گرفتاری

جمعیت علماء ہند کی قیادت میں جلوس کا گشت

(دہلی ۱۰ستمبر) کل چونکہ آرڈیننس ڈے تھا اور اس کے ساتھ ساتھ یومِ احترامِ مساجد بھی تھا۔ اس لیے دہلی کے مسلمانوں میں ایک خاص جوش نظر آتا تھا اور جامع مسجد میں بھی نمازیوں کی تعداد بہت زائد تھی۔

بعد نماز جمعہ جمعیت علماء ہند کے زیر اہتمام جامع مسجد میں ایک جلسہ عام منعقد کیا گیا۔ تلاوتِ قرآن مجید کے بعد حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب**ؒ ڈکٹیٹر ہفتم جمعیت علماء ہند دہلی جو باوجود پولیس کی سخت نگرانی کے دہلی پہنچ گئے تھے، صدر منتخب کیے گئے۔

پھر چند پر جوش نظموں کے بعد حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب**ؒ نے واقعاتِ حاضرہ پر ایک نہایت مفصل و مبسوط تقریر ارشاد فرمائی۔ وزیراعظم کے فرقہ وارانہ اعلان اور مسلم کانفرنس کے طرزِ عمل کو بالوضاحت بیان فرمایا۔ احترامِ مساجد کے متعلق شرعی نکات بیان فرمائے اور چیف کمشنر کی چٹھی و نیز جامع مسجد کی مینجنگ کمیٹی پر تبصرہ فرماتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ:

"جب چیف کمشنر نے اپنے بیان میں یہ ظاہر کر دیا ہے کہ جامع مسجد کمیٹی

سے یہ دریافت کیا گیا تھا کہ حکومت اس کو ایسی کیا امداد دے سکتی ہے جس سے وہ ان سیاسی جلسوں کو جامع مسجد میں ہونے سے روکے جن کی وجہ سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات مجروح ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ تو اب وہ چٹھی پرائیویٹ کب رہی؟ اور بالخصوص جبکہ جلسہ شوریٰ بھی اس چٹھی کی بنا پر طلب کیا گیا تو پھر چٹھی شائع کرنے سے مینیجنگ کمیٹی کیوں گریز کرتی ہے؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بات کچھ اور ہی ہے۔"

حضرت مولانا کی تقریر تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹہ جاری رہی اس کے بعد مولانا نے چند تجاویز پیش کیں جو باتفاق رائے منظور کی گئیں۔

پہلی تجویز

مسلمانوں نے دہلی کا یہ پبلک جلسہ حکومت اور اس کی خود ساختہ کمیٹی کے اس طرز عمل کو جو اس نے احترامِ مساجد اور معاہدہ ۱۸۶۲ء کے پردہ میں جامع مسجد کی آزادی کو سلب کرنے کے متعلق اختیار کیا، مذہبی مداخلت قرار دیتے ہوئے انتہائی نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور حکومت پر اس امر کو واضح کر دینا چاہتا ہے کہ اگر اس نے یا اس کے کسی خود ساختہ کمیٹی نے عمداً کسی ایسے امر کا ارتکاب کیا تو اس کے نتائج کی تمام ذمہ داری حکومت اور اس کی خود ساختہ کمیٹی پر عائد ہوگی۔

دوسری تجویز

دوسری تجویز میں جناب مولانا محمد میاں صاحب ناظم جمعیت علماء مراد آباد کی گرفتاری پر جو گزشتہ جمعہ گرفتار کیے گئے تھے، جناب موصوف کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کیا گیا۔

ڈکٹیٹر ہفتہ جمعیت علماء کی گرفتاری

تیسری تجویز میں مولانا صغیر احمدؒ اور مولانا منت اللہؒ اور نیز ان کے رفقاء کو ان کی گرفتاری پر مبارکباد دی گئی اور جن حضرات کو دہلی سے خارج البلد کیا گیا ہے، ان کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا گیا۔

اس کے بعد حضرت مولانا کی قیادت میں جامع مسجد سے ایک ضروری نکلا جس میں آگے جمعیت علماء ہند کا جھنڈا تھا۔ اس کے پیچھے ایک شاندار موٹر تھا جس پر "مساجد آزاد ہیں اور آزاد رہیں گی" لکھا ہوا تھا۔

اس کے بعد رضا کار جمعیت کا بیج ڈالے ہوئے قطار میں تھے۔ ان کے پیچھے پبلک کا بہت زبردست ہجوم تھا۔ جلوس جامع مسجد سے لال کنواں کی طرف مختلف نعرے لگاتا ہوا روانہ ہوا اور پولیس کی ایک بھاری جمعیت مع سٹی مجسٹریٹ کے جلوس کے ساتھ روانہ ہوئی۔ جس وقت جلوس پہنچا تو سٹی مجسٹریٹ نے حضرت مولانا کو بلایا اور پبلک میں جوش بڑھ گیا۔ اس پر حضرت مولانا نے رضا کاروں اور پبلک کو بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ مجمع فوراً بیٹھ گیا۔ اس کے بعد مولانا نے مجمع کو ہدایت فرمائی کہ مجھے گرفتار ہو جانے دیجئے اور اگر آپ کو مجھ سے محبت ہے تو میرے کام کو جاری رکھئے۔ اس مختصر تقریر کے بعد مجمع میں کچھ سکون ہوا اور حضرت مولانا بخندہ پیشانی پولیس کی لاری میں اللہ اکبر کے نعروں کے درمیان سوار ہو گئے۔ اس کے بعد جلوس فتح پوری روانہ ہو گیا۔ کئی جگہ پولیس نے جلوس منتشر کرنے کی معمولی کوشش بھی کی لیکن جلوس اپنی ترتیب پر مسجد فتح پوری میں پہنچ گیا اور شرکائے جلوس نے جلسہ کیا۔ جس میں پرجوش تقریروں کے بعد حضرت مولانا کی گرفتاری پر ہدیہ تبریک پیش کیا گیا اور جلسہ و جلوس دونوں کو منتشر کر دیا گیا۔ (نامہ نگار)

جمعیت علماء ہند کے آٹھویں ڈکٹیٹر کا تقرر

جمعیت علماء ہند کے ساتویں ڈکٹیٹر حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحبؒ** نے اپنی گرفتاری کے وقت حضرت مولانا الحاج محمد اسماعیل صاحبؒ کو اپنا قائم مقام نامزد کیا۔

ماہنامہ الجمعیۃ

۱۳ستمبر ۱۹۳۲ء

مسلمانانِ لدھیانہ اور تصفیہ حقوق

(لدھیانہ) آج مورخہ ۲۹/ اگست ۱۹۳۲ء کو محلہ حضوری سڑک میں مسلمانانِ ہند کا ایک عظیم الشان پبلک جلسہ منعقد ہوا جس میں مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب**ؒ ڈکٹیٹر جمعیت علماء ہند نے وزیراعظم کے اعلان تصفیہ حقوق پر ایک زبردست تبصرہ فرمایا اور ان تمام فرقوں کی مذمت کی جو اس اعلان کو قابل التفات قرار دے کر فی زمانہ بحث و مباحثہ میں مصروف ہیں۔ خصوصًا ایسے حالات میں جب کہ جنگ آزادی کے تمام ذمہ دار رہنما جیلوں میں بند ہیں۔ آپ نے خاتمہ تقریر پر لوگوں سے جنگ آزادی کو جاری رکھنے کی پرزور اپیل کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ کم سے کم اس تحریک کا خاص فائدہ جو مسلمانوں کو ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ اس تحریک نے تقریبًا عرصہ دس سال سے انگریزی دماغ کو ہندوستان میں مصروف کر دیا ہے۔ جس کی بدولت تمام اسلامی ممالک حکومت برطانیہ کی اندرونی ریشہ دوانیوں سے بالکل محفوظ ہو رہے ہیں اور اپنے اندرونی نقائص دور کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ (ضیاء الحسن لدھیانوی)

ماہنامہ الجمعیۃ

۲۴ ستمبر ۱۹۳۲ء

حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** رہا کر دیے گئے۔

صوبہ دہلی میں داخل نہ ہونے کا نوٹس

(میرٹھ۔ ۱۸ ستمبر) حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب**ؒ ڈکٹیٹر ہفتم جمعیت علماء ہند میرٹھ تشریف لائے۔ حضرت مولانا ۹ ستمبر کو آرڈیننس ڈے کے سلسلے میں ایک اسلامی جلوس کی قیادت کرتے ہوئے دلی سے گرفتار کیے گئے تھے اور دفعہ نمبر ۳ آرڈیننس جدید کے ماتحت دہلی ڈسٹرکٹ جیل میں اسیر تھے لیکن آج صبح ۹ بجے جیل سے آپ کو رہا کر دیا گیا اور پولیس نے اپنی نگرانی میں شاہدرہ پہنچا دیا۔ رچنا برج پر پہنچ کر آرڈیننس جدید کی دفعہ نمبر ۴ کے ماتحت دہلی سے اخراج کا چیف کمشنر دہلی کی جانب سے نوٹس دیا گیا۔

ایک جلسہ کی شرکت کے لئے مولانا آج ہی شام کو دیوبند تشریف لے جا رہے ہیں۔

جمعیت علمائے دیوبند کا عظیم الشان جلسہ

علماء کرام کی زبردست تقریریں اور قراردادوں کی منظوری

(دیوبند۔ ۱۸ ستمبر) منجانب جمعیت علماء دیوبند ایک عظیم الشان جلسہ زیر صدارت مولانا الحاج

محمد اسماعیل صاحب ڈکٹیٹر ہشتم جمعیت علماء ہند جامع مسجد دیوبند میں منعقد ہوا جس میں حسن اتفاق سے مولانا بشیر احمد صاحب کٹھوری ڈکٹیٹر دوم جمعیت علماء ہند، مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی ڈکٹیٹر سوم، مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی** ڈکٹیٹر ہفتم بھی تشریف لے آئے تھے۔ جلسہ میں امیر الہند حضرت مولانا سید حسین احمد صاحبؒ بھی باوجود شدید تکلیف کے موجود تھے۔ ان تمام حضرات نے آزادی ہند، گاندھی جی کے برت اور فرقہ وارانہ اعلان پر زبردست تقاریر کیں اور بتایا کہ گاندھی جی کے برت سے جو خطرناک صورت پیدا ہوگئی اس کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوگی۔ آخر میں مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ نے ایک نہایت پرجوش اور زبردست تقریر کی اور دو تجویزیں بالاتفاق منظور ہوئیں۔

پہلی قرارداد میں اس حقیقت کا اعلان کیا گیا کہ اگر گاندھی جی کے مطالبہ کو پورا کرکے فاقہ کشی کی موت سے بچانے کی کوشش نہیں کی گئی تو یقین ہے کہ اس کا انجام حکومت کے حق میں بھی نہایت درجہ خطرناک ہوگا۔

دوسری تجویز میں مولانا بشیر احمد صاحبؒ ڈکٹیٹر دوم و مولانا **محمد نعیم صاحبؒ** ڈکٹیٹر ہفتم جمعیت علماء ہند کی رہائی پر مبارکباد دی گئی۔

حضرت مولانا حسین احمد صاحبؒ کی صحت کے لیے دعا

امیر الہند حضرت مولانا سید حسین احمد صاحبؒ کے پاؤں کی تکلیف ابھی تک جاری ہے۔ اس لیے قارئین کرام سے استدعا ہے کہ آپ کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

ماہنامہ الجمعیۃ

۱۵ اکتوبر ۱۹۳۲ء

ہندوستان کے طول وعرض میں یوم حج واحترام مساجد

(لدھیانہ) مجلس تحفظ ناموس شریعت جمعیت علماء ہند کے اعلان کے مطابق مسلمانانِ لدھیانہ کا ایک عظیم الشان جلسہ زیر صدارت حضرت مولانا محمد نعیم صاحبؒ مفتی شہر جامع مسجد دو منزلی میں آج بوقت نماز جمعہ منعقد ہوا جس میں صدر موصوف نے مسودہ متعلقہ رپورٹ حج کمیٹی اور ان مساجد واوقاف کے متعلق جو بالواسطہ یا بلاواسطہ حکومت کے قبضہ میں ہیں، ایک زبردست اور مدلل تقریر فرماتے ہوئے ان ممبرانِ اسمبلی کے طرز عمل پر اظہار افسوس کیا جو ان معاملات میں حکومت کے دست راست بنے ہوئے ہیں۔

خاتمہ تقریر پر آپ نے ۳/ قراردادیں پیش فرمائیں جو بالاتفاق منظور ہوئیں۔ لوگوں میں اپنے مذہب کی ہر قسم کی حفاظت اور صیانت کے لئے ہر قسم کی قربانی کا جوش پھیلا ہوا تھا۔ (نامہ نگار)

ماہنامہ الجمعیۃ

۲۸ اگست ۱۹۳۳ء

سرحد کے آزاد قبائل پر بمباری

قونصل جنرل افغانستان کے نام مکتوب

(از جناب مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** رکن مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند)

حکومت افغانستان کا اسلامی فرض

۹ اگست کو میں نے مندرجہ ذیل تحریر کی انگریزی کراکر اخبارات نیز قونصل افغانستان کی خدمت میں شملہ روانہ کرکے ۱۶/ اگست تک جواب کا مطالبہ کیا جس کا جواب ۱۴/ اگست ۱۹۳۳ء کو دفتر قونصل جنرل کی طرف سے موصول ہوا۔ جواب کا حاصل یہ ہے کہ جنرل موصوف جشن استقلال کے لیے افغانستان تشریف لے گئے ہیں۔ جواب میں مذکور تھا کہ جناب کا مکتوب یقیناً جنرل موصوف کی خدمت میں کابل روانہ کردیا گیا ہے اور ان سے جلد جواب کی خواہش کی گئی ہے۔ لیکن ابھی تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ امید ہے کہ دفتر قونصل جنرل کی طرف سے جلد جواب عنایت فرماکر مسلمانان ہند کو مطمئن کیا جائے گا۔ مکتوب حسب ذیل ہے:

ملت ابراہیمی اور دین قیم کے زریں اصول انما المؤمنون اخوۃ کے مطابق تمام دنیا کے مسلمان انسانِ واحد کی طرح ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے تمام مسلمانوں کا رنج وغم آرام وراحت ایک ہے۔ دنیا کے کسی حصہ میں اگر کوئی مسلمان کسی مصیبت میں مبتلا ہے تو بقیہ مسلمانوں کا اپنی اخوّت

اسلامی کی وجہ سے اس تکلیف کو محسوس کرنا ایک قدرتی امر ہے۔ جس سے کوئی ایسا شخص کبھی انکار نہیں کر سکتا جسے اسلامی روایات سے ادنیٰ درجہ کی بھی واقفیت حاصل ہے۔

بناءً علیٰ ہذا حکومت انگریزی کے پراسرار ملنگ اور اس کے ساتھیوں کی حوالگی کے ضمن میں جس کے کرنل لارنس جیسی پراسرار شخصیت نہ ہونے کی کوئی تردیدی وجوہات ہمارے سامنے موجود نہیں ہیں جیسا کہ انگریزی حکومت کے سابقہ سیاسی اعمال سے ظاہر ہے۔

آزاد قبائل پر (جو میننس ٹیریٹری کے نام سے مشہور ہیں۔ جن پر برطانیہ بالواسطہ یا بلاواسطہ آج تک اپنا باقاعدہ نظامِ حکومت قائم کرنے سے قاصر رہی ہے اور ان قبائل نے بھی برطانیہ کو کبھی حکمران حکومت تسلیم نہیں کیا جیسا کہ اس کی ہندوستانی تاریخ سے ظاہر ہے۔) بم برسانے سے جن میں بے شمار بے گناہ عورتیں، بچے اور دیگر افراد شامل ہیں، نہ صرف مسلمانانِ ہند بلکہ مسلمانانِ عالم کا مشتعل ہوجانا بھی ایک قدرتی امر ہے۔ جس کے خطرناک نتائج وعواقب کی تمام ذمہ داری ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے جو اپنے سیاسی اغراض کی خاطر اس قسم کے نامناسب اور ناروا افعال کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ خصوصاً ایسے حالات میں جب کہ حکومت افغانستان نے انگریزی حکومت سے پراسرار ملنگ اور اس کے ساتھیوں کے علاقہ غیر سے موجودہ طریق پر نکالے جانے کا کوئی واضح مطالبہ بھی نہیں کیا۔ اور نہ ہی حکومت افغانستان ایک اسلامی حکومت ہونے کی وجہ سے کسی مسلمان کے متعلق کوئی ایسا مطالبہ کر سکتی ہے جس سے علاقہ غیر کی تمام اسلامی آبادی ایک کافر نصرانی حکومت کے ذریعے بلاامتیاز موافق ومخالف بمباری سے نیست ونابود کردی جائے۔ خصوصاً ایسے حالات میں جب کہ وہ اسلامی آبادی حکومت افغانستان کی انگریزی حکومت کے مقابلہ میں قرنہا قرن سے وفادار ثابت ہوچکی ہو اور اس کی حفاظت وصیانت نیز ایک کافر حکومت کی مدافعت میں سد سکندری کا کام دیتی ہو۔

ایسے حالات میں حکومت افغانستان کا کوئی مخالف اگر ان قبائل میں موجود ہے تو حکومت افغانستان اپنے اثر ورسوخ اور قوت وطاقت نیز اخوّتِ اسلامی سے کام لے کر نہایت آسانی سے اسے

گرفتار کر سکتی ہے اور انہی قبائل کی معرفت اسے گولی کا نشانہ بھی بنا سکتی ہے، لیکن اس کے باوجود انگریزی حکومت کا محض انہی تین شخصوں کی گرفتاری اور قبیلہ حلیم زئی کی نام نہاد امداد کے پردے میں جنہوں نے بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے کبھی بھی آج تک انگریزی حکومت کو اپنی حکومت تسلیم نہیں کیا، ہر قسم کے جنگی سازوسامان کا سرحد حکومت افغانستان تک پہنچا دینا اور کئی روز کی متواتر بمباری کے باوجود کسی مخالف قبیلے کا کوئی جواب نہ دینا اور کسی جان کا نقصان بھی نہ ہونا، اس کے باوجود ہندوستانی خزانے کو تباہ و برباد کیے جانا کسی نہایت اہم اور خطرناک خفیہ مہم کو ظاہر کرتا ہے جو آزاد قبائل کی اسلامی آبادی کی تباہی کے پردہ میں ظہور میں آنے والی ہے۔

ان خیالات کے پیش نظر اب قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حکومت افغانستان ان حالات سے بے خبر ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تو کیا بحیثیت ایک اسلامی حکومت ہونے کے وہ ان مسلمانوں کی موجودہ تباہی کو پسند کرتی ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تو اس نے اس کا کیا تدارک کیا؟

اگر اس قسم کے معاملات میں وہ کسی اندرونی معاہدہ کی بنا پر مداخلت کرنے سے معذور ہے تو مسلمانانِ افغانستان کے لیے خصوصاً اور مسلمانان عالم کے لیے عموماً وہ اپنی معذوری اور مجبوری کو ظاہر کرے تاکہ وہ بدگمانی جو اس کی کفر دوستی اور اسلام دشمنی کے متعلق ظاہر کی جا رہی ہے دور ہو جائے۔ ورنہ مسلمانانِ عالم یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ حکومت افغانستان نہ صرف مسلمانانِ سرحد بلکہ مسلمانانِ عالم کی تباہی میں انگریز قوم کے شریک حال ہے جس کے عواقب و نتائج کی تمام ذمہ داریاں حکومت افغانستان پر عائد ہوں گی۔ مسلمانانِ افغانستان نیز مسلمانانِ عالم اس کے ہرگز جواب دہ نہ ہوں گے بلکہ انہیں مجبوراً اپنی حفاظت و صیانت کے لیے کوئی اور راستہ اختیار کرنا پڑے گا اور لازمی طور پر تمام مسلمانوں کی ہمدردی ہر اس شخص یا قوم یا جماعت کے ساتھ وابستہ ہوگی جو مسلمانانِ سرحد کو اس جبر و تشدد اور مسلمانانِ افغانستان کو اس معذوری و مجبوری سے نجات دلانے کا

موجب ثابت ہوگی۔

کیا سفیر افغانستان محوّلہ بالا امور پر غور فرما کر اپنی حکومت کی طرف سے کوئی بیان دے کر مسلمانان عالم کو مطمئن کرنے کی کوشش فرمائیں گے ؟ اسی اخوّتِ اسلامیہ کے زریں اصول کے مطابق کیا ہندوستان کی تمام اسلامی جماعتیں مسلمانوں کی تباہی ہی میں اپنی کامیابی کو مضمر سمجھتی ہیں ؟ جیسا کہ ان کی خاموشی سے ظاہر ہے۔ کیا نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کی روح آپ سے مذکورہ بالا زریں اصول کے ماتحت اپنے بے کس و بے بس مجاہدین سرحد کی امداد و اعانت کا پرزور مطالبہ نہیں کر رہی ؟ کیا مقامِ تکلم میں اس بے معنی سکوت کے باوجود آپ کو مسلمانانِ ہند کی رہنمائی میں دعویدار بننے کا کوئی حق باقی رہتا ہے ؟

کیا مسلمانانِ ہند اس قدر بے حس ہو چکے ہیں کہ آپ کی اس ناقابل معاف خاموشی کے باوجود آپ کو اپنا رہنما تسلیم کر لیں گے ؟ اگر ایسا ہی ہے تو پھر امّت مرحومہ کا خدا ہی حافظ و ناصر ہے۔ وہ پردۂ غیب سے خود اپنے بندوں کی ضرور امداد فرمائے گا اور اس امتحان سے منافقوں کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دے گا۔

آخر میں ہم جمعیت علماء ہند کے ناظم صاحب سے یہ پرزور درخواست کرتے ہیں کہ جس طرح آپ نے اپنی سابقہ روش کے مطابق آٹھ کروڑ مسلمانانِ ہند کے دلی جذبات سے دنیائے اسلام میں سب سے پہلے حکومت وقت کو اس کے جبر و تشدد سے آگاہ فرما کر اپنا نیز اپنی جماعت کا اسلامی فرض ادا فرمایا ہے اسی طرح بہت جلد مجلس عاملہ کا ایک ضروری اجلاس طلب فرما کر مسلمانانِ سرحد نیز دیگر ملکی معاملات میں نہ صرف مسلمانانِ ہند بلکہ تمام باشندگانِ ہند کو اپنے اور اپنی جماعت کے ارادوں سے مطلع فرما کر ان کی رہنمائی فرمائیں۔

جن لوگوں نے اس خطرہ کو محسوس فرما کر باشندگانِ سرحد سے اپنی ہمدردی کا اظہار کیا ہے جن میں مدراس کونسل کے معزز ارکان اور پنجاب کے علامہ سر اقبال و مولانا ظفر علی خان و دیگر جرائد

ہند شامل ہیں، ہر حالت میں شکریہ کے مستحق ہیں کیونکہ انہوں نے بروقت اپنے انسانی اور اسلامی فرض کے احساس کا سب سے پہلے ثبوت پیش کیا ہے۔

جامع مسجد میں مسلمانوں کا عام جلسہ

مولانا مفتی محمد نعیم صاحب ڈکٹیٹر ہفتم کی گرفتاری

جمعیت علماء ہند کی قیادت میں جلوس کا گشت

(دہلی ۱۰ستمبر) کل چونکہ آرڈیننس بھی تھا اور اس کے ساتھ ساتھ یوم احترامِ مساجد بھی تھا اس لئے دہلی کے مسلمانوں میں ایک خاص جوش نظر آتا تھا اور جامع مسجد میں بھی نمازیوں کی تعداد بہت زائد تھی۔

بعد نمازِ جمعہ جمعیت علماء ہند کے زیر اہتمام جامع مسجد میں ایک جلسہ عام منعقد کیا گیا۔ تلاوتِ قرآن مجید کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ ڈکٹیٹر ہفتم جمعیت علماء ہند دہلی جو باوجود پولیس کی سخت نگرانی کے دہلی پہنچ گئے تھے، صدر منتخب کیے گئے۔

چند پر جوش نظموں کے بعد حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ نے واقعات حاضرہ پر ایک نہایت مفصّل و مبسوط تقریر ارشاد فرمائی۔ وزیر اعظم کے فرقہ وارانہ اعلان اور مسلم کانفرنس کے طرز عمل کو بالوضاحت بیان فرمایا۔ احترامِ مساجد کے متعلق شرعی نکات بیان فرمائے اور چیف کمشنر کی چھٹی و نیز جامع مسجد کی مینجنگ کمیٹی پر تبصرہ فرماتے ہوئے مولانا نے فرمایا کہ جب چیف کمشنر نے اپنے بیان میں یہ ظاہر کر دیا ہے کہ جامع مسجد کمیٹی سے یہ دریافت کیا گیا تھا کہ حکومت اس کو ایسی کیا امداد دے سکتی ہے جس سے وہ ان سیاسی جلسوں کو جامع مسجد میں ہونے سے روکے جن کی وجہ سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات مجروح ہوتے ہیں وغیرہ وغیرہ، تو اب وہ چٹھی پرائیویٹ کب رہی؟ اور بالخصوص جبکہ جلسہ شوریٰ بھی اس چٹھی کی بنا پر طلب کیا گیا تو پھر چٹھی شائع کرنے سے مینیجنگ کمیٹی کیوں گریز

کرتی ہے؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بات کچھ اور ہی ہے۔ حضرت مولانا کی تقریر تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹہ جاری رہی اس کے بعد مولانا نے چند تجاویز پیش کیں جو باتفاق رائے منظور کی گئیں۔

پہلی تجویز مسلمانوں نے دہلی کا یہ پبلک جلسہ حکومت اور اس کی خود ساختہ کمیٹی کے اس طرز عمل کو جو اس نے احترامِ مساجد اور معاہدہ ۱۸۶۲ء کے پردہ میں جامع مسجد کی آزادی کو سلب کرنے کے متعلق اختیار کیا، مذہبی مداخلت قرار دیتے ہوئے انتہائی نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور حکومت پر اس امر کو واضح کر دینا چاہتا ہے کہ اگر اس نے یا اس کی کسی خود ساختہ کمیٹی نے عمداً کسی ایسے امر کا ارتکاب کیا تو اس کے نتائج کی تمام ذمہ داری حکومت اور اس کی خود ساختہ کمیٹی پر عائد ہوگی۔

دوسری تجویز میں جناب مولانا محمد میاں صاحب ناظم جمعیت علماء مراد آباد کی گرفتاری پر جو گزشتہ جمعہ گرفتار کیے گئے تھے جناب موصوف کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کیا گیا۔

ڈکٹیٹر ہفتہ جمعیت علماء کی گرفتاری

تیسری تجویز میں مولانا صغیر احمد اور مولانا منّت اللہ اور نیز ان کے رفقاء کو ان کی گرفتاری پر مبارکباد دی گئی اور جن حضرات کو دہلی سے خارج البلد کیا گیا ہے، ان کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا گیا۔

اس کے بعد حضرت مولانا کی قیادت میں جامع مسجد سے ایک جلوس نکلا جس میں آگے جمعیت علماء ہند کا جھنڈا تھا، اس کے پیچھے ایک شاندار موٹر تھا جس پر "مساجد آزاد ہیں اور آزاد رہیں گی" لکھا ہوا تھا۔

اس کے بعد رضا کار جمعیت کا بیج ڈالے ہوئے قطار میں تھے۔ ان کے پیچھے پبلک کا بہت زبردست ہجوم تھا۔ جلوس جامع مسجد سے لال کنواں کی طرف مختلف نعرے لگاتا ہوا روانہ ہوا اور پولیس کی ایک بھاری جمعیت مع سٹی مجسٹریٹ کے جلوس کے ساتھ روانہ ہوئی۔ جس وقت جلوس پہنچا تو سٹی مجسٹریٹ نے حضرت مولانا کو بلایا اور پبلک میں جوش بڑھ گیا۔ اس پر حضرت مولانا نے رضا کاروں اور پبلک کو بیٹھ جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ مجمع فوراً بیٹھ گیا۔ اس کے بعد مولانا نے مجمع کو

ہدایت فرمائی کہ مجھے گرفتار ہو جانے دیجئے۔ اور اگر آپ کو مجھ سے محبت ہے تو میرے کام کو جاری رکھیے۔ اس مختصر تقریر کے بعد مجمع میں کچھ سکون ہوا اور حضرت مولانا بخندہ پیشانی پولیس کی لاری میں اللہ اکبر کے نعروں کے درمیان سوار ہوگئے۔ اس کے بعد جلوس فتح پوری روانہ ہوگیا۔ کئی جگہ پولیس نے جلوس منتشر کرنے کی معمولی کوشش بھی کی لیکن جلوس اپنی ترتیب پر مسجد فتح پوری میں پہنچ گیا اور شرکائے جلوس نے جلسہ کیا جس میں پرجوش تقریروں کے بعد حضرت مولانا کی گرفتاری پر ہدیہ تبریک پیش کیا گیا اور جلسہ و جلوس دونوں کو منتشر کر دیا گیا۔ (نامہ نگار)

ماہنامہ الجمعیۃ دہلی

۹ دسمبر ۱۹۳۳ء

مولانا احمد سعید اور پنڈت جواہر لال نہرو کا زلزلہ انگیز اعلان

حکومت پرستوں اور فرقہ پروروں کی صفوں میں کھلبلی

مولانا مفتی محمد نعیم صاحب کی اہم تصریحات

کچھ عرصہ ہوا کہ مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیت علماء ہند نے مسلم کانفرنس کی حکومت نواز پالیسی کے خلاف بلا خوف لومۃ لائم جو اہل حق کا ہمیشہ سے طغرائے امتیاز رہا ہے ایک زبردست حریت آموز اور حقیقت افروز بیان اخبارات میں شائع فرمایا تھا جس نے حکومت کے کاسہ لیسانِ ازلی ولابہ گرانِ سرمدی کے جذبہ قوم پرستی کو بالکل بے نقاب کر دیا۔ چند حکومت پرست اخبارات کے علاوہ ہندوستان کے تمام قوم پرست اخبارات نے بلا اختلاف مذہب وملت ناظم صاحب موصوف کے بیان کی تائید میں مقالات لکھے اور مولانا کی غیر جانبدارانہ روش کو ہر حیثیت سے قابل تحسین قرار دیا بلکہ موصوف کی اس جرأت نے بہتیرے مخالفین جمعیت کو محوِ حیرت بنا دیا۔

اسی قسم کا جب ایک اعلان جواں بخت نوجوان پنڈت جواہر لال نہرو کی طرف سے مسلم کانفرنس کی بڑی بہن ہندو مہاسبھا کے خلاف شائع ہوتا ہے تو تمام قدامت پسند اور اوہام پرست ہندو پریس اس نوجوان کی کامل مخالفت پر قلمی اور زبانی جہاد کے لئے میدانِ کارزار میں اتر آتا ہے۔ اس اعلان سے پہلے جو جواں بخت نوجوان ہندوستان کا بہترین دل ودماغ قرار دیا جاتا تھا، جس کی جرأت و

دلیری اور ایثار و قربانی پر مقالات لکھے جاتے تھے جس کو نہ صرف ہندو قوم بلکہ تمام باشندگانِ ہند کا نجات دہندہ مانا جاتا تھا، جس کی قوت و طاقت نیز اثر و رسوخ کے پردہ میں ایوانِ حکومت کو اپنی ذاتی ہر جائز و ناجائز خواہشات پورا کرنے کے لیے مرعوب کیا جاتا تھا، جس کی ملاقات کے لیے گاندھی جی اور مالوی جی ہر وقت آرزومند رہتے تھے، جس کے جذبہ حریّت نے ۳۱ دسمبر ۱۹۳۰ء کو لاہور میں راوی کے کنارے علم آزادی بلند کر کے تاریخ ہند میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا تھا جو باشندگان ہند کے لیے بالعموم اور برادرانِ وطن کے لیے بالخصوص صد فخر و امتنان کا موجب تھا۔

افسوس آج وہی جواں بخت نوجوان نومبر ۱۹۲۹ء میں جب کہ ملک و ملت کو اختیار کی دستبرد سے بچانے کے لیے بنارس یونیورسٹی میں ہزاروں جوانوں کے سامنے ہندو قوم کے ایک واجب الا احترام اور قابل اعتماد ۷۰ سالہ بزرگ کی زیر صدارت اپنی قوم کی ان خوفناک سازشوں کا پردہ چاک کرتا ہے جو اب تک ہندو قوم کو بالخصوص اور دیگر اقوامِ ہند کو بالعموم قعرِ مذلّت میں گرا کر دائمی غلامی کا موجب ثابت ہو رہی ہیں تو ہندوستان کا وہ قدامت پسند اور اوہام پرست طبقہ جن کا وجود ہی دائمی غلامی کے خمیر سے کتمِ عدم سے منصۂ شہود پر آیا ہے، اپنے ہر قسم کے تحکمانہ اور بزدلانہ حملوں سے اس جواں بخت نوجوان کو مرعوب کر کے شکست دینے کے لئے میدان کارزار میں اتر آیا ہے۔

لیکن دوسری طرف ہندوستان کے نوجوان طبقہ نے دراصل جس کے کندھوں پر ہندوستان کے مستقبل کا دارومدار ہے، جواں بخت نوجوان کی ہر ممکن اور جائز امداد کا ملک و ملت کو آزاد کرانے کے لیے عزم بالجزم کر لیا ہے۔ نیز بلا اختلافِ مذہب و ملت نوجوانانِ ہند کو اس امر کا پورا احساس ہو چکا ہے کہ ہماری کامیابی میں تاخیر کا موجب اگر کوئی امر قرار دیا جا سکتا ہے تو وہ ان اغراض پرستوں اور سرکار پرستوں کی حکومت نواز پالیسی ہے جو ہمیشہ ہماری خیر خواہی کے پردے میں ہماری تباہی کا باعث ہوئی ہے۔ یہی وہ جماعت ہے جو قومیت اور مذہبیت کا نہایت مبارک جامہ پہن کر ایک غیر ملکی حکومت کے قیام اور بقا ہی میں اپنی نجات یقین کرتی ہے۔

ناظم جمعیت العلماء حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ مسلمانانِ ہند میں سب سے پہلے وہ حساس مرد میدان ہیں جنہیں اس پردے کے چاک کرنے کا سب سے پہلے احساس ہوا۔ اس کے بعد وہ جوان بخت نوجوان پنڈت جواہر لال جو نوجوانوں کے محبوب ترین قومی رہنما ہیں جنہیں ہندو مہاسبھا کی ان خطرناک سازشوں کو بے نقاب کرنے کا موقع ملا جو ہندوستان کو ہمیشہ کے لیے قعر مذلت میں ڈال کر تباہ کرنے والی ہیں۔

ہم خداوند لایزال سے دست بدعا ہیں کہ وہ نوجوانانِ نے ہند کو استقامت اور استقلال دے جو انہیں اس غلامی کی لعنت سے نکال کر دنیا کی ان قوموں میں کھڑا ہونے کے قابل بنادے۔ قدامت پسند اور اوہام پرست باشندگان ہند کی آہ و بکا انہیں جادہ حق سے گمراہی کی طرف لے جانے کا باعث نہ بن جائے۔

مجھے کامل امید ہے کہ اگر ہندوستان کی دونوں قومیں نہایت ٹھنڈے دل سے غور کریں گی اور اپنی اپنی غلطیوں پر مطلع ہو کر صراطِ مستقیم کی طرف آنے کی کوشش کریں گی تو آزادی کی منزل نہایت قریب ہے اور ہندوستان کا وہ لاینحل مسئلہ ہندو مسلم اتحاد نہایت آسان طریق پر حل ہو سکتا ہے۔

مسلم کانفرنس اور ہندو مہاسبھا نیز دیگر وہ معزز حضرات جو مولانا احمد سعید صاحبؒ اور پنڈت جواہر لعل نہرو کے عائد کردہ الزامات کو غلط خیال کرتے ہیں، بزعم خود وہ بھی پکے اور سچے قوم پرست ہیں، مولانا احمد سعیدؒ اور پنڈت جواہر لال نہرو کی طرح متحدہ قومیت کے حامی ہیں تو انہیں تمام فرقہ وارانہ اقدامات کا فوراً خاتمہ کر کے متحدہ ہندوستان کا سنگ بنیاد رکھ دینا چاہیے۔ جسے پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ہمارے پنڈت مدن موہن مالوی سخت دکھ اور تکلیف محسوس فرما رہے ہیں۔

(محمد نعیم)

ماہنامہ الجمعیۃ

۱۴ دسمبر ۱۹۳۴ء

حصول آزادی کے لئے مسلمان اپنی مساعی جاری رکھیں

حجاز مقدس کو جاتے ہوئے **مفتی محمد نعیم صاحب** کا پیغام

آج مورخہ ۳ دسمبر ۱۹۳۴ میں ایک مذہبی فرض کی ادائیگی نیز مقامات مقدسہ کی زیارت اور سیاحت بلادِ اسلامیہ کے لئے وطن پیدائش ہندوستان کو چھوڑ کر اوطانِ مالوفہ کی طرف جارہا ہوں۔ اپنے وطن پیدائش کو چھوڑتے وقت اہل ملک بالخصوص برادری اسلام کو میں یہ آخری پیغام دینا چاہتا ہوں کہ آزادی ملک اور اس کی سعی چونکہ اس کے فرض انسانیت سے ہے اس لیے ہر ہندی کا یہ انسانی فرض ہے کہ بلا اختلاف مذہب وملت ہر اس چیز کو جسے وہ اس مقصد عظیم کے حاصل کرنے کے لئے قربان کر سکتا ہے، اسے قربان کرتے ہوئے اپنی انسانیت کا ثبوت دے اور اس راستہ کی ہر تکلیف کو خدا کی رحمت قرار دے۔ پوری ہمت و استقلال سے اس کا مردانہ وار مقابلہ کرے جس کا بہترین طریق کار موجودہ حالات میں کانگریس کے طریقہ کار کی عملی حمایت ہے۔

کانگریس نے اہل ملک اور تمام متمدن اقوامِ عالم پر اس امر کو بالکل واضح کر دیا ہے کہ ہندوستان کی رائے عامہ کا جہاں تک تعلق ہے کانگریس اس میں حکومت کے مقابلہ میں ہر طرح کامیاب ہے۔ جیسا کہ پارلیمنٹری بورڈ کی الیکشنوں میں شاندار کامیابی سے ظاہر ہے۔ وہ وقت بہت قریب ہے جب کہ نئی اسمبلی کے پریذیڈنٹ کا انتخاب عمل میں آئے گا حکومت اور کانگریس اپنی اپنی

قوت وطاقت کا مظاہرہ کرنے کے لئے میدان میں دوسری مرتبہ قدم رکھے گی۔

تیسرا پردہ اس وقت چاک ہو جائے گا جب کانگریس اپنے مرتب کردہ پروگرام کو عمل میں لائے گی جس سے پبلک اور ممبرانِ اسمبلی دونوں لطف اندوز ہوں گے۔ حکومت کے لیے وہ وقت نہایت نازک ہوگا جبکہ اس کے سابقہ اعمال کو ممبرانِ اسمبلی تمام دنیا پر بے نقاب کردیں گے۔

(محمد نعیم لدھیانوی رکن مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند)

ماہنامہ الجمعیۃ

۱۳ مئی ۱۹۳۵ء

داخلہ مصر و فلسطین کی اجازت نہیں ملی۔

ہندوستانی حجاج کے ساتھ انگریزی حکومت کا ظلم۔

کوہ طور سے مولانا مفتی محمد نعیم صاحب کا مکتوب گرامی

الحمدللہ احکامِ حج سے فارغ ہوکر چند روز مکہ معظّمہ میں قیام کرکے جدہ آیا اور جدہ میں داخلہ مصر اور فلسطین کے لیے بے حد کوشش کی لیکن اجازت نہ ملی۔ آخر صرف مرور کی اجازت پر براستہ سویز مقام لد جو کہ فلسطین کا پہلا شہر ہے اور بیت المقدس سے قریب تر مقام ہے، کا ٹکٹ تقریباً ۸ روپے میں حاصل کیا اور مؤرخہ ۱۸ اپریل ۱۹۳۵ء دن کے بارہ بجے طائف جہاز پر جو کہ انگریز خدیو کمپنی کا جہاز ہے، سوار ہوکر آج کوہِ طور پر جہاں موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالی سے ہم کلام ہوئے تھے، پہنچا۔ مصری حکومت کی طرف سے یہاں قرنطینہ ہے۔ تین روز یہاں قیام کرنا پڑتا ہے۔ سمندر کے تموج کی وجہ سے اکثر حجاج جہاز میں دورانِ سر میں مبتلا ہوگئے۔ بحمدللہ میں اس مرض سے محفوظ رہا۔ کسی قدر ضعف ضرور ہوا۔

قرنطینہ سمندر کے کنارے میں ایک کھلا میدان ہے۔ بارگیں بنی ہوئی ہیں۔ تمام حجاج کو ایک احاطہ میں جو کہ بہت بڑا ہے اور جیل کی مانند ہے، تین روز تک رکھا جاتا ہے۔ آج ہمارا پہلا یوم ہے۔ ان شاءاللہ اتوار کی صبح یہاں سے سویز کو روانہ ہوجائیں گے۔ سویز پہنچ کر داخلہ مصر کی کوشش

کروں گا۔ اگر کسی طرح ممکن نہ ہوا تو ان شاءاللہ قدس پہنچ کر قدس کے قیام اور داخلہ مصر کی اجازت بہت ممکن ہے مل جائے گی۔ ورنہ دمشق کو روانہ ہو جاؤں گا۔ وہاں سے بیروت اور بیروت سے پھر واپس دمشق ہو کر عراق کی طرف روانہ ہوں گا۔ ان شاءاللہ ہر مقام سے روانگی کی اطلاع دیتا رہوں گا۔ اگر آپ خط لکھنا چاہیں تو بیت المقدس زاویہ ہندیہ معرفت شیخ ناظر حسن مہتمم زاویہ ہندیہ کی معرفت روانہ کر سکتے ہیں۔ اگر مصر کی اجازت مل گئی تو قدس میں مجھے خط مل جائے گا، اگر خدانخواستہ نہ ملی تو جہاں پر میں جاؤں گا وہاں کا پتہ شیخ زاویہ لکھادوں گا۔

یہ امر نہایت تعجب خیز ہے کہ انگریزی حکومت کے علاوہ ہر حکومت ہمارے داخلہ کو بنظر استحسان دیکھتی ہے۔ جہاں انگریزی حکومت ہے یا اس کا کامل اثر موجود ہے وہاں ہمارا داخلہ ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔ حالانکہ انگریزی رعایا ہونے کی وجہ سے ہمارا حق اور لوگوں پر فائق ہے۔ نہ معلوم ہندوستان سے پاسپورٹ جاری کرنے کے بعد اس تشدد کا کیا مطلب ہے۔ "امور سلطنت خویش خسرواں دانند" کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

سلطان ابن سعود پر عین طواف کی حالت میں ۱۰ ذی الحجہ کو صبح کے وقت چند یمنیوں کی طرف سے حملہ ہوا۔ اس ذلیل حرکت کے خلاف احتجاج بلند کرنے کے لئے جملہ اقوام عالم میں سے اہل ہند نے ایک جلسہ منعقد کیا جس میں اس فعل شنیع کے خلاف میں نے قرارداد پیش کی اور مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند کی تائید نیز دیگر حضرات مثل حسرت موہانی، آزاد سبحانی وغیرہ کی تائید سے قرارداد پاس ہوئی۔ نیز یہ بھی تجویز ہوا کہ ایک وفد یہ قرارداد لے کر سلطان مدّ ظلہٗ کی خدمت میں جائے اور دیگر مطالبات متعلقہ حج بھی پیش کرے۔ چنانچہ دس ہزار حجاج ہند کے نمائندہ اجتماع نے تقریباً ۱۹ آدمیوں کا انتخاب کیا۔ روانگی سے قبل مولوی اسماعیل وغیرہ کے مشورہ سے چند مطالبات میری قیام گاہ پر مرتب کئے گئے۔

چنانچہ یہ وفد وقت مقررہ پر سرکاری موٹروں پر اول مالیہ اس کے بعد سلطان کی خدمت

میں حاضر ہوا۔ وزیر مالیہ کی خدمت میں تمام مطالبات وفد کی طرف سے میں نے پیش کیے جن کی منظوری کا پورا وعدہ کیا گیا۔ اس کے بعد سلطان کی خدمت میں مولوی طیب صاحبؒ نے جلسہ سابق کی کارروائی عربی میں لکھی ہوئی پڑھ کر سنائی اور میں نے وفد کی طرف سے تبلیغ کے متعلق عربی زبان میں ایک تجویز پیش کی جس کی تفصیل مولوی اسماعیل غزنویؒ نے فرمائی، جس پر غور کرنے کا سلطان نے حتمی وعدہ فرمایا۔ یہ ملاقات تقریباً دو گھنٹے تک جاری رہی۔ ملاقات سے تیسرے روز سلطان کی طرف سے ہر شخص کو ایک مشلہ (عباء) بطور ہدیہ دیا گیا اور جملہ اشخاص کو جن میں یہ خاکسار بھی شامل ہے تقریباً دو دو سو روپے کی مطبوعہ کتابیں بطور ہدیہ ملیں۔

ماہنامہ الجمعیۃ

۲ جون ۱۹۳۵ء

حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب**ؒ کی حج بیت اللہ و سیاحت بلاد اسلامیہ سے مراجعت

لدھیانہ میں شاندار استقبال اور بصیرت افروز تقریر

بتاریخ ۱۹ مئی حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** ؒ حج بیت اللہ و سیاحت بلاد اسلامیہ کی فراغت کے بعد پھلوار پہنچے۔ لدھیانہ کے صدہا احباب نے مئی کی شدّتِ حرارت کو برداشت کرتے ہوئے پھلوار اسٹیشن پر عقیدت کے پھول پیش کیے۔ وہاں سے موٹروں کے ذریعے لدھیانہ وارد ہوئے اور بعد نماز عصر شاہی مسجد سے ایک عظیم الشان جلوس مرتب ہوکر شہر کے مختلف بازاروں ومحلوں سے ہوتا ہوا شیخوپورہ روڈ پر آکر اختتام پذیر ہوا۔ چوڑے بازار میں مہاشہ گھسیٹارام صاحب نے ہنود کی طرف سے ہدیہ تہنیت پیش کیا جس کے جواب میں مولانا الحاج نے حج بیت اللہ کی اہمیت و بلاد اسلامیہ کے تاثرات بیان فرماتے ہوئے ایمان افروز و باطل شکن تقریر فرمائی۔

دورانِ تقریر میں آپ نے فرمایا کہ ہندوستان کی موجودہ خطرناک روِش یعنی اپنی ضروریات اپنے اندر سے پیدا کرنا یورپ کے لئے سم قاتل ہے۔ ان ہی وجوہات کی بنا پر ہندوستان نہ صرف غلام بلکہ ان ممالک سے جہاں اندرونی آزادی حاصل ہے صف اول میں جلوہ گر ہے اگر چند سال تک اہالیانِ ہند نہایت شدومد کے ساتھ اس پر عمل پیرا رہے تو وہ دن دور نہیں کہ برطانیہ بصد منت وسماجت ہندوستان چھوڑنے کے لیے تیار ہوجائے۔ اس کے بعد پنڈت منی لال صاحب کالیہ نے

مولانا کے داخلہ مصر کی ممانعت و سیاحت بلاد اسلامیہ کی قیودات کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے ایک ریزولیوشن پیش کیا جو باتفاق آراء منظور ہوا۔

اہالیانِ لدھیانہ کا یہ عظیم الشان اجتماع گورنمنٹ کے اس طرز عمل کی پرزور مذمت کرتا ہے کہ اس نے مولانا الحاج **مفتی محمد نعیم صاحبؒ** کو مصر و فلسطین وغیرہ کا پروانہ راہداری ادا کرنے کے باوجود داخلہ مصر ممنوع قرار دیا۔

محرک: منی لال کالیہ

مؤید: سردار گربخش سنگھ صاحب

ماہنامہ الجمعیۃ

یکم اپریل ۱۹۳۷ء

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ کا حقیقت افروز بیان

لدھیانہ میں یکم اپریل کو آئین جدید کے خلاف مکمل ہڑتال

برادرانِ اسلام!

تقریباً عرصہ ڈیڑھ سو سال سے ہندوستان میں باشندگان ہند کی مرضی کے خلاف ایک بدیشی حکومت قائم تھی۔ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی ۵۰ سالہ جدوجہد نے بتدریج یکم اپریل ۱۹۳۷ء کو اسے ناقابل عمل قرار دے دیا۔ اندریں حالات انگریزی حکومت نے اور کوئی چارہ کار نہ دیکھتے ہوئے فوراً ایک نئے نظامِ حکومت کو ترتیب دے کر یکم اپریل کو ہندوستان سے تجدید عہد کا مطالبہ کیا ہے جسے ملک کی نمایاں اکثریت نے نہایت جرأت کے ساتھ ٹھکرا کر اپنی ملکی و ملی غیرت کا کامل ثبوت دیا۔

چونکہ مسلم انڈیا قطعاً کسی ایسے قبول قانون کو قبول نہ کر سکتا تھا جو اس کے مذہب کے خلاف مرتب کیا گیا ہو نیز جس میں اس کے پرسنل لاء کی حفاظت کی کوئی ضمانت موجود نہ ہو، اس کی اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کر دیا گیا ہو یا اقلیت کو کنارہ پر پہنچا دیا گیا ہو، اس کے ہم مذہب اور ہم قوم ہمسایوں کی حفاظت کا کوئی سامان موجود نہ ہو، اس کی ہر قسم کی ترقی اور آزادی کو ایک انگریز کے پنجے میں جکڑ دیا گیا ہو۔ وہ اہل وطن کی بھوک، پیاس سے اور دیگر ضروریاتِ زندگی کا سامان مہیا کرنے سے قاصر ہو، اس کی بجائے ہر وقت نقص امن کا اندیشہ رہتا ہو اور ملک کو اپنی آمدنی، اپنی فوج اور اپنی

تجارت پر کوئی اختیار نہ ہو۔

اس لئے مسلم انڈیا نے جمعیت علماء ہند کے اعلان کے مطابق نئے قانون سے اپنی کامل بیزاری ظاہر کرکے تجدید عہد کا انکار کر دیا جو کہ مسلم انڈیا کا ایک مذہبی فریضہ تھا ملک کا ایک حکومت پرست طبقہ جسے عام مسلمانوں کی کسی جماعت کی بھی نمائندگی کا حق حاصل نہیں ہے، مسلمانان ہند کے خلاف نہایت غلط پروپیگنڈا کر رہا ہے جس کا اسلام دشمنی اور انگریز دوستی کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ اہل اسلام ان کی غلط فہمیوں کا قطعاً شکار نہ ہو سکیں، بلکہ آزادی ہند کی جدوجہد میں کسی دوسری قوم سے پیچھے نہ رہیں گے اور کثرت سے کانگریس میں شامل ہو کر آزادی ہند کو قریب تر لانے کی پوری کوشش کریں گے۔

بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ
صدر کانگریس کمیٹی لودھیانہ
رکن مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند

یکم اپریل ۱۹۳۷ء کو شہر میں مکمل ہڑتال ہوئی۔ مسلمانوں نے نئے آئین کا جنازہ نکالا جس کے جلوس میں ہزارہا ہندو مسلمان شریک ہوئے۔ منڈی قصر گنج میں **مفتی محمد نعیم صاحبؒ** صدر کانگریس اور رکن مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند کی زیر صدارت ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں صدارت کی طرف سے دہلی کنونشن کا پاس کردہ ریزولیوشن نئے آئین کے خلاف پڑھا گیا جو کہ بالاتفاق پاس ہوا۔ مولانا حبیب الرحمن صاحبؒ صدر احرار نے بھی کانگریس اسٹیج پر نئے آئین کے خلاف اور مخلوط انتخاب کے حق میں تقریر کی جو کہ جذبات سے لبریز تھی۔

میونسپل کمیٹی لودھیانہ کے منتخب ممبران نے جن میں زیادہ تعداد مسلمان ممبروں کی ہے۔ صرف تین سرکاری ممبروں کی مخالفت اور ۱۶ منتخب کی موافقت سے نئے آئین کے خلاف یکم اپریل کو

کمیٹی کے دفاتر اور اسکول بند کرنے کا ریزولیوشن بھی پاس کر دیا تھا جسے بابا لانک سنگھ صاحب ڈپٹی کمشنر نے یہ لکھ کر مسترد فرما دیا ہے کہ اس سے نقص امن کا خطرہ ہے۔ فہمیدہ طبقہ میں اس پر تعجب کیا جا رہا ہے کہ سردار صاحب کو دفتر کمیٹی میں نقص امن کا خطرہ ہے یا شہر میں؟ لیکن ابھی تک یہ معمہ حل نہیں ہوا۔ اندریں حالات ان نامہ نگاروں کو شرم کرنی چاہیے کہ جو یہ سمجھتے ہیں کہ لودھیانہ کے مسلمان ہڑتال میں شریک نہیں ہوئے۔ (نامہ نگار)

ماہنامہ الجمعیۃ

یکم اکتوبر ۱۹۳۷ء

مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** کی گرفتاری نے علمی طبقوں کو مضطرب کر دیا ہے۔

سر سکندر حیات خان وزیر اعظم پنجاب کو انتباہ

حضرت مولانا احمد سعید صاحب ناظم جمعیت علماء ہند کا بیان

صوبہ پنجاب سے قومی کارکنوں کی گرفتاری کے متعلق جو اطلاعات موصول ہو رہی ہیں وہ سخت افسوس ناک ہیں۔ بالخصوص مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** رکن مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند کی گرفتاری نے ملک کے علمی طبقوں کو مضطرب کر دیا ہے اور یہ ثابت ہو گیا ہے کہ حکومت پنجاب کا طرز عمل سخت جابرانہ اور تدبر و دانشمندی سے بعید ہے۔

میں سر سکندر حیات خان وزیر اعظم پنجاب کو متنبہ کرنا چاہتا ہوں کہ اگر ان کی وزارت نے اس سلسلے میں اپنی پالیسی کو فوراً تبدیل نہ کیا اور قومی کارکنان کے خلاف جو مقدمات زیر سماعت ہیں انہیں جلد حکومت کی جانب سے واپس نہ لیا گیا تو اس کا نتیجہ خود ان کی حکومت کے لیے تباہ کن ہو گا اور ان کی مخالف جماعت یہ سمجھنے میں حق بجانب ہو گی کہ وہ آزاد خیالی اور رواداری کے بجائے جبر و تشدد سے حکومت کرنا چاہتے ہیں اور موجودہ دور گزشتہ انگریزی راج سے کچھ بہتر نہیں۔

احمد سعید کان اللہ لہٗ

سیکرٹری جمعیت علماء ہند دہلی

۲۷/۹/۱۹۳۷ء

ماہنامہ الجمعیۃ

یکم فروری ۱۹۳۹ء

مسلم حقوق کا مسئلہ کانگریس اور گاندھی جی کی دوسری غلطی

حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** لدھیانویؒ رکن عاملہ جمعیت علماء ہند کا بیان

مسٹر محمد علی جناح کے بعد مسلم حقوق کا تصفیہ کرنے کے لیے اب سر آغا خان صاحب یورپ سے تشریف لائے ہیں۔ اس سلسلے میں گاندھی جی اور دیگر ارکانِ کانگریس سے آپ تبادلہ خیالات بھی فرما چکے ہیں اور اخبارات کی ایک اطلاع کے مطابق آپ دیگر اسلامی جماعتوں سے بھی بہت جلد تبادلہ خیالات کا ارادہ رکھتے ہیں۔ چونکہ سر آغا خان صاحب کو حکومت کا اور حکومت کو آپ کا کامل اعتماد حاصل ہے اور حکومت کے نقطہ نگاہ کی حفاظت آپ کے لئے ایک ضروری امر ہے اور حکومت فیڈریشن کے نفاذ کے لئے اس وقت نہایت بے چین ہے۔ سر آغا خان حکومت کے ایما پر اس مہم کو سر کرنے کے لئے ہندوستان تشریف لائے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ اس لیے ہمارے خیال میں ملک اور قوم کے لئے اس نئی گفتگو کا نتیجہ شاید مسٹر جناح کی گفتگو سے بھی بدتر ثابت ہو کیونکہ جناح براہِ راست دراصل حکومت کے نہیں جیسا کہ سر آغا خان صاحب ہیں۔

بناءً علیٰ ہذا ہم گاندھی جی اور دیگر ارکان ورکنگ کمیٹی سے یہ پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ مسلم حقوق کے آخری اور قطعی تصفیہ کے متعلق جمعیت علماء کی ورکنگ کمیٹی سے بات چیت کریں جس نے ملکی معاملات میں ہمیشہ قومی نقطہ نگاہ سے تائید کی ہے اور عملی طور پر ہر قومی تحریک میں پیش پیش

رہی ہے۔ چونکہ اس جمعیت میں ہندوستان کی ہر آزاد خیال اور ترقی پسند جماعت کے ارکان شامل ہیں اس لیے اسے ہندوستان کے مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت کہلانے کا بھی ہر طرح حق حاصل ہے۔ مسلمانانِ ہند نے بالعموم اور مسلمانانِ سرحد نے بالخصوص کانگریس اسٹیج سے جو قربانیاں کی ہیں وہ صرف جمعیت علماء ہند کی جدوجہد اور صحیح رہنمائی کا نتیجہ ہے۔

ان حالات میں ہم حیران ہیں کہ گاندھی جی اور دیگر ذمہ دارانِ کانگریس جب کبھی بھی اس قسم کی گفتگو کا وقت آتا ہے تو سرکاری آدمیوں کو مسلمان قوم کا نمائندہ بنا کر تصفیہ حقوق کے لیے تیار ہو جاتے ہیں، لیکن جب قربانی کا وقت آتا ہے تو جمعیت علماء ہند ہی قوم کی صحیح رہنمائی اور نمائندہ جماعت ثابت ہوتی ہے۔ مسلمانوں کی وطن پرور اور آزادی خواہ جماعتوں کو گاندھی جی اور معزز اراکین کانگریس کے اس طریقہ کار سے قطعًا اتفاق نہیں ہے۔

ہمیں کامل امید ہے کہ گاندھی جی جلد سے جلد اس کا تدارک فرما کر جمعیت علماء ہند کے سالانہ اجلاس دہلی سے پہلے جمعیت علماء ہند کی ورکنگ کمیٹی سے مسلم حقوق کے متعلق کوئی آخری اور قطعی فیصلہ کریں گے۔ ایک اور غلطی کے اضافہ نہیں کریں گے۔

ماہنامہ الجمعیۃ

۲۴ جنوری ۱۹۳۹ء

فلسطین کے مظالم اور فوجی بل

سر سکندر حیات وزیر اعظم پنجاب سے سول نافرمانی کی پرزور درخواست

حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحبؒ** رکن مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند

مباحثِ امروز

کچھ عرصہ ہوا کہ گورنمنٹ پنجاب جس کا دوسرا نام سر سکندر حیات خان کی گورنمنٹ ہے، کے ایما پر مرکزی اسمبلی میں حکومت کی طرف سے ان لوگوں کے متعلق انسدادی کاروائی کرنے کا بل پیش ہوا جو فوج سے باہر پبلک کو فوج میں بھرتی نہ ہونے کی ترغیب دینے میں صَرف ہو کر اپنا ملکی اور ملّی فرض ادا کر رہے تھے جو کہ کانگریس کی انتہائی مخالفت کے باوجود مسلم لیگ کی امداد و اعانت سے پاس ہو گیا۔

اس بل کی مخالفت سے کانگریس پارٹی کا مقصد صرف یہ تھا کہ انگریزی حکومت کے اس جبر و تشدد اور ظلم و ستم کو روکا جائے جو کہ اس نے ہندوستان کی غلامی کی زنجیروں کو مضبوط تر کرنے اور دیگر آزاد ممالک کو اپنے غلام بنانے کے متعلق اختیار کر رکھا ہے۔ اور یہ وہ زمانہ ہے جب کہ حکومت برطانیہ مظلومین فلسطین کو محض حق آزادی کے مطالبہ پر سنگینوں اور کوڑوں کا نشانہ بنا رہی تھی جس کا سلسلہ اب تک برابر جاری ہے۔ نیز اس کے علاوہ انگریزی حکومت کو دیگر ایسے خطرات بھی لاحق

ہیں جو کہ اب بھی ہیں، جن کے پیش نظر حکومت کو ہندوستانیوں بالخصوص ہندوستانی مسلمانوں کی طرف سے اس قسم کی امداد و اعانت کے اعلان کی اشد ضرورت تھی جس کی ضرورت کو آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی اس قرارداد نے جس میں جنگ چھڑ جانے کی صورت میں حکومت کی کسی قسم کی امداد نہ کرنے کا فیصلہ تھا، اشد ترین بنا دیا تھا۔

اسمبلی کی مسلم لیگ پارٹی نے جو کہ کانگریس پارٹی کی مخالفت کا ہر جائز و ناجائز معاملہ میں حلف اٹھا چکی تھی، نتائج کے علاوہ دینی ذمہ داری سے بھی بے نیاز ہو کر اپنی وفاداری سے اس معاملہ میں حکومت کا ساتھ دیا اور اس کی اشد ترین ضرورتوں کو پورا کر دیا۔ لیگ کے ذمہ دار رکن مولانا حسرت موہانی جیسے مخلص حضرات نے لیگ کے اس طرز عمل کے خلاف آواز بھی اٹھائی جو کہ صدا بہ صحرا سے زیادہ ثابت نہ ہوئی۔

سر سکندر اور فوجی بل

کیونکہ یہ معاملہ سر سکندر حیات خان کے ایما پر مرکزی اسمبلی میں حکومت کی طرف سے پیش ہوا تھا مگر دراصل اس میں حکومت کا اپنا مفاد ہی مضمر تھا اس لئے سر موصوف کا اخلاقی فرض تھا کہ وہ حکومت کا اس کامیابی پر کما حقہ شکریہ ادا کریں۔ چنانچہ آپ نے اپنی ایک تقریر میں مسلمانان پنجاب کی طرف سے حکومت برطانیہ کو ہر قسم کی امداد و اعانت کرنے کا یقین دلا کر حکومت کا شکریہ ادا کیا۔

مکاتیب

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

مکتوب حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ
بنام مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ

مکرم و محترم مولانا احمد علی صاحب دروازہ شیرانوالہ لاہور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

آپ کا ارسال کردہ مطبوعہ نمونہ حواشی قران کریم موصول ہوا۔ اس سے قبل مولانا محمد چراغ صاحب کی معرفت آپ کے تحریر کردہ قلمی حواشی کا قرآن کریم کے مختلف مقامات سے بالاستیعاب دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے اسلوب بیان، خلاصہ آیت، ربطِ مضامین اور تفسیرِ آیات میں جس حسن نظم سے کام لیا گیا ہے موجودہ عنوان اور صورت میں اس کی نظیر بہت کم ملتی ہے۔ گو اصولاً متفرق طور پر تمام مواد متعلقہ کتب میں دستیاب ہو سکتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی آپ کی اس شاندار خدمت کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کو اس سے نفع اٹھانے کی توفیق عنایت فرمائے۔ میرے ناقص خیال میں اگر آپ اسے حواشی کی بجائے تفسیر کی شکل میں طبع فرماتے تو زیادہ مناسب تھا۔ جہاں تک میرا خیال ہے انگریزی دان احباب کو یہ حواشی قران کریم انہیں دیگر زمانہ حال کی تمام تفاسیر سے بالکل مستغنی کر دیں گے۔

بندہ محمد نعیم عفا اللہ از لودھیانہ

۲۵/۱۱/۳۴ء

مکتوب حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
بنام حضرت مولانا عبداللہ صاحب لدھیانویؒ

محترم المقام زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاج شریف؟

آپ کو معلوم ہوگا کہ لیگیوں نے اسمبلی اور کونسلوں میں اور باہر بھی انتہائی گمراہی کے طریقے اختیار کر رکھے ہیں اور اگر وہ کامیاب ہوگئے تو آئندہ بہت سے خطرات سامنے آجائیں گے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ پوری جدوجہد سے ان کو ناکام بنایا جائے اور اہل تدبر وآزادی خواہ لوگوں کو انتخاب میں بھیجا جائے۔

الحمدللہ آپ کے ضلع لدھیانہ کی دیہاتی سیٹ سے نوجوان صالح مولوی ضیاء الحسن صاحب اٹھ رہے ہیں جو امیدوار ہوں گے۔ میں امیدوار ہوں کہ آنجناب مولوی صاحب موصوف کے لیے خود بھی اور اپنے احباب سے بھی انتہائی جدوجہد عمل میں لائیں گے تاکہ موصوف کامیاب اور ان کا مقابل ناکام ہی رہے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

۲۱ ذی قعدہ ۱۳۶۴ھ

مکتوب مولانا مناظر احسن گیلانیؒ

بنام مولانا عبداللہ لدھیانویؒ

الی الحبر العلامة أبي أحمد اللودهانوي أبقاه الله وحياه

دارالعلوم نعمانیہ لدھیانہ پنجاب ضلع لدھیانہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا المحترم! ایدکم اللہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اس لئے نہیں کہ میں بہت بڑا ہو گیا ہوں آپ کا خیال حافظہ میں محفوظ نہیں رہا ہے۔ بڑے ہونے والے کو تو آسمان پر بھی جگہ نہیں ملی زمین میں بھلا اس کا ٹھکانہ کیا ہو گا۔

ليس لك أن تتكبر فيها.

البتہ آپ نے ارقام فرمایا ہے کہ سیدنا الامام الکشمیری جب صدر تھے اس وقت آپ نے دورہ پڑھا ہے۔ اس سے خیال آیا کہ فقیر نے دورہ تو اس زمانے میں ختم کیا ہے جب حضرت مرشدی و مولائی مولانا شیخ الہند مسند صدارت پر رونق افروز تھے۔ شاید کہ آپ جب پڑھ رہے ہوں اس وقت فقیر دیوبند میں مقیم ہو، مگر شاہ صاحب کی صدارت کے ایام میں مجھے دیوبند میں رہنے کا کم ہی موقع ملا ہے۔ صحیح مسلم البتہ شاہ صاحب سے میں نے دورے کے سلسلہ میں پڑھی ہے۔ کیا آپ صحیح مسلم میں فقیر کے ساتھ تھے؟ بخاری اور ترمذی تو میری حضرت شیخ الہندؒ سے ہوئی تھی۔

بہر حال اس کی ضرورت کیا۔ آپ سے یوں ہی ہزاروں رشتے ہیں۔ میرے بھائی ہیں۔ اسلامی بھائی ہیں، دیوبندی بھائی ہیں، ہندی بھائی ہیں اور تمام رشتوں سے زیادہ احکم رشتہ تو وہی

منصوص قطعی رشتہ:

"إنما المؤمنون إخوة"

کا ہے۔ آپ کی ساری چیزیں پہنچ گئی ہیں۔ میں نے آپ کی کل تحریروں کو بغور پڑھا، لذت گیر ہوا۔ جزاکم اللہ عن الاسلام خیر الجزاء! باقی آپ کی اسکیم پورے طور پر سمجھ میں نہیں آئی۔

خاکسار کی حال میں ایک کتاب ندوۃ المصنفین نے بنام "مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت" شائع کی ہے۔ پہلی جلد شائع ہوئی ہے دوسری جلد بھی چھپ چکی ہے۔ ہفتے دو ہفتے میں شاید وہ بھی بازار میں آجائے۔ کیا آپ نے اس کا مطالعہ فرمایا ہے؟ اگر نہیں فرمایا ہے تو کہیں ڈھونڈیے۔ لدھیانہ ہی میں کسی صاحب کے پاس مل جائے گی۔ میرے ایک رفیق درس مفتی نعیم صاحب لدھیانویؒ سے تو ملاقات ہوگی۔ ممکن ہے ان ہی کے پاس مل جائے۔ میرے خیالات تعلیم اور نصاب تعلیم کے متعلق جو کچھ ہیں اسی کتاب سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ باقی ممکنہ خدمت اس فقیر سے جو چاہی جائے گی اس سے بہر حال دریغ نہیں کرے گا۔ فقط

اگر مفتی صاحب سے ملاقات ہو تو میرا اسلام عرض کر دیجیے گا وہ میرے پرانے رفیق ہیں۔

جناب کی دعاؤں کا محتاج

خاکسار مناظر احسن گیلانی

مکتوبات مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ (۱)
بنام حضرت مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک

(۱)

(حضرت مدنی کی جدوجہد اور خدمات۔ سرحد کے انتخابات میں علماء لائحہ عمل طے کریں۔
وزیراعظم سے ملنے کا کوئی پروگرام بنایا جائے۔ صوبہ سرحد کے اختلافات کم کرنے چاہئیں)

۲ شوال ۱۳۷۰ھ مطابق ۷ جولائی ۱۹۵۱ء

مکرمی بندہ دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

اخلاص نامہ موصول ہوکر انتہائی مسرت کا باعث بنا۔ جن جذبات اور احساسات کا آپ نے اظہار فرمایا ہے اس کا تہِ دل سے ممنون ہوں۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ ہم پسماندگان کو حضرت مدنی مدّ ظلہ العالی کے نقش قدم پر چلنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔ ورنہ ہم تو حقیقتاً اتنے پسماندہ ہیں کہ حضرت مدنی مدظلہ کی طرف ہمیں نسبت کرنے کا بھی کوئی حق نہیں ہے جو کہ وہ ہندوستان میں اکیلے کروڑوں مسلمانوں کی حفاظت اور دینی خدمات انجام فرمارہے ہیں۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں

(۱) حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ مشاہیر علماء اور جنگ آزادی میں نمایاں حصہ لینے والے علماء میں سے تھے، اکابر علماء کے ساتھ ہمیشہ تعلق رہا۔ رد قادیانیت کے سلسلہ میں حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ کے ساتھ بھی کام کیا۔ لدھیانہ کے معروف خاندان کے رکن رکین تھے۔ پرجوش خطابت کا ملکہ خدا نے دیا تھا۔ غالباً دیوبند کے زمانہ سے حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹکؒ سے دلی روابط پیدا ہوئے تھے۔

بیش از بیش خدمت اسلام انجام دینے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

جہاں تک میرا معاملہ ہے، اس کے متعلق میں آپ حضرات کی مشکلات سے اور جلسوں کی مشکلات سے واقف ہوں، کیونکہ جن لوگوں کے مسلک سے پورا اتفاق رائے نہ ہو ان سے کام لینے میں انہیں کے مسلک کا احترام کرنا پڑتا ہے۔ صوبہ سرحد میں انتخابات ہونے والے ہیں، تمام علماء کرام کو ایسا طریق کار اختیار کرنا چاہیے جس سے کچھ نہ کچھ علماءِ کرام بھی انتخابات میں کامیاب ہو سکیں اور صوبہ کے اختلافات کو کم کرنے کی کوشش میں حصہ لے سکیں اور اہل اسلام کو سربلند کر سکیں۔ اس سلسلہ میں اگر علماء کرام کوئی پروگرام بنا کر کسی متفقہ فیصلہ کے مطابق وزیر اعظم صاحب سے ملاقات کریں اور اس سلسلہ میں میری بھی ضرورت ہو تو اس اختلاف کو کم کرنے کے لیے میں حاضر ہونے کے لیے تیار ہوں۔

میری رائے میں نظامِ اسلام کے نفاذ پر جہاں تک صوبہ کے اختیارات کا تعلق ہے تمام علماء کرام کو متفقہ طریق پر وزیر اعظم صاحب سے فیصلہ کر کے تمام مسلمانانِ سرحد کو ایک مرکز پر لانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر علماء کی جماعت اس میں اقدام کرے گی تو مجھے کامل امید ہے کہ وہ کامیاب ہوگی اور یہ اسلام اور پاکستان کی بہت بڑی خدمت ہوگی اور علماء کرام کے وقار سے اسلام کا وقار بھی بڑھ جائے گا۔ مجھے امید ہے کہ آپ مفصل حالات سے ضرور مجھے مطلع فرمائیں گے۔ والسلام

بندہ محمد نعیم از ٹوبہ ٹیک سنگھ

(۲)

---

۲۵ فروری ۱۹۵۳ء

(حقانیہ جلسہ میں شرکت۔ مسئلہ ختم نبوت کا معاملہ شروع ہو چکا ہے۔)

مخدومنا المکرم دام لطفکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

دعوت نامہ موصول ہو کر انتہائی مسرت کا باعث ہوا۔ اس کے متعلق گذارش یہ ہے کہ

میرے جیسا بیکار آدمی آپ کا کام بہت کم کرتا ہے لیکن آپ کے مصارف زیادہ ہو جاتے ہیں۔ ایسے حالات میں آتے ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی ہے۔ محض تعمیلِ ارشاد کی وجہ سے مجبوراً حاضر ہونا پڑتا ہے۔ اگر اپنے حالات کے مطابق آپ کوئی دقّت محسوس فرماویں تو ہمیں قطعًا کوئی شکایت نہ ہوگی ورنہ اگر حاضری ضروری ہی ہوگی تو حاضر ہو جاؤں گا۔ جملہ حضرات کی خدمت میں سلامِ مسنون عوض ہے۔ مسئلہ ختم نبوت کا معاملہ شروع ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ انجام اچھا فرمائے۔ دیکھیں اس وقت حالات کس کروٹ بیٹھتے ہیں۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ کامیاب فرمائے۔ واقفین حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عوض ہے۔ فقط

والسلام

بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ

(از منڈی بہاؤالدین)

(۳)

---

۲۳ فروری ۱۹۵۶ء

(باقی جلسوں سے انکار مگر آپ کے اخلاص و محبت نے مجبور کر دیا ہے۔)

مخدومنا المکرم دام لطفکم العالي! السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

مزاج گرامی بعافیت ہوں گے۔ اس مرتبہ جلسوں کی شرکت سے میں نے اکثر جگہ انکار کر دیا ہے۔ لیکن آپ کے اخلاص اور محبت نے مجبور کر دیا کہ حاضر ہو کر شرفِ ملاقات کی سعادت ہی حاصل کر سکوں۔ واقفین حضرات کی خدمت میں سلامِ مسنون عرض ہے۔

بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ

از منڈی بہاؤالدین

(۴)

۲فروری ۱۹۵۷ء

(اللہ نے عمارت مدرسہ کی مراد کو مکمل کر دیا۔)

مکرم بندہ دام لطفکم العالی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گرامی نامہ متعلق شرکت سالانہ جلسہ موصول ہوا۔ انتہائی مسرت کا باعث ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دلی مراد عمارت مدرسہ کو ایک حد تک مکمل فرما دیا۔ ایک سے زیادہ مرتبہ جلسہ کی شرکت سے یہ محسوس کیا ہے کہ آپ کے علاقہ کی زبان نہ جانے کی وجہ سے خاطر خواہ کوئی خدمت تو انجام نہیں دے سکا، لیکن محض آپ کی بزرگانہ شفقت اور مسلک کی وحدت حاضری کیلئے مجبور کر دیتی ہے۔ اگر غیر حاضری میں کوئی نقصان نہ ہو تو کسی اور بہتر آدمی کو دعوت دینا زیادہ مناسب ہوگا ورنہ تعمیل ارشاد کے لیے مجبور ہوں گا۔ واقفین حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عوض ہے۔ خیر المدارس والوں کے دو دعوت نامے آچکے ہیں میں نے انکار بھی کر دیا ہے لیکن آپ کا معاملہ ان سے مختلف ہے۔ اس لیے آپ ہی کے فیصلہ پر موقوف ہے۔ فقط

والسلام

بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ

(از منڈی بہاؤالدین)

(۵)

۱۴اکتوبر ۱۹۵۸ء

(مارشل لاء اور حقانیہ کے جلسہ کی اجازت)

مخدومنا المکرم دام لطفکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

امید ہے بفضل ایزدی آپ ہر طرح سے خیریت سے ہوں گے۔ آج دوسرا دعوت نامہ ملا۔"

معزز مہمان کے استقبال" کی خاطر آپ کے اخلاص کی وجہ سے اب ارادہ حاضر ہونے کا کر ہی لیا ہے، ورنہ اپنے خیال کے مطابق اب تک میں نے اپنی شرکت سے مدرسہ کا نفع کی بجائے نقصان ہی کیا ہے۔ آپ قدیمانہ تعلقات کی وجہ سے ہمیشہ یاد فرماتے ہیں۔ تعمیل ارشاد کے لیے حاضر ہو جاتا ہوں یہ سمجھ کر کہ آپ کی نظر میں کوئی فائدہ بھی ہے جو یاد فرماتے ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ آپ کو اس خالص دینی خدمت کے لیے حکام بالا[1] نے اجازت مرحمت فرمادی ہے کہ یہ ان کے عادل دین پسند ہونے کا نتیجہ ہے ورنہ آپ کا مدرسہ تو ہمیشہ سیاسیات سے الگ ہی رہا ہے۔ جملہ واقفین حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔ میں ان شاء اللہ آپ کی ہدایت کے مطابق ۲۰ اکتوبر کی رات کو چناب ایک پریس سے سوار ہو کر ۹ بجے کے قریب اکوڑہ پہنچ جاؤں گا۔ مولانا قاری طیب صاحب[2] کی گاڑی اور تاریخ سے مطلع فرمائیں تاکہ سفر میں ان کی صحبت ہو جائے۔ فقط والسلام

بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ

(از منڈی بہاؤالدین)

(۶)

---

۱۸ اکتوبر ۱۹۵۸ء

(قاری طیب صاحب کے ساتھ حاضری)

مکرم بندہ دام لطفکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

مرسلہ خطوط مل گئے، ان شاء اللہ قاری صاحب موصوف کی صحبت ہی میں حاضر ہوں گا۔

---

(۱) ایوبی دور کا مارشل لا ابھی تازہ تازہ نافذ ہوا تھا اور ہر قسم کی تقریبات پر پابندی کے دوران جلسہ دستار بندی کی اجازت ملی تھی۔ (س)

(۲) حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند جو اسی اجتماع میں شمولیت کیلئے تشریف لا رہے تھے۔

اس سے قبل مولانا عبدالحنان صاحب [1] نے مجھے اس گاڑی کی اطلاع کر دی تھی۔ آج آپ کو اطلاع دینے کا ارادہ تھا کہ اچانک آپ کا گرامی نام مل گیا، جس سے چناب ایکسپریس کا ارادہ ترک کر دیا۔ واقفین حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عوض ہے۔ فقط

والسلام

بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ

(از منڈی بہاؤالدین)

(۷)

۶ جون ۱۹۵۹ء

(قابل مدرس مہیا کرانے کی خواہش)

مخدومنا المکرم دام لطفکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

نوازش نامہ ملا، حالات معلوم ہوئے۔ مجھے ایک ایسے مدرس کی ضرورت ہے جو فارسی اور صرف ونحو اور منطق وغیرہ کی ابتدائی کتابیں اچھی پڑھانا جانتا ہو، تجربہ کار ہو اور طالب علم اس کے گرویدہ ہوں۔ کم سے کم پانچ سات طالب علم ساتھ بھی لا سکتا ہو جن کے کرایہ وغیرہ کا انتظام ہم خود کر دیں گے۔ اردو زبان بھی پڑھانے پر قدرت رکھتا ہو۔ اگر عید سے پہلے انتظام ہو جائے تو بہتر ہو گا۔ فاضل دیوبند کو ترجیح ہوگی۔ تنخواہ جو مناسب آپ تجویز فرمائیں گے دے دی جائے گی۔ کھانا طلباء میں ہو گا۔ دیگر یہ گزارش ہے کہ پھول دار ٹوپی جیسی آپ نے عرصہ ہوا پہلے بھی روانہ فرمائی تھی دو عدد

(۱) حضرت مولانا عبدالحنان ہزارویؒ جمعیۃ العلماء ہند کے مرکزی دفتر کے ناظم اعلیٰ، شعلہ بیان خطیب، سیاسی وملی راہنماء آخر تک دارالعلوم حقانیہ کی مجلس شوریٰ کے رکن رکین رہے۔ بالاکوٹ میں وفات پائی۔

بذریعہ وی پی روانہ فرمادیں۔ مشکور ہوں گا۔ برخوردار اور دیگر واقفین حضرات کی خدمت میں سلام مسنون۔

آپ کے علاقہ میں لائق مدرس جس کے پاس طلباء بھی ہوتے ہیں نہایت عسرت سے گزارہ کررہے ہیں۔ ان کو جب تنخواہ بھی معقول مل جائے گی اور ان کے طلباء کا بھی انتظام ہوجائے گا وہ یقیناً اسے منظور فرمائیں گے۔ ایسے معمولی مدرس تو یہاں بھی ملتے ہیں لیکن ان کے ساتھ طلباء کا مہیا کرنا ہمارے لئے دردِ سر ہوجاتا ہے۔ امید ہے تمام حالات پر غور فرما کر جلد از جلد مطلع فرما کر مشکور فرمائیں گے۔ فقط

والسلام

بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ

خطیب جامع مسجد منڈی بہاؤالدین

(۸)

یکم جولائی ۱۹۵۹ء

(قیام وفاق المدارس کے بارہ میں تاسیسی میٹنگ)

مخدومنا المکرّم دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

شفقت نامہ ملا، خیریت معلوم کرکے اطمینان ہوا۔ ٹوپیاں مل گئی ہیں۔ آپ کی نوازش کا بے حد ممنون ہوں اور اس تکلیف سے شرمندہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو قائم ودائم رکھے۔ آمین

آج اخبارات میں عربی مدارس کے وفاق [1] کے متعلق نظام العلماء کا فیصلہ نظر سے گزرا،

(۱) اس میٹنگ میں مدارس عربیہ کی باہمی تنظیم "وفاق المدارس العربیہ" کے قیام کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ (س)

مسرت ہوئی۔ مولانا خیر محمد صاحب کی طرف سے بھی ایک دعوت نامہ موصول ہوا تھا لیکن میں نے یہ لکھ کر جواب دے دیا کہ ۲۳ کو نظام العلماء نے لاہور میں ایک میٹنگ اس مقصد کے لیے طلب کی ہے اور ۲۴، ۲۵ کو آپ نے ملتان میں طلبی فرمائی ہے اور اس کی ورکنگ کمیٹی میں مولانا احمد علی صاحبؒ کا نام نامی موجود ہے۔ تو کیا مولانا احمد علی صاحبؒ نے شرکت کا اعلان فرمالیا ہے؟ لیکن اس کا کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ اب اخبارات میں آپ کی کارروائی پڑھ کر مسرت تو اس لیے ہوئی کہ اتفاق ہو گیا لیکن تکلیف اس لیے ہوئی کہ نزاع صرف کا ہے۔ اگر یہ مل جائے تو تمام نظام اس کے ماتحت آسکتا ہے۔

میرے خیال میں وفاق العلماء کی ورکنگ کمیٹی کا اصول یہ ہونا چاہیے کہ مغربی پاکستان میں جتنے اونچے درجہ کے مدارس ہیں ان کے مہتممین کی ورکنگ کمیٹی بنائی جائے، خواہ اس کا صدر دفتر ملتان میں رہے۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ نیچے درجہ کے تمام مدارس خود بخود منسلک ہو جائیں گے اور وفاق کے تمام اغراض حاصل ہو جائیں گے۔ اگر آپ کا اس سے اتفاق ہو تو کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ مل کر اس کیلئے کوشش کی جائے۔ صاحب زادہ صاحب اور دیگر واقفین حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔ فقط والسلام

بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ

(از منڈی بہاؤالدین)

(۹)

۱۷ اپریل ۱۹۶۰ء

مخدومنا المکرّم دام لطفہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

دعوت نامہ اور منی آرڈر مل گیا ہے۔ محض آپ کے اخلاص اور محبت کی وجہ سے حاضر ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ان شاء اللہ چناب ایکسپریس سے حاضر ہوں گا۔ جملہ حضرات اور احباب کی

خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔ فقط والسلام

بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ

(از منڈی بہاؤالدین)

(۱۰)

۱۶ نومبر ۱۹۶۵ء

(مفتی اعظم دیوبند کی مرتب کردہ دعائیں۔ قنوت نازلہ)

مخدومنا المکرّم دام ظلکم العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

امید ہے مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ دعوت نامہ موصول ہوکر مسرت کا باعث ہوا۔ اس یادآوری کا تہ دل سے مشکور ہوں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ اول تو جسمانی کمزوری اب سفر کی اجازت نہیں دیتی، ایک عرصہ سے اس قسم کی مجالس کی شرکت ترک کرچکا ہوں۔ دوسرے ان ہی تاریخوں میں سرگودھا مدینۃ العلوم کا جلسہ ہے۔ قرب کی وجہ سے ان سے وعدہ بھی کرلیا ہے۔ ان حالات میں حاضری کا امکان بہت کم ہے۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور زیادہ سے زیادہ اخلاص کی توفیق دے جو کامیابی کا واحد ذریعہ ہے۔ قنوتِ نازلہ روانہ کردی ہے اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت فرمائیں ملک وملت کی امداد کا یہ ایک ایسا ذریعہ ہے جس میں ہر معذور بھی شریک ہوسکتا ہے۔ یہ دعائیں مفتی اعظم دیوبند مرحوم کی مرتب کردہ ہیں۔ صاحبزادہ و دیگر واقفین حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عوض ہے۔ ان شاء اللہ رسالہ کیلئے ایک مضمون بھی روانہ کر دوں گا۔ فقط والسلام

بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ

(از منڈی بہاؤالدین)

(۱۱)

۵ جمادی الثانی ۱۳۸۷ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۶۷ء

(اب تو آپ خود ہمارے اکابرین میں سے ہیں)

مکرم محترم بندہ دام لطفہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مدّتِ مدید اور عرصہ دراز کے بعد آپ کی خیریت معلوم کر کے اطمینان ہوا۔ دعوت کا شکریہ۔ گو میں نے ایک عرصہ سے جلسوں کی شرکت ترک کر دی ہے کیونکہ صحّت اب اس کی اجازت نہیں دیتی۔ چونکہ آپ کا تعلق اکابرین دیوبند سے ہے اور اب تو آپ خود بھی ہمارے اکابرین میں شمار ہوتے ہیں۔ ان شاء اللہ اگر کوئی خاص مانع نہ پیش آیا تو ضرور حاضر ہوں گا۔ بشرطِ صحت و حیاتِ مستعار جملہ واقفین متعلقین دار العلوم کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔ فقط والسلام

محمد نعیم عفا اللہ عنہ

خطیب جامع مسجد جناح کالونی لائل پور

مکتوبات قاری محمد طیب صاحبؒ
بنام مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ

(۱۹)

۱۶ ذی قعدہ ۱۳۷۸ھ

(مسودہ کی از سر نو تبییض)

حضرۃ المحترم زید مجدکم العالی۔ سلام مسنون نیاز مقرون!

تقریر کا مسودہ نظر ثانی کرنے کے بعد ارسال ہے۔ کاتب نے نہایت ہی ظلم کیا کہ چھوٹے چھوٹے اوراق پر مسوّدہ لکھا، نہ حاشیہ چھوڑا نہ صفحہ بڑا رکھا، اس لیے مجھے حذف و ازدیاد میں سخت دشواری پیش آئی۔ پھر میری تعبیر پوری طرح ادا نہیں کی، اس لیے گویا مجھے سارا مسودہ از سر نو خود ہی لکھنا پڑا۔ تاہم باوجود غیر معمولی مصروفیت کے رات دن لگ کر اسے مرتب کیا۔ کئی راتیں ایک ایک بجے اور دو دو بجے تک جاگ کر مسودہ میں ترمیمات کیں کیونکہ دن میں لوگوں کا ہجوم رہتا تھا، رات ہی کو کچھ وقت ملتا تھا۔ اب آپ اسے نہایت احتیاط سے صاف کرائیں۔ سمجھدار قسم کا کاتب ہو گا تو لکھ سکے گا۔ اور پھر مقابلہ کرایا جائے، تب کاتب کا پی نویس کے حوالہ کی جائے۔ نام اس کا "انسانی فضیلت کا راز" مناسب ہو گا یا جو آپ حضرات مناسب سمجھیں۔ ریل پر جانے میں صرف ۲ گھنٹے باقی ہیں اس لیے بعجلت عریضہ لکھ کر مع مسودہ کے رجسٹری ارسال ہے۔ سب سے سلام۔ امید ہے دیوبند مطلع فرمادیں۔ والسلام

محمد طیب

۱۶-۱۱-۵۸

(۲۰)

(جلسہ حقانیہ اور سفر اکوڑہ خٹک کے بارہ میں **مفتی محمد نعیم** لدھیانویؒ کو وضاحتی مکتوب ۱۹۵۸ء)

حضرت المحترم المعظم زیدت معالیکم۔! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

نحمدہ ونصلی (۱)

(۱) یہ خط مشہور عالم دین اور مجاہد جنگ آزادی مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی مرحوم کے نام لکھا گیا ہے۔ پچھلے خط میں حضرت کی آمد دارالعلوم حقانی کا ذکر آیا ہے۔ ان کے واپس جانے پر ایک مقامی مدرسہ نے حسب معمول قاری صاحب مدظلہ کے سفر کی رپورٹنگ ایسے انداز میں کی کہ سب کچھ اپنے کھاتے میں بلاوجہ ڈالنے کی سعی کی گئی تھی۔ مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی مرحوم بھی جلسہ دستار بندی میں حسب معمول شریک تھے۔ انہوں نے اخبارات میں یہ غلط رپوٹنگ پڑھی اور قلبی تعلق و محبت کی بناء پر اس کی وضاحت حضرت قاری صاحب مدظلہ ہی سے کرائی۔ یہ خط ترجمان اسلام میں بھی شائع کرایا اور پھر اصل خط کو اپنے مکتوب ذیل کے ساتھ ناچیز کے نام ارسال فرمایا۔ (س)

(مولانا سمیع الحق کے نام مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کا مکتوب)

قاری محمد طیب صاحبؒ کی حقانیہ آمد پر کسی کی غلط بیانی کی تردید۔ ۱۵ نومبر ۱۹۵۸ء

برخوردار طول عمرہٗ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! امید ہے ہر طرح خیریت سے ہوں گے، روانگی کے وقت اسٹیشن پر جو وعدہ کیا تھا یاد ہو گا لیکن ایفاء کی توفیق نہ ہوئی۔ جامعہ اسلامیہ والوں کا کارنامہ نظر سے گذرا۔ دارالعلوم اسلامیہ لاہور کی خصوصی دعوت پر جانا ہوا تو "ترجمان اسلام" کا وہ پرچہ ساتھ لیتا گیا۔ قاری طیب صاحب دام لطفہٗ کو دکھلایا تو حیران ہوئے۔ میں نے عرض کیا کہ اس کا تدارک ضروری ہے، فرمایا کہ کیا صورت ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں چند سوالات لکھتا ہوں۔ آپ اس کا جواب تحریر فرمادیں تو کسی اخبار کو روانہ کر دیا جائے گا۔ آپ نے اس کو پسند فرمایا۔ چنانچہ آپ نے جواب مرحمت فرمادیا جو سوال و جواب کی شکل میں ترجمان اسلام میں مطبع الحق کے فرضی نام سے شائع کرادیا گیا ہے۔ اصلی جواب میرے نام مرحمت فرمایا ہے جو کہ بغرض ثبوت آپ کو روانہ کر رہا ہوں۔ اپنے والد ماجد مدظلہ کی خدمت میں پیش کریں اور میرا اسلام بھی عرض کر دیں اور دعا کی درخواست بھی پیش کریں۔ اور اپنی خیریت اور دیگر ضروری حالات سے مطلع فرماتے رہیں، آپ کو لکھنے کی عادت ہو جائے گی۔ اس جواب پر جامعہ اسلامیہ والوں کے تاثرات بھی ضروری فرمادیں، فرضی نہ ہوں واقعی ہوں، آپ کے نہ ہوں بلکہ ان کے ہوں۔ واقفین حضرات کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔

بندہ محمد نعیم عفی عنہ خطیب جامع مسجد منڈی بہاؤالدین (۱۵ نومبر ۱۹۵۸ء)

گرامی نامہ میں احقر کے سفر اکوڑہ خٹک کی تفصیلات دریافت فرمائی گئی ہیں۔ بجواب مکرمت نامہ عرض ہے کہ عرصہ سے حضرت مولانا عبدالحق صاحب زید مجدہٗ مہتمم دارالعلوم حقانیہ یاد فرمارہے تھے کہ میں اکوڑہ کے اس دارالعلوم کے سالانہ جلسہ میں شرکت کروں۔ دیوبند بھی مولانا کے کئی والا نامہ پہنچے۔ بندہ نے بھی بشرطِ حاضریِ پاکستان وعدہ کر رکھا تھا کہ ضرور حاضری کی سعادت حاصل کروں گا۔ چنانچہ کراچی پہنچتے ہی احقر نے اطلاع دی، مگر دارالعلوم کا جلسہ یکم نومبر ۱۹۵۸ء کو طے شدہ تھا جس کا اخبارات میں اعلان بھی شائع ہو چکا تھا۔ ان تاریخوں میں میری شرکت کی کوئی صورت نہیں تھی کہ بجز اس کے میں ۲۱ اکتوبر کا دن وہاں گذار سکوں۔ حضرت مولانا نے بکمال عنایت جلسہ کی شائع شدہ تاریخوں کو منسوخ کر کے جلسہ کی تاریخیں ۲۱، ۲۲ اکتوبر ۱۹۵۸ء رکھیں اور دوبارہ اعلانات جاری کیے۔ چنانچہ احقر ۲۰ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو شب میں اکوڑہ پہنچا۔ اسٹیشن پر دارالعلوم حقانیہ کے تمام اساتذہ اور طلبہ موجود تھے۔ انتہائی محبت و خلوص سے خیر مقدم فرمایا اور میں دارالعلوم کی نو تعمیر شدہ عمارت میں فروش ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ جب دعوت نامہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی طرف سے پہنچا تھا تو قیام بھی دارالعلوم ہی میں ہو سکتا تھا کہیں اور ٹھہرانے کے کوئی معنی ہی نہ تھے۔ اکوڑہ کی حاضری کا مقصد بھی دارالعلوم ہی کے جلسہ کی شرکت تھی۔ تقریباً چوبیس گھنٹے قیام رہا اور یہ مدّت دارالعلوم ہی میں گذری۔ ۲۱ اکتوبر ۱۹۵۸ء کو شب کے اجلاس میں حسب پروگرام شرکت ہوئی۔ اس نشست میں دارالعلوم کے تقریباً ۳۷ فارغ شدہ فضلاء کی دستابندی ہوئی، وہ احقر کے ہاتھوں عمل میں آئی۔ دستار بندی کے بعد تقریباً تین گھنٹے احقر کی تقریر ہوئی، جسے دارالعلوم کے فضلاء نے قلم بند کیا۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحب نے تقری کا یہ مسودہ آدمی کے ہاتھ میرے پاس لاہور بھیجا ہے تاکہ احقر اس پر نظر ڈال کر اس میں ضروری ترمیم و اصلاح کر لے، دارالعلوم اس کے شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ بہر حال اکوڑہ کی حاضری صرف دارالعلوم حقانیہ کے جلسہ کے لیے ہوئی، اس کی دعوت پر ہوئی اور اس میں چوبیس گھنٹہ قیام رہا اور اس کے پروگراموں میں پورا وقت صرف ہوا۔

اس دوران میں مولانا (بادشاہ گل) نے جامعہ میں حاضری کیلئے کئی بار فرمایا مگر وقت نہیں تھا اس لیے معذرت کرتا رہا لیکن پیہم اصرار پر اتنا عرض کر سکا کہ واپسی میں روانگی کے وقت اسٹیشن جاتے ہوئے پانچ منٹ کیلئے جامعہ کی عمارت میں اتر کر دعا میں شرکت کروں گا۔ چنانچہ حسبِ وعدہ چونکہ واپسی کے وقت اسٹیشن کے راستہ میں جامعہ کی عمارت پڑتی تھی، احقر اترا، جامعہ کے حضرات اساتذہ وطلبہ نے خیر مقدم فرمایا اور سپانامہ بھی پیش فرمایا۔ جس کے جواب میں پانچ منٹ میں احقر نے شکریہ ادا کرتے ہوئے نصیحت کے طور پر چند کلمات بھی عرض کیے اور اسی وقت اسٹیشن پر پہنچ گیا، جہاں دارالعلوم کے ذمہ دار اکابر پہلے سے موجود تھے۔ اس طرح سفر پورا ہوا۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ والسلام

(۲۱)

---

۳ جمادی الآخر ۱۳۷۹ھ

(والدہ ماجدہ کی وفات۔ جلسہ حقانیہ میں شرکت نہ کر سکنے کی معذرت)

حضرت المحترم زید مجدکم۔ سلام مسنون نیاز مقرون!

گرامی نامہ نے مشرف فرمایا۔ سفر افریقہ سے واپس ہوتے ہوئے میں پاکستان میں دس بارہ دن کیلئے لڑکیوں اور بچوں سے ملنے کے لیے اترا تھا۔ پانچ چھ دن کراچی میں چھوٹی لڑکی کے پاس قیام رہا اور دو دن ڈیرہ غازی خان بڑی لڑکی کے یہاں ٹھہرا، دو دن لاہور کے احباب نے یاد فرمایا۔ رواروی میں آنا ہوا، وقت زیادہ نہ تھا اور ویزہ میں بھی گنجائش نہ تھی۔ واپسی میں عجلت حضرت والدہ صاحب قبلہ کی علالت کی وجہ سے تھی۔ چنانچہ میرے پہنچنے کے پانچ چھ دن بعد ان کی وفات ہوگئی۔ جناب نے محبت وشفقت سے دارالعلوم حقانیہ کے جلسہ میں یاد فرمایا ہے۔ میری تمنا ہے کہ جلسہ میں شرکت کی سعادت حاصل کروں، لیکن قبضہ کی بات نہیں۔ ویزا ملنا ممکن ہوا تو حاضری کی سعی کروں گا، ورنہ میری جگہ میری دعائیں شریک جلسہ رہیں گی۔ جلسہ کی تاریخیں مقامی مصالح ہی سے متعیّن

ہونی چاہئیں، کسی پر معلق نہیں ہونی چاہئیں۔ سالم واسلم واعظم سلمہم سلام عرض کرتے ہیں۔ حضرات اساتذہ وحاضرین مجلس کی خدمت میں سلام مسنون واستدعاء دعاء عرض ہے۔ والسلام

محمد طیب غفرلہ

۳/۶/۷۹ھ ۱۳

(۲۲)

---

۲۴ ستمبر ۱۹۵۸ء

(اکوڑہ خٹک کیلئے ویزے میں توسیع کا ارادہ)

حضرت المحترم زید مجدکم. سلام مسنون!

ایک عریضہ دیوبند سے جواب گرامی نامہ پیش کرچکا ہوں، ملاحظہ سے گزرا ہوگا۔ کل ۲۳ ستمبر ۱۹۵۸ء کو الحمدللہ بعافیت کراچی پہنچا۔ جلسہ کی تاریخ جناب نے کیا رکھی ہے۔ بواپسی مطلع فرمادیں تاکہ اگر ممکن ہو اور ویزہ میں توسیع ہوجائے تو اکوڑہ خٹک کا پروگرام بناسکوں یا ان تاریخوں میں پہنچنا ممکن نہ ہو اور کسی قبل وبعد کی تاریخ میں ممکن ہو تو آپ کی اجازت کے بعد حاضری کی اس میں سعی کروں گا۔ سب حضرات کی خدمت میں سلام مسنون۔ والسلام

محمد طیب

از کراچی سولجر بازار مرزا قلیچ بیگ

سٹریٹ امین منزل

خط حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

باسمہ سبحانہ

مکرمی جناب مشہود احمد صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کا گرامی نامہ ملا حضرت **مفتی محمد نعیم صاحب** لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اتنا تو جھٹپٹا سا یاد ہے کہ حضرت والد ماجد قدس سرہٗ سے ان کا تعلق تھا لیکن اس سے زیادہ کوئی تفصیل بندہ کے علم یا حافظہ میں محفوظ نہیں ہے نیز بندہ کے علم میں یہ بھی نہیں ہے کہ ہمارے دادا حضرت مولانا محمد یاسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لدھیانہ میں پڑھایا ہے۔ میرے والد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا جو تذکرہ "میرے والد ماجد" کے نام سے لکھا ہے، اس میں بھی ان کے لدھیانہ میں پڑھانے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

والسلام

بندہ محمد تقی

۱۶/۳/۱۴۳۷ھ

تحریک آزادی کشمیر پر ایک نظر
واقعات کی روشنی میں

تصنیف

مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ
خطیب لائل پور جامع مسجد جناح کالونی

۲۸۶

تحریکِ آزادیٔ کشمیر

——— پر ایک نظر ———

واقعات کی روشنی میں

مفتی محمد نعیم لدھیانوی

——— خطیب لائل پور جامع مسجد جناح کالونی

(محمد زبیر)

عکس ٹائٹل اشاعت اول

اعتذار

اس کتاب کے پہلے دو صفحات تلاش کے باوجود نہیں مل سکے۔

اس لیے دو صفحات کے بعد کی تحریر قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔(جامع)

چونکہ پاکستان اپنی بین الاقوامی سرحدوں کی حفاظت کے لئے مجبور تھا اس لئے اسے مدافعت کے لئے میدان میں آنا پڑا اور بھارت کو محسوس کرانا پڑا کہ صرف طاقت کی برتری کے نشہ میں بدمست ہوکر، تمام اخلاقی اور بین الاقوامی ضابطوں کو بالائے طاق رکھ کر اس قسم کی حرکتیں انسانی لباس میں درندگی کا ثبوت مہیا کرتی ہیں اور امن عالم کو تباہ کرنے کا باعث ہو سکتی ہیں۔

کیا یہ امرِ واقعہ نہیں ہے کہ کشمیر اپنے کلچر، تہذیب و تمدّن اور مذہب و ثقافت کے اعتبار سے بھارت کا حصہ نہیں ہے بلکہ پاکستان کا حصہ ہے؟ ورنہ بھارت سلامتی کونسل میں استصواب رائے کو کیوں تسلیم کرتا اور کشمیر اسمبلی کے استرداد کے خلاف سلامتی کونسل سے احتجاج کیوں نہ کرتا۔

کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ کشمیر مسلم اکثریت کا علاقہ ہے جسے تقسیم کے اصول کے مطابق قدرتی طور پر پاکستان میں شامل ہونا چاہیے تھا؟

کیا یہ امر واقعہ ہے کہ کشمیر کی اکثریت بھارت سے الحاق چاہتی ہے اور وہ ایک سے زیادہ مرتبہ بقول بھارت انتخاب بھی کروا چکی ہے؟ اگر بہ نوکِ شمشیر ایسا نہیں ہوا تو پھر بھارت کو استصواب رائے سے فرار کیوں ہے اور بین الاقوامی تسلیم شدہ ضابطوں کی خلاف ورزی کیوں ہے جنہیں بھارت تسلیم کر چکا ہے؟

کیا یہ امر واقعہ نہیں ہے کہ بھارت اپنی استعماریت کی خاطر اسلحہ اور تعداد کی برتری کے نشہ

میں بدمست ہوکر یہ کھیل کھیل رہا ہے جس پر پاکستان نے امریکا اور اس کے دیگر معاون ممالک کو پہلے ہی متنبہ کردیا تھا کہ یہ تمام امداد پاکستان کے خلاف استعمال ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

بھارت کو انتباہ

بھارت کو معلوم ہونا چاہیے کہ ایشیا اور افریقہ میں بڑی سے بڑی استعماریتوں کا خاتمہ ہوچکا ہے اور اگر کہیں اس کا جزوی وجود موجود ہے تو اس کا بھی جنازہ نکلنے والا ہے۔ کشمیر سے بھی چھوٹی ریاستیں حق خود ارادی کے اصول پر آزاد ہوچکی ہیں۔ اب کوئی طاقت وہ نئی ہو یا پرانی، کشمیر کو آزاد ہونے سے نہیں روک سکتی جبکہ تمام انصاف پسند ممالک کی ہمدردیاں کشمیر اور اس کے معاون پاکستان کے ساتھ ہیں۔ اگر بھارت کی استعماریت کو بچانے کے لئے کوئی بھی استعماریت سامنے آئے گی اس کا بھی وہی حشر ہوگا جو دیگر استعماریتوں کا ہوچکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بھارت کے موجودہ جارحانہ حملہ میں استعماری اور غیر استعماری کسی بھی طاقت نے بھارت کے موقف کی تائید نہیں کی۔ جس کی گونج سلامتی کونسل سے لے کر بھارتی پارلیمنٹ تک مسٹر چھاگلہ اور لال بہادر شاستری وزیراعظم بھارت کی آواز میں گونج رہی ہے۔

(بناءً علی ہذا) اگر بھارت میں کسی درجہ کی بھی انسانی، اخلاقی اور بین الاقوامی ضابطوں کی پابندی کی اخلاقی جرأت موجود ہے تو فوری جنگ بندی کا اعلان کردے کیونکہ متنازعہ فیہ علاقہ اور بین الاقوامی حدود کی خلاف ورزی کا پہلے اسی نے ارتکاب کیا ہے اور اپنی تسلیم شدہ سلامتی کونسل کی قرارداد حق خود ارادی کے اصول پر جلد از جلد ایشیا اور افریقہ کی افواج کے زیر نگرانی جنہیں سلامتی کونسل متعیّن کرے، استصواب رائے کروائے۔ بھارت اور پاکستان دونوں اپنی فوجیں وہاں سے نکال لیں اور کشمیر کا مکمل کنٹرول ان افواج کے سپرد کردیا جائے۔ اگر بھارت اس منصفانہ اپنے تسلیم شدہ فیصلہ کے لئے تیار نہ ہو تو ادارہ اقوامِ عالم کا فرض ہے کہ وہ سلامتی کونسل کے فیصلہ کو عملی شکل دینے کے لیے بھارت کو مجبور کرے تاکہ امن عالم کو جو خطرہ عظیم لاحق ہونے والا ہے اس کا بروقت

تدارک ہو سکے۔

سلامتی کونسل اور جنگ بندی

سلامتی کونسل نے اپنے حالیہ فیصلہ میں مسئلہ کشمیر پر غور کرنے کے لیے فریقین کی جنگ بند کر دینے کو پہلا قدم قرار دیا ہے۔ اس سے قبل پہلے قدم کو ۱۸ سال کا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود دوسرا قدم اٹھانے کی نوبت نہیں آئی جس کے خوفناک نتائج کی طرف سلامتی کونسل نے کبھی بھی توجہ مبذول نہیں فرمائی۔ جس کا نتیجہ ہزاروں انسانوں کی تباہی اور فریقین میں مناقشات کے شدید اضافہ کی صورت میں نمودار ہوا ہے جس کی تمام تر ذمہ داری سلامتی کونسل اور بھارت پر عائد ہوتی ہے۔ لیکن سلامتی کونسل کا ابھی پہلا قدم ہی رہا۔ اب اگر عارضی جنگ بندی کے بعد دوسرا قدم بھی پہلے دوسرے قدم کی طرح اٹھانا ہے تو دنیا کے امن خواہ اور انصاف پسند ملکوں کا فرض ہے کہ وہ سلامتی کونسل کے دوسرے قدم کی وضاحت طلب کریں کہ وہ کب اٹھایا جائے گا؟

ورنہ یہی سلامتی کونسل جو پہلے ہزاروں انسانوں کی تباہی اور مناقشات میں اضافہ کا باعث ہو رہی ہے آئندہ لاکھوں انسانوں کی تباہی اور امن عالم کو تباہ کرنے کا موجب ہوگی۔ پھر اسے اپنا نام "سلامتی کونسل" کی بجائے اپنے حال کے مناسب کوئی اور موزوں نام رکھنا ہوگا تاکہ ایشیائی اور افریشیائی قومیں اپنی سلامتی کے لئے کوئی اور ایشیائی اور افریشیائی ادارہ قائم کر سکیں جو ان کی سلامتی کا حقیقی ضامن ہو اور سلامتی کونسل کے اصول کا پابند ہو جسے پاکستان کے وزیر خارجہ نے اپنی تقریر کے خاتمہ پر واضح کیا۔

جنگ بندی اور پاکستان

ان حالات میں کشمیر کی فوری رائے شماری کی قرارداد کے بغیر پاکستان کا دائمی جنگ بندی میں شریک ہونا پہلی اٹھارہ سالہ غیر منصفانہ اور سلامتی کونسل کی جانب دارانہ پوزیشن کو تسلیم کرنا ہوگا جو کہ پاکستان اور پچاس لاکھ کشمیریوں کی خودکشی کے مترادف ہوگا۔ جسے پاکستانی عوام اتنی بڑی قربانی اور

خون کی ندیاں بہانے کے بعد کسی حالت میں بھی تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ ہوں گے اور نہ دنیا کا کوئی انصاف پسند ملک اس کی تائید کرے گا۔ سلامتی کونسل کا فرض ہے کہ وہ جلد از جلد جس کی زیادہ سے زیادہ مدت تین ماہ ہو سکتی ہے، موجودہ قرارداد کے دوسرے حصہ پر غور کرکے اس مسئلہ کا اپنی سابقہ قراردادوں کے مطابق انتظام کرے ورنہ دنیا ایک ایسی خوفناک جنگ میں مبتلا ہو جائے گی کہ وہ جنگِ عظیم کی خوفناکیوں کو بھی بھول جائے گی۔

حقیقت حال

در اصل حقیقت حال یہ ہے کہ بھارت کے حکمران ٹولہ کی جارحانہ پالیسی کا یہ نتیجہ ہے کہ اس نے ہندوستان کی تمام اسلامی ریاستوں کو ختم کرنے کے لیے وہاں کی تمام ریاستوں کو جو اسلامی دورِ حکومت میں بھی وہاں کے باشندوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے ان کے حکمرانوں کی خواہش کے مطابق قائم رہی تھیں جنہیں انگریز نے اپنے دور حکومت میں قائم رکھا تھا لیکن بھارت کے اس حکمران ٹولہ نے ہر ریاست کے باشندوں کے حق خود ارادی کو پائمال کرتے ہوئے سب کا خاتمہ کر دیا جبکہ صدیوں سے وہ اپنے خاص کلچر، تہذیب و تمدّن اور اپنے خاص طرزِ معاشرت اور لسانی خصوصیات اور ثقافت کی حامل تھیں۔ یہی طرزِ عمل اس نے کشمیر کی خاص اسلامی ریاست میں بھی اختیار کرنا چاہا لیکن پاکستان کی بروقت مداخلت اور سلامتی کونسل کے حق خود ارادی کے فیصلہ سے وہ ایسا کرنے میں کامیاب نہ ہوا۔ اب وہ سلامتی کونسل میں حق خود ارادی کی بنیاد پر رائے شماری تو تسلیم کر چکا ہے اور اسے عملی شکل دینے سے اس لئے گریز کر رہا ہے کہ کہیں اس حق خود ارادی کے اصول پر بھارت کی تمام ریاستیں اور اس کے نواب اور راجے بقیہ غصب شدہ ریاستوں میں رائے شماری کا مطالبہ نہ کر لیں اور اس حکمران ٹولہ کی وہ جارحانہ پالیسی بے نقاب نہ ہو جائے جو اسلامی ریاستوں کو ختم کرنے کی رشوت دے کر باقی ریاستوں کے ختم کرنے کے متعلق اس نے اختیار کی تھی۔ جسے آنجہانی مسٹر پٹیل نے اختیار کرکے تمام ریاستوں کا خاتمہ کر دیا تھا۔

اور یہ بھی خطرہ ہے کہ کہیں ریاستوں کے کروڑوں باشندے جو فاقوں کا شکار ہو رہے ہیں، حکمران ٹولہ کے محاسبہ کے لیے اپنے راجوں کی حمایت میں میدان میں نہ آجائیں، کیونکہ بھارت کی سابقہ تاریخ صدیوں سے مختلف ریاستوں کے مجموعہ ہی کو ہندوستان ثابت کرتی ہے۔ ورنہ ایسا ایک خود مختار ہندوستان جس میں کسی بھی ریاست کو اندرونی خود مختاری یا نیم خود مختاری حاصل نہ ہو، کبھی بھی اس خطّۂ ارض پر قائم نہیں ہوا۔

ادارہ اقوامِ عالم کو ان حالات میں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ نہ صرف دنیا کے تمام ممالک پاکستان کے موقف کی تائید کرتے ہیں بلکہ بھارت کے تمام راجے، مہاراجے، نواب اور ان کی کروڑوں رعایا بھی کشمیر کے استصواب رائے کے فیصلہ کی پوری تائید کرتے ہیں اور ان کی تمام ہمدردیاں اپنے روشن مستقبل کے پیش نظر پاکستان اور آزادی کشمیر کے ساتھ ہیں اور اس انتظار میں ہیں کہ ان کے لیے بھی راستہ کھل جائے تاکہ وہ اسی حق خود ارادی کے اصول پر دوبارہ اپنی اپنی ریاست قائم کر سکیں جو ان کا بھی حق خود ارادی ایک پیدائشی حق ہے جو بھارت کے حکمران ٹولہ سے نجات حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔ چنانچہ سکھوں کے پنجابی صوبہ کی بنیاد بھی یہی حق خود ارادی ہے جس کا وہ مطالبہ کر رہے ہیں۔ جیسا کہ ماسٹر تارا سنگھ صاحب کے ایک بیان سے ظاہر ہے جو کہ دراصل پرانی تمام سیکھ ریاستوں کے مجموعہ کی آزادی کا مطالبہ ہے۔

بھارت اگر اپنے تسلیم شدہ فیصلہ کے مطابق کشمیر میں رائے شماری کو تسلیم کر لیتی ہے یا سکھوں کے پنجابی صوبہ کے مطالبہ کو جو کہ سکھ ریاستوں کا مجموعہ ہے، تسلیم کر لیتی ہے تو پھر باقی ریاستوں میں استصواب رائے سے انکار کی بھارت کے پاس کوئی ایسی وجہ موجود نہیں ہے جسے حق و انصاف یا کسی درجہ میں بھی انسانی شرافت کی حمایت حاصل ہو، جس کا جلد یا بدیر عمل میں آنا ضروری ہے۔ آخر ظلم و جبر کا خاتمہ ہو گا ورنہ دنیا کے بقا اور امن کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو جائے گا۔

ریاست پٹیالہ پنجاب کی سب سے بڑی سکھ ریاست احمد شاہ ابدالی نے قائم کی تھی جسے

انگریزوں نے بھی قائم رکھا، لیکن بھارت کی برہمنی حکومت نے اسے بھی ختم کر دیا۔ سکھ قوم اور ان ریاستوں کے راجوں کو مسٹر پٹیل نے خالصتان کی آزادی کا ایسا نشہ پلایا کہ مسلمانوں کے قتل عام کا ان سے کام لیا۔ مہاراجہ پٹیالہ نے اس امید پر کہ خالصتان آزاد سکھ سٹیٹ کا سب سے پہلا مکھیا مجھے بنایا جائے گا، اس خدمت کو سب سے زیادہ بڑھ چڑھ کر انجام دیا۔ اب سکھ قوم اور ان کے راجوں، مہاراجوں پر یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے کہ وہ بھارت کی براہمنی سیاست کا شکار ہو گئے ہیں ان پر:

نہ خدا ہی ملا، نہ وصالِ صنم

نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

کی مشہور مثال ٹھیک صادق آتی ہے۔

اب آخر کار سکھ رہنما حق خود ارادی کے مسلّمہ اصولوں پر جیسا کہ مسلمانوں کا کشمیر کے متعلق ایک مبنی بر انصاف اور جائز مطالبہ تھا، میدان میں آگئے ہیں اور کشمیریوں کے حق خود ارادی کے اصول پر ان کے مطالبہ کی پرزور تائید کر رہے ہیں جو کہ:

جب کیا تنگ بتوں نے تو خدا یاد آیا

کا مصداق ہے۔

اب سکھوں کا مطالبہ چونکہ مبنی بر انصاف اور جائز مطالبہ ہے جو کہ حق خود ارادی کی بنیاد پر اٹھایا گیا ہے، مسلمان قوم کا فرض ہے کہ وہ اس کی پرزور تائید کرے۔ کیونکہ حقیقی مسلمان وہی ہے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی دوسروں کے لئے پسند کرے خواہ اس کا مذہب کچھ بھی ہو۔ دراصل یہ تائید اسی اصول کی ہے جسے وہ تسلیم کرتا ہے نہ کہ کسی خاص فرد یا جماعت کی۔

اس وقت سکھوں کی حالت ان کے اپنے خیال کے مطابق بھارت میں بہت زیادہ مخدوش ہے۔ مسلم اقلیت ان سے پہلے ہی زخم خوردہ ہے۔ ایک سکھ اسٹیٹ کے مطالبہ کی وجہ سے ہندو

اکثریت جس کی حکومت سکھوں سے بدظن ہے لیکن بظاہر حسب دستور سابق اپنی برہمنی پرفریب سیاست سے پنجابی صوبہ کے قیام کی کمیٹیاں بناکر جن میں کوئی سکھ نمائندہ نہیں ہے، فتح سنگھ کی بھوک ہڑتال ترک کرنے کی قیمت ادا کرنا چاہتی ہے۔

چونکہ سکھ رہنماؤں کو یا تو اپنے مطالبہ کے مبنی برانصاف ہونے کا یقین کامل نہیں ہے یا وہ ایسے سیدھے سادے واقع ہوئے ہیں کہ ہمیشہ بروقت برہمنی سیاست کے وعدوں پر ان کا شکار ہوتے جاتے ہیں، اس لیے ہم انہیں یقین دلاتے ہیں کہ سکھ اسٹیٹ کا مطالبہ حق خود آرادی کے حصول پر ایک جائز اور مبنی برانصاف مطالبہ ہے۔ پاکستان کے عوام جس طرح کشمیر کی آزادی کے مطالبہ کے مؤید ہیں اسی طرح سکھوں کے مطالبہ کے بھی پرزور مؤید ہیں اور انہیں مشورہ دیتے ہیں کہ وہ اپنے مطالبہ کو ادارہ اقوامِ عالم میں پیش کرنے کی کوشش کریں، ورنہ بھارتی ہندو حکومت انہیں کبھی بھی اپنے مقصد سے ہمکنار نہ ہونے دے گی، لیکن عالمی ادارہ بھی کسی قربانی کے بغیر اس طرف متوجہ نہ ہوگا۔

صدر جمہوریہ ہند کا افسوسناک انجام

صدر جمہوریہ ہند جو کہ سچائی کے دیوتا مانے جاتے ہیں اور نفس انسانیت اور اس کے فطری حقوق کے محافظ ہیں، مذہبی اور غیر مذہبی فلسفہ کی موشگافیوں سے بھی ناآشنا نہیں ہیں، آپ نے بھی مسئلہ کشمیر پر اپنے ذاتی تاثرات کو بیان فرمایا ہے۔ ہمیں کامل امید تھی کہ وہ عدل وانصاف کی روشنی میں بالکل غیر جانبدار ہوکر اپنے عہدہ کی بقا کی حفاظت کا خیال نہ رکھتے ہوئے دونوں حکومتوں میں کوئی بہتر مصالحت کی راہ دکھاکر حق کے انسانیت ادا کریں گے لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ انہوں نے بھی اپنی حکومت کے غیر منصفانہ رویہ اور ہٹ دھرمی کی پرزور تائید فرماکر اپنے عہدے کی حفاظت فرمائی ہے جو ہزاروں بے گناہ انسانوں کے نقصان کی صورت میں نمودار ہوئی ہے۔ صدر موصوف کی قابلیت اور سوجھ بوجھ کا یہ نہایت افسوسناک انجام ہے۔

صدر موصوف! جب کہ پاکستان نے اس قرارداد کی شرائط کی پابندی نہیں کی جیسا کہ آپ کا

خیال ہے تو پھر ان انتخابات کو پاکستان کی شکایت پر جنہیں آپ حق بجانب قرار دیتے ہیں سلامتی کونسل نے کیوں مسترد کر دیا؟ اور یہ کہا کہ اس قرارداد پر یہ اثرانداز نہ ہوں گے اور اس قرارداد کو قائم رکھا۔

اس کے علاوہ صدر موصوف! جب کہ آپ ایک فریق مقدمہ کی حیثیت سے سامنے آئے ہیں تو آپ کو خود فیصلہ صادر کرنے کا کیا حق ہے؟ اگر اس مسئلہ کا فیصلہ ہو چکا ہے جیسا کہ آپ کا خیال ہے تو اسے ثابت کرنے کے لیے جبکہ فریق ثانی اس کا انکار کرتا ہے تو آپ اسے ثابت کرنے کے لیے سلامتی کونسل کی عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہونے سے کیوں گریز کر رہے ہیں؟

تاریخِ عالم کا فیصلہ ہے کہ ایک آدمی اپنی ذات میں کتنا ہی سچا اور معاہدوں کا پابند ہو لیکن جب وہ کسی قوم کی نمائندگی کرتا ہے تو قوم کی خواہش کے مطابق سب سے بڑا عہد شکن اور غیر راست گو ثابت ہوتا ہے اور اس کی قوم اسے بڑا مدبّر، موقع شناس اور ہوش مند قرار دیتی ہے۔ لیکن مذہب اسلام کا فیصلہ ہمیشہ اس کے خلاف رہا ہے۔ اس کا ہر فرد اور جماعت دونوں جگہ اپنے عہد کے پابند ہوتے ہیں جس کے اَن گنت شواہد تاریخ اسلام میں موجود ہیں۔

صدر پاکستان نے سلامتی کونسل کی قراردادوں کے مطابق ایک ایسا ریکارڈ قائم کر دیا ہے جو تاریخ پاکستان میں ہمیشہ یاد گار رہے گا جبکہ بھارت کی تاریخ اس کے بالمقابل ہمیشہ اپنے عہد شکنیوں کا مرقّعہ پیش کر کے اپنی آنے والی نسلوں کی تباہی کا سامان مہیا کرے گی۔

دنیا کے دانشوروں کا فیصلہ اور ہمارا عمل

گزشتہ زمانہ میں دنیا کے دانشوروں اور قانون کے ماہروں کی ایک کانفرنس اس امر کا فیصلہ کرنے کے لئے منعقد ہوئی تھی کہ حق واقعی کوئی نفس الامری حقیقت ہے یا صرف طاقت کا نام حق ہے؟ کیا کوئی طاقت ور فرد یا جماعت یا حکومت اگر اپنی طاقت کے بل پر کسی امر کو جائز اور حق بجانب قرار دے تو وہی حق ہوتا ہے؟ جیسا کہ "جس کی لاٹھی اس کی بھینس" کا مشہور مقولہ ہے یا حق واقعی

ایک نفس الامری حقیقت ہے، صرف طاقت کا نام حق نہیں ہے؟

ان دانشوروں اور قانون کے ماہروں کی اس کانفرنس نے یہی فیصلہ صادر کیا کہ حق واقعی ایک نفس الامری حقیقت ہے اور صرف طاقت کو حق قرار دینا درندوں کا فیصلہ تو کہا جاسکتا ہے لیکن انسان جو کہ درندوں پر بھی ہر طرف فوقیت اور حکومت رکھتا ہے، اس کا قطعی فیصلہ یہی ہے کہ حق واقعی ایک نفس الامری حقیقت ہے، صرف طاقت کا نام حق نہیں ہے۔

لیکن بعض درندہ صفت انسان اَن گنت مشاہدوں اور تجربوں اور دنیا کے تمام دانشوروں کے فیصلہ کے خلاف اب بھی طاقت ہی کو حق ثابت کرنے کے لیے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں۔

آج یہی حال بھارتی حکومت کا ہے جو صرف طاقت کے بل پر ۵۰ لاکھ کشمیریوں کو غلام رکھنے پر تلی ہوئی ہے۔ اس کا یہ طرزِ عمل انسانیت اور حق کا ماتم کر رہا ہے اور اس کی یہ درندگی تگنی کا ناچ ناچ رہی ہے جو اس کا فطری خاصہ اور پیشہ ہے، لیکن آخر کار حق کامیاب ہوگا اور طاقت اپنا ہی سر پیٹ کر رہ جائے گی۔

جیسا کہ بھارت کے طاقت کے بل پر پاکستان پر اچانک حملہ سے ظاہر ہو چکا ہے کہ حق نے اپنے سے چھ گنا طاقت کو شکست فاش دے کر حق کا ریکارڈ قائم کر دیا اور حق طاقت پر غالب آگیا ہے۔ بھارت کے اسلحہ اور تعداد کی برتری نے کچھ کام نہ دیا لیکن بھارت کی اس طاقت کا نشہ اتارنے کے لیے ابھی ایک ضرب کلیم کی اور ضرورت ہے جس کی تکمیل کے لیے ضروری ہے کہ ۱۸ سال سے ۴۰ سال تک ہر اہلیت رکھنے والے جوان کے لئے اور ایسے ہی کالجوں کے تمام طلباء کے لئے ہر قسم کی ٹریننگ فوجی اور غیر فوجی لازم قرار دی جائے۔ ایسے ہی سِول کے ہر نئے ملازم کے لیے تین سال تک فوجی ٹریننگ ضروری ہو اور یہ زمانہ اس کی ملازمت میں تقرر کے بعد محسوب ہو اور سِول کے پہلے ملازمین میں سے ہر اہلیت رکھنے والے ملازم کے لیے ۳ ماہ فوجی ٹریننگ لازمی ہو۔ اس کا لازمی

نتیجہ یہ ہوگا کہ ضرورت کے وقت فوجی تربیت یافتہ عملہ آسانی سے دستیاب ہوجائے گا۔ زمانہ کے تقاضوں کے مطابق پاکستان جیسے نوآزاد ملک کے لئے یہ مشورہ نہایت اہم اور ضروری ہے۔

ہمیں امید ہے کہ ہمارے صدر موصوف جو کہ خود بھی فوجی ہیں، اسے عملی شکل دینے کی جلد از جلد خدمت انجام دے کر نہ صرف اپنا فرض منصبی ادا کریں گے بلکہ ہمیں بھی شکریہ کا موقع دیں گے اور آنے والے خطرات کا بھی آسانی سے تدارک کر سکیں گے۔

بھارت کی نام نہاد لادینی حکومت اور اس کا طرز عمل واقعات کی روشنی میں

ملک آزاد ہونے پر بھارت نے یہ اعلان کیا تھا کہ ملک کے تمام باشندے بلاامتیاز اپنے فرائض اور حقوق میں برابر کے شریک ہوں گے، کسی بھی فرقہ سے امتیازی برتاؤ نہیں ہوگا۔ اور بھارت کا یہ بنیادی اصول ہے، لیکن اعلان کے فوراً بعد ہندو اکثریت نے اقلیتوں خصوصاً مسلم اقلیت کو اپنے ایسے وحشیانہ مظالم کا نشانہ بنایا کہ بھارت کی ہزار سالہ تاریخ کسی بھی اقلیت پر اس قسم کے مظالم کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ہزاروں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ ان کے مکانوں، دکانوں کو نذر آتش کیا گیا اور ان کے مال واسباب پر قبضہ کر لیا گیا۔ حکامِ بالا نے مسلمانوں ہی کو گرفتار کیا اور انہی کو پھانسی دی گئی اور انہی کو قید و بند کا شکار بنایا گیا۔ حاکم و محکوم دونوں نے مسلمانوں کو نابود کرنے کی ناپاک کوشش کی۔ لاکھوں کو پاکستانی قرار دے کر مشرقی پاکستان دھکیل دیا گیا، سینکڑوں خواتین کی عزت پر ڈاکہ ڈالا گیا اور کئی ایک دیہات کو نذر آتش کر دیا اور جان بچانے والوں کو گولی کا نشانہ بنادیا جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔ انگریز کے دو صد سالہ دورِ حکومت میں جتنے فسادات ہوئے تھے، اس لادینی حکومت کے ۱۸ سالہ دورِ حکومت میں کئی گنا اس سے زیادہ ہوئے ہیں۔ اب انگریز کی جگہ جن سنگھ باقاعدہ مسلح ہو کر اس خدمت کو انجام دے رہی ہے۔

حکومت کی ہر تقریب پر ہندو رسم ورواج کی پابندی

حکومت کی ہر تقریب کا افتتاح ہندو رسم ورواج کے مطابق شلوک اور منتر سے ہوتا ہے اور

شگون کروایا جاتا ہے جیسا کہ ماسٹر تارا سنگھ صاحب کے ایک حالیہ بیان سے بھی ظاہر ہے۔ مسلمانوں کی تہذیب و تمدن اور ان کی اصل ہندی مشترکہ زبان اردو کو علاقائی زبان تسلیم کرنے کے باوجود عملاً اس کا خاتمہ کر دیا گیا ہے حالانکہ وہ ہند ہی میں پیدا ہوئی اور پروان چڑھی اور بھارت کے ہر حصہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

ہر سرکاری محکمہ سے مسلمانوں کا اخراج

اگر کسی محکمہ میں کوئی مسلمان باقی ہے تو محکمانہ الزام لگا کر اسے نکال دیا جاتا ہے۔ نئی بھرتی میں کسی بھی مسلمان کو نہیں لیا جاتا۔ پہلے چند ملازمین کے علاوہ فوج اور پولیس میں ان کی بھرتیاں عملاً ممنوع قرار پا چکی ہیں۔ ہندو راجپوت سکھ مرہٹہ ڈوگرہ اور جاٹ بٹالین موجود ہے لیکن چھ کروڑ مسلم آبادی میں جو فوجی خدمت بہترین ترین پر انجام دے سکتے ہیں ان کی کوئی بھی بٹالین موجود نہیں ہے حالانکہ مسلمان جس ملک کا باشندہ ہوں وہ اس ملک کا وفادار ہوتا ہے۔ تاریخ ہند میں جس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں جس کا وزیر ہند نے بھی اعتراف کیا ہے۔ اس کے برعکس مشرقی پاکستان میں ۹۰ لاکھ غیر مسلم موجود ہیں جن میں اکثریت ہندوؤں کی ہے۔ کیا مندرجہ بالا واقعات میں سے کسی ایک کی بھی نشاندہی کی جا سکتی ہے جو ان اقلیتوں کو پیش آئے ہوں؟

لاکھوں خداؤں کے پجاریو! جن سنگھیو! اور ان سے اتفاق کرنے والو! اس دھرتی کے حقیقی مالک کے غضب سے ڈرو اور اس کے جذبہ انتقام کو دعوت نہ دو۔ اس کے ہاں دیر تو ہے لیکن اندھیر نہیں ہے۔ ورنہ تمھاری نسل تک ختم کر دی جائے گی۔ تاریخ میں صرف تمھارے وحشیانہ مظالم کی داستان باقی رہ جائے گی۔ کیا یہ لادینی حکومت یا رام راجیہ ہے؟

آزادی کشمیر اور بھارت

کشمیر کے لاکھوں باشندے جن کے مطالبہ آزادی کو بھارتی حکومت سلامتی کونسل میں خود تسلیم کر چکی ہے، جس کی خاطر ۱۸ سال سے وہ جدوجہد کر رہے ہیں، قید و بند اور گولیوں کا نشانہ بن

رہے ہیں اور ان پر تمھارے وحشیانہ مظالم ساری دنیا میں تمہیں رسوا کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے کسی بھی ملک نے تمھارے موقف کی تائید نہیں کی۔

شیخ عبداللہ نے ملک آزاد ہونے پر اپنی دہلی کی پہلی تقریر میں تم پر واضح کر دیا تھا کہ اگر بھارت کا مسلمان امن میں ہے تو کشمیر تمھارا ہے ورنہ کشمیر تمھارا ہرگز نہیں ہے۔ مسلم سکھ اقلیتوں میں اتفاق کے خطرہ کو دور کرنے کی خاطر مسٹر پٹیل نے مسلم ریاستوں کو ختم کرنے کی رشوت دے کر تمام ریاستوں کو ختم کر دیا اور سکھ شرنارتھیوں کو پہلے سارے ہندوستان میں بکھیر دیا۔ مشرقی پنجاب میں قدم رکھنے کی اجازت نہ دی۔ دوسرے خالصتان سکھ آزاد اسٹیٹ کا نشہ پلا کر مسلمانوں کا قتل عام کروایا اور دونوں میں منافرت مضبوط کر دی۔ اس طرح سکھ اسٹیٹ کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوا۔ سکھ اپنی سادگی اور پٹیل پر اعتماد کی وجہ سے برہمنی سیاست کا شکار ہو گئے۔

ہم بھارتی حکومت کو چیلنج کرتے ہیں کہ کسی بھی غیر جانبدار کمیشن کے تقرر سے تحقیقات کروائے تاکہ واضح ہو جائے کہ کون حق بجانب ہے۔

بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ لدھیانوی

خطیب لائل پور جامع مسجد جناح کالونی

۳۰-۹-۱۹۶۵ء

باب دوم

تذکرہ

جمعیت علماء ہند

اور اکابرین جمعیت

جمعیت علمائے ہند کے بانی و معمارِ اول کون تھے؟

جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ جمعیت علماء کی تاریخ ان اصحاب کی طرف سے مرتب کی گئی تھی جنہوں نے اپنے ذاتی جذبات، عقیدت اور رجحانات کو مدِّ نظر رکھا۔ اس وجہ سے جمعیت علماء ہند کی مکمل تاریخ سامنے نہ آسکی۔

مجھے مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ کے خاندان کا فرد ہونے کی وجہ سے اس کا اندازہ تو تھا لیکن جمعیت علماءِ ہند کی مستند تاریخ مجھے بھی نہیں مل سکی، سوائے خاندانی یادداشتیں جو ملیں۔ میں نے بہت کوشش کی کہ ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری کراچی سے یا ہندوستان سے مولانا احمد سعید صاحب دہلویؒ کی تصنیف "جمعیت علماء ہند کیا ہے؟" مل جائے لیکن پوری کوشش کے باوجود نہ مل سکی۔ کیمبرج یونیورسٹی سے الجمعیۃ اخبار کا ریکارڈ تو مل گیا لیکن موجودہ جمعیت علماءِ ہند سے کچھ نہ مل سکا۔

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے صاحبزادے شیخ الحدیث مولانا سید ارشد مدنی جمعیت علماء ہند کے ایک حصے کے صدر ہیں اور ان کے بھتیجے دوسرے حصے کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ ہندوستان کے مسلمانوں کی سب سے بڑی جماعت دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ محمود مدنی مولانا سید اسد مدنی کے صاحبزادے ہیں۔

میں اپنی کتاب کی طباعت کے آخری مراحل میں تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن واصف صاحب کی کتاب "جمعیت علماء پر ایک تاریخی تبصرہ" مل گئی۔ مولانا مفتی حفیظ الرحمٰن واصف صاحب کا اتنا تعارف ہی کافی ہے کہ آپ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ کے صاحبزادے تھے۔ آپ کی مشہور تصنیف "کفایت المفتی" ہے جو کہ حضرت

مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کے مشہور فتاویٰ پر مشتمل ہے۔ مولانا حفیظ الرحمن صاحب واصف دہلویؒ کا مونوگرام ڈاکٹر محمد قاسم صاحب دہلوی نے تحریر فرمایا ہے جو کہ اردو اکادمی کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔آپ کے حالاتِ زندگی اس میں تفصیلی پڑھے جاسکتے ہیں۔

مولانا حفیظ الرحمان صاحب واصف دہلوی کی کتاب جمعیت علماء پر ایک تاریخی تبصرہ" جمعیت علمائے ہند کی صحیح تاریخ جاننے کا ذریعہ ہے۔ اس کتاب کے اقتباسات شامل کتاب کررہا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ جمعیت علمائے ہند کی تاریخ کو ظاہر کرنے کا موقع عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا مفتی حفیظ الرحمن صاحب دہلویؒ کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اگر آپ یہ کتاب تصنیف نہ فرماتے تو شاید کبھی بھی جمعیت علماء ہند کی صحیح تاریخ سامنے نہ آتی۔

مشہود مفتی

عفی اللہ عنہ

جمعیۃ علماء پر ایک تاریخی تبصرہ

تصنیف

مولانا حفیظ الرحمن واصف

مہتمم مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی

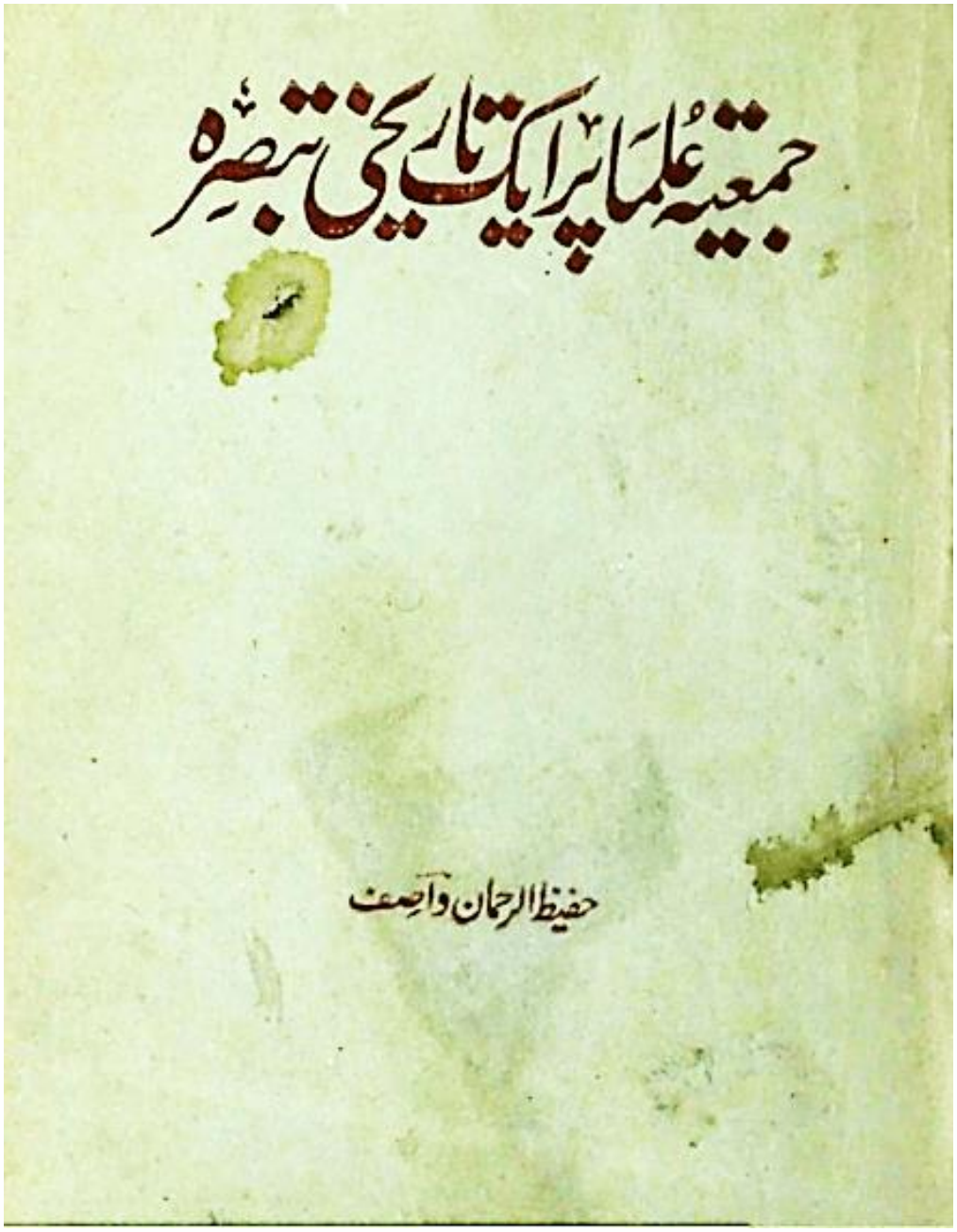

عکس ٹائٹل اشاعت اول

جمعیت علماء پر ایک تاریخی تبصرہ

مولانا حفیظ الرحمن واصف
مہتمم مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی نوراللہ مرقدہٗ ناظم عمومی جمعیت علماء ہند کی وفات کے بعد اور جمعیت علماء ہند کی قیادت کے بدلنے کے بعد جماعت کے اندر ایک عجیب اور افسوس ناک ذہنی انقلاب پیدا ہوگیا ہے اور کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا یہ پالیسی طے کرلی گئی ہے کہ جماعت کی گزشتہ تاریخ کو نہ صرف یکسر بدل دیا جائے بلکہ متبادل تاریخ کا مسلسل پروپیگنڈہ پوری قوت وشدت سے کیا جائے تاکہ اصل حقیقت نسیًا منسیاً ہوکر ایک نئی مسخ شدہ تاریخ سامنے آئے۔ یہ خیال کسی بدگمانی یا اختلاف کی وجہ سے پیدا نہیں ہوا کیونکہ اختلاف میرا کسی سے نہیں نہ کوئی وجہ اختلاف ہے۔ اس لیے بدگمانی کی بھی کوئی وجہ نہیں بلکہ وہ مسلسل نظائر جو نگاہ کے سامنے سے گزر رہے ہیں ان کا مشاہدہ یقین کرنے پر مجبور کررہا ہے کہ یہ ایک سوچی سمجھی اسکیم ہے جو بروئے کار لائی جارہی ہے۔

جمعیت علماءِ ہند ان چند مقدّس، مخلص اور ایثار پیشہ علماء کی قائم کی ہوئی جماعت ہے جن کو نہ عزت وشہرت کی خواہش تھی نہ نام ونمود کی۔ یہ تمام ہندوستان کے علماء کی نمائندہ جماعت ہے۔ (اور جس وقت سنہ ۱۹۱۹ء میں یہ بنائی گئی تھی اس وقت غیر منقسم ہندوستان میں برہما بھی شامل تھا۔) اس کی آواز سنجیدہ، رائے باوقار اور قول صادق ہونا چاہیے اور یہی اوصاف ہمیشہ اس کا طرّۂ امتیاز رہے ہیں لیکن اگر اس کے آرگن میں بے سروپا افسانے اور غلط روایات شائع ہوں اس کے ذمہ دار ارکان غیر مستند اور غلط واقعات اپنی تقریروں میں بے دھڑک کہنے لگیں تو یہ جماعت ایک باوقار جماعت

کہلانے کی مستحق نہیں۔

یہی وہ احساسات ہیں جن کی بنا پر میں نے مؤرخہ ۳ مئی ۱۹۶۶ء کو برادرِ محترم مولانا سید اسعد میاں ناظم عمومی جمعیت علماء ہند کی خدمت میں مندرجہ ذیل عریضہ بھیجا تھا:

عزیز محترم مولانا سعید اسعد میاں

اسعدکم اللہ فی الدارین

السلام علیکم! کئی دفعہ سوچا کہ آپ سے ملوں اور کچھ باتیں کروں مگر بندہ بھی کثرت کار اور ہجوم افکار کی وجہ سے مجبور اور آپ بھی اپنے اس فعل کی وجہ سے معذور، ملاقات ہو تو کیوں کر ہو۔

واں وہ خیال عزو ناز یاں یہ حجاب پاس وضع

راہ میں ہم ہیں کہاں بزم میں وہ بلائے کیوں

اس وقت باعث تصدیعہ یہ امر ہے کہ جمعیت علمائے ہند کے سالانہ اجلاس منعقدہ ۱۵/۱۶/ ۱۷/ اپریل ۱۹۶۶ء بمقام گیا کی کارروائی اخبار الجمعیۃ میں جو شائع ہوئی اور تقاریر وہ مضامین اور خطبہ صدارت خطبہ استقبالیہ اور خاص کر "جمعیت علماء نمبر" سب میرے پیش نظر ہیں۔ اب کے یہ جو خاص نمبر شائع ہوا ہے اتنا روکھا پھیکا کوئی خاص نمبر پہلے نہیں نکلا۔ زیادہ اہم اور قابل افسوس امر یہ ہے کہ مذکورہ بالا تمام لٹریچر بے انتہا تضاد بیانی اور پراگندہ خیالی کا مرقع ہے۔

جمعیت علمائے ہند تمام ملک کے اعلیٰ مرتبہ علماء اور اعلیٰ مقام صلحاء کی مقدس جماعت ہے۔ اس کے پلیٹ فارم سے جو بات کہی جائے اور شائع کی جائے وہ آئندہ نسلوں کے لیے ایک تاریخی دستاویز کا حکم رکھتی ہے۔ آپ کے دور میں جمعیت کی ایک نئی تاریخ مرتب ہو رہی ہے۔ چونکہ آپ اس کی ذمہ دارانہ عہدے پر فائز ہیں اس لئے ہر معاملے میں آپ ہی مسئول ہیں۔

ہمارے عرب مؤرخین تاریخی واقعات وسانحات کو بھی حدیث کی طرح سند کے ساتھ روایت کیا کرتے ہیں۔ ابن خلدون، بلاذری، ابن ہشام، ابن اثیر، ابن سعد، واقدی وغیرہ تمام مسلم

مؤرخین نے مؤرخانہ دیانت واحتیاط کا جو بلند مقام اور بلند معیار قائم کیا تھا اسی وجہ سے علمی دنیا نے ان کو فن تاریخ کا امام اور معلم اول اور موجد تسلیم کیا۔

میں آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں اس تضاد بیانی اور بدحواسی کی طرف جو اجلاس گیا کے لٹریچر میں نمایاں طور پر پائی جاتی ہے۔ ذیل کے اقتباسات ملاحظہ فرمائیے:

۱. جس جماعت کی **تاسیس** میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور ان کے فیض یافتہ اکابر اور علماء کا ہاتھ ہو۔۔۔الخ (مقالہ افتتاحیہ جمعیت علماء نمبر ۱۶/ اپریل ۱۹۶۶ء)

۲. ۲۳/ نومبر ۱۹۲۹ء کو دلی میں علماء کے اجتماع میں جشن صلح میں شرکت کے خلاف فتویٰ تیار ہوا۔ اسی اجتماع میں **جمعیت علماء ہند کا قیام** عمل میں آیا۔ (جمعیت علماء نمبر صفحہ ۴ کالم ۱)

۳. ۲۸/ دسمبر ۱۹۱۹ء کو امرتسر میں جمعیت علماء ہند کا **پہلا اجلاس منعقد ہوا**۔ (حوالہ ایضاً)

۴. ۴، ۶/ ستمبر ۱۹۲۰ء کو کلکتے میں خاص اجلاس منعقد ہوا۔ (ایضاً)

۵. ۱۹، ۲۰/ نومبر ۱۹۲۰ء دلی میں جمعیت علماء کا **دوسرا اجلاس** جس میں حضرت شیخ الہندؒ نے مالٹا سے رہا ہو کر صدارت فرمائی۔ (ایضاً)

۶. جمعیت علماء ہند کا **مشاورتی جلسہ** ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں ہوا۔ (جمعیت علماء نمبر صفحہ ۶ کالم ۴)

۷. چنانچہ علماء اس میں پیش پیش رہے اور اپنے پیروؤں کی صحیح رہنمائی کی غرض سے انہوں نے جمعیت علماء ہند کی تنظیم کی۔ (ایضاً)

۸. جمعیت کے **بانیوں میں** مندرجہ ذیل حضرات نمایاں حیثیت کے حامل ہیں:
حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ صاحب، حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، مولانا ابوالکلام آزاد،

مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا ثناءاللہ امرتسری، مولانا عبیداللہ سندھی، مسیح الملک حکیم اجمل خان، ڈاکٹر مختار احمد انصاری، مولانا محمد سجاد صاحب بہاری، مولانا احمد سعید صاحبؒ۔ (جمعیت علماء نمبر صفحہ ۶)

۹. جمعیت علماء ہند ہی وہ **پہلی مذہبی سیاسی جماعت** ہے جس نے وطن عزیز کی **مکمل آزادی** کو اپنا نصب العین قرار دیا اور یہ بات ۱۹۱۹ء کی ہے جب اس کا قیام عمل میں آیا تھا۔ (جمعیت علماء نمبر صفحہ ۷ کالم ۱) پہلے اجلاس میں۔ (ایضًا زیر عنوان خدمات)

۱۰. جمعیت علماء ہند نے اجلاس سنہ ۱۹۲۱ء منعقدہ لاہور میں ہندوستان کی **مکمل آزادی** کی تجویز پاس کر کے ہندوستان کی آئینی جدوجہد کا نقش اولین قائم کیا۔ (سنڈے ایڈیشن ۲۴ اپریل ۱۹۶۶ء، صفحہ ۸ کالم ۲)

۱۱. ۱۹۱۹ء میں جمعیت علماء ہند کا **باضابطہ** قیام امرتسر میں عمل میں آیا۔ (ایضًا کالم ۱)

۱۲. جمعیت علمائے ہند کے اکابر اور **بانی حضرات** نے سنہ ۱۹۱۴ میں انقلابی تحریک چلائی جو **ریشمی خطوط** کی تحریک کے نام سے مشہور ہے۔ **۱۹۱۷ء میں** اس تحریک کے سب سے بڑے رہنما شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ صاحب، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمدؒ صاحب، مولانا عزیر گلؒ صاحب اور ان کے رفقاء کو حجاز سے گرفتار کر کے **پانچ سال** تک مالٹا میں نظر بند رکھا گیا اور مولانا عبیداللہ سندھی، مولانا محمد میاں منصور انصاری کا ہندوستان میں داخلہ ممنوع قرار دیا گیا۔ (جمعیت علما نمبر، صفحہ نمبر ۷، خدمات)

۱۳. جمعیت علمائے ہند کی تحریک آزادی کے چار دور ہیں:

پہلا دور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے ۱۸۵۷ء تک، دوسرا دور ۱۹۱۲ء تک، تیسرا دور ۱۹۱۹ء تک، چوتھا دور تقسیم ہند تک۔ پہلے تین دوروں میں جمعیۃ علماء ہند کی انقلابی جدوجہد غیر آئینی، مسلح اور تشدد کے ذریعے تھے۔ (جمعیت علماء نمبر، صفحہ ۱۶، کالم ۱)

۱۴. مالٹا سے رہائی کے بعد شیخ الہند ہندوستان واپس آئے تو گاندھی جی جو ابھی نئے نئے افریقہ سے آئے تھے، علی برادران، مسلمان، ہندو اور ملک کے سبھی فرقوں کے لیڈروں نے بمبئی میں شیخ الہندؒ کا استقبال کیا کیونکہ حریّت وطن کی تمام غیر آئینی جدوجہد اب تک ناکام ہو چکی تھی لہٰذا ۱۹۱۹ء میں شیخ الہندؒ نے آئینی جدوجہد کے لیے جماعتی شکل میں جمعیۃ علماء ہند کی تشکیل فرمائی۔ (ایضاً صفحہ ۱۷ کالم ۱)

۱۵. ایک خلافت کانفرنس دہلی میں منعقد ہوئی۔ اس میں بعض اہل علم نے یہ مشورہ کیا کہ ہندوستان کے علماء کی تنظیم ہونی چاہیے۔ (آگے لکھتے ہیں) جمعیت علماء ہند قائم ہوئی اور اس کا **پہلا جلسہ امرتسر** میں خلافت کانفرنس کے ساتھ منعقد ہوا۔ اس میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی رہائی کے متعلق ایک تجویز پاس ہوئی۔ (آگے لکھتے ہیں) اس اجلاس کے صدر مولانا عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ (ایضاً صفحہ ۱۷ ابیان مولانا احمد سعید)

۱۶. ذیل میں ان بزرگوں کے اسمائے گرامی درج ہیں جو جمعیت علماء ہند کے بانی اور اس کے معمار ہیں:

حضرت شیخ الہندؒ، مولانا حسین احمدؒ، مولانا مفتی کفایت اللہؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ، مولانا احمد سعیدؒ، مولانا ثناء اللہؒ، مولانا محمد انور شاہؒ، مولانا محمد سجادؒ، مولانا سید محمد فاخرؒ، مولانا عبیداللہ سندھیؒ، حکیم اجمل خانؒ، ڈاکٹر انصاریؒ، مولانا حبیب الرحمن دیوبندیؒ، مولانا معین الدین اجمیریؒ، مولانا سید سلیمان ندویؒ، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسیؒ، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ، مولانا عبدالماجد بدایونیؒ، مولانا محمد صادق کراچیؒ، مولانا عبدالحق مدنیؒ، مولانا بشیر احمدؒ، مولانا نورالدین بہاریؒ، مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ۔

۱۷. اسارت مالٹا کے بعد جب شیخ الاسلام مولانا حسین احمد ہندوستان **واپس تشریف** لائے تو اس وقت یہاں ایک **نئی فضا** پیدا ہو چکی تھی۔ (آگے لکھا ہے) ہندوستان کی آزادی کی تحریک اور خلافت کی تحریک زور پکڑ رہی تھی۔ **اسی اثناء میں جمعیۃ علماء**

ہند کا قیام بھی عمل میں آیا۔ آپ اس کے ساتھ وابستہ ہو گئے۔ (جمعیت علماء نمبر: صفحہ ۱۹، کالم ۱)

۱۸. حضرت شیخ الہندؒ اسارت مالٹا سے رہائی کے بعد ۲۲/ مئی ۱۹۲۰ء کو بمبئی پہنچے۔ ہندوستان میں **جمعیت علماء قائم ہو چکی تھی۔** آپ اس کی روحِ رواں بن گئے اور اس کی باگ ڈور آپ نے سنبھال لی۔ (ایضاً کالم ۴)

۱۹. (جب تحریک خلافت کا آغاز ہوا تو) اسی کے ساتھ علمائے کرام کے اتفاق سے حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اسیر مالٹا کی قیادت میں سنہ ۱۹۱۹ء میں جمعیۃ علماء ہند کا قیام عمل میں آیا۔ (ایضاً صفحہ ۳۳، کالم ۳)

۲۰. **جمعیت علماء ہند کے اجلاس عام:** پہلا اجلاس دسمبر ۱۹۱۹ء میں بمقام امرتسر زیر صدارت حضرت مولانا عبدالباری صاحبؒ۔ (جمعیت علماء نمبر صفحہ ۲۷، وسط صفحہ)

۲۱. جمعیت علمائے ہند کے **سب سے پہلے اجلاسِ عام** کے صدر **شیخ الہند** مولانا محمود حسنؒ صاحب چند ماہ پہلے مالٹا کی پانچ سالہ اسارت کے بعد ہندوستان تشریف لائے تھے۔ (سنڈے ایڈیشن: ۱۷/ اپریل ۱۹۸۶ء، صفحہ اول، کالم ۵)

۲۲. (حضرت شیخ الہندؒ اپنے) **آخری پیغام** میں جو اجلاس کے **اختتام پر** آپ کی جانب سے بوجہ آپ کی شدید علالت کے پڑھا گیا تھا۔ (ایضاً ص ۱ کالم ۵)

۲۳. حضرت شیخ الہند نے **مالٹا میں اسارت** کے زمانے میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ اس ملک کو آزاد کرانے کے لئے مشترکہ جدوجہد کرنی چاہیے۔ چنانچہ واپسی پر ان کی رہنمائی میں ۵۰۰ علماء نے ترکِ موالات کا فتویٰ دیا اور اسی وقت جمعیت علماء ہند کا **قیام عمل میں آیا۔** (الجمعیۃ: ۲۲/ اپریل ۱۹۶۶ء، صفحہ اول، کالم ۶)

۲۴. لیکن جمعیت علماء کے نئے دور کا آغاز اور **باضابطہ تشکیل** حضرت مولانا محمود حسن قدس اللہ سرہٗ اسیر مالٹا حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ وغیرہم کے مبارک ہاتھوں سے ہوئی۔ (سنڈے ایڈیشن: ۲۴/ اپریل، سنہ ۱۹۰۶ء، صفحہ ۸، کالم ۲)

منقولہ بالا ۲۴ اقتباسات جو آپ کے سامنے ہیں ان پر سنجیدگی سے غور فرمائیے۔ ان کا تضاد رفع فرمائیے اور مندرجہ ذیل تنقیحات کے جوابات مرحمت فرمائیے۔ آپ کا ہر لفظ تاریخی حوالے اور دستاویزی ثبوت کے ساتھ مستند ہونا چاہیے۔ آپ وقت کی عدالت میں ایک شاہد عادل کی حیثیت سے کھڑے ہیں۔ اگر غیر ذمہ دارانہ طور پر بلا ثبوت افسانہ گوئی کریں گے تو آنے والی نسلیں آپ کو ہرگز معاف نہیں کریں گی۔ تاریخی واقعات سیدھے سادے لفظوں اور سلیس عبارت میں بیان کیے جاتے ہیں۔ الفاظ کا گورکھ دھندا، طرز بیان میں ہیر پھیر اور ناجائز تاویلات تاریخ کی بارگاہ میں مقبول نہیں۔

یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ حوالہ اور ثبوت میں مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی فلسفیانہ داستان گوئی قابل حجت نہیں ہے نیز ان کے بعض مقلدین کی تصانیف بھی ساقط الاعتبار ہیں جنہوں نے خاص اپنے ذاتی جذبات ورجحانات کی ترجمانی کا نام تاریخ رکھا ہے۔ (برا نہ مانیے گا یہ اکابر میرے بھی اکابر ہیں۔)

۱. مذکورہ اقتباسات میں جمعیت علماء ہند کے قیام کیلئے چند الفاظ استعمال کیے گئے ہیں:
"تاسیس، قیام، تنظیم، باضابطہ قیام، تشکیل، جماعتی شکل میں تشکیل، باضابطہ تشکیل"
ان الفاظ کی تشریح کیجیے۔ ان کا باہمی فرق واضح کیجیے اور پوری اخلاقی جرأت کے ساتھ اصل واقعات کا ذکر فرمائیے اور ہاتفِ غیبی کے ذریعے سے ان مسافرانِ عدم کی آواز بھی سنتے جایئے جن کی روحیں ہرگز آرزومند نہیں ہیں آپ کی یادآوری کی۔

بآں گروہ کہ غافل زیادِ ما ہستند
سلام ما برسانید ہر کجا ہستند
(بتصرف واصف)

۲. تحریک کسے کہتے ہیں؟ اگر یہ انگریزی لفظ موومنٹ کا ترجمہ ہے تو یہ واضح کیجیے کہ یہ اصطلاح کب ایجاد ہوئی اور کب سے ہندوستان میں اس کا استعمال شروع ہوا اور کن معنوں میں استعمال ہوتا ہے؟

۳. کیا جمعیت علماء ہند کے نام سے کوئی آل انڈیا جماعت ۱۹۱۹ء سے پہلے موجود تھی؟ اگر تھی تو کہیں سے اس کا دستورالعمل یا پاس شدہ تجاویز یا کوئی شائع شدہ گوشوارہ آمد وصرف یا اور کوئی نشانی دستیاب ہو سکتی ہے؟ نیز شاہ ولی اللہ کے وقت سے سنہ ۱۹۱۹ء تک تین دوروں میں کون کون اس کے صدر رہے؟ ناظم عمومی وغیرہ کون حضرات تھے؟ سالانہ کانفرنس اور ان کی صدارتیں۔ غرض کچھ تو بتائیے۔

۴. اگر نہیں تھی تو فرمائیے جمعیت علماء ہند کب اور کہاں قائم ہوئی؟ امرتسر کا جلسہ مشاورتی تھا یا عام؟ اور حضرت شیخ الہندؒ مالٹا سے واپس آ چکے تھے یا نہیں؟ اور مولانا عبیداللہ سندھیؒ اس کے قیام کے وقت کہاں تھے؟

۵. کیا انگریزی عہد سے پہلے بھی سیاسی وعوامی جماعت بنائی جاتی تھیں؟ کیا علمائے امت کو بھی ایسی ہی سیاسی جماعتوں کی ضرورت پیش آیا کرتی تھی؟ دفتر قائم کیے جاتے تھے؟ سالانہ کانفرنسیں ہوتی تھیں؟ سندِ صحیح کے ساتھ نشاندہی کیجیے۔

۶. کیا حضرت شاہ ولی اللہؒ سے لے کر حضرت شیخ الہندؒ تک تمام علمائے سلف کی عظمت ناقص رہے گی جب تک کہ ایک سیاسی جماعت کو کھینچ تان کر کے ان کے ساتھ وابستہ نہ کر دیا جائے اور ان کو ان کا بانی وموجد قرار نہ دے دیا جائے؟ کیا ان کی حقیقی خدمات کے اظہار کے لئے دعوت الی الحق، اعلائے کلمۃ اللہ، جہاد فی اللہ کے الفاظ کافی نہیں ہیں؟ کیا ان کے یہ مجاہدانہ کارنامے جو وظائف نبوت میں سے ہیں پھیکے رہیں گے جب تک کہ ان کا نام سیاسی تحریک نہ رکھا جائے؟

۷. جمعیت علماء ہند نے اپنے قیام کے وقت ۱۹۱۹ء میں مکمل آزادی کو اپنا نصب العین قرار دیا تھا یا اجلاس ۱۹۲۱ء منعقدہ لاہور میں ہندوستان کی مکمل آزادی کی تجویز پاس کی؟

۸. جمعیت علمائے ہند کے بانیوں میں ۲۴ حضرات کے اسمائے گرامی لکھے گئے ہیں۔ شاید بھول ہوگئی۔ حضرت مولانا سید فخر الدین صاحبؒ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی، حضرت مولانا ابوالوفا صاحب شاہ جہان پوری حضرت مولانا سعید اسعد میاں صاحب مدنی اور بھی بہت سے اسمائے گرامی اس فہرست میں درج ہونے سے رہ گئے۔

۹. اقتباس نمبر ۱۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۱۹ء سے جمعیت علماء ہند کا چوتھا دور شروع ہوتا ہے اور کتاب "جمعیت علمائے کیا ہے؟" حصہ اول صفحہ ۸ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پانچواں دور ہے۔ نیز اقتباس مذکورہ میں پہلا دور حضرت شاہ ولی اللہؒ سے شروع ہوتا ہے اور کتاب مذکور میں حضرت سید احمد شہیدؒ اور مولانا اسماعیل شہیدؒ سے۔

۱۰. حضرت شیخ الہندؒ کی اسارت مالٹا کا زمانہ پانچ سال ہے یا کچھ کم؟

۱۱. اقتباس نمبر ۲۲ آخری پیغام کے حوالہ کی تحقیق کیجیے اور وہ کس نے پڑھ کر سنایا تھا؟

۱۲. حضرت شیخ الہندؒ اور ان کے رفقاء جس زمانے میں مالٹا میں نظر بند تھے کیا ان کو ہندوستان کے سیاسی مد و جزر کی خبریں پہنچتی رہتی تھیں؟ کیا ان کو وہاں یہ علم تھا کہ دہلی میں "جمعیت علماء ہند" نام کی ایک سیاسی جماعت قائم ہوئی ہے اور اس کا صدر ان کے ایک شاگرد کو بنایا گیا ہے؟ تاریخی شواہد پیش کیجیے۔

مندرجہ بالا تنقیحات کا شافی جواب اگر آپ نے پوری مؤرخانہ دیانت واختیار کے ساتھ مرتب فرمایا تو ان شاءاللہ صحیح نقشہ سامنے آجائے گا اور پھر مزید جرح قدح کی ضرورت نہیں رہے گی۔ اختصار کی کوشش کے باوجود عریضہ طویل ہوگیا، مگر اس سے زیادہ اختصار ممکن نہ تھا۔

براہِ کرم میرا عریضہ تومن وعن اخبار الجمعیۃ میں اب شائع فرمادیجیے۔ اپنا جواب بعد میں شائع فرمادیجیے گا اور اگر شائع کرنا منظور نہ ہو تو فوراً مطلع فرماکر ممنون فرمائیں۔ انتظار کی زحمت میں مبتلا

نہ کریں۔ امید ہے مزاج بخیر ہو گا۔ فقط والسلام

دعاگو

حفیظ الرحمن واصف

۳/ مئی، سنہ ۱۹۶۶ء

مگر افسوس نہ تو میرا عریضہ اخبار الجمعیۃ میں شائع کرنے کے قابل سمجھا گیا نہ جواب کے قابل گردانا گیا اور مجبوراً اخبار بے باک سہارنپور میں بھیجنا پڑا۔ (جو ۱۴/ جون ۱۹۶۶ء کے پرچے میں آچکا ہے۔)

اگر میرے سوالات کے تحقیقی جوابات دینے کی زحمت گوارا فرمائی جاتی تو مجھے مزید کچھ لکھنے کی اور وہ باتیں کھولنے کی ضرورت پیش نہ آتی جن کو بہت افسوس کے ساتھ کھولنا پڑا۔ ذمہ دارانِ جمعیت کی اس بے اعتنائی کی وجہ سے چونکہ اصل معاملہ الجھا کا الجھا ہی رہا اس لئے بعض احباب کے توجہ دلانے پر کچھ عرض کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ میری گستاخیوں پر ناراض ہونے سے پہلے اصل معاملہ پر غور فرمایا جائے گا۔

تاریخی دستاویز

برعکس نہند نام زنگی کافور

۱۵ تا ۱۷/ اپریل ۱۹۶۶ء کو جو جمعیت علماء ہند کا ۲۲ واں سالانہ اجلاس گیا شہر میں منعقد ہوا، اس کے پروپیگنڈے کے سلسلے میں ایک خاص نمبر نکالنے کا بھی کئی ہفتے پہلے سے اخبار الجمعیۃ میں اعلان کیا جا رہا تھا اور بتایا جا رہا تھا کہ یہ خاص نمبر ایک مکمل تاریخ ہو گی جمعیت علمائے ہند کی۔ ملاحظہ ہو اس کا شاندار اشتہار:

"اجلاس عام کے موقع پر **جمعیت علماء نمبر** جمعیت علماء ہند کے متعلق ایک تاریخی دستاویز، آزادی سے پہلے اور آزادی کے بعد کی خدمات، ہندوستانی مسلمانوں کی

رہنمائی اور کارنامے اس نمبر میں پیش کیے جائیں گے۔ یہ نمبر گھروں میں بطور ریکارڈ محفوظ رہے گا۔ مشتہرین حضرات اس نادر موقع سے فائدہ اٹھائیں۔"

(روزنامہ الجمعیۃ مؤرخہ ۵/ اپریل سنہ ۱۹۶۶ء)

اس تاریخی دستاویز کا جمعیت علماء ہند سے عقیدت رکھنے والوں کو سخت انتظار تھا اور وہ علماء حق کی اس واحد مقتدر جماعت کے فرمودات اور اکتشافات کو بطور ریکارڈ اپنے گھروں میں محفوظ رکھنے کے لئے بے تاب تھے جس جماعت کی صداقت وراستی وسنجیدگی کا ڈنکا تمام عالم اسلام میں بڑھتا رہا لیکن افسوس جب وہ عظیم الشان تاریخی دستاویز سامنے آئی تو "خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا" شروع سے آخر تک تضاد بیانی کا مرقع اور "دروغ گو را حافظہ نہ باشد کا مصداق"۔

ان امور کی طرف توجہ دلانے کے لیے میں نے عریضہ مذکورہ لکھا تھا اور وہ اب تک جواب کے قابل نہ سمجھا گیا بلکہ اس خیال کا ثبوت بھی مہیّا ہو گیا کہ تاریخ کو مسخ کرنے کی جو پالیسی طے کی جا چکی ہے اس میں سر مو فرق نہیں آئے گا چنانچہ جمعیت علماء ضلع مظفر نگر کی سہ روزہ کانفرنس منعقدہ ۲۱ تا ۲۳ جون ۱۹۶۶ء میں حضرت صدر جمعیت علماء ہند اپنی افتتاحی تقریر میں فرماتے ہیں:

"جمعیت علماء شاہ ولی اللہ بلکہ اس سے پہلے سے کام کر رہی ہے۔ مختلف احوال کے مطابق مختلف صورتوں میں جمعیت علماء کام کرتی رہی ہے۔ جمعیت علماء ہر زمانے کے مطابق آزادی کی جدوجہد کرتی رہی ہے لیکن اس کی موجودہ شکل میں اس کے مؤسس حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ تھے۔" (روزنامہ الجمعیۃ، مؤرخہ ۲۵/ جون ۱۹۶۶ء)

پھر ایک ماہ کے بعد حضرت شیخ الہندؒ کی بڑی صاحبزادی کی خبر وفات شائع ہوئی۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

"یہ خبر انتہائی رنج والم کے ساتھ سنی جائے گی کہ حضرت شیخ الہند مولانا سید محمود حسنؒ صاحب **بانی جمعیت علمائے ہند** کی بڑی صاحبزادی تقریباً ۷۰ سال کی عمر میں دیوبند میں وفات پا گئیں۔" (الجمعیۃ مؤرخہ ۳۰/ جولائی ۱۹۶۶ء)

لیجیے یک نہ شد دو شد! شاید موجودہ ذمہ دارانِ جمعیت کے خیال میں حضرت شیخ الہند کی عظمت اب تک ناقص تھی۔

کون ذمہ دار ہے؟

میں حضرت صدر جمعیت علمائے ہند (مولانا سید فخر الدین احمد صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند دامت برکاتہم) کی منزلت و مقام سے واقف ہوں۔ ان کا سا علم و فضل، ورع و تقویٰ، فضائل و کمالات اور کہیں نظر نہیں آتے۔ حدیث اور علومِ نبویہ میں وہ خود ہی اپنی نظیر ہیں۔ ان کے ارشادات امت کے لئے حجت اور ان کے فرمودات طالبین کے لیے نعمت ہیں۔ میں ان کی تعلیمی مصروفیت سے بھی خوب واقف ہوں۔ ایک ایسا بزرگ جو رات دن تعلیم و تدریس میں منہمک ہو، تقریر کرتے کرتے گلا بیٹھ جائے، ضعف طاری ہو جائے پھر بھی درس جاری رہے، ظاہر ہے کہ وہ سیاسی مشاغل کے لیے وقت نہیں نکال سکتا اور سیاسی کانفرنسوں کے خطبہ صدارت نہیں لکھ سکتا۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ اجلاس گیا کا خطبہ صدارت جو ایک پراچین بھارتی پیغمبر کی مدح و ثناء سے شروع ہوتا ہے جس میں یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ جمعیت علماء ہند کا سب سے پہلا اجلاس حضرت شیخ الہند کی صدارت میں ہوا تھا، یہ خطبہ صدارت حضرت ممدوح کا لکھا ہوا نہیں ہے۔ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ مظفر نگر کانفرنس میں جو کچھ فرمایا وہ ان کا ذاتی علم و تحقیق نہیں ہے بلکہ پارٹی کی طے کردہ پالیسی ہے جو ان کو پڑھا دی گئی ہے۔ اگر حضرت موصوف اپنا خطبہ خود اپنی ذاتی تحقیق سے تحریر فرماتے تو اپنے خطبے میں سابق اجلاس گیا (بصدارت حضرت مولانا حبیب الرحمن مہتممؒ) کو چوتھا نہیں بلکہ تیسرا اجلاس لکھتے اور جب کہ حضرت شیخ الہندؒ کی صدارت میں پہلا اجلاس ہوا تو اس حساب سے موجودہ اجلاس گیا کو بائیسواں نہیں بلکہ اکیسواں قرار دیتے۔

یقیناً حضرت شیخ الحدیث کو اپنی اس ذمہ داری کا احساس اور علم ہے جو ایک محدث اور امانت بردارِ علومِ نبویہ ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان

پر عائد ہوتی ہے۔ حاشا وکلّا! میں حضرت کے بارے میں ہرگز کوئی بدگمانی نہیں کر سکتا۔ ان کا مرتبہ ایسی خرافات سے بلند تر ہے لیکن بہت ادب سے ایک خوردانہ گزارش ضرور ہے کہ جو کچھ ان کے نام سے شائع ہوا اس کو پہلے ملاحظہ فرما لیا کریں اور جو کچھ ارشاد فرمائیں اپنی ذاتی تحقیق کے بعد فرمایا کریں۔ ایک ایسی جماعت جو علمائے امّت کے مختلف الخیال اور متباین المسلک عناصر کا مجموعہ اور گلہائے رنگارنگ کا ایک گلدستہ ہو اس کے عظیم المرتبت صدر کو پارٹی فیلنگ سے بالاتر ہونا چاہیے۔

اب میں ان تنقیحات کی وضاحت کرتا ہوں جو میں نے اپنے عریضے میں قائم کی ہیں۔

جمعیت علماء ہند کب بنائی گئی؟

جمعیت علماء ہند جس جماعت کا نام ہے وہ ایک باضابطہ منظم جماعت ہے۔ اس کی مہر ہے، دفتر ہے، رجسٹر ہیں۔ یہ جماعت ۱۹۱۹ء میں بنائی گئی۔ اس سے پہلے اس نام کی کوئی جماعت ہندوستان میں موجود نہیں تھی۔ جمعیت علماء ہند اس جماعت کا علَم ہے۔ اور علَم اقسام معرفہ میں سے قوی تر قسم ہے۔ اس لیے جب کبھی اور جہاں کہیں لفظ جمعیت علماء ہند لکھا جائے گا یا بولا جائے گا اس کا مدلول یہی جماعت ہوگی۔ کوئی اور معنی ہرگز مراد نہیں لیے جاسکتے۔ اگر کسی شخص کا نام عاقل ہو اور وہ ایک بڑے مجمع میں موجود ہو اور کوئی پکارنے والا عاقل کہہ کر پکارے تو وہی شخص بولے گا جس کا نام عاقل ہے حالانکہ عاقل سب ہیں، مجمع میں سے کوئی شخص مجنون نہیں لیکن علمیت کی وجہ سے لفظ عاقل کا مدلول ایک ہی فرد ہے۔

جمعیت علمائے ہند کے وجود میں آنے سے پہلے اس قدر وسیع اور ہمہ گیر آل انڈیا جماعت ہندوستان کی تاریخ میں اور کسی نام سے بھی کبھی قائم نہیں ہوئی۔ پس جمعیت علماء ہند کے لفظ سے لغوی یا صفتی معنٰی مراد لینا اور یہ کہنا کہ سنہ ۱۹۱۹ء میں جمعیت علماء ہند کا باضابطہ قیام ہوا یا باضابطہ تشکیل ہوئی یا جماعتی شکل میں تشکیل ہوئی۔ یہ سب لغو ہے، اس کے بنائے جانے کے لیے "تاسیس وقیام" اور بنانے والے کیلئے "مؤسس وبانی" کے الفاظ ہی بہترین ہیں جو اپنے مفہوم کے لحاظ سے جمعیت

کے آغاز پر مکمل طور سے صادق آتے ہیں۔

باضابطہ قیام، جماعتی شکل میں تشکیل، باضابطہ تشکیل، تنظیم وغیرہ الفاظ کا استعمال نتیجہ ہے اس غلط تصور کا جو اس باب میں ہمارے بعض اکابر نے قائم کیا ہے اور اس کے اوپر ایک فلسفیانہ تاریخ مرتب کی گئی ہے اور اسی کی بنیاد پر خالص تعلیمی اداروں (مثلاً دارالعلوم دیوبند) کے قیام و تاسیس کو بھی سیاسی مقاصد کے زمرے میں کھینچ کھانچ کر شامل کر لیا گیا ہے اور اس کے معمولی جلسہ دستار بندی (کانووکیشن) کو بھی سیاسی کانفرنس قرار دیا گیا ہے، وغیرہ۔

مولانا سید محمد میاں صاحبؒ کی خالص سیاسی کتاب "شاندار ماضی" جلد پنجم کا عنوان ہے "تحریک دارالعلوم دیوبند" اور کتاب میں دکھایا گیا ہے کہ دارالعلوم دیوبند بھی ایک سیاسی تحریک تھی۔ جلسہ دستار بندی منعقدہ ۱۳۸۸ھ بھی سیاسی جلسہ تھا۔ اور جمعیت الانصار بھی جدوجہد آزادی کے لیے ایک سیاسی تحریک تھی۔ اس قسم کے غلط تصورات میں اور حضرات بھی مبتلا ہو گئے اور بعض اہل قلم نے بھی اپنے افکار و خیالات کو اسی راہ پر ڈال دیا۔

تحریک کیا چیز ہے؟

تحریک ترجمہ ہے انگریزی لفظ "موومنٹ" کا۔ لفظ مومنٹ ہندوستان میں اس وقت استعمال ہوا جب یہاں انگریزوں کے خلاف سازشیں بغاوتیں شروع ہوئیں۔ سلطنت مغلیہ کے زوال سے پہلے ہندوستان کی تاریخ اور لٹریچر میں لفظ موومنٹ یا لفظ تحریک کہیں نہیں ملتا۔ آکسفورڈ ڈکشنری حصہ اول مطبوعہ ۱۹۵۰ء، ایضاً مطبوعہ سنہ ۱۹۶۲ء، چیمبرس بیسویں صدی ڈکشنری مطبوعہ ۱۹۵۶ء، ویبسٹرس تھرڈ نیو انٹرنیشنل ڈکشنری مطبوعہ ۱۹۵۹ء اور انگریزی کی دوسری ڈکشنریوں میں لفظ موومنٹ کی تشریح اور مفصل تاریخ موجود ہیں۔ خلاصہ ان تشریحات کا یہ ہے:

"کسی خاص مقصد کے لئے اشخاص کی اجتماعی طور پر مشترکہ جدوجہد، جذبہ، جوش، تشویق، ہیجان، عام رجحان، جماعت کا عمل خواہ منظم ہو یا اتفاقی اور غیر منظم حالات کی رفتار کی وجہ

سے ہو یا قدرتی رجحانات کی وجہ سے، مشین کے تمام پرزوں کا اجتماعی طور پر بیک وقت حرکت میں آجانا، ساز میں تمام سروں کا ساتھ ساتھ چلنا وغیرہ کے ۱۵، ۱۶ معانی ہیں اور سب میں جماعت کا مفہوم شامل ہے اور عوامی سیاسی تحریکات کے لیے اس لفظ کا استعمال یورپ میں سنہ ۱۸۸۵ء میں شروع ہوا۔ ہندوستان میں اس لفظ کا ترجمہ تحریک کیا گیا جو سنہ ۱۹۲۲ء میں اخبارات میں استعمال ہوا اور عوام میں رائج ہوا۔"

نفسیات اجتماع کی رو سے تحریک کا مفہوم یہ ہے:

عوام کے جذبات کا بھڑک جانا، کسی لیڈر کے اشارے سے یا خود بخود کسی حادثے سے یا سخت قابل نفرت حالات کے پیش آتے رہنے سے۔ جماعت مشتعل ہونے کے بعد قوت متسلطہ کے مقابل آجاتی ہے اور متصادم ہوتی ہے۔ جماعت کے عمل میں جذبات غالب اور عقل مغلوب ہوتی ہے اور اسی وجہ سے اس کا رجحان تخریب کی طرف ہوتا ہے۔ تحریک میں عوام کا سعی و عمل عوام کے اپنے طبعی جذبات کا نتیجہ ہوتا ہے اور اس میں کارفرمائی زیادہ تر جذبہ انتقام کی ہوتی ہے۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں وہ اپنی خواہش اور رغبت سے کرتے ہیں۔ اگر ان کا عمل ان کے جذبات و خواہشات کے مطابق نہ ہو تو وہ عمل کی طرف راغب اور قوت متسلطہ سے متصادم نہیں ہوسکتے۔

عوامی تحریک میں مقصد کی تعیین بھی عوام خود ہی کر لیتے ہیں اور بعض مرتبہ مقصد متعیّن ہوتا بھی نہیں ہے اور جماعت کا عمل شروع ہوجاتا ہے۔ ان کا لیڈر بھی انہی کا ہم خیال اور انہی میں سے ایک فرد ہوتا ہے۔ اور اس کا کام صرف یہ ہوتا ہے کہ اپنے زورِ خطابت سے عوام کے جذبات کو شدت کے ساتھ ابھارتا رہے اور ساتھ ہی ساتھ کنٹرول بھی رکھے۔

(مزید تفصیل کے لیے روح الاجتماع وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے۔)

یہ تو ہوئی سیاسی تحریک کی تشریح۔ اس کے بعد دیکھنا یہ ہے کہ پیغمبر (اور ریفارمر) کا طریقہ کار یہی ہے یا اس سے کچھ مختلف؟

پیغمبر آتا ہے (یا ریفارمر اٹھتا ہے) تو پہلے سے ایک متعیّن مقصد لے کر آتا ہے۔ وہ عوام

کے جذبات کو ابھارتا نہیں ہے بلکہ ٹھیس پہنچ جاتا ہے۔ وہ جو کچھ کہتا ہے عوام کی خواہشات اور پسند کے خلاف کہتا ہے اور عوام خود اسی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ ان کو جس چیز کی طرف بلاتا ہے وہ عوام کو اس قدر ناگوار ہوتی ہے کہ وہ اس داعی کو گالیاں دینے اور پتھر مارنے اور قتل کر دینے پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔ وہ ان کو جن چیزوں کے چھوڑنے کی تلقین کرتا ہے وہ اس کو کسی طرح چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتے اور کہتے ہیں کہ کیا ہم ان کاموں کو چھوڑ دیں جن کو ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہیں۔ پیغمبر کو کسی مددگار یا رفیق کی خواہش اور پرواہ نہیں ہوتی۔ وہ عوام کے جذبات سے کام لینے کی کوشش نہیں کرتا بلکہ خود عوام سے ٹکر لیتا ہے اور اس کے ٹکر لینے کی صورت کچھ ایسی ہوتی ہے جیسے ہوا برف کی سخت چٹان سے ٹکراتی ہے۔ اگرچہ برف کی چٹان کو ہلا نہیں سکتی مگر اس کی لطیف و نرم موجیں برف کو پگھلاتی رہتی ہیں۔ عوام کے جوشِ انتقام، غیض و غضب اور ظلم و ستم کے جواب میں وہ یہ کہتا ہے:

اللهم اهد قومي فانهم لا يعلمون.

اور کامل غلبہ و تسلط قوت و اقتدار اور جاہ و جلال حاصل ہونے کے بعد اعلان کرتا ہے:

لا تثريب عليكم اليوم!

پیغمبر کامیاب ہوتا ہے اس وقت جبکہ عوام کے جذبات مغلوب ہوں اور عقل غالب۔ پیغمبر کی جماعت کا رجحان اور مزاج تخریبی و انتقامی نہیں تعمیری ہوتا ہے۔

دعوت اور تحریک میں کیا فرق ہے؟

دعوت اور تحریک کا آپس میں ایک دوسرے سے کوئی تعلق اور نسبت نہیں۔ یہ دو متباین اور متضاد حقیقتیں ہیں۔ قوم یا جماعت کے ان خیالات کو بدلنا جو صدیوں سے ان کے دلوں میں راسخ ہو کر عقیدہ بن جاتے ہیں آسان کام نہیں ہے یہ زحمت سیاسی لیڈر کو برداشت نہیں کرنی پڑتی لیڈر تو عوام کے خیالات و جذبات کا ترجمان ہوتا ہے۔

ہم نے لفظ پیغمبر استعمال کیا ہے اور چونکہ علمائے امت نائبان رسول اور پیغمبروں کے کام کو لے کر چلنے والے ہیں اس لئے وہ بھی اسی زمرے میں شامل ہیں:

علماء امتي كانبياء بني اسرائيل.

اب ہم بجائے لفظ پیغمبر کے علماء کا لفظ استعمال کریں گے۔

ان تشریحات کے بعد یہ حقیقت بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ علمائے امت نے دین کی بقا کے لیے جو کام کیے اور فریضہ دعوت وبلاغ کو جن طریقوں سے انجام دیا ان کو تحریک کہنا ان کے کارناموں کی ایک گھناؤنی تعبیر ہے اور ان کی قدر و منزلت کو ہٹانا اور اصلی مقام سے نیچے گرانا ہے۔ اور نہ صرف تحریر کہنا بلکہ سیاسی تحریک کہنا اور بھی زیادہ نازیبا ہے۔ اس قسم کی غلط تعبیرات نے حضرت شاہ ولی اللہؒ سے لے کر حضرت شیخ الہندؒ تک تمام علمائے امت کو سیاسی لیڈر اور ان کی خالص علمی ودینی اور اصلاحی کتابوں کو سیاسی کتابیں اور ان کی درسگاہوں کو سیاسی دفاتر بنا کر رکھ دیا ہے۔ ایسی فلسفیانہ داستانوں کو پڑھ کر ایک عام آدمی کے ذہن میں یہ تصور قائم ہوتا ہے کہ یہ تمام علمائے امت محض سیاسی لیڈر تھے۔ اپنی درسگاہوں میں بیٹھے سیاست پڑھاتے اور سیاسی پارٹیاں بناتے رہتے تھے اور انہوں نے دارالعلوم دیوبند کو بھی سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کیا تھا حالانکہ ان حضرات کو کسی قسم کی جماعتیں، انجمنیں اور کانفرنسیں منعقد کرنے کا ہرگز شوق نہیں تھا۔ تعجب ہے کہ ہمارے ان مؤرخین نے دارالعلوم دیوبند کو سیاسی بنا کر رکھ دیا لیکن مدرسہ شاہی مراد آباد، مدرسہ امینیہ دہلی، ندوۃ العلماء لکھنؤ اور دوسرے بہت سے تعلیمی ادارے جن کے متعلقین واکابرین نے بڑی بڑی سیاسی خدمات انجام دیں وہ ان کی نظر عنایت سے محروم رہ گئے۔

کیا جمعیت علماء ہند مختلف زمانوں میں منقسم ہے؟

یہ ایک تصنیف کیا ہوا تصور ہے جو ایک خاص قسم کی ذہنیت کی پیداوار ہے اور جس کے لیے نہ کوئی تاریخی حوالہ ہے نہ کوئی دستاویزی ثبوت، کہ جمعیت علماء ہند حضرت شاہ ولی اللہؒ کے زمانے

میں قائم ہوئی تھی اور اس کے چار یا پانچ دور ہیں۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے مفروضے قائم کیے جا سکتے ہیں اور ایک نئی فلسفیانہ داستان تسلیم کر کے اس کا نام سیاسی تاریخ رکھا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی یوں کہے تو ہمارے یہ مؤرخین ناراض تو نہیں ہونگے کہ:

آل انڈیا خلافت کمیٹی کے پانچ دور ہیں: پہلا دور خلافت راشدہ۔ دوسرا دور خلافت بنی امیہ۔ تیسرا دور خلافت عباسیہ۔ چوتھا دور خلافت عثمانیہ۔ پانچواں دور آل انڈیا خلافت کمیٹی۔ (سلطان عبدالمجید خان کو جب کمال پارٹی نے معزول کیا تھا تو انھوں نے خلافت کو ہندوستان روانہ کر دیا تھا۔)

اور اگر کوئی یوں کہے کہ آل انڈیا نیشنل کانگریس کمیٹی کے اصل مؤسس حضرت آدم علیہ السلام ہیں جبکہ وہ سراندیب سے بیل پر سوار ہو کر ہندوستان تشریف لائے تھے۔ پھر اس میں دو گروپ ہو جانے کی وجہ سے پھوٹ پڑ گئی اور جماعت ختم ہو گئی۔ پھر اس کی نشاۃ ثانیہ سامری کے زمانے میں ہوئی۔ اس کے مرنے کے بعد وہ یورپ و امریکہ کے ملکوں میں بے یار و مددگار پھرتی رہی۔ پھر اس کو مسٹر اے او ہیوم انگلستان سے ہندوستان میں لے آئے۔

اور اگر کوئی یوں کہیں کہ اگرچہ علماء نے ہر دور میں تعلیمی خدمات انجام دیں اور درس گاہیں قائم کی دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ شاہی مراد آباد بھی اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں لیکن موجودہ شکل میں دارالعلوم کے مؤسس حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ ہیں اور مدرسہ شاہی کے مؤسس حضرت مولانا فخرالدین صاحب ہیں تو کیا آپ اس تاریخی اکتشاف کی تصدیق کریں گے؟

اور جمعیت علمائے ہند کو حضرت شاہ ولی اللہؒ تک ہی کیوں محدود رکھا جائے؟ اگر یہ کہا جائے کہ آل انڈیا جمعیت علماء ہند حضرت شیخ طاہر مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بنا کر بھیجی تھی تو کیا حرج ہے؟ مگر مؤرخانہ دیانت کہاں تک اس قسم کے افسانوں کی اجازت دے سکتی ہے؟

دعوت وبلاغ کے طریقے

فریضہ دعوت کو ادا کرنے کے بہت سے طریقے ہیں۔ مثلاً وعظ و تبلیغ، ارشاد و ہدایت، تعلیم

وتدریس، افتاء، تصنیف وتالیف وغیرہ۔ علماء نے ہر دور میں اپنے اس فریضے کے مختلف طریقوں سے ادا کیا ہے۔ یہ ایک ایسا فریضہ ہے جو کسی خاص وقت یا زمانے یا حالات کے ساتھ وابستہ نہیں ہے۔ سیاسی حالات کچھ بھی ہوں اسلامی حکومت ہو یا غیر اسلامی، زوال کا زمانہ ہو یا ترقی کا، محکومیت ہو یا فرمانروائی ہر حال میں یہ فریضہ امت کے اوپر عائد ہوتا ہے اور علمائے امت کبھی اس سے غافل نہیں رہے۔ اسی احساس فرض کی بنا پر حضرت شاہ ولی اللہؒ کے والد ماجد نے مدرسہ رحیمیہ جاری کیا۔ شاہ صاحب اور ان کے فرزند شاہ عبدالعزیز اس میں تعلیم وتدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔ پھر اورنگ زیب کے پڑپوتے محمد شاہ نے شاہ جہاں آباد میں شاہ عبدالعزیزؒ کو ایک وسیع مکان مرحمت فرماکر پرانی دلی سے بلا لیا۔ وہ "مدرسہ شاہ عبدالعزیز" کے نام سے مشہور ہوا۔ حضرت شاہ محمد اسحاقؒ اور حضرت شاہ محمد یعقوبؒ کو علیحدہ ایک مکان خرید کر عطا فرمادیا تھا۔ یہ تعلیم وتدریس کا سلسلہ جاری رہا اور وہ "مدرسہ شاہ محمد اسحاقؒ" کے نام سے مشہور ہوا۔ ان سے حضرت مولانا عبدالغنی مجددیؒ نے اور ان سے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے پڑھا اور اپنے فریضے کو ادا کرنے کے لئے دیوبند کے ایک چھوٹے سے مدرسہ میں جا پہنچے جو پہلے سے مسجد چھتہ میں جاری تھا۔

دارالعلوم دیوبند اور سیاست ملکی

مدرسہ دیوبند کے قائم کرنے والوں کا مقصد کوئی سیاسی مقصد نہ تھا بلکہ برخلاف اس کے ادارہ کی طرف سے ہمیشہ اور متواتر اعلان ہوتا رہا کہ یہ خالص مذہبی اور تعلیمی ادارہ ہے، ملکی معاملات سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ سنہ ۱۳۲۸ھ میں دارالعلوم دیوبند کا جو عظیم الشان جلسہ دستار بندی منعقد ہوا تھا اس کی ضرورت اور فوائد کا تذکرہ کرتے ہوئے شمس العلماء مولانا حافظ محمد احمد صاحبؒ اپنے خطبہ صدارت میں فرماتے ہیں:

> انعقاد جلسہ دستار بندی میں ادھر تو یہ فائدہ کہ اہل دستار کی لیاقت اور مسلمانوں پر ان کی قابلیت کا اظہار ہوجائے دوسرے طلبہ کو ترغیب وتحریص ہو۔ اور بڑا فائدہ یہ ہے کہ مسلمان

اپنی اعانت کے عملی نتائج کو دیکھ کر مطمئن اور امداد مدرسہ میں زیادہ کوشاں ہوں۔ (مدرسہ اسلامی عربی دیوبند کا زریں ماضی اور مستقبل، صفحہ ۲۷)

اسی میں صفحہ ۱۹ پر فرماتے ہیں:

"ہم پختہ مسلمان ہو کر امن اور رفاہ عام کے ذمہ دار بن سکتے ہیں اور گورنمنٹ کے ساتھ وفاداری اور جانثاری کر سکتے ہیں۔ ہم کو شریعت نے ہرگز یہ تعلیم نہیں دی کہ ہم غدر، بے وفائی، نقضِ امن کریں۔"

صفحہ ۲۵ پر فرماتے ہیں:

"مدرسہ دیوبند کے قیام سے پہلے مسلمانوں کو مدارس قائم کرنے، چندہ وصول کرنے، روئدادوں کے شائع کرنے، مسلمانوں کو جمع کر کے عملی نتائج دکھلانے کا طریقہ معلوم نہ تھا۔ مسلمان اپنی اسی سابقہ عظمت اور تفوق کے غرّہ میں تھے حالانکہ ان کے اندر گھن لگنا شروع ہو گیا تھا۔ وہ زمانہ آ ہی گیا تھا کہ پرانے علماء اٹھ جاتے اور درس و تدریس کا سلسلہ کم ہو جاتا۔ بانی مدرسہ کی فراست ایمانی نے اس آنے والی حالت کا ادراک اور اندازہ کر کے فوراً اس مدرسہ کی بنیاد محض چندہ اور وہ بھی دیوبند جیسی گمنام اور غریب بستی کے چندہ سے ڈال دی۔"

کیا جمعیت الانصار سیاسی جماعت تھی؟

آپ نے دیکھا کہ یہ اکابر اپنی دینی درسگاہ کو کس طرح ملکی و سیاسی معاملات سے بچاتے ہوئے لے کر چل رہے تھے۔ یہ مدرسہ ایک گمنام مقام پر قائم ہوا تھا۔ اس کو متعارف کرانے اور مسلمانوں کو اس کی مالی کے حالت کی طرف توجہ دلانے کے لئے ایک منظم جدوجہد کی ضرورت تھی کیونکہ سلطنت اسلامیہ کے زوال کی وجہ سے دینی اداروں کو چلانے کی ذمہ داری مسلم عوام پر ہی تھی۔ اس مقصد کے لیے پہلے ایک انجمن ثمرۃ التربیت قائم کی گئی۔ اس کا نام ہی بتاتا ہے کہ یہ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن طرز کی کوئی انجمن ہوگی اور اس کے ختم ہو جانے کی وجہ سے "جمعیت الانصار" قائم کی گئی۔ اس انجمن کے قیام کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں کہ مدرسہ کی تعلیمی خدمات کو مسلمہ عوام میں

پیش کر کے مالی اعانت کی طرف متوجہ کیا جائے۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ اس کے ناظم اعلیٰ تھے۔ اس کے اغراض و مقاصد خود ہی واضح فرماتے ہیں:

"جمعیت الانصار مدرسہ عربی دیوبند کے فارغ التحصیل طلبہ کی اس مددگار جماعت کا نام ہے جو مخصوص شرائط کے پابند ہو کر مدرسے کی ہمدردی میں ہر طرح پر حصہ لے یا بالفاظ دیگر سرپرستان مدرسہ دیوبند کے دست و بازو بن کر کام کرے اس جمعیت کی غرض مدرسے کے مقاصد کی تائید و حمایت اور اس کے پاک عصر کی ترویج و اشاعت ہیں ملکی معاملات سے اس کا کوئی تعلق نہیں اس جماعت کے ارکان مدرسہ عالیہ دیوبند کے سابق تعلیم یافتہ حضرات ہیں جن میں سے ہر ایک کا فرض ہے کہ مدرسہ کی تعلیمی انتظامی اور مالی ترقی میں انتہائی کوشش کرے۔" (ماہنامہ القاسم دیوبند جلد ا ص شمارہ ۹)

پھر اس کے اجلاس مراد آباد منعقدہ ۱۵ تا ۱۷/ اپریل ۱۹۱۳ء کی پانچویں نشست میں جو سات خالص دینی و تعلیمی تجاویز پاس ہوئیں، ان میں سے ایک یہ ہے:

ایسے چھوٹے چھوٹے رسائل بکثرت شائع کرنا جن میں عقائد اسلام کی تعلیم، فرقہ واریت کے جوابات اور وفاداری گورنمنٹ کی ہدایات ہوں۔ (القاسم جلد اول، نمبر ۹)

مؤتمر الانصار کا دوسرا اجلاس میرٹھ میں ۶، ۷، ۸/ اپریل ۱۹۱۲ء میں جمعیۃ الانصار اہل علم واصلاح کی وہ جماعت ہے جس نے دارالعلوم دیوبند کی تکمیل کے ضمن میں مسلمانوں کی مذہبی ضروریات پورا کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ الانصار نے اپنے مقصد کی تکمیل کے ذرائع و وسائل میں مشورہ لینے اور مسلمانوں کے مذہبی مقتداؤں کے اتفاق سے مذہبی تعلیم کا راستہ معیّن کرنے کے لئے ایک سالانہ جلسہ قرار دیا ہے۔ (القاسم جلد دوم شمارہ نمبر ۸ صفحہ ۳۴)

دارالعلوم دیوبند کا ذکر لندن میں

بجواب ایک سوال کے جو لیفٹیننٹ کرنل جیمس نے دار العوام میں کیا مسٹر مانٹیگو وزیر ہند نے فرمایا:

"جب سے کہ حجاز گورنمنٹ نے دارالعلوم دیوبند کے علامہ کو گرفتار کیا تھا جو مالٹا میں نظر بند کیے گئے تھے اس وقت سے اور جب تک کہ وہ مالٹا سے روانہ ہوئے مدرسہ عربی دیوبند کی کوئی باغیانہ تبلیغ کی شکایت جہاں تک انہیں معلوم ہے نہیں ہوئی اور اس لیے اس تجویز پر عمل کرنے کی کہ مدرسہ موصوف کو بند کر دیا جائے کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔" (القاسم، جلد ۱۱، نمبر ۱)

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب فرماتے ہیں:

"غالباً سنہ ۱۳۲۵ھ یا سنہ ۱۳۲۶ھ میں ایک ایسے مجمع میں جس میں دارالعلوم کی علمی ترقی پر غور و خوض ہو رہا تھا حضرت حافظ احمد صاحب مرحوم نے حضرت شیخ الہندؒ سے کہا کہ اگر مولوی انور شاہ کشمیریؒ، مولوی عبیداللہ سندھیؒ، مولوی مرتضی حسن چاندپوریؒ، مولوی سہول بھاگل پوریؒ، عبدالصمد کرن پوریؒ اور حسین احمدؒ یہاں آکر جمع ہو جاتے تو دار العلوم کی ترقی بڑے عالی پیمانے پر پہنچ جاتی۔

اس زمانے میں حضرت مولانا انور شاہؒ دہلی چھوڑ کر کشمیر میں اقامت پذیر ہو گئے تھے۔ مولانا عبیداللہؒ عرصے سے سندھ ہی میں مقیم تھے۔ دیوبند کی آمد و رفت بھی عرصے سے منقطع تھی۔ مولانا مرتضی حسن صاحبؒ دربھنگہ میں مدرس اول اور بہت بڑے صاحب نفوذ تھے۔ مولانا محمد سہول صاحبؒ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں بڑی تنخواہ پر ملازم تھے۔ مولانا عبدالصمد صاحبؒ مدرسہ رحمانیہ رڑکی میں مدرس اول تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ کو یہ بات پسند آئی اور اگرچہ بظاہر سکوت کیا مگر خدا جانے کیا باطنی تصوف کیا کہ یہ سب اشخاص بغیر کسی ظاہری جدوجہد اور خط و کتابت کے یکے بعد دیگرے دیوبند پہنچ گئے۔ ممکن ہے کہ بعض بعض اشخاص سے کچھ ظاہری جدوجہد کی نوبت آئی ہو مگر اکثر و کو کسی قسم کی خط و کتابت اور طلب و فہمائش کی نوبت نہیں آئی۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اجتماع حضرت شیخ الہندؒ کے باطنی تصرف سے واقع ہوا تھا۔

اس وقت مولانا عبیداللہؒ کا تشریف لانا کسی سیاسی اور پولیٹکل جذبے کے ماتحت بالکل نہیں تھا

بلکہ ان کا نصب العین دارالعلوم کو ترقی دینا اور تمام ملک میں اس کی ساکھ کا قائم ہو جانا، طلبائے قدیم (جو کہ دارالعلوم سے فارغ ہو چکے ہیں) ان میں یک جہتی اور مکمل تنظیم اور دارالعلوم کی ہر قسم کی بہبودی اور ترقی عالمی پیمانے پر قائم ہوجانی، یہی امور ان کے پیش نظر تھے اور اسی نصب العین کے ماتحت انہوں نے جمعیت الانصار وغیرہ حسب ارشاد حضرت شیخ الہندؒ قائم کی تھی۔ (نقش حیات جلد اول، صفحہ ۱۲۱)

عیب راہنر باید

مذکورہ بالا اقتباسات معدودے چند ہیں ان بے شمار دلائل وشواہد میں سے جن سے یہ امر بغیر کسی ابہام اور بغیر کسی پس منظر کے ثابت ہے کہ دارالعلوم دیوبند نہ تو خود کسی سیاسی مقصد کو لے کر چلا تھا نہ اس کا جلسہ دستار بندی کوئی سیاسی کانفرنس تھی، نہ جمعیت الانصار کوئی سیاسی جماعت تھی۔ پھر جمعیت علماء ہند کو ان جماعتوں کی نشأۃ ثانیہ قرار دینا اور یہاں سے لے کر شاہ ولی اللہؒ تک ایک مربوط سلسلہ سیاسی جدوجہد کا قائم کرنا کہاں تک درست ہے؟

مولانا محمد میاں صاحبؒ سابق ناظم جمعیت علماء ہند اپنی سیاسی تصنیف میں دارالعلوم دیوبند کو سیاسی تحریکات کے سلسلے کی ایک کڑی قرار دیتے ہوئے اور اس کو ریشمی رومال کی خفیہ تحریک کا مرکز بتاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"سنہ ۱۹۵۸ء اور سنہ ۱۹۶۰ء کا ہنگامہ خیز دور جس میں بقول سر ویزل اٹینس لیفٹیننٹ گورنر پنجاب ہر جگہ لوگ کسی تبدیلی کے متوقع تھے۔ ان کے دماغوں میں نئی ہوا بھری ہوئی تھی۔ وہ منتظر تھے کہ اس تحریک کا کیا نتیجہ نکلتا ہے، حضرت شیخ اور آپ کی جماعت کے لئے ایک حیات بخش دور تھا جس کی تمہید خفیہ طور پر ۲۷ سال پیشتر سے کی جا چکی تھی۔ چنانچہ رمضان سنہ ۱۳۲۷ھ مطابق سنہ ۱۹۱۹ء میں اس کو منظر عام پر لانے کا تہیہ کیا گیا۔ جمعیت الانصار کے نام سے ایک ہمہ گیر نظام کا خاکہ مرتب کیا گیا جس کی مقبولیت بھی اسی طرح ہمہ گیر ہوئی۔ دارالعلوم کا جلسہ دستار بندی اس نظام کو حامض حلوتک پہنچانے کے لئے مناسب سمجھا گیا کہ

سب سے پہلے خالص مذہبی پیرایہ میں اس کا ظہور ہو جو اس وقت کی سیاست کے لحاظ سے نہایت ہی مبصرانہ اقدام تھا۔ چنانچہ ۱۳۲۸ھ میں ایک عظیم الشان جلسہ کیا گیا جس میں ہندوستان کے اطراف واکناف سے تقریباً ۳۰ ہزار مسلمانوں نے شرکت کی۔ "(علمائے حق حصہ اول ۱۳۰)

اس کے بعد مؤلف علام مؤتمر الانصار کے سب سے پہلے جلسے منعقدہ یکم اپریل ۱۹۱۳ء کا ذکر فرماتے ہیں:

"اس جلسے کے صدر حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہوی قدس سرہٗ تھے۔ آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا بعض نئی روشنی کے شیدائی کہتے ہیں کہ جمعیت الانصار اولڈ بوائز ایسوسی ایشن کی نقل ہے لیکن یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے۔ جمعیت الانصار کی تحریک غالباً اب سے تیس برس پہلے شروع ہوگئی تھی اور اس تحریک کے بانی مدرسہ عالیہ کے وہ طالب علم تھے جو آج علوم کے سرچشمہ اور آفتاب فنون ہیں اور جن کی ذات بابرکات پر آج کا زمانہ جس قدر ناز کرے بجا ہے لیکن یہ تحریک اس وقت ضروریات زمانہ سے متعلق نہ تھی اس لیے رک گئی اور آخر اس کلیہ کی بنا پر کہ "ضرورت ہر چیز کو خود بخود پیدا کر لیتی ہے" سنہ ۱۳۲۷ھ سے اس انجمن کو دوبارہ زندہ کر کے جمعیۃ الانصار نام رکھا گیا۔ جمعیۃ الانصار ہرگز کسی انجمن کی نقل نہیں ہے اور نہ کسی کے ذاتی مقاصد سے بحیثیت دنیا بھی اس کا تعلق ہے، بلکہ اس کے مقاصد وہ ضروری مقاصد ہیں جن کی آج بہت کچھ ضرورت ہے۔ (علماء حق حصہ اول، صفحہ ۱۳۳)

اس پر مؤرخ علام کا ریمارک ملاحظہ ہو:

"الفاظ کی جامعیت خاص طور پر قابل لحاظ ہے۔

یہی ہیں وہ علماء جن کو کہا جاتا ہے سیاست کیا جانیں۔" (علمائے حق)

سبحان اللہ! کیا بات پیدا کی ہے۔ گویا مولانا احمد حسن صاحبؒ کے ان چند الفاظ میں خفیہ تحریک اپنے پورے ہمہ گیر نظام کے ساتھ پوشیدہ ہے حالانکہ مولانا موصوف کی افتتاحی تقریر کا ایک ایک لفظ بالکل واضح اور صاف ہے۔ ان کی تقریر میں کوئی فلسفہ نہیں ہے اور اگر کوئی فلسفہ ہے تو وہ یہ

ہے کہ مولانا احمد حسنؒ صاف اعلان فرمارہے ہیں کہ جمعیت الانصار کے اغراض ومقاصد اور اس کا خالص علمی، تعلیمی، اصلاحی اور دینی لائحہ عمل بالکل واضح طور پر شائع ہوچکا ہے۔ یہ جماعت نہ تو کوئی پوشیدہ تنظیم ہے نہ کسی کے ذاتی دنیاوی مقاصد اور سیاسی جدوجہد سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ اور اگر کوئی خفیہ جدوجہد ہے تو ادارہ یا انجمن اس کی ذمہ دار نہیں۔ مولانا موصوف کی اس افتتاحی تقریر کا ابتدائی حصہ شاید مؤرخ علام کی نظر سے رہ گیا۔

مولانا عبیداللہ سندھی اس جلسے کی رپورٹ میں تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت مولانا احمد حسن صاحبؒ قبلہ امروہی صدر جلسہ نے اپنی افتتاحی تقریر کا خطبہ عربی زبان میں جو نہایت فصیح وبلیغ تھا، پڑھا۔ لیکن مولانا نے بوجہ تکان سفر وغیرہ کے پوری تقریر بجائے خود سنانے کے عبیداللہ ناظم جمعیت الانصار دیوبند کو مرحمت کرکے سنانے کی اجازت دی۔ بندہ ناظم نے باقی ماندہ تقریر بڑی خوشی سے پڑھی۔ اس تقریر میں مولانا احمد حسن صاحبؒ نے دارالعلوم دیوبند کے قیام اور حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے حالات بیان کیے اور مدرسہ دیوبند اور جمعیت الانصار کے قیام کے متعلق بہت سے اکابر علماء کی آراء کا اقتباس دیا گیا تھا جو گویا اس بات کا ثبوت تھا کہ بانی کا خیال بناء وقیام مدرسہ سے مسلمانوں کی دینی ومذہبی تعلیم کو معراج ترقی پر پہنچانے کی کوشش سے متعلق تھا جو خدا کے فضل وکرم سے آج عملاً کرکے دکھادیا گیا ہے۔ (القاسم، جلد اول، شمارہ نمبر ۹)

علمائے حق کے مؤرخ علام آگے چل کر جلسہ مؤتمر الانصار کی کامیابی کا ذکر فرماتے ہیں:

"جلسہ انتہائی کامیابی کے ساتھ ختم ہوا مگر اس نے انگریزوں کو چونکادیا۔" (علمائے حق، حصہ اول ۱۳۴)

یہ کیوں کر معلوم ہوا کہ اس جلسے نے انگریزوں کو چونکادیا۔ اس کا کوئی ثبوت اور حوالہ؟ اور انگریز تو مسلمانوں کے نماز روزے سے بھی چونکتے تھے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں:

"اس موقع پر حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کے بیان کے چند فقرے حضرت شیخ الہندؒ کے

کارناموں کے نشان بتاتے ہیں۔ سنہ ۱۳۲۷ھ میں حضرت شیخ الہندؒ نے مجھے دیوبند طلب فرمایا اور مفسر حالات سن کر دیوبند رہ کر کام کرنے کے لئے حکم دیا۔ ۴ سال تک جمعیت الانصار میں کام کرتا رہا۔ اس تحریک کی تاسیس میں مولانا محمد صادق صاحب سندھیؒ اور مولانا ابو محمد صاحب لاہوریؒ اور عزیزی مولوی احمد علیؒ شریک تھے۔ پھر حضرت شیخ الہندؒ کے ارشاد سے دیوبند سے دہلی منتقل ہوا۔ سنہ ۱۹۱۳ء بمطابق ۱۳۲۱ھ میں نظارۃ المعارف قائم ہوئی۔ (علمائے حق، جلد اول، صفحہ ۱۳۵)

یہ جو کچھ کارروائی کی گئی ہے اس کے بارے میں مؤلف علامہ کی بے چارگی بھی ملاحظہ فرمائیے:

"ناقابل انکار حقیقت ہے کہ علمائے ملت کے مخلصانہ قلوب پروپیگنڈہ سے عموماً متنفر رہے۔ اسی لئے اس زمانے کی جدوجہد منظرعام پر نہ آسکی اور آج بھی ہم اس کے متعلق مطبوعہ کتابوں کا حوالہ نہیں پیش کرسکتے۔ (علمائے حق اول، ص ۱۱۲)

پھر آپ تک کن ذرائع سے یہ روایات پہنچیں؟ مخطوطہ یا سینہ بہ سینہ؟ حوالہ اور سند بہرصورت ایک مؤرخ کے ذمے ہے۔

نظارۃ المعارف

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مولانا عبیداللہؒ دیوبند سے منتقل ہوکر دہلی کیوں آئے؟ حضرت مولانا سراج احمد صاحب رشیدی قائم مقام ناظم جمعیۃ الانصار تحریر فرماتے ہیں:

مولانا عبیداللہ جمعیۃ الانصار کی نظامت چھوڑ کر سنہ ۱۹۱۳ میں دہلی چلے گئے اور نظارۃ المعارف قائم کرلی۔ جمعیت کے اراکین مجلس انتظامیہ نے اپنا جلسہ منعقد کیا اور بہت کچھ گفت وشنید کے بعد یہ طے ہوا کہ جمعیۃ دار العلوم کی فرع ہے اور اصل کی بقا سے فرع باقی رہ سکتی ہے نیز دار العلوم کی مالی امداد کرنا جمعیت کا اولین فرض ہے۔ اس لیے مناسب یہ ہے کہ طمطراق اور جناب ناظم صاحب کی اولوالعزمیوں سے قطع نظر کرکے ان تجاویز پر عمل پیرا ہونا چاہیے جن سے دار العلوم اپنی

امتیازی شان کے ساتھ اپنے مالی نقصانات کی جبر ومکافات کرلے اور جمعیت کا وجود باقی رہے۔ چنانچہ اراکین انتظامیہ اور قائم مقام ناظم نے حضرات سرپرستانِ جمعیت کی خدمت میں ایک عرضداشت پیش کی کہ ہم خدام دارالعلوم چاہتے ہیں کہ ہم کو برائے چندے تعلیمی خدمات سے سبکدوش فرمایا جائے کہ ہم اپنا وفد لے کر چند مقامات کا سفر کریں اور دارالعلوم کے نقصانات کی کچھ مکافات کرسکیں۔ چونکہ زمانہ امتحان سالانہ قریب تھا اس لیے سب کو تو اجازت نہ مل سکی مگر جناب مولانا مولوی شبیر احمد صاحبؒ، مولانا مولوی سید مرتضی حسن صاحبؒ، مولانا مولوی عبدالسمیع صاحبؒ، مولانا مولوی مظہر الدین صاحبؒ اور قائم مقام ناظم اس خدمت پر مامور ہوئے۔

یہ بالکل غلط ہے کہ جمعیت الانصار بند ہوگئی اور یہ بھی بالکل غلط ہے کہ جناب مولوی عبیداللہ صاحبؒ کی دہلی کی انجمن جمعیت الانصار کا شعبہ ہے یا دارالعلوم کی ساختہ اور ماتحت ہے۔ اور یہ بھی بالکل غلط ہے کہ دارالعلوم یا جمعیت الانصار نے انگریزی دان طلبہ کی دینی تعلیم وتربیت سے انکار کردیا۔ مولوی عبیداللہ صاحب دارالعلوم میں تعلیمی وتدریسی جماعت کے جزو اور رکن نہیں تھے کہ ان کے چلے جانے سے یہ دقّت پیش آئی ہو۔ بعض انگریزی دان طلبہ اس وقت بھی دارالعلوم میں تعلیم پارہے ہیں اور دارالعلوم ہر وقت نہایت مسرت اور خندہ پیشانی سے گریجویٹ حضرات کی دینی تربیت کی کفالت کے لیے مستعد ہے مگر جیسے کہ عربی خواں طلبہ اپنے خورد ونوش کی خود کفالت کرتے ہیں یا دارالعلوم کی معمولی کفالت پر قناعت کرتے ہیں ایسے ہی اگر گریجویٹوں کا طرز عمل ہو تو پھر کوئی دقت نہیں۔ سچ یہ ہے کہ نہ جمعیت الانصار میں اب مالی روح باقی ہے نہ وظائف میں ایسا امتیاز مناسب ہے اور مشاہدہ کے بعد اب کسی میں جرأت بھی باقی نہیں ہے۔ الخ (القاسم، جلد ۴، شمارہ ۵)

مولانا عبیداللہ سندھی کا استعفاء

سنہ ۱۳۳۱ھ میں مولانا عبیداللہؒ نے دہلی جاکر نظارۃ المعارف قائم کرلی اور اخبار رفیق دہلی میں جمعیۃ الانصار سے اپنا سہ حرفی استعفاء شائع کرادیا۔ جمعیت الانصار کی طرف سے چند امور کے بارے

میں ان سے جواب طلب کیا گیا تھا اس کا بھی انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی تفصیل مولانا سراج احمد صاحبؒ یوں تحریر فرماتے ہیں:

"مطالبات کے جواب میں حضرت ناظم کا اب تک سکوت اور بعض اراکین جمعیت و دیگر اہل اسلام کے استفسارات محرک ہیں کہ حضرت ناظم کا استعفیٰ اور اراکین مجلس انتظامیہ کی اس پر تجویز القاسم میں شائع کر دیے جائیں۔ اس کے بعد اگر اور تفصیل کی ضرورت باقی رہی تو مطالبات کے جوابات کا آئندہ انتظار نہ کر کے کسی دوسرے پرچے میں اور کچھ واقعات کی واقعی تصویریں کھینچ دی جائیں اور ناظرین ان کے معائنے سے تحیر کے عالم میں حقیقت کو سمجھتے رہیں۔"

نقل استعفاء مولانا موصوف

امابعد!

بخدمت شریف جناب مولانا امیر جمعیت الانصار دامت برکاتہم!

بعد سلام مسنون معروض آنکہ جلسہ انتظامیہ کے تمام ممبر جہاں تک مجھے معلوم ہوا میری نسبت اچھے خیالات نہیں رکھتے۔ اگر الجامعۃ القاسمیہ تک معاملات کا مرافعہ کیا جاوے اور میں اپنی براءت ثابت کرلوں تو بھی اتفاق سے کام چلانا مشکل ہے۔ لہٰذا جمعیت الانصار کی خدمت سے استعفیٰ پیش کرتا ہوں اس کے بعد مجھے جمعیت الانصار کے کسی شعبے سے تعلق نہ ہوگا اور اپنے معاملے کا ذاتی حیثیت سے ذمہ دار رہوں گا۔ جناب والا جس قدر جلد ممکن ہو منظور فرما کر اعلان کی اجازت مرحمت فرمادیں گے تاکہ مجھے اپنے طور پر کام کرنا آسان ہو سکے۔ والسلام

عبید اللہ عفی عنہ

دیوبند، ۴ جمادی الثانیہ، ۱۱ مئی

حضرت ناظم نے یہ استعفیٰ جناب مولانا حبیب الرحمان صاحبؒ سرپرست اور امیر جمعیت کی خدمت میں پیش کیا اور دیوبند سے پنجاب کو تشریف لے گئے۔

آگے لکھتے ہیں:

اور جمعیت کو زیر باری کی حالت میں چھوڑ کر قطع تعلق گوارا کر لیا جو ان کی اولو العزمی، عالی حوصلگی، ہمہ گیری، بلند پروازی، روشن خیالی، تحمل، وقار، اطمینان کے کسی طرح شایاں نہیں۔ استعفیٰ کا آخری جملہ (تاکہ مجھے اپنے طور پر کام کرنا آسان ہو سکے) غالباً استعفیٰ کے اصلی راز کی طرف رہبری کرتا ہے۔ حضرت امیر جمعیت نے یہ استعفاء مجلس انتظامیہ میں بھیجا۔ مجلس انتظامیہ منعقدہ ۷/ رجب ۱۳۳۱ھ بروز جمعہ کے فیصلے کا خلاصہ یہ ہے:

(ا) مولانا مولوی عبید اللہ صاحب کا استعفیٰ پیش ہوا۔ مولانا نے اپنے استعفیٰ کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اراکین جلسہ انتظامیہ ان کی نسبت اچھے خیالات نہیں رکھتے اور یہ کہ بصورت ثبوت صفائی کے بھی وہ اتفاق سے کام چلانے کو مشکل خیال کرتے ہیں۔ اس کے متعلق غور و بحث کے بعد یہ بات طے ہوئی کہ فی الواقع اراکین جلسہ انتظامیہ کو ناظم صاحب سے بوجوہ ذیل اختلاف ہے:

i. الف وب (حسابات وغیرہ کے متعلق ہیں۔)

ii. جمعیۃ الانصار کے ضوابط مسلمہ کے خلاف ان سے بعض ایسے امور سرزد ہوئے جس سے مدرسہ دیوبند کے قدیمی اثر کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ کیا جاتا ہے حالانکہ جمعیۃ الانصار کا نصب العین یہ تھا کہ مدرسہ دیوبند کے قدیمی اثر کی توسیع اور اس کی تعلیم کی مزید اشاعت کی جائے گی۔

iii. جمعیت الانصار کے متعلق مولانا کے تساہل کا یہ بین ثبوت ہے کہ جمعیت الانصار اس وقت مبلغ کئی سو روپے کی مقروض ہے۔ اس قرض کی رقم اکثر ایسی رقمیں ہیں جو مولانا نے محض اپنی رائے سے خلاف ضوابط امور کے لیے بطور خود حاصل کی ہیں اور نظامت کی وجہ سے جمعیت الانصار کے حساب میں لکھی گئیں مگر فی الحقیقت ان کی اصلی ذمہ داری ان پر عائد ہونی چاہیے۔

iv. یہ بھی بات قابل لحاظ ہے کہ جمعیت جس قسم کے لوگوں سے مرکب ہے اور جن

سے مرکب رہے بغیر جمعیۃ الانصار کا وضعی مفہوم باقی نہیں رہتا ان کے عملیات بلکہ اعتقادیات میں بھی مولانا عبیداللہؒ کی جانب سے مختلف مواقع میں خلاف کا اظہار واقع ہوا ہے جو پہلے سے بالکل نہ معلوم تھا اور جس سے اب تک بلاواسطہ بعض اراکین کو واقفیت حاصل نہیں ہوئی۔ اس کی تفصیل عند الضرورت ان اراکین سے معلوم ہوسکتی ہے جن کو مولوی صاحب موصوف سے دینی مسائل میں گفتگو کرنے کے مواقع ہاتھ آئے ہیں۔

v. مولانا عبیداللہ صاحبؒ کی جمعیت الانصار کے امور مہمہ میں مداخلت اور تساہل اور ان کی اپنی رائے پر گزشتہ صلابت کو دیکھتے ہوئے ہم بھی انہی کے الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہیں (اگر الجامعۃ القاسمیہ تک معاملات کا مرافعہ کیا جائے اور میں اپنی بات ثابت کرلو تو بھی اتفاق سے کام چلانا مشکل ہے۔) اگرچہ اشکال کی وجہ ہم میں اور ان میں مختلف ہوں مگر عباراتنا شتی وحسنک واحد نتیجہ ایک ہے۔

لہٰذا وہ جو کہ مذکورہ بالا کی بنا پر مولانا موصوف کا استعفیٰ آج بتاریخ ۷/ رجب ۱۳۳۱ھ بروز جمعہ منظور کیا جاتا ہے۔ الخ

مذکورہ فیصلے پر مندرجہ ذیل حضرات کے دستخط ہیں:

بندہ محمد مرتضی حسن غفرلہٗ مدرس دارالعلوم دیوبند، محمد انور عفی عنہ مدرس دار العلوم دیوبند، شبیر احمد عثمانی مدرس دارالعلوم دیوبند، محمد کفایت اللہ عفی عنہ مدرس اول مدرسہ امینیہ دہلی، عبدالسمیع عفی عنہ مدرس دارالعلوم دیوبند، محمد عقیل عفی عنہ مدرسہ دارالعلوم دیوبند۔

حضرت ناظم صاحب نے اب تک استفسارات اور مطالبات کا کوئی جواب عنایت نہ فرمایا۔ ناچار آج ان کی علیحدگی کا اعلان شائع کیا جاتا ہے اور حسابی کارروائی اور وجوہِ مخالفت کی تفصیلی روئداد ان شاء اللہ تعالیٰ بعد کو شائع کی جائے گی۔

خاکسار سراج احمد

قائم مقام ناظم جمعیۃ الانصار دیوبند

ملخصا وملتقطا

(القاسم، جلد چہارم، شمارہ نمبر ۷، ر صفر ۱۳۳۲ھ)

بنائے اختلاف

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ تحریر فرماتے ہیں:

واقعہ یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے ارباب اہتمام کے سامنے دار العلوم کا بقاو تحفظ سب سے بڑا مسئلہ تھا۔ سنہ ۱۸۵۷ء کے واقعات اور اس کے بعد انگریز کی پالیسی ان کے سامنے تھی انہوں نے مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی سرگرمیوں کو نہ صرف دارالعلوم دیوبند بلکہ ہم مسلمانوں کے لئے بھی خطرناک تصور کیا اور اپنے خیالات کے مطابق ضروری سمجھا کہ مولانا سندھی کا تعلق اس مرکز سے نہ رہے۔ اسی زمانے میں اتفاق سے چند علمی مسئلوں میں مولانا سندھی اور دار العلوم کے دوسرے علماء کے درمیان اختلاف پیدا کر دیا گیا۔ اسی اختلاف کو وجہ قرار دے کر مولانا سندھی کو دارالعلوم سے علیحدہ کر دیا گیا۔ چنانچہ رولٹ کمیٹی کی رپورٹ میں اس کی طرف اشارہ موجود ہے۔ (نقش حیات جلد دوم صفحہ ۱۴۴)

مگر القاسم کی تحریرات سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ مولانا سندھی خود بخود دہلی چلے گئے اور وہاں جاکر اخبار رفیق دہلی میں اپنا استعفیٰ شائع کرایا۔ (القاسم، جلد ۴، شمارہ نمبر ۷، صفحہ ۳)

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ دوسرے علماء کون تھے؟ اختلافات پیدا کرنے والے کون حضرات تھے اور وہ علمی مسئلے کیا تھے؟ مولانا مدنی نے اس کی کوئی وضاحت نہیں فرمائی۔ لیکن مجملاً پہلے اعلان فرما چکے ہیں:

بنابریں تمام اہل فہم اور ارباب قلم وعلم سے پرزور درخواست ہے کہ مولانا مرحوم کی کسی تحریر کو دیکھ کر اس وقت تک اس پر کوئی حتمی رائے قائم نہ فرمائیں جب تک کہ اس کو اصول اور

مسلمات اسلامیہ اور ضروریات دین اور عقائد اور اعمال اہل سنت والجماعت کے زریں قواعد وتآلیف پر پرکھ نہ لیں۔ اور علی ہذاالقیاس مولانا کے کسی کلام کو حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اسلاف واکابر دیوبند کا مسلک بھی نہ سمجھیں جب تک کہ اسی کسوٹی پر اس کو کس نہ لیں۔ یہ حضرات اکابر جملہ عقائد واعمال میں خواہ وہ فروع سے تعلق رکھتے ہوں یا اصول سے سلف صالحین اور ان کے اصول وقوانین مسلم اہل سنت والجماعت ہی کے تابع ہیں اور اس کی تعلیم وتلقین کرتے رہے ہیں۔ واللہ الموفق (بیان حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ مندرجہ مولانا عبیداللہ کی ذاتی ڈائری، شائع کردہ ادبستان لاہور، سنہ ۱۹۴۶ء، صفحہ ۵۰)

مذکورہ بالا اقتباسات کو بغور ملاحظہ فرمانے کے بعد یہ امر قابل توجہ ہے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے بھی سرپرست تھے اور جمعیۃ الانصار کے بھی۔ (نقش حیات جلد اول صفحہ ۱۲۰)

جمعیۃ الانصار کے اس فیصلے کی موجودگی میں وہ کیا کام مولانا عبیداللہ کے سپرد تھا جو حضرت شیخ الہندؒ کے حکم سے دہلی منتقل ہوا اور نظارۃ المعارف کے نام سے جاری ہوا؟ شاید بنائے اختلاف یہی ہو کہ مولانا عبیداللہ جمعیۃ الانصار کو اپنے سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے۔

جمعیۃ الانصار کے اغراض ومقاصد بالکل واضح اور بیّن تھے اس کے عملی اقدامات اور اس کی کارگزاریوں کی مفصل روئیدادیں خود مولانا موصوف کے قلم سے شائع ہو چکی تھیں۔ ان تمام حقائق کے بعد یہ تصور قائم کرلینا کہ جمعیت الانصار کے پس منظر میں حضرت شیخ الہندؒ کی خفیہ تحریک پوشیدہ تھی، بالکل لغوبات ہے۔ حضرت شیخ الہندؒ کی خفیہ جدوجہد کا راز کیوں کر کھلا؟ مولانا سندھی کو بغیر کوئی مقصد اور پروگرام بتائے ہوئے کابل کیوں بھیجا گیا؟ وغیرہ۔ ہم اس کی تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھتے اور اپنے موضوعِ کلام کی طرف واپس آتے ہیں۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی نظر بندی

مولانا عبید اللہ اگست سنہ ۱۹۱۵ء (شوال سنہ ۱۳۳۳ھ) میں کابل روانہ ہوئے حضرت شیخ الہندؒ ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ مطابق ۱۶ر ستمبر ۱۹۱۵ء کو بمبئی سے روانہ ہوکر حجاز پہنچے اور صفر ۱۳۳۵ھ میں مکہ معظّمہ سے گرفتار ہوکر مالٹا لے جاکر نظر بند کردیے گئے۔ اور حکومت برطانیہ نے مولانا عبید اللہ کی ہندوستان میں واپسی کو ممنوع قرار دے دیا اس طریقہ سے خفیہ تاریخ بھی ختم ہوگئی اور یہ حضرات ہندوستان کی ملکی وسیاسی حالات سے بھی بے خبر اور بے گانہ ہوگئے تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ مولانا عزیر گلؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا وحید احمدؒ، مولانا حکیم نصرت حسینؒ بھی مالٹا میں نظر بند تھے۔ نگرانی کا یہ حال تھا کہ جگہ جگہ جامہ تلاشی اور خط وکتابت کے اوپر سخت سنسر اور ہر جگہ شدید نگرانی اور پہرہ۔ (دیکھیے نقش حیات، جلد دوم، صفحہ ۲۱۶، ۲۲۸ اور رسالہ شیخ الہند مؤلفہ حضرت مفتی کفایت اللہؒ، صفحہ ۴۰، اور حیات شیخ الہند وغیرہ)

اور اس قدر بعد مقام پر جاکر کسی کا ملاقات کرنا اور سیاسی گفتگو کرنا، اس کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ غرض کہ گھر اور اعزہ واقربا واحباب کے حالات سے بھی بے خبر تھے چہ جائیکہ ہندوستان کے سیاسی اور ملکی حالات۔ ادھر ہندوستان کی سیاست پلٹا کھا رہی تھی۔ خفیہ سازشوں اور باغیانہ تحریکوں کی بجائے آئینی حرکت اور رائے عامہ کے اندر سیاسی شعور اور بیداری پیدا ہو رہی تھی اور جنگ عظیم میں ترکوں کی شکست اور برطانیہ کی بدعہدی کی وجہ سے مسلمانوں میں سخت ہیجان تھا۔ جگہ جگہ احتجاجی جلسے اور مظاہرے ہو رہے تھے اور علماء بھی ان میں پوری دلچسپی لے رہے تھے۔

قصیدہ فراقیہ

از حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحبؒ مع ترجمہ از واصف

ألا يا مالتا! طوبي وبشري ثوي بك من محيٰ آثار كفري

سن اے مالٹا! مبارک ہو تجھے یہ مژدہ کے تیرے اندر کفر کا مٹانے والا ایک مرد مجاہد مقیم ہوا ہے۔

ولم تك قبله إلا خرابا خمولا غير معروف بخير

اور اس سے پہلے تیری حیثیت ہی کیا تھی۔ تو ایک گمنام ویرانہ تھا کہ تیرا ذکر خیر دنیا میں کہیں بھی نہ تھا۔

فلما حلها عادت رياضا منضرة من التقوي وذكر

جب مالٹا میں اس مقدس ہستی نے ورود فرمایا تو وہ تقوی اور ذکر اللہ کا ایک ایسا سرسبز باغ بن گیا۔

مكللة بأزهار المزايا وأزهار المزايا خير زهر

جس میں فضائل و معالی کے پھول کھلے ہوئے ہیں اور حقیقی بہار تو فضائل و معالی کی ہی بہار ہے۔

ألا مالتا! كوني سلاما علي محمودنا الراضي بقدر

ہائے مالٹا! سلامتی ہو جا ہمارے محمود پر جو راضی برضائے الٰہی (ہو کر تیرے اندر جلوہ افروز ہوا) ہے۔

إمام الخلق قدوتهم جميعا له كرم إلي الآفاق يسري

جو عصر حاضر میں پوری قوم کا امام اور پیشوا ہے اور اس کی عظمت کا آوازہ تمام عالم میں پہنچا ہوا ہے۔

جنيد العصر سري الزمان غيوث فيوضه تهمي وتجري

وہ زمانے کا جنیدؒ اور وقت کا سری سقطیؒ ہے۔ اس کے فیوض کے بارشیں برستی اور سیل رواں بنتی ہیں۔

فريد في خلائقه العذاب وحيد في التقي من غير فخر

اپنے شیریں خصائل میں یگانہ اور تقوی میں یکتائے زمانہ اور منکسر المزاج ہے۔

اشد الناس أمثلهم بلاء فيا شمس الهدي يا طود صبر

جو انسان برگزیدہ اور اعلیٰ مرتبہ ہوتا ہے اس پر آزمائشیں بھی سب سے زیادہ سخت آتی ہیں۔

تو اے آفتاب ہدایت اور اے کوہِ تحمل!

ذكرنا يوسف الصديق لما أسرت بغير استحقاق اسر

جب تجھ کو بغیر اثبات جرم کے قید کر دیا گیا تو ہمیں حضرت یوسف علیہ السلام یاد آ گئے۔

لحزن البين في صدر الكئيب تفيض دموعه حمراً كجمر

ایک مضطرب کے سینے میں غم و فراق کی جو آگ بھڑک رہی ہے اس کی وجہ سے

اس کے سرخ آنسو انگاروں کی طرح دہکتے ہوئے نکل رہے ہیں۔

سينزلك العزيز محل عز وينصرك النسير اعز نصر

عنقریب آپ کو خدائے عزیز مقام عزت پر فائز فرمائے گا اور بڑی زبردست مدد فرمائے گا۔

سيكفيك الإله فأنت مرء كفاك الله قدما كل شر

اور عنقریب اللہ تعالیٰ کی مکمل حمایت و نصرت فرمائے گا کیونکہ آپ ہی وہ مرد مجاہد ہیں جسے خدا نے ہمیشہ ہر قسم کے شر سے بچایا ہے۔

انعقاد جمعیت علماء ہند بمقام دہلی

نومبر ۱۹۱۹ء میں یعنی حضرت شیخ الہندؒ کے ہندوستان سے روانہ ہونے کے چار سال کے بعد خلافت کانفرنس کی تقریب سے تمام اقطارِ ہند کے علماء کی ایک معتدبہ جماعت دہلی میں جمع ہوگئی تھی۔ خلافت کانفرنس کے اجلاسوں سے فارغ ہونے کے بعد تمام علماء موجودین نے ایک جلسہ منعقد کیا جس میں صرف حضرات علماء ہی شریک ہوئے۔ مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحبؒ کی تحریک اور مولانا منیر الزمان صاحبؒ و دیگر حاضرین کی تائید سے جناب فاضل علامہ حضرت مولانا عبدالباری صاحبؒ اس جلسہ کے صدر قرار پائے اور کارروائی شروع ہوئی۔ تمام حاضرین جلسہ علماء کی ایک جمعیت قائم کی جائے اور اس کا نام جمعیت علماء ہند رکھا جائے۔ اس کے حلقے کو تمام ہندوستان کے لئے وسیع کر دیا جائے۔

چنانچہ اسی وقت تمام حاضرین نے جمعیت کی رکنیت منظور فرمائی اور جمعیت علماء ہند قائم ہوگئی۔ مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب اور مولوی سید محمد داؤد صاحب نے جمعیت علماء ہند کے موجودہ اراکین کو امرتسر میں تشریف لانے کے لئے اسی وقت دعوت دے دی اور بالاتفاق طے ہو گیا کہ جمعیت کا جلسہ آئندہ دسمبر میں بمقام امرتسر منعقد ہوگا۔ مولانا ثناء اللہؒ کی تجویز و دیگر حضرات کی تائید سے مولانا مولوی کفایت اللہ صاحبؒ جمعیت علماء ہند کے عارضی صدر اور مولانا حافظ احمد سعید صاحبؒ عارضی نظم بنائے گئے۔ مولانا محمد اکرم خان اور مولانا کفایت اللہؒ کو جمعیت کے مقاصد

وضوابط کا مسودہ تیار کرنے اور اجلاس امرتسر میں پیش کرنے کے لیے منتخب کیا گیا۔ دہلی کے اس جلسے میں علمائے ذیل موجود تھے:

حضرت مولانا عبدالباری صاحبؒ، مولانا سلامت اللہ صاحبؒ، مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحبؒ، حضرت پیر محمد امام صاحبؒ، سندھی مولانا اسد اللہ صاحبؒ، سندھی مولانا سید محمد فاخر صاحبؒ، مولانا مولوی محمد انیس صاحبؒ، مولانا خواجہ غلام نظام الدین صاحبؒ، مولانا محمد کفایت اللہ صاحبؒ، مولانا محمد ابراہیم صاحبؒ سیالکوٹی، مولانا حافظ احمد سعید صاحبؒ دہلوی، مولانا سید کمال الدین صاحبؒ، مولانا قدیر بخش صاحبؒ، مولانا تاج محمد صاحبؒ، مولانا محمد ابراہیم صاحبؒ، دربھنگہ مولانا خدا بخش صاحبؒ، مظفر پوری مولانا مولا بخش صاحبؒ، امرتسری مولانا عبدالحکیم صاحبؒ گیاوی، مولانا محمد اکرم صاحبؒ، مولانا منیر الزمان صاحبؒ، مولانا محمد صادق صاحبؒ، مولانا سید محمد داؤد صاحبؒ، مولانا سید اسماعیل صاحبؒ، مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ، مولانا آزاد سبحانی صاحبؒ۔ (اقتباس از مختصر حالات انعقاد جمعیت علماء ہند، مطبوعہ انڈین پریس دہلی شائع کردہ ناظم جمعیت باجازت صدر جمعیۃ علماء ہند)

یہ ہیں وہ پچیس علماء جو آپس کے سالہا سال کے اختلافات اور متعصبانہ گروہ بندیوں کو نظر انداز کر کے ایک جگہ سر جوڑ کر بیٹھے۔ حالات کی نزاکت کو محسوس کیا اور جمعیت علماء ہند قائم کی۔ یہی حضرات جمعیت کے بانی اور معمارِ اول ہیں اور سب سے پہلے ارکان بھی یہی حضرات ہیں۔

یہ وہ وقت تھا جب کہ حضرت شیخ الہندؒ اور مولانا حسین احمدؒ مالٹا میں نظر بند تھے اور مولانا عبیداللہ سندھیؒ ہندوستان سے باہر جلا وطنی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ ہندوستان کے لوگ ان حضرات کے کوائف وحالات سے بے خبر تھے اور وہ حضرات ہندوستان کے حالات اور حالات کی رفتار سے قطعًا لاعلم تھے لیکن آج ذمہ دارانِ جمعیت فرماتے ہیں کہ جمعیت کی تاسیس میں حضرت شیخ الہند کا اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد کا ہاتھ تھا کبھی کہا جاتا ہے کہ موجودہ شکل میں جمعیت کے مؤسس حضرت شیخ الہندؒ تھے اور ایک نئی فہرست پیش کی جاتی ہے اور دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ ہیں

جمعیت علماء ہند کے بانی اور معمار اوّل۔ اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ یہ فہرست تبدیل بھی ہوتی رہتی ہے۔ ملاحظہ ہو مولانا سید محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماء کا ایک کتابچہ جس کا نام ہے "تعارف" (شائع کردہ الجمعیۃ بکڈپو دہلی، مطبوعہ ۱۹۵۴ء)

سب سے پہلے ان بزرگانِ دین رہنمایانِ قوم اور زعمائے ملک کے اسمائے گرامی پیش کیے جاتے ہیں جو جمعیۃ علمائے ہند کے بانی اور معمارِ اول ہیں:

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ صاحب، مولانا محمد کفایت اللہ صاحبؒ مفتیٔ اعظم ہند، مولانا محمد عبد الباری صاحبؒ، مولانا ثناء اللہ صاحبؒ، مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ، مولانا محمد سجاد صاحبؒ، مولانا سید محمد فاخر صاحبؒ، مولانا عبید اللہ سندھی صاحبؒ، حکیم اجمل خاں صاحبؒ، مولانا حبیب الرحمان صاحبؒ، دیوبندی، مولانا معین الدین صاحبؒ، ڈاکٹر انصاری صاحبؒ، مولانا سید سلیمان صاحبؒ ندوی، مولانا ابوالقاسم صاحبؒ سیف بنارسی، مولانا ابراہیم صاحبؒ سیالکوٹی، مولانا عبدالماجد صاحبؒ بدایونی، مولانا محمد صادق صاحبؒ۔

اصلی روئیداد میں تو وضاحت کی گئی ہے کہ "صرف حضرات علماء ہی شریک ہوئے۔" لیکن فہرست مذکورہ بالا میں دو لیڈر بھی شامل ہیں۔ نیز حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ کا نام اس میں نہیں ہے۔

اور گیا کے بائیسویں اجلاس کے موقع پر جو تاریخی دستاویز "جمعیت علماء نمبر" شائع ہوا تو اس میں بانیانِ جمعیت علماء کی مندرجہ ذیل فہرست ہے:

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ صاحب، مولانا حسین احمد صاحبؒ، مولانا کفایت اللہ صاحبؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا عبدالباری صاحبؒ، مولانا احمد سعید صاحبؒ، مولانا ثناء اللہ صاحبؒ، مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ، مولانا محمد سجاد صاحبؒ، مولانا محمد فاخر صاحبؒ، مولانا عبیداللہ سندھیؒ، حکیم اجمل خان صاحبؒ، ڈاکٹر انصاری صاحبؒ، مولانا حبیب الرحمن صاحبؒ دیوبندی، مولانا

معین الدین صاحبؒ، مولانا سید سلیمان صاحبؒ ندوی، مولانا ابوالقاسم صاحبؒ سیف، مولانا ابراہیم صاحبؒ سیالکوٹی، مولانا عبدالماجد صاحبؒ بدایونی، مولانا محمد صادق صاحبؒ، مولانا عبدالحق صاحبؒ مدنی، مولانا بشیر احمد صاحبؒ، مولانا نورالدین صاحبؒ، مولانا حفظ الرحمان صاحبؒ۔

لیجئے ۱۷ افراد سے ۲۴ ہوگئے۔ اور اب آئندہ کوئی فہرست تصنیف کی گئی تو دیکھنا ہے کہ اس میں کتنے ہوں گے اور کس کس کے نام کا قرعہ نکلے گا۔

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

دیوبندی گروپ

یہ امر خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس اجتماع میں جمعیت کی تاسیس ہوئی اس میں دیوبندی گروپ میں سے کوئی صاحب شامل نہیں ہیں۔ پھر امرتسر میں جو پہلا اجلاس صدارت حضرت مولانا عبدالباری منعقد ہوا، اس میں بھی کوئی صاحب شریک نہیں ہوئے۔ اس جلسے میں حضرت شیخ الہندؒ کی عدمِ رہائی پر اضطراب کا اظہار کیا گیا اور وائسرائے کو اس مقصد سے تار دیا گیا۔

پھر ۶ر ستمبر ۱۹۲۰ء کو کلکتہ میں خاص اجلاس بصدارت حضرت مولانا تاج محمود صاحب سندھیؒ منعقد ہوا جس میں دو سو علماء شریک تھے۔ اس میں مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحبؒ اور مولانا عزیر گل صاحبؒ شریک ہوئے۔ حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ باوجودیکہ مالٹا سے واپس آچکے تھے مگر اس جلسہ میں شریک نہ تھے۔ اور مولانا موصوف تو حضرت شیخ الہند کی خفیہ تحریک میں بھی شریک نہ تھے۔ (نقش حیات، جلد دوم، صفحہ ۲۱۵)

حضرت اقدس کے ساتھ عقیدت و محبت اور ان کی خدمت کی آرزو آپ کی اسیری کا سبب بنی۔ (سفرنامہ اسیر مالٹا، مطبوعہ اسٹار پریس دہلی، صفحہ ۴۱۔ اور حیات شیخ الہندؒ، مطبوعہ قاسمی، صفحہ ۴۹۔ اور رسالہ شیخ الہندؒ، مولفہ مفتی اعظم مولانا کفایت اللہؒ، صفحہ ۲۴)

اس خاص اجلاس میں ترک موالات کی تجویز اور دہلی میں ہونے والے دوسرے اجلاس

جمعیت کے لئے حضرت شیخ الہندؒ کی صدارت کی تجویز پاس ہوئی۔ (اخبار زمانہ، کلکتہ، شمارہ نمبر ۵۷، مؤرخہ ۸/ستمبر ۱۹۲۰ء)

غرض کہ حضرت شیخ الہندؒ کی تشریف آوری سے قبل دیوبندی گروپ کو جمعیت علماء ہند سے کوئی دلچسپی نہ تھی حالانکہ جمعیت کوئی خفیہ یا باغیانہ تحریک نہ تھی اور اس کی رکنیت میں کوئی خطرہ نہ تھا لیکن یہ حضرات حضرت شیخ کی گرفتاری کے بعد سے شاید بہت زیادہ محتاط ہوگئے تھے۔ جب حضرت رہا ہوکر تشریف لائے اور اس وقت کے تمام بڑے بڑے ہندو مسلم لیڈروں نے بمبئی میں آپ کا استقبال کیا تو آپ کو ہندوستان کے سیاسی حالات اور تحریک خلافت کا علم ہوا۔ (نقش حیات، جلد دوم، صفحہ ۲۴۷)

اور جب آپ کو بتایا گیا کہ علماء نے بھی جمعیت علماء ہند کے نام سے اپنی ایک تنظیم قائم کی ہے تو اپنے بے انتہا مسرت اور قلبی توجہ و شغف کا اظہار فرمایا اور ارکان جمعیت کی تحسین اور حوصلہ افزائی فرمائی اور حضرت کے بعض شاگرد جن کی مقبولیت اور شہرت کی وجہ سے جمعیت علما کو خاص تقویت کی امید تھی، جب بالکل یکسوئی اور بے تعلقی کے ساتھ شرکت سے علیحدہ اور مجتنب رہے تو آپ کو نہایت حسرت ہوئی اور غایت افسوس کے ساتھ اپنے ایک ہم نام الہ آبادی کی زبان سے گویا یہ فرمایا:

کسی کا میری بزمِ غم سے محمود یوں اٹھ کر
قیامت ہے شریک محفل اغیار ہو جانا

(حیات شیخ الہند مؤلفہ حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب، صفحہ ۱۳۳)

جمعیت کے ساتھ حضرت کی دلچسپی اور دوسرے حضرات کی بے تعلقی کی ایک مثال یہ ہے کہ دہلی میں اجلاس جمعیت کے انتظامات اور ہجومِ کار کا سارا بار ش کے مولانا کفایت اللہؒ اور مولانا احمد سعیدؒ پر تھا۔ حضرت اقدس نے مولانا شبیر احمد صاحبؒ اور مولانا مرتضی حسنؒ صاحب کو خطوط لکھ کر ان کے گھروں سے دہلی بلایا اور حکم دیا کہ اجلاس کے کاموں میں ان دونوں کا ہاتھ بٹاؤ۔ (نقش

حیات، جلد دوم، صفحہ ۲۶۲)

لیکن موجودہ ذمہ دارانِ جمعیت کی مؤرخانہ دیانت ملاحظہ ہو کہ بانیوں میں حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحبؒ مہتمم اور مولانا محمد انور شاہ صاحبؒ اور مولانا بشیر احمد صاحبؒ اور مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ وغیرہ کے نام بھی درج کیے گئے ہیں اور مولانا ابوالکلام آزادؒ کا نام بھی لکھا گیا ہے حالانکہ وہ بھی اس وقت نظر بند تھے۔ وقس علي هذا

بانی و معمارِ اول کون ہے؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جمعیت کا قیام یا انعقاد جن ۲۵ علماء کی موجودگی میں ہوا، کیا یہ سب کے سب اس کے بانی ہیں؟ بانی تو دراصل ایک ہی ہوتا ہے۔ یہ بات ناممکن نہ سہی لیکن عام تجربہ اور مشاہدہ کے تو خلاف ہے کہ ایک خیال اتنے کثیر اشخاص کے دماغ میں بیک وقت پیدا ہو جائے اور سب کے سب ایک ہی خیال کو لے کر بیک وقت ایک جگہ مجتمع ہو جائیں۔

تو پھر وہ کون ہے؟ مختصر حالاتِ انعقاد جس کا خلاصہ پہلے دیا جا چکا ہے اس میں کسی شخص واحد کا نام ظاہر نہیں کیا گیا۔ بس اتنا لکھا ہے کہ تمام علمائے موجودین نے ایک جلسہ منعقد کیا جس میں صرف حضرات علماء ہی شریک ہوئے۔ یہ نہیں ظاہر کیا گیا کہ کس کی دعوت پر یہ جلسہ منعقد ہوا تھا یا خود بخود ایک ہی جگہ ایک ہی مقصد لے کر سب اکٹھے ہو گئے تھے۔

یہ ایک قدرتی سوال تھا جو راقم الحروف کے دل میں بھی پیدا ہوا تھا اور اس وقت حضرت والد ماجد وفات پا چکے تھے۔ میں نے حضرت مولانا احمد سعیدؒ کی طرف رجوع کیا۔ ان کا بیان پوری ذمہ داری کے ساتھ ذیل میں درج کرتا ہوں:

> ”میاں مفتی صاحب اس کا اصل واقعہ یوں ہے کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو حکم دیا تھا کہ میں علماء سے ملوں اور ایک مشاورتی اجتماع کی دعوت دے دوں۔ حضرت مفتی صاحبؒ، مولانا عبدالباریؒ اور مولانا ثناء اللہؒ کو اس معاملے میں اپنا ہم خیال

بنا چکے تھے کہ علماء کو علیحدہ اپنی تنظیم قائم کرنی چاہیے اور ایک وسیع تر جماعت بنانی چاہیے۔ اور مفتی صاحب کی یہ رائے اس وقت سے تھی جبکہ وہ ۱۹۱۸ء میں حضرت شیخ الہندؒ کے حالات پر ایک کتاب تصنیف فرما رہے تھے۔ اس کتاب کی تصنیف کا مقصد یہ تھا کہ حضرت شیخ الہندؒ کی اور ان کے رفقاء کی بے گناہی ظاہر ہو جائے اور گورنمنٹ پر یہ واضح ہو جائے کہ مسلمانوں کے دلوں میں حضرت کی کس قدر عظمت و عقیدت ہے اور ان کی نظر بندی سے کس قدر مضطرب ہیں۔ لہٰذا حکومت ان کو رہا کر کے مسلمانوں کے مجروح جذبات کے لیے تسکین کا سامان بہم پہنچائے۔ مفتی صاحب فرماتے تھے کہ حضرت کی رہائی کیلیے علما کی طرف سے ایک متفقہ مطالبہ ہونا چاہیے اور ایسی ہی ضروریات کے لئے تمام علماء کو اپنی ایک علیحدہ تنظیم قائم کرنی چاہیے۔ یہ خیال ۱۹۱۸ء سے مفتی صاحب کے دماغ میں موجزن تھا اور اکثر احباب سے اس کا تذکرہ بھی فرمایا کرتے تھے۔

آخر کار نومبر ۱۹۱۹ء میں آپ کی آرزو بر آنے کا وقت آیا۔ آپ نے محسوس کیا کہ موجودہ سیاسی حالات میں دینی و ملی حیثیت سے مسلمانوں کی رہنمائی کی شدید ضرورت ہے کیونکہ اس وقت مسلمانوں کی سیاسی لیڈر شپ ایسے لوگوں کے ہاتھ میں تھی جو اصولِ شرعیہ اور امورِ دینیہ سے واقف نہیں تھے۔ اگرچہ علماء دوسری سیاسی جماعتوں میں انفرادی طور پر شریک تھے لیکن ان کی حیثیت عام ممبروں جیسی تھی۔ مفتی صاحب نے محسوس کیا کہ علماء کی آواز میں قوت اور وزن پیدا کرنے کے لیے جماعتی تنظیم ضروری ہے۔

آپ نے حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ اور مولانا ثناء اللہ صاحبؒ امرتسری کو اپنا ہم خیال بنایا۔ مفتی صاحب نے مجھے اور مولانا عبدالباریؒ نے مولانا آزاد سبحانیؒ کو حکم دیا کہ تمام علماء سے مل کر چپکے چپکے ایک مشاورتی جلسے کی دعوت دے آئیں۔ چنانچہ اکثر تو میں اور مولانا آزاد سبحانیؒ ساتھ ساتھ جا کر بات چیت کرتے تھے مگر چونکہ وقت بہت کم تھا اور سب سے ملنا ضروری تھا اس لیے کہیں ہم دونوں الگ الگ بھی ملاقات کرنے کے لیے گئے۔ دہلی میں اس وقت خلافت کانفرنس کی شرکت کے لئے اگرچہ بہت سے علماء آئے تھے مگر ہماری میٹنگ میں صرف اتنے ہی علماء شریک ہوئے جتنے رپورٹ مطبوعہ میں درج

ہیں۔ یہ سب کارروائی پرائیویٹ اور زبانی تھی، کوئی تحریری دعوت نامہ نہیں تھا۔

جس روز میٹنگ ہونے والی تھی، اس روز صبح کو بعد نماز فجر مولانا عبدالباریؒ نے چند علماء کو دہلی کی ایک مشہور درگاہ سید حسن رسول نما میں جمع کیا تھا وہاں سب نے یہ عہد کیا:

"ہم سب دہلی کے مشہور و مقدس بزرگ کے مزار کے سامنے اللہ کو حاضر و ناظر جان کر یہ عہد کرتے ہیں کہ مشترکہ قومی و ملی مسائل میں ہم سب آپس میں متحد و متفق رہیں گے اور فروعی واختلافی مسائل کی وجہ سے اپنے درمیان کوئی اختلاف پیدا نہیں ہونے دیں گے۔ نیز قومی و ملکی جدوجہد کے سلسلے میں گورنمنٹ کی طرف سے ہم پر جو سختی اور تشدّد ہوگا اس کو صبر و رضا کے ساتھ برداشت کریں گے اور ثابت قدم رہیں گے۔ جماعت کے معاملات میں پوری رازداری وامانت سے کام لیں گے۔

مولانا نے فرمایا کہ:

"اس عہد و پیمان میں کون کون حضرات شریک تھے؟ اب سب کے نام یاد نہیں۔ ہاں مولانا عبدالباریؒ، مولانا منیر الزمانؒ، مولانا آزاد سبحانیؒ کی موجودگی تو یاد ہے۔ میں نے وہاں سے آکر پوری سرگزشت حضرت مفتی صاحبؒ کو سنائی۔ آپ نے مسرت واطمینان کا اظہار فرمایا۔ غرض کہ بعد نماز عشاء کرشنا تھیٹر کے ہال میں میٹنگ ہوئی۔ احتیاط اس قدر مدّ نظر تھی کہ کسی صاحب نے اثنائے گفتگو میں انگریزوں کے خلاف کوئی بات کہی تو مولانا ثناء اللہؒ نے فرمایا بھائی! ذرا آہستہ بولیے، دیوار ہم گوش دارد۔

راقم الحروف نے سوال کیا کہ آپ نے جو انعقاد جمعیت کے مختصر حالات شائع کیے تھے اس میں یہ تفصیل کیوں نہیں دی گئی ہے؟ فرمایا:

"میاں! دکھانا یہی تھا کہ یہ جمعیت کسی شخص واحد نے نہیں بنائی بلکہ بہت سے مختلف الخیال علماء نے مل کر اپنی متفقہ رائے سے بنائی ہے اور بھائی! عہد و پیمان والی بات تو ویسے بھی کھولنے کی بات نہیں تھی۔"

یہ تھا بیان حضرت مولانا احمد سعید کا۔ اب دیکھئے اور حضرات کیا کہتے ہیں۔

مولانا عنایت اللہ فرنگی محلیؒ بغیر کسی تفصیلی واقعہ کے مجملاً فرماتے ہیں:

"حضرت مولانا عبدالباریؒ نے خدامِ کعبہ، خلافت کمیٹی اور جمعیت علماء کا سنگ بنیاد رکھا اور یہ ذرا بھی مبالغہ نہیں ہے کہ جمعیت العلماء اور خدام کعبہ کے بانی اور مؤسس حضرت استاذ ہی تھے۔" (تذکرہ علمائے فرنگی محل، صفحہ ۱۱۱)

"امرتسر میں پہنچ کر مولانا موصوف نے ان علماء سے جو تمام ہندوستان سے وہاں جمع ہوئے تھے مشورہ کیا اور پہلے پہل علماء کی سیاسی انجمن قائم ہوئی۔" (حسرۃ الآفاق، صفحہ ۲۶)

مولانا ابوالوفا ثناء اللہ تحریر فرماتے ہیں:

"دہلی میں ایک تبلیغی جلسہ ہوا جس میں میں بھی شریک تھا۔ بعد فراغت خاص احباب کی مجلس میں میں نے یہ تحریک کی کہ ہمیشہ کے لئے علماء کی ایک جماعت منظم ہونی چاہیے۔ اس جلسے میں مولانا ابراہیم سیالکوٹی کے علاوہ اور کئی اصحاب میرے ہم رائے شریک تھے، انہوں نے میری تائید کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جمعیت علماء کا ایک خام ساڈھانچہ تیار ہو گیا جس کے صدر مولانا کفایت اللہ صاحبؒ اور ناظم مولوی احمد سعید صاحبؒ مقرر ہوئے۔ (اخبار اہل حدیث امرتسر، مؤرخہ ۲۶ محرم ۱۳۶۱ھ، مطابق ۱۳ فروری ۱۹۴۲ء)

بظاہر ان تینوں بیانوں میں تعارف معلوم ہوتا ہے اور وجہ توافق ان میں یہ ہے کہ ایک طبقے کو حضرت مولانا عبدالباریؒ نے ہموار کیا اور ایک طبقے کو مولانا ثناء اللہؒ نے سنبھالا اور خلوص وللّٰہیت کے ساتھ سب کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا۔

اب کیا فرماتے ہیں راویانِ تاریخی دستاویز جمعیت علماء نمبر؟ فرمائیے کون ہے موجودہ شکل میں جمعیت علماء ہند کا مؤسس؟

وہ علماء جو صدیوں سے ایک دوسرے کے خلاف اختلافی وفروعی مسائل میں نبرد آزما تھے ایک دوسرے کی تکفیر کرتے تھے ایک دوسرے کے خلاف گروہ بندی کرتے اور مناظروں کے اکھاڑے جماتے تھے اور انہیں اختلافات کے نتیجے میں دہلی کی جامع مسجد کی سیڑھیوں پر قتل وخون

تک نوبت پہنچی، ان سب کا ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوجانا اور ایک جماعت میں منسلک ہوجانا آسان نہ تھا۔ جیسا کہ مختصر حالاتِ انعقاد میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ اور کوئی جماعت نہیں بنتی جب تک کہ خارج میں اس کے اسباب ودواعی اور دلوں میں اس کی ضرورت کے جذبات واحساسات پیدا نہ ہوجائیں۔

اور رب العزّت اپنی رحمت سے نوازے ان نفوس قدسیہ کو جنہوں نے وقت کی نزاکت کو پہچانا اور اتنی بڑی قربانی پیش کی اور آنے والوں کے لئے ایک راہ بنا گئے، مگر پھر بھی اصل بانی وموسس جو کوئی بھی تھا وہ معاملے کی پیچیدگی اور علماء کی نازک مزاجی کو سمجھتا تھا اور وہ اس جماعت کو مسلمانوں کی ایک متحدہ طاقت بنانا چاہتا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ یہ جماعت کسی ایک گروہ کی طرف منسوب ہوکر رہ جائے ورنہ دوسرے مکاتیب خیال کے علماء ذوق وشوق کے ساتھ جماعت میں شامل نہیں ہوں گے۔ ان وجوہ کی بناء پر بانی نے عمر بھر اپنے آپ کو ظاہر نہیں ہونے دیا اور اپنے نام کا پروپیگنڈا نہیں کیا۔ ظرف کی یہ گنجائش کیا قابل داد نہیں ہے!

اور جب کہ اصل بانی وموسس کا نام مطبوعہ روداد مختصر حالاتِ انعقاد میں ظاہر نہیں کیا گیا اور اس کا نام دائرے انہیں ۲۵ میں جس طرح صلوٰۃ وسطی دائرے پانچ اوقات میں، تو ہم بھی یہی کہیں گے کہ وہ پچیس علماء سب کے سب جمعیت علمائے ہند کے بانی وموسس ہیں۔

حق شناسی

آج جبکہ ان میں سے اکثر اس عالم ناپائدار سے جاچکے ہیں، ذمہ دارانِ جمعیت کا فرض تھا کہ ان کا تعارف کراتے اور ان میں سے ہر ایک کے حالات مرتب کرتے۔ ان میں سے بعض مشہور ومتعارف ہیں اور بعض گمنام وغیر مشہور۔ آپ کا فرض تھا کہ سب کی یاد تازہ کرتے۔ افسوس آپ اپنے محسنوں کو بھول گئے۔ ان کے جسموں کے ساتھ آپ نے ان کی یادوں کو بھی دفن کردیا اور آج ان میں سے چند نام منتخب کرکے اور چند نئے نام شامل کرکے ایک نئی فہرست مرتب کرلی۔ یہ طرزِ

عمل ایک سنجیدہ، باوقار، اہل علم اور حامل شریعت جماعت کے افراد کی شان کے لائق نہ تھا۔

نامِ نیکـــــ رفتگاں ضـــایع مکن

تا بمـــاند نام نیکت پائیـــدار

اگر یہ کہا جائے کہ جن حضرات کی عظمت اور محنت وجانفشانی کی بدولت جمعیت علماء نقطہ عروج پر پہنچی ہے ان کو اگر بانی ومعمارِ اول کہہ دیا جائے تو کیا گناہ ہے؟ تو حضور والا اور بھی بہت سے بانی ومعمارِ اول ہیں جن کو آپ نے فہرست میں شامل نہیں کیا۔ مثلاً:

حضرت مولانا شبیر احمد صاحبؒ، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ، مولانا عبدالقادر قصوریؒ، مولانا عبدالحلیم صدیقیؒ، مولانا عمر دراز بیگؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا ابوالوفا شاہ جہان پوریؒ، مولانا سید داؤد غزنویؒ، مولانا مرتضی حسن مراد آبادیؒ، مولانا مفتی نثار احمد صاحبؒ، مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ، مولانا عبدالقدیر بدایونیؒ، مولانا عبدالصمد رحمانیؒ، مولانا سنت اللہ مونگیریؒ، مولانا محمد علی جوہرؒ، مولانا فضل الحسن حسرت موہانیؒ، مولانا محمد عرفانؒ ناظم جمعیت ومدیر اول اخبار الجمعیۃ، مولانا سید فخر الدین احمد صاحبؒ، مولانا سید محمد میاں صاحبؒ، مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحبؒ اور موجودہ بانی ومعمار اول مولانا سید اسعد صاحب مدنی وغیرہم۔

اور بانی ومعمار اول کے الفاظ کے یہ معنیٰ بھی قابل داد ہیں اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ لفظ بانی کو بھی بعض تحریرات میں دو تین قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے: صف اول کے بانی، صف دوم کے بانی وغیرہ۔

دستور اساسی اور پہلی مجلس منتظمہ

غرض کہ جمعیت علمائے ہند کے نام سے علماء کی یہ پہلی جماعت تھی جو ہندوستان کی تاریخ میں ایک ہمہ گیر نظام کے ساتھ عصر جدید کے تقاضوں اور رجحانات کے مطابق قائم ہوئی۔ اس کے اولین اغراض ومقاصد جو حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہؒ نے مرتب فرما کر پہلے اجلاس امرتسر

میں پیش کیے تھے اور طے یہ ہوا تھا کہ اسی صورت میں مسودہ کو طبع کرا کر شائع کر دیا جائے اور علماء کی آراء وصول ہونے کے بعد آئندہ اجلاس میں پیش کیا جائے اور وہ دہلی کے دوسرے اجلاس بصدارت حضرت شیخ الہند میں پیش ہو کر منظور ہوئے، وہ یہ ہیں:

اساسی اصول

دفعہ ۱: اس انجمن کا نام جمعیت علمائے ہند ہو گا۔

دفعہ ۲: اس جمعیت کا صدر دفتر دہلی میں رہے گا۔

دفعہ ۳: جمعیت کی ایک مہر ہو گی جس پر "الجمعیۃ المرکزیہ لعلماء الہند" کندہ ہو گا۔

اغراض و مقاصد

دفعہ ۴: اس جمعیت کے اغراض و مقاصد حسب ذیل ہوں گے:

۱. ہر قسم کے خارجی اثرات کی (جن سے مذہب اسلام یا مشترکہ اسلامی قومیت کی توہین یا تضعیف ہوتی ہو) شرعی احکام کے مطابق مدافعت کرنا۔

۲. مشترکہ مذہبی حقوق کی نگہداشت اور مشترکہ مذہبی و ملکی ضروریات کی تحصیل میں کوشش کرنا۔

۳. عامہ اہل اسلام کی مذہبی نقطہ نظر سے سیاسی رہنمائی کرنا۔

۴. مشترکہ مذہبی و قومی اغراض میں مسلمانوں کے متفق رہنے کی کوشش کرنا۔

۵. دیگر غیر مسلم برادرانِ وطن کے ساتھ بہ مقتضائے فطرت و باتباع احکام شریعت ہمدردی و اتفاق کو ترقی دینا۔

۶. شرعی ضرورتوں کے لحاظ سے فصل خصومات کے لیے محکمہ دار القضا قائم کرنا۔

(جمعیت علمائے ہند کے اساسی اصول و آئین و ضوابط، مطبوعہ غنی المطابع دہلی ۱۹۳۹ء)

اور سب سے پہلی مجلس منتظمہ جو اجلاس اول امرتسر میں بنی اس کے ۲۳ ارکان تھے۔ وہ

مندرجہ ذیل ہیں:

(دہلی سے) مولانا محمد کفایت اللہ صاحبؒ، مولانا احمد سعید صاحبؒ، حکیم محمد اجمل خان صاحبؒ۔

(یوپی سے) مولانا عبدالماجد صاحبؒ بدایونی، مولانا سید محمد فاخر صاحبؒ الہ آبادی، مولانا سلامت اللہ صاحبؒ، مولانا حسرت موہانیؒ، مولوی مظہر الدین صاحبؒ۔

(بنگال سے) مولانا محمد اکرم خان صاحبؒ، مولانا منیر الزمان صاحبؒ۔

(بہار سے) مولانا محمد سجاد صاحبؒ، مولانا رکن الدین صاحبؒ دانا، مولوی خدا بخش صاحبؒ۔

(سندھ سے) مولوی پیر تراب علی صاحبؒ، مولوی عبداللہ صاحبؒ، مولوی محمد صادق صاحبؒ۔

(پنجاب سے) مولانا ثناء اللہ صاحبؒ، مولوی سید داؤد صاحبؒ، مولانا محمد ابراہیم صاحبؒ سیالکوٹی۔

(بمبئی سے) مولوی عبداللہ صاحبؒ، مولوی عبدالمنعم صاحبؒ، مولوی سیف الدین صاحبؒ، حکیم ابو یوسف اصفہانیؒ۔

ترکِ موالات کا فتوی

جمعیت علماء ہند نے سب سے پہلی دفعہ ترک موالات کی تجویز اپنے خاص اجلاس کلکتہ منعقدہ ۶/ستمبر ۱۹۲۰ء زیر صدارت حضرت مولانا تاج محمود صاحب سندھیؒ میں پاس کی تھی۔ جس میں ۲۰۰ علماء شریک تھے۔ یہ تجویز مولانا ابوالکلام آزادؒ نے پیش کی تھی۔ (اخبار زمانہ کلکتہ، شمارہ ۵۷، جلد نمبر ۱، مؤرخہ ۸/ستمبر ۱۹۲۰ء)

اس کے بعد ۵۰۰ علماء کے دستخطوں سے ترک موالات کا فتوی شائع ہوا۔ یہ فتویٰ (یعنی جواب استفتاء) حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد رحمۃ اللہ علیہ نائب امیر الشریعہ صوبہ بہار نے تحریر فرمایا تھا۔

اور ترک موالات یا عدم تعاون کی بنیاد تو جمعیت علماء ہند کے قیام سے بھی ایک دو دن پہلے پڑ چکی تھی جبکہ مؤرخہ ۲۳/نومبر ۱۹۱۶ کو خلافت کانفرنس میں مفتی اعظم مولانا کفایت اللہؒ نے جشن فتح

کے خلاف ریزولیوشن پیش کیا تھا۔ اس کی مختصر روداد مندرجہ ذیل ہے:

خلافت کانفرنس میں ہر ایک صوبہ کے نمائندے اور ہر ایک طبقے اور ہر خیال کے قائم مقام موجود تھے۔ علمائے کرام کی جانب سے ریزولیوشن کی تحریک پیش کی گئی اور اس کی تائید ہر خیال اور طبقے کے مسلمانوں نے کی۔ مولانا کفایت اللہ صاحبؒ دہلی نے تحریک پیش کرتے ہوئے فرمایا:

"شرعاً ایسی حالت میں کہ مقامات مقدسہ خلیفۃ المسلمین کے قبضے سے باہر ہیں اور بغداد شریف، بیت المقدس و نجف اشرف وغیرہ غیر مسلموں کے قبضے میں ہیں، مسلمان کسی طرح ایسی صلح کی خوشی میں شریک نہیں ہوسکتے جس کا نتیجہ اس وقت تک اس کے سوا کچھ نہیں نکلا کہ امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین کے قبضہ اقتدار سے ان کے ممالک نکال لئے گئے ہیں اور اسلام کی دنیوی طاقت اور اقتدار کو زائل کیا جارہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں طبقہ علماء سے ہوں اور شرعی نقطہ نظر سے کہتا ہوں کہ مسلمان کسی طرح ایسی صلح کی خوشی میں شریک نہیں ہوسکتے اور اگر ہوں گے تو شرعاً گنہگار ہوں گے۔

ریزولیوشن یہ ہے:

"یہ جلسہ ان دلدوز واقعات کو پیش نظر رکھ کر جو سلطنت ترکی، خلافت، مقاماتِ مقدسہ اور سلطنت ایران کے متعلق اس صلح کے نتیجے کے طور پر پیش آئے مذہبی نقطہ نظر سے تجویز کرتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو جشن فتح میں کوئی حصہ نہ لینا چاہیے۔"

مذکورہ ریزولیوشن کی تائید میں مندرجہ ذیل حضرات نے بڑی پرجوش تقریریں کیں اور باتفاق رائے پاس ہوا:

مولانا شاہ ولایت حسین الہ آبادی، نواب حاجی محمد موسیٰ خان صاحب شیروانی، مولانا محمد داؤد صاحب امرتسری، مسٹر محمد حسین بیرسٹر میرٹھ، مولانا سید محمد فاخر صاحب الہ آبادی، سیٹھ میاں محمد حاجی جان محمد صاحب چھوٹانی بمبئی، قاری عباس حسین صاحب ایڈیٹر قوم، مہاتما گاندھی وغیرہ۔

اس کے بعد مندرجہ ذیل فتوی بھی شائع کیا گیا:

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ چونکہ صلح کا مسئلہ معرض التوا میں پڑا ہوا ہے، مقامات مقدسہ خطرے میں ہیں، بیت المقدس اور بغداد شریف غیر مسلموں کے قبضے میں ہیں، مسلمانوں کے قبضے سے مرکز خلافت یعنی قسطنطنیہ کو نکالنے کی تدابیر پیہم ہو رہی ہیں۔ کیا بحالات موجودہ مسلمانوں کو جشن صلح یا فتح کی خوشی میں شریک ہونا جائز ہے؟ خصوصاً جب کہ خلافت کے اقتدار زائل ہونے اور حرمین شریفین کی حرمت زائل ہونے اور ان پر غیر مسلم سیادت قائم ہونے کا جانکاہ خطرہ پیش نظر ہے۔

المستفتی

آصف علی سیکریٹری خلافت کمیٹی دہلی

جواب

بحالات موجودہ مسلمانوں کو تاوقتیکہ معاملات کا فیصلہ شرعی نقطہ نظر سے ان کے جذبات کے موافق نہ ہوجائے جشن صلح یافتہ کی خوشی اور مسرت میں شریک ہونا قطعاً ناجائز ہے۔

فقط محمد کفایت اللہ غفرلہ

الجواب صحیح

احمد سعید واعظ، محمد انیس عفا اللہ عنہ نگرامی، خواجہ غلام نظام الدین قادری مفتی بدایونی، سید محمد فاخر بے خود فخری اجملی الہ آبادی، سید کمال الدین احمد جعفری الہ آبادی، محمد قدیر بخش عفی اللہ عنہ، مولوی تاج محمد امروٹ، محمد ابراہیم عفی عنہ انجمن اسلامیہ دربنگاہ خدا بخش مظفر پوری، محمد سلامت اللہ فرنگی محلی، محمد امام صاحبزادہ حضرت پیر صاحب العلم سندھ اسد اللہ حسینی مکھڑی سندھی، مولا بخش مدرس تقویۃ الاسلام امرتسر، ابراہیم سیالکوٹی، محمد عبد الحکیم مدرس دوم جی مدرسہ انوار العلوم گیا، محمد صادق عفی عنہ کراچوی، سید محمد داؤد غزنوی امرتسر، سید اسماعیل غزنوی امرتسر، ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری، محمد عبد اللہ عفی اللہ عنہ۔

(خلافت وجشن صلح مطبوعہ جے اینڈ سنز پریس دہلی)

جمعیت علماء ہند کا دوسرا اجلاس

اجلاس دوم حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں بمقام نور گنج دہلی یعنی پل بنگش اور باڑہ ہندو راؤ کے درمیان ہوا تھا۔ (بتاریخ ۱۹، ۲۰، ۲۱/ نومبر ۱۹۲۰ء، مطابق ۹۸۷ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ) مگر حضرت ممدوح ان ایام میں سخت علیل تھے۔ ڈاکٹر انصاری کی کوٹھی واقع دریا گنج میں مقیم تھے۔ خطبہ صدارت آپ کے حکم سے مولانا کفایت اللہ صاحبؒ نے تحریر فرمایا تھا۔ (نقش حیات، جلد دوم، صفحہ ۲۵۹)

حکیم اجمل خان صاحب صدر مجلس استقبالیہ تھے۔ انہوں نے اپنا خطبہ صدارت سنانے کے بعد اعلان فرمایا کہ اگرچہ اس کانفرنس کی صدارت کے لئے حضرت شیخ الہندؒ کا اسم گرامی آپ سب حاضرین نے باتفاق رائے منظور کیا ہے لیکن افسوس کہ وہ اپنی شدید علالت کی وجہ سے اجلاس میں تشریف نہیں لاسکتے۔ اس لئے خطبہ صدارت ہمارے فاضل علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ پڑھ کر سنائیں گے اور صدارت کی خدمت بھی انجام دیں گے۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحبؒ نے خطبہ صدارت سنایا اور کانفرنس کی صدارت بھی کی۔ (مفصل روداد کارروائی اجلاس دوم دہلی، قلمی غیر مطبوعہ)

حضرت شیخ الہندؒ کے مطبوعہ خطبہ کے ٹائٹل پر بھی لکھا ہے کہ "مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ نائب صدر جمعیت نے پڑھ کر سنایا۔" اور روداد مدرسہ امینیہ دہلی ۱۹۳۷ء تا سنہ ۱۹۴۲ء صفحہ ۷۸ بھی اس کا ذکر ہے۔ مولانا مدنیؒ سے تسامح ہوگیا ہے نقش حیات میں انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ:

"حضرت شیخ کا خطبہ صدارت مولانا شبیر احمد صاحبؒ نے پڑھ کر سنایا تھا۔"

یہ غلط فہمی غالباً اس وجہ سے ہوئی کہ ۹ ربیع الاول کے آخری اجلاس میں مولانا شبیر احمد صاحبؒ نے ترک موالات پر ایک طویل مضمون پڑھ کر سنایا تھا۔ پھر جلسے کے اختتام پر حضرت شیخ الہندؒ کی افتتاحی تقریر مولانا مرتضیٰ حسن صاحب مراد آبادی نے پڑھ کر سنائی۔

حضرت اقدس کا جسم مبارک تو ڈاکٹر انصاری کی کوٹھی میں تھا مگر ساری توجہ اور قلب اجلاس میں رہتا تھا۔ پہلی نشست کے بعد مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ حاضر خدمت ہوئے تو بے تابانہ لہجے میں اجلاس کی کیفیت دریافت فرمائی اور مفتی صاحب کے اس جواب پر کہ "حضور کے انفاسِ طیبہ اور توجہاتِ قدسیہ کی برکت سے اجلاس نہایت کامیاب ہوا۔" بے ساختہ الحمدللہ فرمایا اور کچھ دیر سکوت کا عالم رہا پھر فرمایا کہ میری یہی تمنا تھی کہ جمعیت علماء کا اجلاس کامیاب ہو اور تمام علماء مل کر امّت محمدیہ کی کشتی کو پار لگائیں اور مسلمانوں کو غلامی کی ذلت سے نکالیں۔ (روئیداد مدرسہ امینیہ دہلی، سنہ ۴۲ء تا ۴۳ء)

حضرت شیخ الہندؒ کی مدت اسیری

آپ جب ہندوستان سے روانہ ہوئے تو بمبئی سے ۷/ ذی قعدہ سنہ ۱۳۳۳ھ کو جہاز روانہ ہوا تھا اور ۲۰/ رمضان ۱۳۳۸ھ کو واپس بمبئی تشریف لائے۔ یعنی تقریباً چار سال دس ماہ حضور اقدس ہندوستان سے باہر رہے جس میں سے مدت اسیری تین سال دو ماہ ہے۔ (جمعیت علماء نمبر میں جو مدت اسیری پانچ سال کی گئی ہے، وہ غلط ہے۔)

حضرت اقدس کے ہندوستان سے باہر تشریف رکھنے کے زمانے میں ہندوستان میں جمعیۃ علماء قائم ہوئی اور اس کے کلکتہ کے اجلاس میں یہ تجویز منظور ہوئی کہ جمعیت علماء کا اجلاس سالانہ دہلی میں منعقد کیا جائے اور اس کی صدارت کے لئے بالاتفاق حضرت اقدس کا نامِ نامی تجویز کیا گیا۔ (روداد مدرسہ امینیہ دہلی، سنہ ۴۲ء تا ۴۳ء، صفحہ ۷)

ان تمام دلائل و شواہد کے ہوتے ہوئے یہ دعویٰ کرنا کہ جمعیت علماء حضرت شیخ نے مالٹا سے واپس آکر قائم کی تھی اور موجودہ شکل میں اس کے مؤسس حضرت شیخ الہندؒ یا مولانا حسین احمد مدنیؒ تھے روایۃً بھی اور درایۃً بھی کسی طرح درست نہیں۔ اور حضرت مولانا مدنیؒ خود بھی تحریر فرماتے ہیں کہ جمعیت کا انعقاد حضرت شیخ کی رہائی سے پہلے ہو چکا تھا۔ (نقش حیات، جلد دوم، صفحہ ۲۵۸)

معلوم نہیں اس قسم کے دعاوی سے موجودہ ذمہ دارانِ جمعیت کا مقصد کیا ہے؟ نہ تو اس سے حضرت اقدس کی تعظیم و تکریم میں کوئی اضافہ ہوتا ہے نہ جمعیت کی توقیر میں بلکہ حقیقی توقیر و تعظیم تو اصل حقیقت کے اظہار میں ہے کہ جس کی اعلیٰ تربیت اور توجہ باطنی نے ایسے باکمال اور جلیل القدر تلامذہ پیدا کیے وہ خود کتنا باعظمت انسان ہوگا۔

ابتدا ہی سے دیا درس جنوں　　یہ بصیرت تھی میرے استاد کی

حضرت شیخ الہند کا خیر مقدم

از مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ قدس سرہ

قدوۂ اہل یقین وزبدۂ ارباب دیں　　پیشوائے سالکین ومقتدائے عارفیں
محرمِ اسرارِ وحدت ہادیٔ مسترشدیں　　قافلہ سالارِ عرفاں، رہبرِ راہِ یقیں
جاں نثارانِ جمالِ لم یزل کے رہنما　　رازدارانِ بقا کے صدرِ مجلس بالیقیں
حافظ وشیخ الحدیث ورحلہ وحجت امام　　وقت کے ابن مبارکؒ، ثانیِ ابن معینؒ
مایۂ صد نازِ اہل ہند، فخر مومناں　　فخرِ جانبازانِ ملت، فخرِ خیلِ صادقیں
چرخ حقانیت واخلاص کے مہرِ منیر　　افتخارِ ملک وملت، حامیٔ دین مبیں
اہل ایمان کے لیے کافی ہے ان کا اتباع　　ان کی الفت مخلصوں کے واسطے حصنِ حصیں
آپ کا چہرہ ہے یا آئینۂ حقانیت　　قلب ہے حضرت کا یا اللہ کا عرشِ بریں
قلب مومن میں سماتا ہے خدائے ذوالجلال　　مخلصوں کے دل ہیں عرشِ پاکِ رب العالمیں
دورِ حاضر میں صداقت استقامت کی مثال　　ان سے بہتر تم کو مل سکتی نہیں ہرگز کہیں
خوفِ غیر اللہ کا دل میں گزر ہو کیا مجال　　پاک ظاہر، پاک باطن، پاک دل اور پاک دیں
وعدہ ہائے وصلِ محبوب ازل پیش نظر　　جس کے ہوجائیں وہ باطل سے ڈرے ممکن نہیں
ضیغم حقانیت، شیرِ وغا، مرد خدا　　نام ہی سے جس کے بھاگے فوجِ شیطانِ لعیں

استقامت وہ دکھائی جس سے ششدر رہ گئے
دشمنانِ بد گہر اور حاسدانِ کاشحیں

جبرو استبداد کی تھی جتنی چیرہ دستیاں
نقشِ سطحِ آپ سے زیادہ نہ قائم رہ سکیں

چیرہ دستی جبر واستبداد کی ہے بادِ مشت
سرفروشانِ رضا پر اس کا کچھ قابو نہیں

جبر واستبداد کی اس تلملاتی دھوپ میں
سایۂ طوبیٰ تھا بیشک ان کا ظلِ آستیں

آپ ہی کی مخلصانہ کوششوں سے آج ہیں
جبرواستبداد قعرِ رنج وغم میں تہ نشیں

خوفِ حاکم، خوفِ عزت، خوفِ فقروخوفِ جان
کردیا سب کو فدائے خوفِ رب العالمیں

حب جان وحب جاہ وحب اہل وحب مال
سب کی سب ہی حب مولیٰ پر سے قرباں ہوگئیں

نقشِ تقویٰ، نقشِ حقانیت ونقشِ عمل
نقشِ اخلاص ووفا سب اس کے ہیں نقشِ نگیں

فیضِ علمی سے تمھارے ہی بنا تھا دیوبند
رشکِ گلزارِ جنان وغیرتِ خلدِ بریں

چہچہاتے رہتے تھے ہر وقت مرغانِ چمن
رات دن بیدار تھی نرگس کی چشم خوابگیں

مامنِ حق سے چلے جب صلح کل ہو کر اسیر
کیوں نہ لرزے آسماں اور کیوں نہ تھرائے زمیں

جو خدا کے گھر میں اس کے دوست کو کرکے اسیر
دشمنانِ حق کو دیدے کون ہے اے مومنیں!

مالٹا میں علم وعرفاں کا سمندر تھا اسیر
کیا جزیرے میں سمندر تم نے دیکھا ہے کہیں!

نسبتِ خاصانِ حق کا یہ اثر ہے دوستو
مالٹا جو اک مکاں تھا ہو گیا دل میں مکیں

گلبنِ ایمان کے خوش رنگ اور ممتاز پھول
جس کی فرقت سے تھے سارے اہل ہند اندوہگیں

مخلصو! بشریٰ لکم مردانِ حق کا قافلہ
ہیبت حق جس کی آوازِ جرس کی ہے غریب

آ رہا ہے سوئے ہندستاں نرالی شان سے
نورِ حق چہروں سے روشن، دل میں ایمان ویقیں

جس نے سوتوں کو کیا بیدار گہری نیند سے
مالٹا سے آرہا ہے پھر وہی شیرِ عریں

قم باذن اللہ کہہ کر خلق کو زندہ کیا
پھونک دی مردہ تنوں میں روحِ ایماں بالیقیں

پہلی مجلس عاملہ

جمعیت کی تاسیس کے بعد سے مجلس منتظمہ ہی تمام کام انجام دیتی تھی۔ پھر مجلس منتظمہ کے اجلاس منعقدہ ۱۱، ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۴۰ھ مطابق ۹۰۱ فروری ۱۹۲۲ء بمقام دہلی میں پہلی مرتبہ مجلس عاملہ بنائی گئی اور اس کے لئے مندرجہ ذیل ۹ ارکان منتخب کیے گئے:

"مولانا مفتی محمد کفایت اللہؒ، مولانا عبدالحلیم صدیقیؒ، مسیح الملک حکیم اجمل خانؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا عبدالماجد قادری بدایونیؒ، مولانا مظہر الدینؒ مدیر الامان، مولانا عبدالقادر قصوریؒ، مولانا فضل الحسن حسرت موہانیؒ، مولانا احمد اللہ پانی پتیؒ۔"

اس کے بعد اجلاس منتظمہ منعقدہ ۳، ۴، ۵/ رجب ۱۳۴۰ھ مطابق ۳، ۴، ۵ مارچ ۱۹۲۲ء بمقام اجمیر میں ارکان مجلس عاملہ کی تعداد بڑھا کر ۱۲ مقرر کی گئی اور مندرجہ ذیل تین ارکان کا اضافہ کیا گیا:

"مولانا آزاد سبحانیؒ، مولانا عبدالقدیر بدایونیؒ، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ۔" (ہفتہ وار مسلم، جلد نمبر ۱، شمارہ نمبر ۱۵، ۱۸)

چوں ندیدند حقیقت رہِ افسانہ زدند!

یہاں تک مقالہ لکھا جا چکا تھا کہ اخبار الجمعیۃ سنڈے ایڈیشن مؤرخہ ۷/ اگست ۱۹۶۶ء سامنے آیا۔ اس میں ایک بڑی مزیدار تازہ تصنیفِ داستان نظر سے گزری۔ اخبار میں ایک سرکلر صفحہ ۴۶ میں شائع ہوا ہے جو ممبر سازی کے سلسلے میں مولانا اسعد مدنی ناظم عمومی جمعیت علماء ہند نے جاری کیا ہے۔ اس میں آپ کو جمعیت کی تاریخ بیان فرمانے کی بھی ضرورت پیش آئی۔ تمہید میں تحریر فرماتے ہیں:

حضرت شیخ الہند مالٹا کے جیل خانے میں بھی اپنے ملکی حالات سے پوری طرح باخبر رہے۔ مالٹا میں اس وقت ترکی، جرمنی وغیرہ کے مشاہیر رہنما بہت بڑی تعداد میں نظر

بند کیے گئے تھے۔ ان رہنماؤں سے حضرت شیخ الہندؒ کا تبادلہ خیال ہوتا رہا۔ اس تبادلہ خیال کے نتیجے میں یہ طے کیا گیا کہ اب ہندوستان میں جنگ آزادی عدمِ تشدد اور ہندو مسلم اتحاد کے ساتھ لڑی جائے۔ جنگ آزادی کا یہ پروگرام ترکی پہنچایا گیا اور ترکی سے یہ پروگرام ڈاکٹر انصاری صاحب ہندوستان لائے۔

ڈاکٹر انصاری صاحب نظر بندانِ اسلام کی امداد کے سلسلے میں ترکی تشریف لے گئے تھے۔ ہندوستان میں انہوں نے انجمن نظر بندانِ اسلام قائم کی تھی اور اسی انجمن کی طرف سے وہ ترکی گئے تھے ڈاکٹر انصاری صاحب نے یہاں واپس پہنچ کر مفتی اعظم حضرت مولانا محمد کفایت اللہ صاحب مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب اور سحبان الہند مولانا احمد سعید صاحب اور دوسرے حضرات کو جمع کیا اور اس اجتماع میں یہ طے کیا گیا کہ ملک کی آزادی کے لئے مشترک پلیٹ فارم ہونا چاہیے اور اس پلیٹ فارم کو مضبوط اور مؤثر بنانے کے لئے علماء کرام کی تنظیم بھی نہایت ضروری ہے۔ چنانچہ اسی پروگرام کے مطابق آگے چل کر مہاتما گاندھی جی کی رہنمائی میں تحریک ترکِ موالات چلائے جانے کا فیصلہ ہوا۔ علماء کی تنظیم کے سلسلے میں جمعیۃ علماء ہند کا پہلا اجلاس بصدارت حضرت مولانا عبدالباری رحمۃ اللہ علیہ ۲۸/ دسمبر ۱۹۱۹ تا یکم جنوری سے ۱۹۲۰ء امرتسر میں منعقد ہوا۔

ناظم عمومی صاحب بڑی دور کی کوڑی لائے ہیں مگر اس تاریخی تصویر میں انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ اس کے خلاف ہے جو وہ پہلے کہہ چکے ہیں۔ اپنے اجلاس گیا کے آخری دن اپنی تقریر میں کہا تھا کہ حضرت شیخ الہند جب مالٹا سے رہا ہو کر تشریف لائے تب جمعیت کا قیام عمل میں آیا تھا۔ (اخبار الجمعیۃ مؤرخہ ۲۲/ اپریل ۱۹۶۶ء)

یہ تازہ تصنیف کہانی مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر غلط اور مضحکہ خیز ہے:

(۱) ڈاکٹر انصاری طبی مشن لے کر نومبر ۱۹۱۲ء میں بزمانہ جنگ بلقان ترکی گئے تھے اور چھ ماہ بعد یہ مشن واپس آگیا تھا۔ (روشن مستقبل، طبع اول، صفحہ ۳۷۷)

اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سنہ ۱۹۱۵ء میں ہندوستان سے روانہ ہوئے اور ڈاکٹر صاحب

ہی نے حضرت کو مطلع کیا تھا کہ آپ کے متعلق سی آئی ڈی کی رپورٹیں نہایت سخت ہیں، عنقریب گرفتار ہوجائیں گے اس لئے جلد از جلد حدود ہندوستان سے باہر ہو جائیں۔ ڈاکٹر صاحب ہی نے حضرت کی روانگی کے ضروری انتظامات کیے تھے۔(نقش حیات، جلد دوم، صفحہ ۲۰۰)

(۲) ڈاکٹر صاحب نظر بندانِ اسلام کی امداد کے لیے نہیں بلکہ ترک مجروحین جنگ بلقان کے علاج معالجہ کے لئے طبی وفد لے کر گئے تھے۔ وفد کے دیگر معزز ارکان غالباً ڈاکٹر سید عبد الرحمن اور ڈاکٹر عبدالرحمن بجنوری اور مسٹر شعیب قریشی بھی تھے اور انجمن اعانت نظر بندانِ اسلام ہندوستان کے گرفتار شدہ رہنماؤں کے حالات شائع کرنے ان کی رہائی کیلئے آئینی جدوجہد کرنے اور ان کی مالی اعانت کے لیے فنڈ جمع کرنے کے سلسلے میں ۴/ نومبر ۱۹۱۷ء کو قائم ہوئی تھی۔ راجہ سر محمد علی محمد خان آف محمود آباد اس کے صدر تھے۔ ڈاکٹر مختار احمد انصاری اور ڈاکٹر کرنل سید عبدالرحمان جنرل سیکرٹری تھے۔ شروع شروع میں یہ انجمن پوشیدہ طور پر کام کرتی رہی۔ ۲۹/ جنوری ۱۹۱۸ء کو جنرل سیکرٹریان نے اس کے باقاعدہ اغراض ومقاصد اور پروگرام اور فہرست ارکان شائع کی۔ ڈاکٹر صاحب جب ترکی گئے تھے اس وقت انجمن مذکورہ کا وجود بھی نہ تھا۔

(۳) مالٹا میں حضرت شیخ الہند کا سیاسی حالات سے باخبر رہنا اور ترکی و جرمنی رہنماؤں سے تبادلہ خیال کرکے ہندوستان کی آزادی کیلئے جدید پروگرام بنانا اور پھر اس پروگرام کا ترکی پہنچ جانا وغیرہ ان امور کا تاریخی ثبوت نہیں پیش فرمایا گیا۔ اور ڈاکٹر صاحب تو ہندوستان میں تھے، وہ کب ترکی سے پروگرام لائے اور کب انہوں نے مولانا کفایت اللہ وغیرہ کو جمع کرکے علماء کی تنظیم کا مشورہ دیا؟ اور وہ کون ترک تھے جن کے ذریعہ سے پروگرام ترکی پہنچا اور حضرت کو جیل خانے میں ہندوستان کے سیاسی حالات سے باخبر رکھنے والے بھی ترک ہی ہوں گے ؟

اور ترکی و جرمنی رہنماؤں سے تبادلہ خیال اور مشورے کے بعد ہندوؤں کے ساتھ اشتراک عمل کا نظریہ قائم کیا گیا تو راجہ مہندر پرتاب جو حضرت شیخ الہندؒ کے ساتھ پہلے سے شریک

کار تھے وہ کون تھے ؟

پہلے تولو پھر بولو!

اسی سرکلر میں آگے چل کر فرماتے ہیں:

"سابق دستور کے مطابق جماعت کا مستقل صدر جماعت کے اجلاس عام کی صدارت نہیں کرتا تھا بلکہ اجلاسِ عام کی صدارت کے لئے ملک کے قابل صد احترام مشاہیر علماء کرام میں سے کسی ذاتِ گرامی کا انتخاب کیا جاتا تھا اور جمعیت علماء کے ۱۱ویں اجلاس منعقدہ دہلی ۱۹۳۹ء کے بعد دستور اساسی میں تبدیلی ہوئی اور یہ طے پایا کہ جو بزرگ اجلاس عام کی صدارت فرمائیں وہی اگلے اجلاس عام تک جمعیۃ علماء ہند کے صدر رہیں۔" الخ

اس کا کوئی حوالہ اور سند پیش نہیں کی گئی۔ ہمیں معلوم نہیں کہ ایسا کوئی قانون بنایا گیا تھا جس کی رو سے جماعت کے صدر کے لیے اجلاسِ عام کی صدارت ممنوع تھی۔ ہمارے سامنے جو مطبوعہ دستور اساسی ہے اس میں تو ایسی کوئی دفعہ موجود نہیں ہے۔

اور یہ تو فرمائیے کہ پہلے جو طرز عمل تھا وہ زیادہ جمہوری تھا (جس میں ۱۰، ۱۱ مشاہیر داعیانِ قوم کے وقیع ارشادات اور خطبات ہمیں نصیب ہوئے اور جماعت کے صدر نے محض خدمت کو اپنا شعار اور نصب العین بنائے رکھا۔) یا یہ دوسرا طرز عمل جو دستور میں ترمیم کے بعد قانون کی طاقت سے اختیار کیا گیا زیادہ جمہوری ہے ؟

میرے بھائی ہیر پھیر کی باتیں کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اجلاس مراد آباد منعقدہ سنہ ۱۹۳۹ء میں دستور کے اندر جو ترمیمات کی گئیں، اس کے پس منظر اور مالہ وماعلیہ کی ریسرچ کیجیے۔ نادان دوستوں کے بہکاوے میں نہ آئیے بلکہ خود اپنے اندر سوجھ بوجھ حق شناسی راست بازی اور وسعت خیال پیدا کیجیے۔ آپ بہت بڑی ذمہ داری کی جگہ پر فائز ہیں، اشاروں میں بات کو سمجھ لیجئے۔ آگے حد ادب۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کہہ گئے ہیں:

ہر کہ سخن نہ سنجد از جواب بر نجد

تا نیک ندانی کہ سخن عین صواب است — باید کہ بہ گفتن دہن از ہم نہ کشائی

گر راست سخن گوئی و در بند بمانی — بہ زانکہ دروغت دہد از بند رہائی

پچیس یا ستائیس

"مختصر حالات انعقاد" میں جن علمائے کرام کی موجودگی ظاہر کی گئی ہے ان کی تعداد ۲۵ ہے، لیکن ان کے علاوہ دو حضرات ایسے بھی ہیں جن سے ہم کسی طرح صرف نظر نہیں کر سکتے۔ ایک مولوی مظہر الدین ایڈیٹر الامان دوسرے حضرت ابو المحاسن مولانا محمد سجاد قدس سرہٗ (نائب امیر الشریعۃ صوبہ بہار)

اوّل الذکر کا کردار بعد کے زمانے میں کچھ بھی رہا ہو لیکن اس میں شک نہیں کہ ابتدائی مذاکروں اور مشوروں میں ان کی شرکت ثابت ہے۔ اگرچہ آخری نشست جس میں جمعیت علمائے ہند کی تاسیس ہوئی اس میں اتفاق سے وہ شریک نہ تھے۔ مختصر حالات انعقاد میں ان کا نام اس طرح مذکور ہے:

> "مولانا ابو الوفا ثناء اللہ صاحبؒ نے تحریک کی کہ جمعیت علماء ہند کے لیے بالفعل کوئی عارضی صدر اور عارضی ناظم مقرر کر دیا جائے تاکہ امور ضروریہ کے انصرام کی ایک آسان سبیل میسر ہو جائے اور صدارت کے لیے میں مولانا مولوی محمد کفایتؒ صاحب کا نام اور نظامت کے لیے مولانا حافظ احمد سعیدؒ صاحب کا نام پیش کرتا ہوں۔ اگرچہ مولانا مولوی محمد کفایت اللہ صاحبؒ نے قبولِ صدارت سے بہت کچھ عذر کیا لیکن حضرات حاضرین نے اس تحریک کو جس کی تائید مولانا سلامت اللہ صاحبؒ و مولانا مظہر الدین صاحبؒ و مولانا محمد اکرم خان صاحبؒ و دیگر علماء کر چکے تھے، منظور کر دیا۔" الخ

حضرت مولانا محمد سجاد قدس سرہٗ (متوفی ۱۸/ شوال ۱۳۵۹ھ بمقام پھلواری شریف) اگرچہ

اس موقع پر دہلی دشریف نہیں لاسکے، مولانا عبدالحکیم گیاوی جوان کے خاص شاگرد اور معتمد رفیق کار تھے ان کے نمائندے اور قائم مقام کی حیثیت سے خلافت کانفرنس کی شرکت کے لیے دہلی تشریف لائے تھے۔ اور جمعیت کی تاسیس والے اجتماع میں بھی شریک ہوئے تھے لیکن ابتدائی تخیل میں مولانا سجاد کا بھی عظیم الشان کردار ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل اقتباسات سے ان امور پر روشنی پڑتی ہے:

مولانا ثناءاللہ اپنے خطبہ استقبالیہ جمعیت کانفرنس امرتسر منعقدہ ۱۳/ فروری ۱۹۴۲ء میں تحریر فرماتے ہیں:

جن دنوں وزیر ہند مارلے ہندوستان میں آئے جن کی یاد میں منٹومارلے اسکیم مشہور ہے، لکھنؤ میں علماء کی ایک مجلس حسب تحریک مولانا عبدالباری صاحبؒ منعقد ہوئی۔ پنجاب سے مجھے بلایا گیا۔ مجلس مذکور میں تجویز پاس ہوئی کہ علماء کا ایک وفد وزیر ہند کی خدمت میں مسلمانوں کی مذہبی ضروریات پیش کرے۔ چنانچہ یہ وفد پیش ہوا۔ میں اس کی تفصیل میں نہیں جاتا۔ صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اسی مجلس علماء میں میں نے یہ تجویز پیش کی کہ سیاسیات میں مذہبی رہنمائی کرنے کے لئے علماء کی ایک جماعت ہمیشہ کے لئے منظم ہونی چاہیے۔ متواتر دو روز اس تجویز پر بحث ہوتی رہی مگر خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی اس کے بعد دہلی میں ایک تبلیغی جلسہ ہوا۔ (اس تبلیغی جلسے کا مجھے سراغ نہ مل سکا۔ واصف) جس میں میں بھی شریک تھا۔ بعد فراغت خاص احباب کی مجلس میں میں نے یہ تحریک کی کہ ہمیشہ کے لئے علماء کی ایک جماعت منظم ہونی چاہیے۔ اس جلسے میں مولانا ابراہیم سیالکوٹی کے علاوہ اور کئی اصحاب میرے ہمراہ شریک تھے۔ انہوں نے میری تائید کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جمعیت علماء کا ایک خام سا ڈھانچہ تیار ہوگیا جس کے صدر مولانا کفایت اللہ صاحبؒ اور مولوی احمد سعید صاحبؒ مقرر ہوئے۔

اس کے تھوڑے عرصے بعد امرتسر میں مسلم لیگ کا جلسہ ہونے والا تھا۔ اسی امید پر میں ان دونوں صاحبوں کو جمعیت علماء کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے امرتسر آنے کی

دعوت دے آیا تھا کہ امرتسر میں اعیان اسلام کو جمعیت علماء میں شرکت کی تحریک کی جائے۔ اسلامیہ اسکول کی ایک کوٹھری میں ان دونوں صاحبوں کے قیام کا انتظام کیا گیا۔ ان کے ساتھ تیسرا میں داعی ہوتا۔ یہ کوٹھری کیا تھی گویا غارِ ثور کا نمونہ تھی۔ ہاں ان دونوں مقاموں میں امتیاز یہ تھا کہ وہاں دو پاک ہستیاں تشریف فرما تھیں اور یہاں دو تین گناہ گار مغفرت کے امیدوار بیٹھے تھے۔ جمعیت کے اسی ثوری اجلاس میں پہلا ریزولیوشن حضرت مولانا محمود حسنؒ نور اللہ مرقدہ کے متعلق پاس ہوا اور طے پایا کہ حضرت ممدوح کی رہائی کے لئے وائسرائے کو تار دیا جائے۔ تار کے خرچ کا اندازہ تین روپے کیا گیا۔ تار کا سارا خرچ میں نے برداشت کیا۔ تقبل اللہ سعینا

یہ تھی جمعیت العلماء کی پہلی میٹنگ اور پہلا ریزولیوشن جو دراصل آئندہ کے لئے ایک بنیادی پتھر بنا۔ (اخبار اہل حدیث امرتسر، مؤرخہ ۲۶ر محرم ۱۳۶۱ھ بمطابق ۱۳ر فروری ۱۹۴۲ء)

مولانا قطب الدین عبدالوالی فرنگی محلیؒ نے راقم الحروف (واصف) سے ایک ملاقات میں فرمایا:

انیس سو اٹھارہ میں جب کہ لارڈ مانٹیگو ہندوستان میں آئے تھے۔ انجمن مؤید الاسلام لکھنؤ کی طرف سے حضرت مولانا عبدالباری قدس سرہٗ نے ہندوستان کے علماء کو دعوت دی تھی تاکہ مختلف الخیال علماء کو ایک مرکز پر جمع کیا جائے۔ اس میں حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحبؒ، مولانا ثناء اللہ صاحبؒ اور مولانا عبدالقدیر بدایونیؒ اور ہندوستان کے دیگر مشاہیر علماء تشریف لائے تھے۔ شیعہ علما بھی شریک جلسہ تھے۔ فروعی اختلافات کی وجہ سے اس جلسے کی صدارت کے بارے میں سخت اختلاف ہوا۔ بریلوی علماء دیوبندی کی صدارت اور دیوبندی علماء بریلوی کی صدارت منظور نہ کر سکتے تھے۔ آخر مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اور مولانا عبدالقدیر بدایونیؒ نے مولانا عبدالباریؒ سے صدارت منظور فرمانے کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ میری حیثیت داعی کی ہے اور یہ جلسہ محض ایک مجلس مشاورت ہے اس لیے صدر کی ضرورت بھی نہیں۔ لہٰذا مجھے معذور رکھیے اس کے علاوہ میں ہر

خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ عرض کیا گیا کہ آپ جامع المتفرقین ہیں اور اس جلسے کی صدارت آپ ہی فرمائیں گے ورنہ اندیشہ ہے کہ جلسہ ناکام ہوجائے گا۔ غرض کہ بڑے اصرار کے بعد آپ نے جلسے کی صدارت فرمائی۔ (یہ بیان میں نے ۱۹۴۸ء میں لکھنؤ میں مولانا قطب الدین عبدالوالی کی خدمت میں حاضر ہوکر قلم بند کیا تھا۔ واصف)

خط حضرت مولانا عبدالباری بنام ڈاکٹر انصاری صاحب دہلی

مؤرخہ ۲/ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ مطابق ۴/ فروری ۱۹۱۹ء

مکرمی دام مجدہ۔ السلام علیکم!

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے مجھے لکھا ہے کہ موجودہ حالت کے لحاظ سے ضروری ہے کہ علماء کا ایک خاص جلسہ دہلی میں ہو جس میں ہم لوگ اور علمائے دیوبند اور دیگر علماء بھی شریک ہوں تاکہ نہایت خلوص اور اتحاد سے اس وقت مناسب رائے مسلمانوں کے لیے قائم کی جائے۔ ایسے وقت جلسے کا انعقاد تو شاید دشوار ہو مگر مفید ضرور ہوگا۔ میں نے ان کو لکھا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو میں لکھتا ہوں میرے نزدیک کوئی معتدل رائے کا شخص اگر ایسا جلسہ تجویز کرے تو امید ہے کہ علماء شریک ہوں ورنہ دشواری سے خالی نہیں ہے۔ جیسا مناسب ہو اطلاع کیجیے۔ فقط

پھر مولانا موصوف نے مولانا محمد سجاد صاحب کو بھی اسی قسم کا خط لکھا ہوگا جس کا مولانا محمد سجاد نے مندرجہ ذیل جواب دیا:

از دفتر انجمن علمائے بہار بمقام مدرسہ انوار العلوم شہر گیا

مؤرخہ ۱۵ جمادی الاول ۱۳۳۷ھ

تجویز اجتماع علمائے ہند نہایت اہم اور ضروری تجویز ہے۔ بلا ریب ایسے ہی ہونا چاہیے اور اظہار صداقت میں کسی تردد کو سامنے نہ آنے دینا چاہیے۔ عرصہ ہوا کہ ایک مرتبہ اسی کے متعلق جناب سے بذریعہ عریضہ میں نے عرض کی کیا تھا مگر اب تو اس وقت سے بڑھ کر حالت

نازک ہوگئی ہے۔ غرض میں نہایت صدق دل سے خوشی کے ساتھ لبیک کہتا ہوں اور اجازت دیتا ہوں کہ اس ناچیز کا نام داعی کی فہرست میں درج فرمالیں۔ لیکن مقام جلسہ بلحاظِ وسط لکھنؤ زیادہ مناسب ہے تاکہ علمائے بنگالہ کو بھی شرکت میں سہولت ہو۔ اگر وائسرائے بہادر (اس زمانے میں لارڈ چیمسفورڈ وائسرائے ہند تھے۔ واصف) کا قیام جلسے تک دہلی میں ہو تو وفد کے فوری پیش ہونے کے لحاظ سے دہلی انسب ہے۔ (از یادداشت مخطوطہ حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی)

یہی وہ زمانہ ہے جس کا تذکرہ حضرت مولانا احمد سعیدؒ کے بیان میں حضرت مفتی اعظمؒ کے متعلق بھی موجود ہے کہ ۱۹۱۸ء میں رسالہ شیخ الہندؒ کی تالیف کے وقت آپ نے یہ خواہش ظاہر فرمائی تھی کہ علماء کی تنظیم ہونی چاہیے مگر اس وقت کی کوششیں کامیاب نہیں ہوسکیں۔ آخر میں یہ شرف دہلی کے لیے مقدر تھا۔ خلافت کانفرنس میں شریک ہونے کے لیے دور دور سے علماء تشریف لائے اور اس سے فارغ ہوکر صرف علماء کا جلسہ بھی منعقد کیا گیا اور جشن صلح کے مقاطعہ کا فتویٰ مرتب کیا گیا۔ پھر اسی جلسے میں بڑے پیمانہ پر علماء کی ایک آل انڈیا جماعت بنانے کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا۔ اور بڑی بحث وتمحیص کے بعد جمعیت علمائے ہند کے بعد جمعیت علمائے ہند وجود میں آگئی اور حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہؒ کو عارضی صدر اور مولانا احمد سعیدؒ کو عارضی ناظم بنایا گیا۔

اس کے بعد دوسرے اجلاس منعقدہ نومبر ۱۹۲۰ء بمقام دہلی میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کو مستقل صدر اور مفتی صاحب کو مستقل نائب صدر بنایا گیا اور مولانا احمد سعید کو مستقل ناظم عمومی بنایا گیا۔ ۳۰/ نومبر ۱۹۲۰ء کو حضرت شیخ الہندؒ کی وفات ہوگئی۔ حضرت مفتی اعظم ان کے قائم مقام اور نائب صدر کی حیثیت سے امور صدارت انجام دیتے رہے پھر ضابطہ میں مؤرخہ ۶/ ستمبر ۱۹۲۱ء کو اجلاس مجلس منتظمہ منعقدہ لکھنؤ تیسرے اجلاس سالانہ تک کے لیے آپ کو صدر منتخب کرلیا گیا۔ پھر تیسرے اجلاس سالانہ منعقدہ ۱۸، ۱۹، ۲۰/ نومبر ۱۹۲۱ء بمقام لاہور میں آئندہ کے لیے بھی آپ کی صدارت کی توسیع کردی گئی۔ اس طرح آپ نے جمعیت کے بارہویں اجلاس عام منعقدہ ۷، ۸، ۹ جون

۱۹۴۰ء بمقام جونپور زیر صدارت حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے پہلے پہلے تقریباً پونے بیس سال تک فرائض صدارت انجام دیے۔ (روداد ہائے مطبوعہ جمعیت علماء ہند)

اسی اجلاس جونپور میں شکریہ سابق صدر کی تجویز پاس ہوئی:

"جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس عام حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب متع اللہ المسلمین بطول بقائہ کی ان خدماتِ جلیلہ کا صدقِ دل کے ساتھ اعتراف کرتا ہے جو انہوں نے ابتدائے قیام جمعیت علماء ہند کے وقت سے بحیثیت مستقل صدر جمعیت علمائے ہند مذہبی وملی خدمات مخلصانہ طور پر انجام دی ہیں اور جمعیت علماء ہند کو یقین ہے کہ یہ حضرت ممدوح کی خداداد قابلی، ت صلاحیت اور حسن تدبر سے ہمیشہ مستفید ہوتی رہے گی۔"

ناطق فیصلہ

(تجویز تعزیت منظور کردہ مجلس عاملہ جمعیت علمائے ہند باجلاس منعقدہ ۲۸/ فروری بمقام بمبئی ۱۹۵۳ء)

"مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس مفتی اعظم حضرت علامہ مولانا محمد کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی وفات حسرت آیات پر اپنے انتہائی رنج والم کا اظہار کرتے ہوئے آپ کی وفات کو نہ صرف کسی ایک جماعت یا کسی ایک فرقے کے لیے بلکہ پورے عالم اسلام اور جمیع انسانیت کے لیے حادثہ جانکاہ اور ناقابل تلافی نقصان سمجھتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب کو خداوند عالم نے علم وعمل، زہد وتقویٰ، اتباع سنت اور تفقہ فی الدین کی جامع صفات کے ساتھ حسن اخلاق، اعلیٰ کردار، بہترین تفکر اور اعلیٰ تدبر کا مقدس پیکر بنایا تھا۔ مذہبی اور دینی خدمات کے ساتھ ہندوستانی سیاست اور آزادئ ہند کی جدوجہد میں آپ کی مساعی جمیلہ آپ کی بار بار کی اسارت اور آپ کی قربانیاں سنگِ بنیاد کی حیثیت رکھتی ہیں۔ **جمعیت علماء ہند آپ کے حسن تدبر کا زندہ کارنامہ ہے۔ آپ اس کے بانی اور معمارِ اول ہیں۔** بیس سال تک آپ کے دورِ صدارت میں جمعیت علماء ہند نے وہ عظیم الشان تاریخ مرتب کی جو آج نہ صرف جمعیت علماء ہند بلکہ ملت اسلامیہ کے لئے باعث فخر ہے۔ آپ کی یہی خدمات اور یہی عظیم الشان قربانیاں ہیں جن کی وجہ سے ہر ایک حلقہ آپ کی وفات سے متاثر ہے اور موت العالم

موت العالم کا صحیح نقشہ سامنے ہے۔

یہ اجلاس آپ کی وفات پر دلی رنج وافسوس کا اظہار کرتے ہوئے دست بہ دعا ہے کہ خداوند عالم آپ کو اعلیٰ علیین میں مقام اعلیٰ عطا فرمائے اور آپ کے پسماندگان کے ساتھ گہری ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔"

مذکورہ تجویز تعزیتی اجلاس میں باتفاق رائے منظور کی گئی۔ اس میں مندرجہ ذیل حضرات شریک تھے:

ارکان مجلس عاملہ: شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ (صدر اجلاس) سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ دہلوی، مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحبؒ سیوہاروی، شیخ الحدیث حضرت مولانا سید فخر الدین احمد صاحبؒ، مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحبؒ عثمانی، مولانا نورالدین صاحب بہاریؒ، مولانا عبدالصمد صاحبؒ رحمانی مونگیری، مولانا عبدالحلیم صاحبؒ صدیقی، مولانا ابوالوفا صاحبؒ شاہ جہان پوری، مولانا سید محمد میاں صاحبؒ دیوبندی، مولانا محمد اسماعیل صاحب سنبھلیؒ۔ (روزنامہ الجمعیۃ دہلی، مؤرخہ ۷/ مارچ ۱۹۵۳ء، جلد نمبر ۳۸، شمارہ ۶۳)

خاتمہ کلام

یہ جو کچھ عرض کیا گیا محض تاریخی تحقیق کے طور پر عرض کیا گیا اور مجھے افسوس ہے کہ بعض ایسی حقیقتوں کو آشکارا کرنا پڑا جن کا انکشاف یقیناً بعض حضرات پر سخت گراں گزرے گا لیکن بغیر اس کے چارہ کار بھی نہیں تھا۔

جمعیت علماء کی اور جدوجہد آزادی کی جو تاریخ ہمارے فاضل مؤرخین جمعیت اور بعض دیگر اہل قلم حضرات نے مرتب فرمائی ہے اس کے پڑھنے کے بعد ہم کس منہ سے شکایت کریں ان غیر مسلم مؤرخین کی جو اسلامی عہد کی تاریخ کو مسخ کر رہے ہیں اور اسکولوں اور کالجوں میں پڑھا رہے ہیں۔ اور جو کہتے ہیں کہ لال قلعہ، تاج محل، قطب مینار وغیرہ کو بھارت کے ہندو راجاؤں نے تعمیر کیا

تھا اور جو کہتے ہیں کہ اردو زبان ہندوستان کے کسی خطے میں نہیں بولی جاتی۔ إن في ذلك لعبرة لأولي الأبصار

اگر تاریخ کو مسخ کرنے کی اسکیم نہ بنائی جاتی اور میری پہلی ہی گزارش پر صحیح بات ارشاد فرمادی جاتی تو مجھے اس کاوش کی ضرورت پیش نہ آتی۔ کیا اچھا ہوتا کہ میرے بجائے دوسرے اہل قلم یہ خدمت انجام دیتے اور کیا اچھا ہوتا کہ یہ بے ادبی مجھ سے سرزد نہ ہوتی اور خود ذمہ دارانِ جمعیت پارٹی فیلنگ میں گرفتار نہ ہوتے اور صحیح بات کو چھپانے کی کوشش نہ کرتے، مگر وہاں تو اس کمزور آواز کی رسائی ہی مشکل ہے کہ ان کا مقام بہت بلند ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

افسانۂ اصحاب کہن خواندم ورفتم
دریاب کہ لعل وگہر افشاندم ورفتم

راقم حفیظ الرحمن واصف

۱۵/ اگست ۱۹۶۶ء

سحبان الہند مولانا مولوی حافظ احمد سعید دہلویؒ

صدر جمعیت علماء ہند

جمعیت علماء ہند کے اولین ناظم عمومی، ہندوستان کے اعلیٰ ترین شیریں مقال، واعظ، مقرر اور مناظر، حضرت مفتی اعظمؒ کے خاص تربیت یافتہ شاگرد اور دست وبازو اور معتمد رفیق کار۔ آپ کی رفاقت کا زمانہ تقریب ۱۹۱۲ء سے شروع ہو کر ۱۹۵۲ء میں حضرت مفتی اعظمؒ کی وفات پر ختم ہوتا ہے۔ اس طویل عرصے میں آپ ان کی زندگی میں پورے دخیل رہے۔ سفر و حضر میں، قومی وسیاسی کاموں میں، علمی مشاغل میں غرض کہ زندگی کے تمام شعبوں میں ہر وقت رفاقت رہی۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات دسمبر ۱۹۵۷ء کے بعد آپ کو جمعیت علماء ہند کا صدر منتخب کیا گیا مگر سالانہ اجلاس کی صدارت فرمانے سے قبل آپ نے دنیائے فانی کو چھوڑ دیا۔

آپ کا سنہ پیدائش ۱۳۰۶ھ مطابق ۱۸۸۸ء اور مولد ومنشا کوچہ ناہر خاں علاقہ دریا گنج دہلی ہے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی نواب مرزا تھا جو زینت المساجد میں امام تھے اور مکتب بھی پڑھاتے تھے۔ آپ کے دادا خواجہ نواب علی دہلی کے ایک صوفی اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ آپ کے مورثِ اعلیٰ اکبر بادشاہ کے زمانے میں عرب سے کشمیر میں آئے۔ پھر شاہ جہاں بادشاہ کے زمانے میں یہ خاندان کشمیر سے آگرے آیا۔ کچھ عرصے وہاں رہ کر دہلی میں منتقل ہوا۔ آپ کے آباء واجداد کو مغل دربار میں رسائی حاصل تھی اور خواجہ زادہ مغل کا خطاب عطا ہوا تھا۔

آپ نے ابتدائی تعلیم مولوی عبدالمجید مصطفی آبادی سے حاصل کی اور تکمیل حفظ قرآن کی دستار بندی مدرسہ حسینیہ بازار مٹیا محل دہلی میں ہوئی۔ مدرسہ حسینیہ میں مناظرے کی مشق کرائی جاتی تھی۔ آپ نے حفظ قرآن سے فارغ ہوتے ہی مناظرے کی بھی کچھ مشق شروع کر دی اور کیونکہ مولانا عبدالرحمٰن راسخ اور مولانا محمد ابراہیم واعظ دہلویؒ کا وعظ سنتے تھے، خود بھی وعظ کہنے لگے۔ اس وقت

تعلیمی قابلیت حفظ قرآن سے زیادہ نہ تھی۔

جب آپ کی عمر تقریباً ۲۲ برس کی تھی، والد محترم کا انتقال ہوچکا تھا۔ شادی بھی ہوچکی تھی۔ گھر کا سارا بار آپ ہی کے اوپر تھا۔ ذریعہ معاش یا تو تارکشی کا کام تھا یا وعظوں کا نذرانہ۔ اس وقت حضرت مفتی اعظمؒ کے ایک شاگرد خاص حضرت مولانا قاری محمد یاسین صاحبؒ سکندر آبادی ثم رائے پوری سے آپ نے عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر ۱۳۲۸ھ میں باقاعدہ مدرسہ امینیہ (سنہری مسجد) میں داخلہ لے کر پڑھا اور ۱۳۳۶ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔

فارغ التحصیل ہونے سے پہلے بھی آپ بطور معین مدرس مدرسے میں پڑھاتے تھے اور بعد میں کافی عرصے تک پڑھاتے رہے۔ پھر آپ نے کٹرہ ہدو محلہ فراش خانے میں تقریباً چودہ برس تک ترجمہ قرآن بیان فرمایا۔

آپ کا تعلیم کا اور فارغ التحصیل ہونے کا زمانہ مناظروں کا زمانہ تھا۔ آپ نے بڑے بڑے زبردست مناظرے کیے۔ مناظرے میں آپ مناظر ہوتے تھے اور آپ کے مربی واستاد حضرت مفتی اعظمؒ معین ہوتے تھے۔

جمعیت علماء کے قیام کے ساتھ ہی آپ کی سیاسی زندگی شروع ہوگئی۔ ۱۹۲۱ء میں آپ پہلی مرتبہ گرفتار ہوئے اور میانوالی جیل میں رکھے گئے۔ ۲۸ر ستمبر ۱۹۲۲ء کو رہائی ہوئی۔ تحریکاتِ آزادی کے دور میں آپ کو آٹھ مرتبہ گرفتار کیا گیا۔ ۱۹۳۰ء، ۱۹۳۲ء کی تحریک میں علی الترتیب دو مرتبہ آپ حضرت مفتی اعظمؒ کے ساتھ گجرات جیل میں اور ملتان جیل میں بھی رہے۔ آپ ۱۹۳۹ء میں حضرت مفتی اعظمؒ کے ساتھ ہی جمعیت علماء ہند کی نظامت سے مستعفی ہوئے تھے۔

آپ نہایت اعلیٰ درجے کے مقرر، خطیب اور شیریں بیان واعظ تھے۔ تین ساڑھے تین گھنٹے تک وعظ کہنا آپ کے لئے کچھ مشکل نہ تھا۔ شیریں بیانی اور خاص دلّی کی زبان کی وجہ سے آپ کا وعظ بہت مؤثر اور تقریر نہایت دلچسپ اور پر مغز ہوتی تھی۔ اسی وجہ سے اہل ہند نے آپ کو "سحبان

الہند" کا خطاب دیا۔ سحبان نام کا ایک مشہور خطیب و مقرر تھا۔ عرب میں جس کی فصاحت وبلاغت اور قوّتِ بیان دنیائے اسلام میں ضرب المثل ہے۔

حضرت مفتی اعظم کی وفات کے بعد تقریباً اڑھائی سال تک آپ مدرسہ امینیہ کے اعزازی مہتمم رہے۔ پھر راقم الحروف کی عزت افزائی فرماکر اگرچہ ضابطے کے طور پر خود مستعفی ہوگئے مگر زندگی کے آخری لمحات تک اس کی منتظمہ کے رکن رکین اور نگران وسرپرست رہے۔

شرکت مؤتمر حجاز کے لیے آپ بھی ۱۹۲۶ء میں وفد جمعیت علماء کے ایک رکن کی حیثیت سے حضرت مفتی اعظم کے ساتھ حجاز تشریف لے گئے۔ ۱۹۴۷ء کی قیامت صغریٰ جو ہندوستان کے مسلمانوں پر برپا ہوئی اس میں اور اس کے بعد تادم واپسیں آپ نے بمعیت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی مرحوم جو خدمات انجام دیں وہ تاریخ کا ایک عظیم الشان اور سنہرا باب ہے۔

آپ کو جوانی میں مرض سِل لاحق ہوا تھا اور ڈاکٹروں نے آپ کو تقریر کرنے سے منع کیا تھا۔ اس زمانے میں لاؤڈ اسپیکر بھی نہیں آیا تھا۔ بولنے میں قوت بھی زیادہ صرف ہوتی تھی مگر عمر بھر تقریریں کرتے رہے اور خوب تندرست رہے۔ علم وفضل کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خوب وجاہت اور تن وتوش بھی عطا فرمایا تھا کچھ عرصے کے بعد پرانا مرض جاتا رہا، مگر بڑھاپے کا دور شروع ہونے پر اختلاج وغیرہ کی شکایت رہتی تھی۔

مؤرخہ ۴؍دسمبر ۱۹۵۹ء مطابق ۳؍جمادالثانی ۱۳۷۹ھ بروز جمعہ بعد نماز مغرب حرکت قلب بند ہوگئی اور وہ بلبل ہزار داستان جس کی شیریں بیانی کا نصف صدی تک ڈنکا بجتا رہا، سات بج کر دس منٹ پر ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگیا۔

دوسرے دن بروز ہفتہ آپ کے مردانہ مکان (واقعہ کٹرہ مہرپرور) سے جنازہ مہرولی لے جایا گیا اور حضرت مفتی اعظم کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ (مزید حالات کتاب مفتی اعظم کی یاد میں ملاحظہ فرمائیے۔)

مولانا کی بہت سی تصانیف ہیں۔ مثلاً: خدا کی باتیں۔ تقریر سیرت۔ جنت کی کنجی۔ دوزخ کا کھٹکا وغیرہ لیکن سب سے اہم آپ کی اردو تفسیر قرآن ہے۔

آپ نے ایک اہلیہ چار فرزند اور چار صاحبزادیاں چھوڑیں۔ فرزندوں کے نام یہ ہیں:

مولوی حافظ محمد سعید، مسٹر مظہر سعید، مسٹر محمود سعید، مسٹر حامد سعید۔

افسوس کہ مولوی حافظ محمد سعید میونسپل کونسلر بھی اس عالم فانی میں نہیں رہے۔ اللہ مغفرت فرمائے۔ مولوی صاحب مرحوم بھی صورت شکل میں، تن و توش میں عادات و خصائل میں بالکل اپنے والد کا نمونہ تھے۔

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ قدس سرہٗ

چودھویں صدی ہجری کے سب سے بڑے مفتی اور فقیہ، جمعیت علمائے ہند کے بانی و مؤسس، مدرسہ امینیہ دہلی کے شیخ الحدیث و مہتمم حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن نوراللہ مرقدہٗ کے معتمد، جمعیت الخلافۃ کے روح رواں، مولانا محمد علی جوہر حکیم اجمل خان اور ڈاکٹر مختار احمد انصاری کے دل و دماغ، ورع و تقوی، صبر و تحمل، حمیت و غیرت اور کمالات و فضائل میں اسلاف کے مکمل نمونہ۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ عنایت اللہ بن فیض اللہ بن خیر اللہ بن عباد اللہ ہے۔ اور اس سے دو چار پشت اوپر آپ کا سلسلہ نسب شیخ جمال یمنی سے جاملتا ہے جن کے والد یمن کے باشندے تھے اور وہاں سے موتی لاکر ہندوستان میں فروخت کرتے تھے۔

آپ کی ولادت ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں بمقام شہر شاہ جہانپور ہوئی۔ عربی کی تعلیم مولانا عبید الحق خان شاہ جہان پوری سے شروع کی۔ پھر تقریبًا دو برس مدرسہ شاہی مراد آباد میں پڑھا۔ پھر دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوکر مندرجہ ذیل اساتذہ سے حدیث پڑھی:

حضرت مولانا عبد العلی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ علیہ۔

اور مندرجہ ذیل اساتذہ سے دیگر علوم و فنون پڑھے:

مولانا منفعت علی دیوبندی۔

مولانا حکیم محمد حسن دیوبندی (برادر خورد حضرت شیخ الہند)

مولانا غلام رسول ہزاروی۔

مولانا خلیل احمد انبیٹھوی سہارنپوری رحمہم اللہ تعالیٰ

آپ ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۷ء میں فارغ التحصیل ہوکر اپنے اولین استاد مولانا عبید الحق خان

کے اصرار کی وجہ سے شاہ جہانپور گئے۔ وہاں مولانا موصوف نے جو مدرسہ عین العلم کے مہتمم تھے، آپ کو مدرسہ مذکور میں صدر مدرس بنادیا اور دفتری نظام بھی سارا آپ کے سپرد کر دیا۔ اسی زمانے میں آپ نے شاہ جہاں پور سے ایک رسالہ بنام "البرہان" اپنی ادارت میں جاری کیا تھا جس میں قادیانیت کے رد میں ایک مستقل اور مسلسل مضمون بعنوان "احسن البیان" آپ خود تحریر فرماتے تھے۔ یہ رسالہ آپ کے دہلی تشریف لے آنے کے بعد زیادہ عرصہ جاری نہ رہ سکا۔ رسالہ کے منیجر حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صدر مفتی دارالعلوم دیوبند کے بڑے بھائی منشی سلطان حسن میاں تھے۔

۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۳ء میں آپ مدرسہ امینیہ دہلی میں بعہدہ صدر مدرس و مفتی مامور ہو کر تشریف لائے جبکہ کچھ عرصے قبل حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے وطن چلے گئے تھے۔

مدرسہ امینیہ آپ کے ایک ہم سبق ہم جماعت رفیق حضرت مولانا امین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۷ھ میں مسجد روشن الدولہ چاندنی چوک دہلی میں جاری کیا تھا۔ ان کے شریک کار اور پہلے صدر مدرس حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ تھے۔

رمضان المبارک ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۲۰ء میں جبکہ حضرت مفتی اعظم اپنے شیخ واستاد مولانا محمود حسنؒ اسیر مالٹا کی رہائی کے بعد ان کے استقبال کے لیے ساحل بمبئی پر تشریف لے گئے تھے، مولانا امین الدین بانی و مہتمم مدرسہ کی وفات ہوئی۔ جدید انتظام و اہتمام کا فیصلہ کرنے کے لئے مدرسہ کے سرپرستوں اور دیگر معززین شہر کی درخواست پر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ مؤرخہ ۹ شوال ۱۳۳۸ھ کو دیوبند سے دہلی تشریف لائے۔ مدرسے میں معززین شہر کی میٹنگ ہوئی۔ حضرت نے سرپرستانِ مدرسہ سے مشورہ فرما کر حضرت مفتی اعظم کو مدرسے کے انتظام و اہتمام کی ذمہ داری بھی سونپ دی۔

مسجد پانی پتیان جو نواب لطف اللہ خان صادق پانی پتی نے ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۷۲۵ء میں

بنائی تھی، بہت بوسیدہ ہوگئی تھی اور نشیب میں آگئی تھی۔ آپ نے اس کو از سرِنَو ۱۳۵۳ھ مطابق ۱۹۳۴ء میں بعض اہل خیر مسلمانوں کے چندے سے نہایت خوبصورت اور سنگین تعمیر کرایا۔ آپ نے ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء میں مدرسے کی ایک منتظمہ کمیٹی بنائی جس کے اولین ارکان مندرجہ ذیل حضرات کو نامزد فرمایا:

حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہؒ بحیثیت مہتمم، حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ، حاجی شیخ رشید احمد تاجر اسلحہ، حکیم حاجی شریف الدین بقائی، حاجی مولوی عزیز الرحمن مجتبیٰ، حاجی حافظ احسان الٰہی۔

جمعیت علماء ہند کی تاسیس کے وقت آپ کو نائب صدر بنایا گیا تھا اور جمعیت کی صدارت حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ صاحب کے لیے محفوظ رکھی گئی تھی جو اس وقت مالٹا میں نظر بند تھے۔ چنانچہ جمعیت کے دوسرے اجلاس منعقدہ دہلی کی صدارت حضرت شیخ الہندؒ نے فرمائی۔ اگرچہ علالت کی وجہ سے جلسہ میں تشریف نہ لاسکے اور اجلاس کے بعد ہی حضرت کا وصال ہوگیا۔ اس کے بعد ۱۹۳۹ء تک حضرت مفتی صاحب جمعیت کے صدر رہے۔ آپ کی بے نفسی و خلوص کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ اپنی صدارت کے طویل زمانے میں آپ نے سالانہ اجلاسوں کی صدارت نہیں کی بلکہ بہت سے گوشہ نشین علماء کو صدارت کے ذریعہ سے عوام میں روشناس اور سیاسی دنیا میں متعارف کرایا۔

سلطان ابن سعود کی دعوت پر جو مؤتمر عالم اسلامی مکہ معظّمہ میں مؤرخہ ۲۶ ذی قعدہ ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۲۵ء کو علامہ شریف شرف عدنان کی صدارت میں منعقد ہوئی تھی، آپ اس میں جمعیت علماء ہند کا وفد لیکر بحیثیت رئیس الوفد شریک ہوئے۔ مجلس مضامین کے لیے جو ارکان نامزد کیے گئے ان میں مفتی اعظم فلسطین الحاج علامہ سید امین الحسینی کے بعد آپ ہی کا اسم گرامی تھا۔ آپ نے سلطان ابن سعود سے مطالبہ کیا کہ مؤتمر میں حجاز کے لیے تشکیل حکومت کا مسئلہ بھی زیر بحث آنا

چاہیے۔ چنانچہ یہ مسئلہ ایجنڈا میں شامل کرلیا گیا۔ کانفرنس میں آپ نے انسدادِ غلامی کی تجویز پیش کر کے پاس کرائی۔ اس کے علاوہ ایک اور نہایت اہم تجویز پیش کر کے پاس کرائی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عالم اسلام کے ہر عقیدے کے مسلمان اپنے عقائد کے مطابق اعمالِ حج وزیارت میں آزاد ہوں گے۔ حکومت حجاز اپنے معتقدات کی رو سے کسی پر کوئی پابندی عائد نہیں کرے گی۔ آپ نے کانفرنس میں نمایاں طور پر آخر تک عملی حصہ لیا اور مسلمانوں کی نمائندگی کا حق ادا کر دیا۔

آپ نے ساروا ایکٹ کے خلاف مجلس تحفظ ناموس شریعت ۱۹۲۹ء میں بنائی اور جمعیت علماء کی طرف سے عام ایجی ٹیشن اور قانون شکنی کا اعلان کیا اور خود بھی اس قانون شکنی میں شریک ہوئے۔ سارداہل پر بڑی معرکۃ الآرا تنقید شائع کی۔

پھر ۱۹۳۰ء میں اپنے نہرو رپورٹ پر ایک مفصل ومدلل تنقید شائع کی۔ آپ نے ۱۹۳۸ء مطابق ۱۳۵۷ھ میں تقسیم فلسطین کے خلاف تمام ہندوستان میں زبردست مظاہرہ کروایا اور ۱۷/ اکتوبر ۱۹۳۸ء کو جو مصر میں علامہ علی علوبہ پاشا کی صدارت میں منعقد ہوئی، اس میں بھی جمعیت علماء ہند کے نمائندے کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے۔

ملکی سیاست اور قومی وملی مسائل میں آپ کی دلچسپی اسی وقت سے شروع ہوئی تھی جبکہ آپ ۱۹۰۳ء مطابق ۱۳۲۱ھ میں دہلی تشریف لائے۔ دہلی میں آپ کے قریب ترین رفیق کار حکیم اجمل خان تھے۔ بعد میں ڈاکٹر انصاری اور مولانا محمد علی بھی آپ کے سیاسی رفقاء میں شامل ہوئے۔ ۱۹۱۶ء اور ۱۹۱۷ء کا زمانہ جب کہ مسلمانوں کی لیڈر شپ مسلم لیگ کے ہاتھ میں تھی، علماء بالعموم گوشہ نشین تھے۔ معدودے چند علماء مثلاً مولانا شبلی اور مولانا آزاد وغیرہ سیاسیات میں کچھ دلچسپی لے رہے تھے۔ مسلمانوں کے قومی وملی حقوق کے بارے میں کوئی مطالبہ کرنا یا آزادی کا نام لینا بہت ہی خطرناک کام تھا۔ ایسے زمانے میں وہ سب سے پہلی آواز جو اس بارے میں بلند ہوئی وہ مفتی اعظم کی آواز تھی۔ لارڈ مانٹیگو کی آمد کے موقع پر آپ نے میثاق لکھنؤ پر ایک مفصل تنقید بصورت پمفلٹ شائع کی۔ اس کی

تمہید میں مسلمانوں کے مذہبی وقومی مطالبات کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آزادی کی خواہش انسان کی طبعی خواہش ہے۔ کوئی فرد بشر بجا طور پر حکومت خود اختیاری کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ صاحب وزیر ہند بہادر ہوم رول کے متعلق ہندوستانیوں کے خیالات معلوم کرنے کے لیے تشریف لا رہے ہیں۔ اگر ہندوستان کی قومیں ہوم رول کی خواہش کریں اور آزادی کی نعمت حاصل کرنے کی کوشش کریں تو ان کی یہ خواہش اور کوشش حق بجانب ہوگی۔"

آگے میثاق لکھنؤ پر مختصر تنقید کی ہے۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ:

"ایسی خود مختار حکومتیں اس میں مسلمانوں کی مذہبی آزادی کے تحفظ کا خیال نہ رکھا گیا ہو در حقیقت بے اختیاری کے مساوی ہے بلکہ رہی سہی آزادی بھی کھو بیٹھنا ہے۔"

غرض کہ اپنے معاصرین میں آپ کی ہستی ایک جامع الکمالات ہستی تھی۔ فقہ وافتا میں تو خاص طور پر آپ کو بالاتفاق امام العصر اور ابو حنیفہ وقت تسلیم کیا گیا اور تمام عالم اسلام کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہوئی۔ عربی ادب میں بھی آپ کا درجہ بہت بلند تھا۔ ایک عرب عالم جو ہندوستان میں اپنے کسی کام سے تشریف لائے تھے۔ انہوں نے آپ سے ملاقات کرنے کے بعد کسی مجلس میں فرمایا کہ ہندوستان کے علماء میں سے مفتی کفایت اللہ کو میں نے نہایت فصیح اور عالمانہ عربی زبان میں بولتے ہوئے دیکھا۔

جامعہ ازہر کے امیر اور شیخ علامہ مصطفی المراغی نے آپ کی ملاقات سے متاثر ہو کر فرمایا تھا:

ينبلج العلم والوقار من جبينه

یعنی آپ کی پیشانی سے علم اور وقار ابل رہا ہے۔

آپ کے دو نکاح ہوئے۔ پہلی اہلیہ محترمہ سے ایک لڑکا ہوا تھا مگر صغیر السن فوت ہوا۔ کچھ عرصے کے بعد اہلیہ محترمہ بھی وفات پا گئیں۔ دہلی تشریف لانے سے کچھ قبل دوسرا نکاح ہوا۔ یہ اہلیہ محترمہ یعنی راقم الحروف کی والدہ ماجدہ بحمد للہ بقید حیات ہیں۔ ان کا پہلا فرزند صغیر السن فوت ہوا۔ پھر

۱۳۲۸ھ میں راقم الحروف کی ولادت ہوئی۔ والدہ محترمہ کی سات اولادوں میں سے اب ہم دو بھائی اور دو بہنیں موجود ہیں۔

مدرسہ امینیہ کی صرف انتظامی خدمت راقم الحروف انجام دے رہا ہے نیز حضرت کے فتاویٰ کے عظیم الشان ذخیرہ کی تبویب بھی کر رہا ہے جس کا مسودہ مکمل ہوچکا ہے۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان

مؤرخہ ۳۱؍ دسمبر ۱۹۵۲ء مطابق ۱۳۷۲ھ رات کو ساڑھے دس بجے آپ نے سفر آخرت اختیار فرمایا اور یکم جنوری ۱۹۵۳ء کو درگاہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے دروازے اور ظفر محل کے درمیان مدفون ہوئے۔ (مزید حالات کتاب مفتی اعظم کی یاد میں ملاحظہ فرمائیے۔)

اصرار

موجودہ ارباب اقتدار کی طے کردہ پالیسی کے مطابق بار بار دہرایا جارہا ہت اور اسی مسخ کردہ تاریخ کو جو ایک خاص ذہنیت کے ماتحت طے کرلی گئی ہے گویا۔۔۔ اہم قومی خدمت انجام دی جارہی ہے کہ چند بے ثبوت افسانوں اور چند من گھڑت کہانیوں کا نام تاریخی دستاویز رکھ کر اس کو اس قدر دہرایا جائے کہ اصلی تاریخ محو ہوجائے۔ چنانچہ اخبار الجمعیۃ میں متعدّد مرتبہ اس کو دہرایا جاچکا ہے۔ اسی سلسلے میں مؤرخہ ۳۱؍ فروری ۱۹۶۹ء کے الجمعیۃ ایڈیشن (جمعہ ایڈیشن) میں ایک مضمون دیکھ کر میں نے ہفت روزہ کے ایڈیٹر مولانا وحید الدین خاں کو مندرجہ ذیل عریضہ لکھا:

مکرمی جناب مولانا وحید الدین خان صاحب ایڈیٹر ہفت روزہ الجمعیۃ دہلی

السلام علیکم!

الجمعیۃ جمعہ ایڈیشن مؤرخہ ۲۱ فروری سنہ ۱۹۶۹ء میں صفحہ ۲ پر جناب کا ایک مضمون حضرت مولانا عبدالحلیم صدیقی مرحوم کے متعلق شائع ہوا ہے۔ اس میں آپ نے مولانا

مرحوم کے متعلق بحوالہ اسعد میاں تحریر فرمایا ہے کہ:

"مولانا موصوف جمعیت علماء کے صف اول کے بانیوں میں سے تھے۔"

یہ تاریخی انکشاف صحیح نہیں ہے مولانا اس وقت تک دہلی نہیں آئے تھے۔

(۱)

جمعیت علمائے ہند کا انعقاد / نومبر ۱۹۱۹ء کے آخری ہفتہ میں بمقام دہلی عمل میں آیا۔ جس جلسے میں جمعیت کا انتقال عمل میں آیا اس میں ۲۵ علماء شریک تھے۔ ان میں مولانا عبدالحلیم صدیقی کا اسم گرامی نہیں ہے۔ اس کے بعد جمعیت کی پہلی کانفرنس بمقام امرتسر میں ہوئی اس کی پہلی نشست منعقدہ ۲۸ / دسمبر ۱۹۱۹ء میں بھی مولانا موجود نہیں تھے۔ البتہ دوسری اور تیسری نشست منعقدہ ۳۱ / دسمبر ۱۹۱۹ء یکم جنوری ۱۹۲۰ء میں شریک ہوئے۔ اس زمانے میں مولانا کا قیام بھوپال میں تھا۔ پھر غالباً ۱۹۲۱ء میں آپ دہلی آکر آباد ہوئے اور جب اسی سال مولانا احمد سعید جنرل سیکرٹری جمعیت گرفتار ہوئے تو آپ نے ان کی جگہ بہ حیثیت سیکرٹری کام کیا۔ بہرحال مولانا کے متعلق یہ کہنا کہ وہ جمعیت کے صف اول کے بانیوں میں سے تھے تاریخی حیثیت سے ناقابل اعتبار ہے۔ آپ کو مضمون لکھتے وقت حوالہ کو پرکھ لینا چاہیے تھا۔

(۲)

معلوم ہونا چاہیے کہ جنگ عظیم کے خاتمے کے بعد انگریزوں نے شریف حسین کی عملداری کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا تھا: فلسطین، عراق، شرق اردن، حجاز۔ اول الذکر کو اپنے انتداب میں لے لیا۔ عراق اور شرقِ اردن پر شریف حسین کے دو بیٹوں کو حکمران بنایا۔ حجاز شریف حسین کو دیا۔ پھر سلطان ابن سعود نے اس پر حملہ کر کے باقاعدہ جنگ لڑ کر حجاز کو فتح کر لیا۔ مؤتمر عالم اسلامی جو ۱۹۲۶ء میں حجاز میں منعقد ہوئی تھی وہ سلطان ابن سعود کی بلائی ہوئی کانفرنس تھی۔ جمعیت علماء ہند کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ جمعیت کا وفد مندرجہ ذیل تھا:

صدر وفد: حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صدر جمعیت علماء ہند، سیکرٹری وفد: مولانا محمد عرفان صاحب، پرائیویٹ سیکرٹری صدر وفدؒ مولانا عبدالحلیم صدیقی۔

ارکان وفد: مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا احمد سعید صاحب، مولانا مفتی نثار احمد صاحب۔

(۳)

"جرمن لیڈروں نے مولانا محمود حسنؒ صاحب سے کہا کہ ابھی تک آپ آزادی کی جدوجہد کو تنہا مسلم کورٹ کے بل پر چلا رہے ہیں مگر اب آپ اس کو متحدہ محاذ کی شکل دے دیجیے۔"

آگے جناب کی تشریح یہ ہے کہ:

"ریشمی رومال کی تحریک صرف مسلمان چلا رہے تھے۔"

یہ ریشمی رومال کی تحریک کیا ہے؟ مولانا صدیقی نے جو کچھ فرمایا اس کو تاریخی حیثیت سے جانچنے کے بجائے آپ نے اس کی جو تشریح فرمائی وہ قابل داد ہے۔ آزادی کی جدوجہد میں خبر رسانی کے لئے اگر کہیں ریشمی رومال یا چپاتی کو استعمال کیا گیا تو اس کے نام ریشمی رومال تحریک یا چپاتی کی تحریک رکھ دینا بڑی عجیب تشریح ہے۔ راجہ مہندر پرتاب کا مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور شیخ الہندؒ سے کوئی تعلق آپ کے علم میں ہے یا نہیں؟ اس زمانے میں سارے ہندوستان میں خفیہ سازشوں کی آگ سلگ رہی تھی۔ تنہا مسلمانوں نے نہ ۱۸۵۷ء میں کوئی تحریک چلائی نہ اس کے بعد۔ (سڈیشن کمیٹی کی رپورٹ ملاحظہ فرمائیے۔)

انگریزوں کے خلاف بیداری عوام کے ہر طبقے اور ہر فرقے میں موجود تھی۔ پہلے خفیہ سازشیں تھیں جن کا دور شیخ الہند کی گرفتاری کے بعد رولٹ ایکٹ کی داروگیر کی وجہ سے ختم ہو گیا۔ پھر اس نے آئینی عوامی تحریک کی صورت اختیار کی۔ رولٹ ایکٹ کے خلاف احتجاجی بلوے، تحریک خلافت اور گاندھی جی کی رہنمائی، جمعیت علماء کا انعقاد، یہ سب کچھ حضرت شیخ الہندؒ کی غیر موجودگی میں ہوا۔ ملک کی اس سیاسی کروٹ اور نظریہ کی تبدیلی کا

جرمن لیڈروں کے مشورے سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں۔ روایۃً اور درایۃً یہ بالکل بے ثبوت اور ساقط الاعتبار بات ہے۔ اس وقت ملک میں جو لیڈر تھے وہ ملکی حالات اور اس کے تقاضوں کو خود سمجھ رہے تھے۔ یہ کروٹ رائے عامہ کی بیداری کی بنا پر تھی۔ کسی جرمن مفکر کے مشورے ہدایت کی منتظر نہیں تھی۔ فقط

گستاخی کی معافی چاہتا ہوں امید ہے مزاج بخیر ہوگا۔

دعاگو حفیظ الرحمن واصف

مہتمم مدرسہ امینیہ اسلامیہ دہلی

۲۱ فروری ۱۹۶۹ء

مذکورہ بالا عریضہ کا کوئی جواب نہیں ملا۔ عرصے کے بعد مولانا موصوف سے ملاقات ہوئی۔ یاد دہانی کرائی تو غضب ناک ہوکر تحقیر کے انداز میں فرمایا کہ میں اس قسم کی بحث کو قطعًا فضول سمجھتا ہوں۔ یہ نہایت گھٹیا قسم کی ذہنیت ہے کہ محض اس پر بحث کی جائے کہ فلاں جماعت یا مدرسے کو کس نے قائم کیا اور اس کا اصل بانی کون ہے۔ یہ کوئی اہم قومی خدمت نہیں ہے۔ ہمارے سامنے اس وقت بہت اہم مسائل ہیں۔ ہمیں فرصت نہیں ہے کہ ایسی فضول بحثوں میں اپنا وقت ضائع کریں۔ (اوکما قال)

مولانا وحیدالدین خان نے جو جواب ارشاد فرمایا یہ غیر متوقع نہیں تھا۔ میں خاموشی کے ساتھ اٹھ کر چلا آیا۔

ایں گناہیست کہ در شہرِ شما نیز کنند

دہلی میں مؤرخہ ۱۰/ اکتوبر ۱۹۶۹ء بروز جمعہ ۵ بجے شام خان عبدالغفار خان (عرف بادشاہ خان) کے استقبالیہ جلسہ منعقدہ درگاہ حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ میں جناب نور الدین احمد صاحب بیرسٹر نے بادشاہ خان کی خدمت میں ایک سپاسنامہ پیش کیا۔ اس پر صاحب اقتدار مؤرخین کے آرگن کا ریمارک ملاحظہ فرمائیے:

استعفاء نامہ کا سب سے افسوس ناک پہلو جس کی سب سے بڑی کوتاہی یہ ہے کہ اس میں بادشاہ خان کے بارے میں لفاظی ضرور ہے مگر ان کے مجاہدانہ اور بہادرانہ زندگی پر روشنی نہیں پڑتی اور ان کی زندگی کے کئی اہم گوشے جن پر سے پردہ اٹھانے اور آج کی نسل کو بتانے کی ضرورت ہے وہ اس میں نمایاں نہیں کیے گئے۔ خاص طور پر قصہ خوانی بازار کے تاریخی واقعہ کا کوئی ذکر نہیں جس میں سینکڑوں پٹھانوں نے سینے پر گولیاں کھائی تھیں۔

سپاس نامے میں بادشاہ خان کو گاندھی جی کا دست راست مولانا محمد علی ڈاکٹر انصاری حکیم اجمل خان کا ترجمہ مفتی کفایت اللہ ابوالکلام آزاد اور جواہر لال نہرو کا شریک کار کہا ہے لیکن شیخ الہند کا ذکر نہیں کیا جس سے بادشاہ خان متاثر ہوئے۔۔۔۔

حضرت شیخ الہندؒ کا خطبہ صدارت

(مدینہ، بجنور: ۵/۹/دسمبر ۱۹۲۰ء)

(مطبوعہ: ماہنامہ الفرقان لکھنؤ، جون جولائی، ۲۰۱۶ء)

(شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ بالغ نظر عالم، مایہ ناز مدرس اور عظیم مجاہد آزادی تھے۔ فہم وفراست، ہمت وشجاعت اور اعتدال وتوازن کے ساتھ ملت کی قیادت ان کی امتیازی صفت تھی۔ ان کے عزم وعزیمت کی شاہد مالٹا کی تنگ وتاریک جیل کی کوٹھری ہے۔ ان کے علم اور تقویٰ کی وارث ہزاروں علماء کی وہ جماعت ہے جس نے ان سے فیضان حاصل کیا اور افق علمی پر آفتاب وماہتاب بن کر چمکے۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا عبیداللہ سندھیؒ اسی جماعت کے ممتاز اور نامور افراد ہیں۔

شیخ الہند کی دقّت نظری، فراست ایمانی، جرأت وشہامت اور عزم وعزیمت کا کچھ اندازہ اس خطبہ صدارت سے بھی ہوتا ہے جو انہوں نے ر نومبر ۱۹۲۰ء کو جمعیت علمائے ہند کے اجلاس کی صدارت فرماتے ہوئے پیش کیا تھا۔ یہ خطبہ صدارت ماضی کی بھولی بسری داستان کی بھی یاد دلاتا ہے اور ملّت اسلامیہ ہند کے عظیم پشتیبان کی بھی۔ نفس مضمون کے علاوہ اس خطبہ صدارت کی زبان بھی سلاست، روانی اور رعنائی کے لحاظ سے خوب تر ہے۔ ملک کے موجودہ مشکل حالات میں یہ خطبہ رہنما بھی ہے، راہِ عمل بھی اور خدامِ ملت کے لئے حوصلہ بخش اور روح پرور بھی۔ خدا تعالیٰ حضرت شیخ الہندؒ کی روح کو شاد وآباد رکھے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کا موقع دے۔ آمین)

خطبہ مسنونہ کے بعد۔

امابعد!

خاکسار ذرۂ بے مقدار حضرات علماء کرام ومعززین اہل اسلام برادرانِ وطن کی خدمت میں عرض رساں ہے کہ آپ حضرات نے مجھ جیسے ناچیز ضعیف کو جس عظیم الشان خدمت کے لئے منتخب فرمایا ہے میں اس کے لئے آپ کی محبت وعزت افزائی کا دل سے شکر ادا کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی

یہ التماس کرتا ہوں کہ صدارت کی ذمہ داری کی اہمیت اور زمانۂ حاضرہ کی ہوش رُبا کشمکشِ موت وحیات پر نظر کرتے ہوئے میں اپنی گزشتہ پنج سالہ قید غربت اور اب موجودہ ممتد علالت کے سبب سے صدارت کی خدمت سے اپنے آپ کو قاصر پاتا ہوں کیونکہ ایسے نازک اور پر خطر زمانے میں کسی عظیم ملی اور قومی اجتماع کی صدارت کے لیے ضروری تھا کہ صدر تمام جزئیات سے واقف ہو اور نہ تھکنے والے دماغی قوت اور نہ متزلزل ہونے والی قلبی عزیمت اور نہ سست ہونے والی اعضاء وجوارح کی طاقت رکھتا ہو۔ بایں ہمہ آپ حضرات نے مجھے ایک دینی قومی خدمت کے لئے نامزد اور منتخب کر دیا تو میرے لئے سوائے اس کے چارہ نہ تھا کہ بنامِ خدا اس کے لئے سر تسلیم خم کر دوں اور خدا کی تائید پر بھروسہ کر کے خدمت اسلام اور اہل اسلام کے لئے تیار ہو جاؤں۔

معزز حاضرین!

اس عاجزانہ التماس پر پوری توجہ مبذول فرمائیں کہ کئی مہینے کی ممتد علالت کی وجہ سے مجھے پورے اطمینان سے غور وخوض کا موقع نہیں ملا ہے۔ اس لئے معروضات میں اگر کسی قسم کی کوتاہی ہو، مضامین منتشر ہوں تو میرے واقعی عذر کو پیش نظر رکھتے ہوئے معاف فرمائیں۔ والعذر عند کرام الناس مقبول

اس اجلاس کی فضیلت

محترم حاضرین! آج جس اجلاس میں آپ تشریف فرما ہیں اور طویل وہاری سفر برداشت کر کے شریک ہوئے ہیں یہ وہ مقدس اجتماع ہے جس کا سنگ بنیاد بحکم:

{وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ} [آل عمران: ۱۵۹]

"اور ان سے کام میں مشورہ لے۔"

{وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ} [الشوری: ۳۸]

"اور ان کا معاملہ آپس میں مشورہ کا ہے۔"

{وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَى} [المجادلة: ٩]

"اور وہ نیکی وتقوی کے کاموں میں مشورہ کرتے ہیں۔"

رکھی گئی ہے۔ یعنی حضرت حق جلّ شانہٗ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حکم فرمایا کہ آپ اپنے اصحاب کرام سے مشورہ کریں اور پھر مسلمانوں کی شان بھی یہی بیان فرمائی کہ وہ اپنے امور کا آپس میں مشورہ کرکے فیصلہ کرتے ہیں جس سے صاف طور سے ثابت ہو گیا کہ مسلمانوں کے تمام کام بالخصوص ایسے کام جن کا مسلمانوں کی تمام جماعت سے تعلق ہے آپس کے مشورے سے ہونا چاہیے۔ یہ حکم تو ایسے جلسوں اور اجتماع کی بنیاد ڈالتا ہے جو بغیر سے مشورہ منعقد کیے جائیں اور یہ ارشاد:

{وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَى} [المجادلة: ٩]

"اور نیکی وتقوی کے کاموں میں مشورہ کرو۔"

ان جماعتوں کی نوعیت کی تائید کرتا ہے۔ یعنی مجلس مشاورت کا نیکی اور خوف خدا پر مبنی ہونا لازم ہے۔ پس ایسے تمام جلسے جن کا مقصد دین مقدس کی حمایت وحفاظت ہو اور جن میں نیکی اور بھلائی کے طریقوں پر غور کیا جائے اور جن میں خدا تعالیٰ قدوس کا خوف شامل حال رہے منعقد کرنا اور ان میں شریک ہونا حکم خداوندی کی تعمیر اور سنت رسول کی اقتدا ہے۔

کیونکہ دور حاضر میں دشمنان اسلام نے مقامات مقدسہ کو غصب کرکے اور اقتدار خلافت کو پامال کرکے مسلمانوں کے واجب الاحترام جان ومال سے زیادہ عزیز مذہب کی توہین کی اور ان کے دینی بھائیوں کی جان ومال، عزت وآبرو کو برباد کیا۔ مسلمانوں پر فرض ہو گیا کہ وہ اپنے دینی بھائیوں کی نصرت واعانت کریں اور اپنے پاک ومقدس مذہب کی حفاظت اور اسلام کی مدافعت کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ اس فرض میں چین جاوا ہندوستان افغانستان ترکستان بخارا وغیرہ کے مسلمان برابر ہیں کسی کی تخصیص نہیں۔ جن مقامات پر لڑائی ہوئی ہے جس طرح وہاں کے مسلمانوں پر فرض تھا کہ اپنے

بھائیوں کی مدد اور دشمن کی مدافعت کریں اسی طرح روئے زمین کے مسلمانوں پر ایشیائی اور یورپین مظلوم مسلمانوں کی امداد واعانت اور دشمن کی مدافعت کرنا فرض ہے، اگرچہ امداد اور اعانت کی صورت مختلف اور مدافعت کی نوعیت جداگانہ ہوگی۔

جمعیت علمائے ہند کے سامنے جہاں مذہبی اور علمی فرائض ہیں اس وقت یہ فریضہ بھی اس کے پیش نظر ہے بلکہ تمام دیگر فرائض سے مقدم اور اہم ہے۔

رشتہ اخوت

یہ سوال کہ ہندوستان کے مسلمانوں کا بیرون ہند کے مسلمانوں کے ساتھ ایسا کوئی شدید تعلق ہے جس کی وجہ سے ان پر سات سمندر پار کے رہنے والوں کی جانی اور مالی امداد فرض ہو جائے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام نے اپنے پیروؤں اور کلمہ گویوں کے درمیان ایک ایسا رشتہ اتحاد قائم کیا ہے جو تمام مصنوعی قومی اتحادات سے بالاتر ہے اس میں قومیت اور لباس اور رنگت کا امتیاز نہیں صرف خدائے واحد پر ایمان لانا ایک مغربی شخص کو اقصائے مشرق میں رہنے والے کا بھائی بنادیتا ہے اور ان بعد المشرقین کے رہنے والوں کے درمیان وہ تمام تعلقات قائم ہوجاتے ہیں جو ایک بھائی کو دوسرے بھائی کے ساتھ حاصل ہوتے ہیں۔ حضرت حق جلّ شانہٗ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

{إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ} [الحجرات: ١٠]

"تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔"

اور حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

إن حقا علي المؤمنين أن يتوجع بعضهم كما يألم الجسد للرأس. (كنز العمال)

”مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایک دوسرے کے لئے ایسے دردمند ہوں جیسے سر کے درد سے تمام اعضائے بدن دکھ پاتے ہیں۔“

المؤمنون كرجل واحد إن اشتكي عينه اشتكي كله وإن اشتكي راسه اشتكي كله. (رواه أحمد)

”تمام مسلمان ایک جسم ہیں اگر آنکھ میں درد ہو تو تمام بدن دکھ اٹھاتا ہے اور سر میں درد ہو تو تمام بدن تکلیف پاتا ہے۔“

اسی طرح ایک مسلمان کے درد اور دکھ سے تمام مسلمانوں کو درد اور تکلیف پہنچنا ضروری ہے۔ خدائے پاک کے فرمان اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ارشاد سے صاف ثابت ہو گیا کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے درد سے اسی قدر صدمہ ہونا چاہیے جس قدر ایک عضو کی تکلیف سے دوسرے کو تکلیف ہوتی ہے۔ اور اس مثال سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ایمان اسی وقت تک کامل ہو گا جب ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی تکلیف سے ایسی ہی بے اختیاری اور اضطراری ہوتی ہے۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا ہے:

المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يسلمه. وفي رواية المسلم: ولا يظلمه ولا يخذله ولا ينصره.

”ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے دشمن کے پنجے میں چھوڑتا ہے۔ اور مسلم کی روایت میں ہے کہ نہ اس پر ظلم کرے اور نہ اس کی نصرت اور مدد سے منہ موڑے نہ اسے حقیر کرے۔“

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا ہے:

ما من امرئ مسلم يخذل امرأ مسلما في موضع يهتز فيه إلا خذله الله في موضوع يحب فيه نصرته وما من امرئ مسلم ينصر

مسلما في موضع ينقص فيه من عرضه وهتك في من حرمته الا نصره الله في مواطن يحب في نصرته.

"جو مسلمان کسی مسلمان کی ایسے موضع میں مدد نہ کرے جہاں اس کی بے عزتی کی جاتی ہو اور آبرو پامال ہوتی ہو تو خدا اس کی اس جگہ مدد نہ کرے گا جہاں وہ خدا کی مدد چاہتا ہے اور جو مسلمان کسی مسلمان کی ایسی جگہ مدد کرے گا جہاں اس کی عزت خراب اور بے آبروئی ہو رہی ہو تو خدا اس کی جگہ اس جگہ مدد کرے گا جہاں وہ خدا کی مدد چاہتا ہے مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس کو ہلاکت سے بچاتا ہے اور پسے پشت اس کی حفاظت کرتا ہے۔"

یہ ہیں خدا کے برتر اور اس کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح فرمان اور یہ ہیں مذہب اسلام کے جلیل القدر احکام جن کی وجہ سے ہندوستان کے مسلمان اپنے سمندر پار کے مذہبی بھائیوں کی امداد اور اعانت کو اپنا مذہبی پاک فریضہ سمجھتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ اگر ہم نے اس حالت دردناک میں بھی ان کی بات نہ پوچھی، کانوں میں تیل ڈالے بیٹھے رہے اور ان کو دشمنوں کا تختہ مشق بنانے کے لئے چھوڑ دیا اور ان کی امداد واعانت میں امکانی کوشش نہ کی تو قیامت کے دن خدائے جلیل وجبار کے قہر سے چھٹکارا مشکل ہے۔

رشتہ اسلام اور عہد باہمی

اسلام سے پہلے قومی زندگی قائم رکھنے اور بنی نوع کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے اقوام عالم کا یہ طریقہ تھا کہ ایک دوسرے کے ساتھ حلف یعنی معاہدہ کرلیا جاتا تھا دونوں معاہد قومیں ایک دوسرے کی مددگار ہوتی تھی ایک دوسرے کی طرف سے دشمنوں سے لڑتی تھی معاہدے کی یہ رسم غیر مسلم اقوام میں آج تک جاری ہے۔

اسلام نے حلف یعنی معاہدہ نصرت کو جو مسلمانوں کے لئے آپس میں ضروری قرار دیا تو چیخ پکار کرتے ہیں۔ ہم تمام ایسے لوگوں سے ببانگ دہل کہتے ہیں کہ مسلمانوں میں باہمی نصرت

و معاونت کا معاہدہ انسانی معاہدہ نہیں ہے بلکہ خدائے قدوس کا قائم کیا ہوا اور سخت تاکیدی مذہبی احکام کا قرار پایا ہوا معاہدہ ہے۔ اگر تمھارے اپنے قائم کیے ہوئے معاہدے تمہیں مجبور کرتے ہیں کہ امریکہ والے آکر یورپ میں تمھاری مدد کریں اور ان کی یہ مدد آئین وانصاف کے خلاف نہ سمجھی جائے تو مسلمانوں کو ان کا خدا، ان کا رسول، ان کا پاک مذہب حکم کرتا ہے کہ وہ اپنے دینی بھائیوں کی مدد کریں خواہ وہ کہیں کے رہنے والے ہوں۔ کسی انسانی قانون وطاقت کو یہ حق نہیں ہے کہ مسلمانوں کو ان کے مذہبی فرائض سے روکے یا ان کی جائز مذہبی جدوجہد کو غیر آئینی قرار دے۔

یہاں پر طبعًا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سے واقعات ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو اس قدر بے چین اور مضطرب کر دیا ہے اور کیا اسباب ہیں جن کی وجہ سے بیرون ہند کے رہنے والے بھائیوں سے ہمدردی اور ان کی اعانت فرض ہوگئی ہے اس کا جواب دینے اور سننے کے لئے پتھر کا دل اور فولاد کا کلیجہ درکار ہے اور اس کی تفصیل کے لئے بہت زیادہ وقت کی ضرورت ہے۔ اس لئے اول تو اپنے ذوق کی وجہ سے دوسرے اس لئے بھی کہ بہت سے واقعات اور مظالم اخباروں اور تحریروں کے ذریعے سے عالم آشکار ہو چکے ہیں صرف چند جملوں پر اختصار کرتا ہوں۔

ترکی اور برطانوی طرز عمل

معزز ناظرین!

دنیائے اسلام میں گزشتہ چند صدیوں سے سلطان ترکی واحد سلطنت اسلامی شوکت کی ضامن تھی اور حرمین محترم، بیت المقدس، عراق وغیرہ کے تمام اماکن مقدسہ ومقامات محترمہ کی حفاظت کی کفیل تھی۔ جمہور اسلام کے اتفاق سے سلطانِ ترکی خلیفۃ المسلمین مانے جاتے تھے اور خلافت کے فرائض نہایت خوبی سے انجام دیتے تھے۔ ان کا عروج وترقی اور ان کی سلطنت کی وسعت جابر وغاصب سلطنتوں کی آنکھ میں کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی اور وہ ہمیشہ اسی فکر میں لگی رہتی تھیں کہ خلیفۃ المسلمین کا اقتدار گھٹایا جائے اور مستقر خلافت پر قبضہ کرکے یورپ سے اسلام کا نام

ونشان مٹادیا جائے۔ اگرچہ سلطان ترکی پر ان مسیحی بھیڑیوں کے درمیان بالکل ۳۲ دانتوں ایک زبان کی مثال صادق تھی مگر خلیفۃ المسلمین کی اسلام کے لئے جانبازانہ مقاومت ان غاصبوں کے متعصّبانہ یوریشیں پوری نہ ہونے دیتی تھیں۔ تاہم ان دشمنان اسلام کے دندان غریب ترکی کے بدن میں سے گوشت کے لوتھڑے نوچتے رہے اور ۱۸۷۷ء سے تو اس نوچ کھسوٹ کا متواتر ایک سلسلہ قائم ہوگیا۔ مصر جیسا زرخیز علاقہ، قبرص، طرابلس، سالونیکا، یونان، بلغاریہ، سرویا، البانیہ وغیرہ ترکی علاقے یکے بعد دیگرے ان ظالموں کی جوع الذئب کی بھینٹ چڑھ گئے اور یہ ان بڑے بڑے لقموں کو ہضم کرگئے کہ ڈکار تک نہ لی یہاں تک کہ جنگ عظیم چھڑ گئی۔

اس کا واحد سبب طمع ملک گیری تھا۔ کچھ ایسے اسباب پیدا ہوگئے کہ ترکی کو بھی شریک جنگ ہونا پڑا اس وقت تمام عالم کے مسلمان جس مصیبت میں مبتلا ہوئے اور بالخصوص برطانوی حکومت میں رہنے والے مسلمانوں کو جو مشکلات پیش آئیں اس کو خدائے علیم وحلیم ہی بہتر جانتا ہے۔ برطانوی مدبرین نے اپنی مسلمان رعایا کی تسلی کے لیے وقتاً فوقتاً چند اعلان شائع کیے جن میں مسلمانوں کو اطمینان دلایا گیا کہ ان کے مقاماتِ مقدسہ پر کوئی آنچ نہیں آئے گی اور مستقرِ خلافت پر کوئی معاندانہ قبضہ نہ کیا جائے گا۔ اگرچہ مسلمانوں کا ان وعدوں پر یقین کرکے مطمئن ہونا ایک سخت غلطی تھی جس کا تلخ ترین مزہ آج ان کے روحانی ذائقہ کو تلخ بنا رہا ہے لیکن واقعہ یوں ہوا کہ مسلمان اس وعدے پر مطمئن ہوگئے اور سلطنت برطانیہ کی جانی ومالی امداد کرکے شاندار فتح حاصل ہونے کا باعث بنے۔

شاطرین برطانیہ نے جیسے ہی ہوا کا رخ اپنے موافق دیکھا فوراً عیاری کے داؤں چلنے لگے اور تمام دنیا کی قوموں کی آنکھوں میں خاک ڈال کر وعدے نسیاً منسیاً کردیے۔

مقامات مقدسہ پر قبضہ کرلیا، مستقر خلافت یعنی قسطنطنیہ کو فوجی قبضہ میں دبوچ لیا، سمرنا پر یونانیوں کو قبضہ دلادیا، عرب کو ترغیب اور لالچ دے کر خلیفۃ المسلمین سے باغی بنادیا، ترکی فوجوں سے

ہتھیار رکھوالئے اور اس غریب کو زمانہ التوا میں بے دست و پا کر کے نہایت ذلت آمیز شرائط صلح پر دستخط کرنے پر مجبور کیا۔

شرائط صلح میں خاص طور سے اقتدارِ خلافت کو زائل کرنے والی شرطیں لگائی گئیں اور تمام دیگر طاقتوں کے مسلمان رعایا کا خلیفۃ المسلمین سے مذہبی سرپرستی کا تعلق منقطع کر دیا گیا۔ ولی عہد ترکی کو حراست میں کر لیا اور اسی قسم کے ہزاروں غیر منصفانہ سلوک کیے گئے۔

عالم اسلامی کی مصیبت اور اضطراب

ان لڑائیوں میں شام، عراق، عرب، سمرنا، ترکی کے مسلمانوں پر مصیبت کے پہاڑ توڑے گئے۔ لاکھوں مسلمان قتل کیے گئے۔ لاکھوں عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوئے۔ ہزاروں کلمہ گو خانہ ویران ہو کر وطن سے بھاگ نکلے اور آج غیر ملکوں میں سڑکوں اور میدانوں پر بے یار و مددگار پڑے ہوئے ہیں۔ سینکڑوں کے بدن پر کپڑا اور جان بچانے کے لئے قوت لایموت بھی میسر نہیں۔ سمرنا میں ہزاروں بے گناہ قتل کیے گئے، عورتوں کی عصمت دری کی گئی۔

یہ ہیں وہ روح فرسا جاں سوز واقعات جنہوں نے تمام عالم کے مسلمانوں کو بے چین کر دیا ہے اور جس کے دل میں ذرا سا ایمان بھی باقی ہے وہ سیماب وار بے قرار ہے اور اپنا شرعی اخلاقی قانونی حق سمجھتا ہے کہ اپنے مظلوم بھائیوں کی نصرت و اعانت کے لیے اٹھ کھڑا ہو اور جس طرح ممکن ہو اپنے بھائیوں کو دشمنوں کے نرغے سے نکالے اور ان کے پنجہ ظلم سے نجات دلائے۔

اخوّت ایمانی کی ایک عالمگیر لہر اٹھی اور طرفۃ العین میں مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک دوڑ گئی۔ سوتے ہوؤں کو بیدار کر دیا، بیداروں کو اٹھا دیا اور کھڑے ہوؤں کو بے محابا دوڑا دیا۔ حجرہ نشین زاہد، کتاب کے کیڑے طالب علم، دکانوں پر بیٹھنے والے تاجر، اسباب ڈھونے والے مزدور، مدرسوں میں درس دینے والے برق تقریر عالم سب ایک صف میں آکر کھڑے ہو گئے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ دولِ یورپ اور بالخصوص برطانیہ کی ظالمانہ اور غاصبانہ پالیسی کو دیکھ کر ۲۱ کروڑ برادرانِ

وطن بھی ان کے ساتھ ہمدردی کے لیے تیار ہوگئے۔

یہ فریضہ تو اپنے مسلمان بھائیوں کی اعانت اور امداد کے متعلق تھا جن میں انسانی ہمدردی اور اخلاقی مروّت کی وجہ سے غیر مسلم بھائی بھی مسلمانوں کے دوش بدوش کام کر رہے ہیں۔

اس کے بعد دوسرا فریضہ حمایت مذہب اور اماکن مقدسہ کا احترام باقی رکھنے کے لیے ہے جو مسلمانوں پر ان کے پاک مذہب نے عائد کیا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیّت جو دنیا سے تشریف لے جاتے وقت مسلمانوں کو فرمائی تھی یہ تھی:

اخرجوا المشركين من جزيرة العرب

"مشرکوں کو جزیرۃ العرب سے نکال دو۔"

اور دوسری روایت میں ہے:

أخرجوا اليهود والنصارى من جزيرة العرب

یہود اور نصاری کو جزیرۃ العرب سے نکال دو۔

ان احکام میں تمام مسلمان مخاطب ہیں۔ عرب وعجم کی کوئی تخصیص نہیں۔ چینی، شامی، ترکی یا ہندی کا کوئی امتیاز نہیں۔ ان احکام کی وجہ یہ ہے کہ مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ اسلام کے اصلی سرچشمہ ہیں۔ حجاز کی سرزمین پہلی جگہ ہے جہاں توحید ربانی کا آفتاب طلوع ہوا اور اس کے ذروں کو روشن کر کے ہر ذرہ کو دنیا کے مختلف حصوں کے لئے ایک ایک آفتاب بنا دیا۔

ایک پاک اور مقدس سرزمین پر اسلام کے حقیقی جانثاروں اور خدائے پاک کی توحید پر جان قربان کرنے والوں کے خون کے محترم قطرے گرے ہیں اور انہوں نے نہایت جلیل القدر قربانیوں کے بعد ان مقامات کو کفر کی نجاست سے پاک کیا ہے۔

بس اس لئے کہ جزیرۃ العرب اسلام کا اصلی سرچشمہ ہے، آفتاب توحید کا مطلع ہے، اسلامی شوکت کا مرکز اور تجلیات الٰہی کا مظہر ہے، اس میں خدا کے سب سے زیادہ مقدس اور محبوب رسول

صلی اللہ علیہ وسلم کی آرام گاہ ہے، اس میں دنیا کا سب سے پہلا توحید کا عبادت خانہ ہے، اس کے ریگستان کے ذریعے صحابہ کرام کے خون سے سیراب کیے گئے ہیں۔ اس میں اسلام کے جد اعلیٰ حضرت ابراہیمؑ کی یادگاریں ہیں۔ ضروری ہے کہ کسی غیر طاقت اور دشمن اسلام سلطنت کے قبضے اور تسلط سے پاک رہے۔

کیا تین خدا کے ماننے والوں، کیا مادی قوت کے پرستاروں، کیا دنیا کی سرزمین کو اپنی جاگیر سمجھنے والوں سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ ان کے تسلط اور قبضہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ کا احترام اور بیت الحرام کی خدمت باقی رہے گی اور یہ دشمن توحید اس کی تقدیس و تعظیم کو اپنے خیال سے ضروری سمجھیں گے؟ رعایا کے مذہبی جذبات سے خوف کھا کر اور عام پہچان کے خطرے سے دفعتاً کوئی ایسی بات نہ کریں گے جس سے عالم اسلامی میں ایک طوفان برپا ہوجائے تو یہ اور بات ہے لیکن کوئی تجربہ کار جسے یورپی طاقتوں کی اس مذہبی عصبیت کا تجربہ ہے جس کی وجہ سے برطانوی اراکین فتح بیت المقدس کو شاندار صلیبی فتح قرار دیتے ہیں اور سالونیکا پر یونانیوں کے قبضے کے وقت یہ کہہ کر خوشی مناتے ہیں کہ یورپ میں عیسائی مذہب کے داخل ہونے کا پہلا دروازہ پھر عیسائیوں کے پاس آگیا، کوئی ایک منٹ کے لئے مطمئن نہیں ہوسکتا کہ ان دوست نما اعدائے اسلام کے تسلط کے بعد بھی مقامات مقدسہ کی حقیقی حرمت باقی رہ سکتی ہے۔

حج کیوں کر ہوگا؟

بہت سے ظاہر بین مسلمان بھی اس دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں کہ انگریزی تسلط کے بعد حج جاری رہے گا بلکہ آرام و آسائش کے سامان زیادہ ہوجائیں گے۔ میں ان حضرات سے صرف اس قدر عرض کرتا ہوں کہ آپ نے ایک ظاہری سفر کو حقیقی حج سمجھ لیا ہے اور ظاہری سفر کے آرام و آسائش کو حضورِ قلب اور اخلاص و حلاوتِ ایمانی کی جگہ دے دی ہے اور پھر ظاہری آرام و آسائش کا بھی آپ کو تجربہ ہوجائے گا۔

ابھی ذرا ٹھہر جائیے۔ یہ سنہرا طوفان جو خود غرضی اور عیاری کے ساتھ عرب کی سطح پر محیط ہو گیا تھا، ذرا کھل جانے دیجیے۔ پھر آپ کو آرام و آسائش کا بھی پتہ چل جائے گا۔

شریف مکہ

یہاں پر یہ کہا جاتا ہے کہ حجاز پر انگریزی قبضہ نہیں ہے بلکہ شریف مکہ کی حکومت ہے۔ میں عرض کروں گا کہ حکومتِ شریف کی حقیقت بھی واقف کار نظروں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ بھلا وہ شریف مکہ جس نے اپنے قدیمی ولیٔ نعمت اور واجب الاحترام آقا اور مفروض الطاعت خلیفۃ المسلمین سے ایک مسیحی طاقت کی ترغیب اور ابلہ فریبی کی وجہ سے بغاوت کی ہو، وہ شریف جو انگلستان کا وظیفہ خوار ہو، وہ شریف جو مسیحی سرداروں کی تصویروں کو سینے سے لگاتا ہو، وہ شریف جو خدا کے مقدس جائے امن سے مسلمانوں کو گرفتار کر کے کفار کے حوالے کر دیں اس کی حکومت صحیح معنوں میں اسلامی حکومت ہو سکتی ہے اور اس کا نام نہاد اقتدار اسلامی اقتدار کہلا سکتا ہے؟ حاشا وکلّا!

الغرض بیت المقدس، سرزمین عراق، عرب یہ سب مسلمانوں کے اماکن مقدسہ ہیں۔ مستقر خلافت یعنی قسطنطنیہ اور ایڈریانوپل قدیمی اسلامی یادگار ہیں۔ ان تمام مقامات کو اسلامی شوکت و وقار کا مرکز اور خلافت اسلامیہ کا محور ہونے کی وجہ سے مذہبی احکام کے بموجب غیر مسلم اثر سے پاک وصاف رکھنا مسلمانوں کا مذہبی فریضہ ہے۔

یہاں تک اس کا بیان تھا کہ اس وقت مسلمانوں کے مذہبی فرائض کیا ہیں۔ گذشتہ بیان سے معلوم ہو گیا وہ فرائض یہ ہیں:

۱. اپنے مسلمان بھائیوں کی نصرت واعانت۔
۲. مقامات مقدسہ کی حفاظت۔
۳. خلیفۃ المسلمین کی برقراری میں کوشش۔
۴. اور خلافت اسلامیہ کے استحکام کی سعی کرنا۔

فرائض اسلامی اور ہندوستانی مسلمان

سوال یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ان فرائض کی کیا سبیل ہے؟ میں پہلے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے نہ صرف ہندوستان بلکہ اقصائے عالم میں کوئی ایک مسلمان بھی ایسا نہیں ہوگا جو ان فرائض کی واقفیت سے منکر ہو بلکہ اس میں تردد اور شبہ رکھنے والا بھی غالباً کوئی متنفس نہ نکلے۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ایک تلاطم برپا ہے۔ ہر شخص بے چین اور مضطرب ہے۔ خلافت کمیٹیوں کی کثرت اور عام قومی مظاہروں اور جلسوں کی نوعیت اس کی بین دلیل ہے مگر بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کسی خوف کی وجہ سے جو ان کے دلوں پر مسلط ہوگیا ہے اس فریضے کے عائد ہونے میں طرح طرح کے شبہات نکالتے ہیں یا کسی دنیوی طمع اور لالچ اور اپنی سنہری روپہلی مصلحتوں کے باعث حیلے حوالے تراشتے ہیں۔

آپ کو معلوم ہے کہ علمائے ہند کی ایک کثیر جماعت یہ فیصلہ کر چکی ہے۔ چونکہ ہندوستان کے مسلمانوں کے پاس مدافعتِ اعداء کے مادی اسباب نہیں ہیں۔ توپیں، ہوائی جہاز، بندوقیں ان کے ہاتھ میں نہیں اس لیے مادی جنگ نہیں کر سکتے لیکن انہیں یقین رکھنا چاہیے کہ جب تک برطانیہ کے وزراء اسلامی مطالبات تسلیم نہ کریں اس وقت تک تمام ہندوستان کے مسلمانوں کی ان کے ساتھ معاشرتی اور اخلاقی جنگ کی حالت ہے۔ یعنی مسلمانوں پر حرام ہے کہ وہ اسلام کے دشمنوں کے ساتھ ایسے تعلقات قائم رکھیں جن سے ان کی مخالفانہ اور معاندانہ طاقت کو مدد پہنچے اور ان کے نشہ غرور و تکبر کو تیز کرے۔ مسلمانوں کا اولین فرض ہے کہ وہ دشمن اسلام کو دشمن کے مرتبہ میں رکھیں اور ایسے تعلقات کو جو میل جول اور دوستی اور محبت پیدا کرنے والے ہیں ایک دم چھوڑ دیں۔ اس اخلاقی جنگ کا نام ترکِ موالات ہے جس کے متعلق قرآن پاک میں صریح احکام موجود ہیں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا:

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ} [الممتحنة: ١]

"اے مسلمانو! میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ۔"

ترکِ موالات

اس آیت میں حضرت حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو دشمنانِ خدا اور دشمنانِ اہل اسلام کے ساتھ معاملات کرنے سے انکار فرمایا ہے۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ فتح مکہ کا ارادہ کیا اور اس کا سامان ہونے لگا تو حاطب بن ابی بلتعہ صحابی رضی اللہ عنہ نے مشرکین عرب کو ایک اطلاع کا خط لکھا جس میں ان کو متنبہ کیا تھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے اوپر حملے کی تیاریاں کر رہے ہیں تم اپنا برا بھلا سوچ لو۔ چونکہ قریش کے ساتھ ان کا کوئی نسبی تعلق نہ تھا اس لیے انہوں نے چاہا کہ میں ان کے ساتھ یہ احسان کر دوں اور اس کے بدلے میں وہ میرے اہل و عیال کو اور جائیداد وغیرہ کو جو مکہ میں ہے حفاظت کریں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی سے اطلاع ہوگئی اور راستے میں سے وہ خط پکڑا گیا۔ اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اس میں کی باتیں خاص توجہ کے لائق ہیں:

اول یہ کہ اس میں حق تعالیٰ نے عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ فرمایا ہے جس سے صاف طور پر سمجھا جاتا ہے کہ دشمنانِ خدا اور دشمنانِ اسلام سے ترک موالات کا حکم دینے کے علت ان کی عداوت اور دشمنی ہے۔ تو جہاں کہیں عداوت اور دشمنی موجود ہوگی وہاں ترکِ موالات کا حکم اسی طرح عائد ہوگا جس طرح آیت شریفہ کے نزول کے واقعے میں ہوا تھا۔

دوسرے یہ کہ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے کفار کی محبت یا قلبی میلان یا ان کے کفر سے راضی ہونے کی وجہ سے یہ کام نہیں کیا تھا بلکہ محض ایک دنیاوی مصلحت کی وجہ سے کیا تھا اور مصلحت بھی ایسی کہ ان کے اہل و عیال کی حفاظت کی کوئی سبیل نہیں کیونکہ وہ دشمنوں کے تسلط کے مقام میں تھے۔ گویا ان کا یہ خبر دینا دشمنوں کی ایک معاونت و محافظت جائیداد و اہل و عیال کا معاوضہ تھا، باوجود

اس کے حق تعالیٰ نے اس کو موالات سے تعبیر فرمایا اور ممانعت کا حکم بھیجا۔

تیسرے یہ کہ حاطب کا یہ فعل یعنی خبر دینا کفار کی کوئی مادی مدد کرنا نہ تھا بلکہ صرف ان کو ان کے برے انجام سے خبر دار کرنا اور اپنی نجات کا طریقہ سوچ لینے کے لئے ہلاکت کا وقت سر پر آنے سے پہلے موقع بہم پہنچانا تھا۔ مگر صرف اتنی بات کو بھی حق تعالیٰ نے موالات ممنوعہ میں داخل فرما کر موالات کی ممانعت کا حکم نازل فرمایا۔ حاطب کے اس خفیہ خط کے یہ الفاظ اس مضمون پر پوری روشنی ڈالتے ہیں:

إن رسول الله صلي الله عليه وسلم يريدكم فخذوا حذركم.

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے اوپر حملے کا ارادہ فرما رہے ہیں تم اپنا بچاؤ اختیار کرو۔"

اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ کیوں صاحب یہ کیا حرکت تھی؟ تو انہوں نے جواب دیا:

و ما فعلته كفرا ولا ارتدادا من ديني ولارضاء بالكفر بعد الاسلام. كان أهلي بين ظهرانيهم وخشيت على أهلي فلأردت أن أتخذ عندهم يدا وقد علمت أن الله تعالى ينزل بهم بأمره وأن كتابي لا يغني عنهم.

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نے یہ کام کفر کی وجہ سے یا اسلام سے پھر جانے کے باعث یا اسلام لانے کے بعد کفر سے راضی ہونے کے سبب نہیں کیا۔ میرے اہل و عیال کفارِ مکہ کے نرغے میں تھے، مجھے ان سے جان کا خوف تھا تو میں نے چاہا کہ ان کے ساتھ ایک احسان کروں اور بے شک میں جانتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ ان کافروں پر اپنا عذاب نازل کرے گا اور میرے خط سے انہیں کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

چوتھے یہ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حاطب رضی اللہ عنہ کے اس فعل کو مظاہرہ سے تعبیر فرمایا:

لكنه قد نكث وظاهر اعدائك عليك

"یارسول اللہ اس حاتم نے اسلام کی بیعت توڑ دی اور آپ کے خلاف آپ کے دشمنوں کی مدد کی۔"

اس کے بعد حضرت حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

{إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَى إِخْرَاجِكُمْ أَنْ تَوَلَّوْهُمْ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ} [الممتحنة: ٩]

"اللہ تو ان لوگوں کو دوستی سے روکتا ہے جو تم سے دین کے معاملہ میں لڑے اور تم کو تمھارے گھروں سے نکالا اور تمھارے نکالنے میں امداد پہنچائی اور جو لوگ ان سے دوستی رکھیں وہی ظالم ہیں۔"

جن کافروں میں یہ تین چیزیں پائی جائیں ان کی موالات کو یہ آیت حرام قرار دیتی ہے:

۱. مسلمانوں سے دینی لڑائی لڑنا۔
۲. مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکالنا اور خانہ ویران کرنا۔
۳. نکالنے والوں کی مدد کرنا۔

پہلی بات یہ کہ برطانیہ کی مسلمانوں سے لڑائی مذہبی لڑائی تھی۔ تو میں برطانیہ کے وزیراعظم کے ان الفاظ سے جو جنرل الینبائی کو فتح بیت المقدس کی مبارکباد دیتے وقت کہے گئے تھے اور اس خطہ کو شاندار صلیبی فتح قرار دیا گیا تھا، صاف ظاہر ہے۔ اور ترکی کے ساتھ التوائے جنگ اور صلح کی شرائط پر نظر ڈالنے سے موٹی نظر والے کو بھی حقیقت حال نظر آجاتی ہے۔ تھریس پر یونانیوں کو قبضہ دلانا، قسطنطنیہ پر قبضہ کرلینا، اپنے صریح اور صاف وعدوں کی خلاف ورزی کرنا، سمرنا میں یونانیوں کے مظالم کو نہ روکنا یہ تمام چیزیں ایسی ہیں کہ ان کے بعد کسی کو اس بات میں شبہ باقی نہیں رہتا کہ ترکوں کے ساتھ صرف ان کے مسلمان ہونے کی وجہ سے یہ تمام ناانصافیاں روا رکھی گئی ہیں۔

دوسری بات مسلمانوں کو گھروں سے نکالنا۔ قسطنطنیہ اور اس کے اطراف سے ہزاروں

مسلمان وطن سے نکل بھاگے۔ خود ولی عہد سلطنت نے اسلامی حمیت کی وجہ سے کئی مرتبہ نکلنے کا ارادہ کیا مگر ان کو سخت حراست میں کر دیا گیا۔ یونانیوں کے مظالم سے ہزاروں مسلمان سمرنا سے گھر بار چھوڑ کر بھاگے۔ قسطنطنیہ سے بہت سے معززین اور مقتدر حضرات کو جلاوطن کر کے مالٹا وغیرہ میں بھیج دیا گیا۔ یہ تمام واقعات ہیں جس سے "اخراج من الدار" اور "مظاهره على الاخراج" میں شبہ باقی نہیں رہتا۔ مالٹا میں ترکی کے بہت سے مقتدر افراد سے میری ملاقات ہوئی جو وہاں نظر بند تھے۔

برطانیہ سے ترکِ موالات

پس جبکہ یہ تینوں باتیں سلطنت برطانیہ کے ذمہ دار وزراء کی طرف سے واقع ہوگئیں تو اب بھی کسی مسلمان کو برطانیہ کے ساتھ موالات کے حرام ہونے میں کوئی شبہ ہو سکتا ہے؟ رہا یہ شبہ کے موالات اور چیز ہے اور معاملہ اور چیز ہے آیت موالات کو منع کرتی ہے نہ کہ معاملات کو۔ تو میں کہوں گا کہ ہاں موالات اور معاملے میں مفہوم کے لحاظ سے فرق ہے لیکن موالات کے مفہوم میں قربت اور نزدیکی پیدا کرنے والے تعلقات اور باہمی نصرت میں معاونت کے تمام ارتباطات لغوی معنی کے لحاظ سے داخل ہیں جن کی وجہ سے دشمن کے ساتھ میل جول اور ربط واتحاد بڑھے۔ ایسے معاملے جو ان کی معاندانہ طاقت کو بڑھائیں، ایسے تعلقات (فوجی ملازمت وغیرہ) جو مسلمانوں کی ہلاکت اور شوکت اسلامیہ کے مٹانے میں داخل ہوگئے ہیں، ایسے روابط جن کی وجہ سے انھیں موقع ملے کہ مسلمانوں کی رضامندی پر استدلال کر سکیں، ایسے مراسم جن سے ان کے ساتھ محبت اور الفت کا اظہار ہوتا ہو براہِ راست یا بالواسطہ ممنوع محرمہ میں داخل ہیں۔ حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے واقعے کو بغور دیکھا جائے تو پھر کوئی شبہ باقی نہیں ہو سکتا۔ اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے اس لیے صرف اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔

دوسرا شبہ یہ کیا جا سکتا ہے کہ مسلمان ترکِ موالات سے تکلیف اور نقصان اٹھائیں گے؟

اس کے جواب میں بھی مختصراً یہ واقعہ ذکر کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ جس وقت یہود بنی قینقاع سے مسلمانوں کی لڑائی ہوئی تو عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

يا رسول الله، إن أوليائي من اليهود كانت شديدةً أنفسهم، كثيرًا سلاحهم، شديدةً شَوْكَتُهم، وإني أبرأ إلى الله وإلى رسوله من وَلايتهم، ولا مولى لي إلا الله ورسوله. فقال عبد الله بن أبيّ: لكني لا أبرأ من ولاء يهود، إنّي رجل لا بدَّ لي منهم. (تفسير الطبري جامع البيان: ١٠/ ٣٩٦)

حضور میری یہود کی ایک ایسی جماعت سے موالات تھی جن کی تعداد بہت ہے اور زبردست ہے آج میں ان کی اولاد سے دستبرداری کرتا ہوں اور اب خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا میرا کوئی مولیٰ نہیں۔ اس پر عبداللہ منافق بولا میں تو یہود کی مواد سے دست برداری نہیں کرتا کیونکہ میرا تو بغیر ان کے گزر مشکل ہے۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاءَ} [المائدة: ٥١]

اے ایمان والو یہود اور نصاری کو دوست نہ بناؤ۔

اور منافقین کا یہ قول کہ "ہمیں تکالیف اور مصیبتیں پہنچنے کا خوف ہے" جوازِ موالات کے لئے کافی نہ ہوا اور ان کو موالات کی اجازت نہ دی گئی۔ ایسے لوگوں کے بارے میں حق تعالیٰ نے "في قلوبهم مرض" فرمایا ہے اور ان کے اس قول کا کہ ہمیں تکلیفیں اور مصیبتیں پہنچنے کا خوف ہے یہ جواب دیا کہ عنقریب حق تعالیٰ اپنی طرف سے مسلمانوں کو فتح یا اور کوئی مہتم بالشان امر ظاہر کرے گا جس سے یہ تمام ڈرنے والے اپنے نفسانی منصوبوں پر نادم ہوں گے۔

میدان عمل

آج بھی ایک میدان عمل تمھارے سامنے ہے۔ ابتلاء وامتحان کی گھڑی منزل درپیش ہے مگر آپ ڈر نہ جائیں۔ صرف اپنے آقائے نامدار اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر غور کریں۔ آپ کو مشرکین عرب نے اس قدر سخت تکلیف پہنچائی ہیں کہ الامان والحفیظ۔ مگر آپ ان تمام جاں گداز تکلیفوں کو نہایت استقامت کے ساتھ برداشت کرتے رہے اور اپنے فرض تبلیغ کو جاری رکھا یہاں تک کہ کفارِ مکہ نے آپ کے قتل کا منصوبہ باندھ کر آپ کے مکان کا محاصرہ کرلیا۔ اس وقت آپ خدائے تعالیٰ کے حکم سے مکان چھوڑ کر تشریف لے گئے اور وہ زمانہ مسلمانوں کے لئے سخت ابتلا وآزمائش کا زمانہ تھا۔ مسلمانوں کی تعداد نہایت قلیل اور مالی حالت نہایت تنگی کی تھی مگر ان کا ایمان پختہ، قلب مطمئن تھے اور ان کی صداقت اور استقامت کی برکت تھی کہ کفار کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے اور ذلیل وخوار ہوکر مغلوب ہوئے اور خدا کا نور تمام دنیا میں پھیل گیا۔ میری غرض صرف اس بیان سے یہ ہے کہ اگر آج مسلمانوں کا ایمان پختہ ہوجائے اور خدا تعالیٰ کے وعدۂ نصرت:

{كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ} [الروم: ٤٧]

پر ان کو بھروسہ ہوجائے اور تکالیف کی برداشت میں ذرا صبر اور استقامت سے کام لیں تو ان کی کامیابی یقینی ہے کیوں کہ آج دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ۴۰ کروڑ ہے جن میں صرف ہندوستان میں ساڑھے ۷ کروڑ آباد ہیں۔ اگر یہ سب متفقہ طور پر اسلامی خدمت کے لیے صبر واستقامت کی ڈھال لے کر کھڑے ہوجائیں تو کیا کوئی طاقت ہے جو توحید کی بجلی پر غالب آجائے؟

دشمنانِ خدا ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کی کوشش کرتے رہے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کی نصرت اور توفیق سے مومنین کی قوت ایمانی اور استقامت ہمیشہ ان کی کوششوں کے سامنے سد سکندری ثابت ہوئی ہے۔ اسلام خدا کا نور ہے جو ان کور چشموں کی معاندانہ پھونک سے

کبھی نہیں بجھ سکتا۔

فرزندانِ توحید!

آج تمھارے ایمان واخلاص کا امتحان ہے۔ خدا تعالیٰ دیکھ رہا ہے کہ کون اس کے جلال وجبروت کے سامنے سر جھکاتا ہے اور کون ہے جو دنیا کی ناپائیدار ہستیوں کے خوف سے خدا کی امانت میں خیانت کرتا ہے۔ اگر تم کو میدان محشر میں خدا کے سامنے پیش ہونا ہے، اگر تم کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت کی آرزو ہے تو اس کے پاک دین کی حفاظت کرو۔ اس کے مقدس احکامات کی اطاعت کرو۔ اس کی امانت توحید کو برباد نہ ہونے دو اور اس کی دی ہوئی عزت کو حقیقی عزت سمجھو۔

اسلام صرف عبادت کا نام نہیں ہے بلکہ وہ تمام مذہبی، تمدنی، اخلاقی، سیاسی ضرورتوں کے متعلق ایک کامل اور مکمل نظام رکھتا ہے۔ جو لوگ زمانہ موجودہ کی کشمکش میں حصہ لینے سے کنارہ کرتے ہیں اور صرف حجروں میں بیٹھے رہنے کو اسلامی فرائض کی ادائیگی کے لئے کافی سمجھتے ہیں وہ اسلام کے پاک وصاف دامن پر ایک دھبہ لگاتے ہیں۔

ان کے فرائض صرف نماز روزہ میں منحصر نہیں بلکہ اس کے ساتھ اسلام کی عزت برقرار رکھنے اور اسلامی شوکت کی حفاظت کی ذمہ داری بھی ان پر ہے۔ وفقني الله وایاکم لما یحب ویرضی

ہندو مسلم اتحاد

برادرانِ وطن نے تمھاری اس مصیبت میں جس قدر تمھارے ساتھ ہمدردی کی اور کر رہے ہیں وہ اخلاقی مروت اور انسانی شرافت کی دلیل ہے۔ اسلام احسان کا بدلہ احسان قرار دیتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ احسان اس کا نام ہے کہ آپ اپنی چیز کسی کو دے دیں، کسی دوسرے کی اٹھا کر دینے کو احسان نہیں کہتے۔ پس آپ برادرانِ وطن کے احسان کے بدلے میں وہی کام کر سکتے ہیں جو شریفانہ طور سے اپنے اختیارات سے کر سکتے ہیں۔ مذہبی احکام خدا کی امانت ہیں، ان پر تمھارا اختیار نہیں۔ اس لئے

لازم ہے کہ حدود مذہب کے اندر رہ کر تم احسان کے بدلے میں احسان کرو اور دونوں قومیں مل کر ایک ایسے زبردست دشمن کے مقابلے کے لیے کھڑے ہو جاؤ جو تمھارے ملک میں تمھاری آزادی کو پامال کر رہا ہے۔

جماعت علماء پر جو حقیقتاً مسلمانوں کے مذہبی قائد ہیں، فرض ہے کہ اس وقت موقع کی نزاکت اور اہمیت کو نظر انداز نہ کریں۔ آپس کے نزاع اور اختلاف میں پڑ کر اصل مقصد کو خراب نہ کریں ورنہ مسلمانوں کی خرابی اور بربادی کی تمام ذمہ داری ان ہی پر عائد ہوگی۔ علمی تدقیقات کے لیے آپ کے پاس بہت سے میدان کھلے ہوئے ہیں۔ عبادت اور ریاضت کے لیے بہت سی راتیں بلا شرکت غیرے آپ کو حاصل ہیں، مگر جو کام جبل احد اور میدانِ بدر میں ہوا وہ مسجد نبوی جیسی مقدس جگہ کے مناسب نہ تھا۔

آج احتجاج اور مطالبہ حقوق کے میدان صرف مظاہروں کے پلیٹ فارم ہیں۔ خلوتیں اور تنہائی کی راتیں اس کے لئے کافی نہیں ہیں کہ اگر موجودہ زمانہ میں توپ اور بندوق اور ہوائی جہاز کا استعمال مدافعت اعداء کے لیے جہاد ہو سکتا ہے باوجودیکہ قرونِ اولیٰ میں یہ چیزیں نہ تھیں تو مظاہروں اور قومی اتحادوں اور متفقہ مطالبوں کے جواز میں کبھی تامل نہ ہوگا کیونکہ موجودہ زمانے میں ایسے لوگوں کے لئے کہ جن کے ہاتھ میں توپ، بندوق اور ہوائی جہاز نہیں یہی چیزیں ہتھیار ہیں۔

معزز حاضرین!

برطانیہ کا یہ دعوی کہ وہ کسی کے مذہبی امور میں مداخلت نہیں کرتی، آپ ہمیشہ سے سنتے آئے ہیں۔ مگر میں پوچھتا ہوں کہ کیا ہندوستان کے مسلمان اپنے مذہبی امور میں آزادی کے ساتھ عمل کر سکتے ہیں؟ کیا سلطنت کا زبردست پنجہ ان کا گلا گھونٹنے کے لئے ہر وقت تیار نہیں؟

آج مولوی ظفر علی خان اور مولوی لقاء اللہ، صوفی اقبال احمد، مولوی محمد فاخر اور اسی طرح دوسرے فرزندانِ ہند کس جرم میں قید خانوں میں بند ہیں؟

کیا انہوں نے مذہبی احکام کی تبلیغ کے سوا اور کوئی گناہ کیا تھا؟

کیا مسلمانوں کے مذہبی احکام کے فتوے ضبط نہیں ہوئے؟

کیا مسلمانوں کی ہزاروں خواتین اپنے نکاح وطلاق کے مقدمات میں غیر مسلم عدالتوں کے سامنے جاکر اسلامی احکام کے خلاف فیصلہ کرنے پر مجبور نہیں؟

کیا شفعہ وقبضہ مخالفانہ وغیرہ کے قوانین شریعت اسلامیہ کے موافق ہیں؟

یہ تمام چیزیں ہیں جن کی پوری نگہداشت جمعیت علماء کے اہم فرائض میں سے ہے۔ اسی طرح اسلامی مذہبی تعلیم کے لئے مفید نظام قائم کرنا اور تمام اسلامی درسگاہوں کو ایک سلسلے میں منسلک کرنا بھی علماء کے ضروری فرائض میں داخل ہے اسلامی اوقاف کا وسیع وعریض سلسلہ ابھی ایک خاص نظم کا محتاج ہے۔ غرض کہ بہت سی اسلامی ضروریات ہیں جو علماء کے ایک مرکز پر جمع نہ ہونے کی وجہ سے منتشر حالت میں ہیں۔ خدا کا شکر اور احسان ہے کہ اس نے اپنی رحمت سے ان کو جمع کر دیا۔ اس اجتماع کی بدولت امید ہے کہ تمام پراگندہ اور منتشر امور کا نظام درست ہوجائے گا۔

قبل اس کے کہ میں اپنا بیان ختم کروں، آپ حضرات سے ایک التجا کرتا ہوں۔ وہ یہ کہ ہر حال میں خدائے قدوس پر بھروسہ رکھیں اور اپنی تدبیر کو تدبیر ہی کے مرتبے میں سمجھیں۔ اسلامی احکام کی تعمیل کریں اور مذہبی فرائض ادا کرنے کا مضبوط اور مستحکم عہد باندھ لیں۔ خدا کی رحمت نیک بندوں کے ساتھ رہتی ہے اور اس کا رحم ضعیفوں اور خدا پر بھروسہ رکھنے والوں کی مدد کرتا ہے۔

اے زندہ وقدوس خدا! اے ارحم الراحمین! اے شہنشاہ رب! اے رب العالمین! ہمارے گناہوں سے درگذر فرما اور ہمارے ضعف توانائی پر رحم فرما۔ اعمال صالحہ کی توفیق دے اور اپنے دین کی خدمت کے لئے ہمارے دل مضبوط کردے۔ ہماری کلائیوں میں طاقت عنایت فرما۔ ہمارے اپنے دشمنوں کو ہلاک کر۔ فتح حق کو فتح اور باطل کو شکست دے۔ آمین یاارحم الراحمین

تذکرہ وسوانح

اکابر علماء جمعیت علماء ہند

شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ دیوبندی (۱۸۵۱ء-۱۹۲۰ء)

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ ایک عظیم محدث، بے مثال مفسر، جلیل القدر شیخ، بلند پایہ عالم، مدبّر قائد اور تحریک حریت وانقلاب کے امام تھے۔ علم وفضل، زہد وتقوی، اخلاص وللّٰہیت، جرأت وہمت، استقامت وعزیمت، تدبر وذکاوت، جوش جہاد وجذبہ حریّت اور ایثار وقربانی میں اپنی پوری صدی میں یگانہ روزگار تھے۔ بلاشبہ آپ چودھویں صدی ہجری کے سب سے عظیم انسان تھے۔ شیخ الہندؒ ہی نہیں بلکہ شیخ العالم تھے۔

آپ کی پیدائش ۱۲۶۸ھ (۱۸۵۱ء) میں بریلی میں ہوئی جہاں آپ کے والد مولانا ذوالفقار علی بسلسلۂ ملازمت مقیم تھے۔ نشوونما دیوبند میں ہوئی جو آپ کا وطن اصلی تھا۔ ابتدائی تعلیم ایک دیندار بزرگ میاں جی منگلوری سے حاصل کی اور عربی کتابوں کا درس اپنے چچا مولانا مہتاب علی دیوبندی سے شروع کیا۔ قدوری وتہذیب پڑھ رہے تھے کہ محرم ۱۲۸۳ھ (۱۸۷۷ء) میں دار العلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا۔ آپ اس کے اولین طالب علم ہوکر داخل ہوئے اور مدرسہ کے اولین استاذ ملا محمود دیوبندیؒ ودیگر اساتذۂ عالی مقام سے اکتساب علوم وفنون کیا اور حجت الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے دیوبند ومیرٹھ میں رہ کر حدیث پاک اور دیگر اعلیٰ علوم کو حاصل کیا۔ کچھ کتابیں والد ماجد سے پڑھیں جو ایک متبحر عالم وبلند پایہ ادیب تھے۔ ۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ء) میں فارغ التحصیل ہوکر حضرت الاستاذ مولانا نانوتوی کے دست مبارک سے دستار فضیلت حاصل کی۔ ۱۲۹۱ھ میں دار العلوم میں مدرس چہارم مقرر ہوئے۔ بتدریج ترقی کرکے ۱۳۰۸ھ میں صدارت تدریس کے منصب پر فائز ہوئے جس پر تادمِ حیات قائم رہے۔ آپ کے دورِ صدارت میں ۸۶۰ طلبہ نے دورۂ حدیث کی تکمیل کرکے فراغت حاصل کی جبکہ آپ کے چشمہ فیض سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد ہزاروں تک

پہنچتی ہے۔ آپ کے حلقہ تلامذہ میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، محدث عصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ، امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مفتی اعظم مفتی کفایت اللہؒ جیسی نابغۂ روزگار شخصیات شامل ہیں۔ آپ کے دورِ صدارت میں دارالعلوم کو عالمگیر شہرت حاصل ہوئی۔

سلوک و معرفت کی تحصیل حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور قطب ارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے کی اور دونوں کی طرف سے اجازت بیعت و خلافت حاصل ہوئی۔

تحریک آزادی ہند میں آپ کی خدمات عدیم النظیر اور کارنامے بے مثال ہیں۔ آپ کی جدوجہد آزادی کا زمانہ بڑا طویل ہے۔ آپ نے آزادی کی جدوجہد اس وقت شروع کر دی تھی، جبکہ انڈین نیشنل کانگریس وجود میں نہ آئی تھی۔ ۱۸۷۸ء میں "انجمن ثمرۃ التربیت" قائم کرکے جدوجہد کا آغاز کیا۔ ۱۹۰۹ء میں "جمعیۃ الانصار" ۱۹۱۳ء میں "نظارۃ المعارف القرآنیہ" پھر ۱۹۱۶ء میں "تحریک ریشمی رومال" کے نام سے آپ کی انقلابی سرگرمیاں ظاہر ہوئیں۔

استخلاصِ وطن کا ایسا انقلابی منظم منصوبہ بنایا تھا اگر وہ کامیابی سے ہم کنار ہو جاتا تو شاید پوری دنیا سے انگریزوں کا وجود مٹ جاتا۔ آپ کی تحریک انقلاب کا دائرہ ہندوستان سے روس، جرمنی، ترکی، افغانستان اور بلادِ عرب تک پھیلا ہوا تھا مگر وائے ناکامیِ تدبیر تحریک کا راز فاش ہو گیا۔ وابستگانِ تحریک برطانوی قید خانوں میں نظر بند کر دیے گئے۔ آپ کو بھی چار رفقاء سمیت مکہ معظّمہ سے قید کر کے مصر و مالٹا کے قید خانہ میں ڈال دیا جہاں تقریباً ساڑھے ۳ سال گزار کر جون ۱۹۲۰ء میں ہندوستان آئے۔ ابھی چھ ماہ ہی گزرے تھے کہ ۳۰/ نومبر ۱۹۲۰ء (۱۸/ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ) کو دہلی میں طویل علالت کے بعد عازمِ سفرِ آخرت ہوئے۔ دیوبند لا کر اس گنجینۂ علم و سیاست کو دفن کر دیا گیا۔ اسارتِ مالٹا سے واپسی کے بعد علالت کے ایام میں بھی آزادئ ہند کی مساعی جاری رہیں۔ فتویٰ ترکِ موالات، علی گڑھ میں جامعہ ملیہ اسلامیہ کی سنگِ بنیاد، دہلی میں جمعیت علماء ہند کے اجلاس عام کی صدارت ان

ہی دنوں کے کارنامے ہیں۔ (تفصیل کے لیے مطالعہ کریں: نقش حیات، سفر نامہ اسیر مالٹا از شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، علماء حق تحریر شیخ الہند، اسیرانِ مالٹا از مولانا محمد میاں، تذکرہ شیخ البند از مفتی عزیز الرحمان بجنوری، مقامِ محمود (مقالات شیخ الہند سیمینار) شیخ الہند حیات اور علمی کارنامے از ڈاکٹر اقبال حسن خان)

امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ (۱۸۷۲ء-۱۹۴۴ء)

مولانا سندھیؒ ایک نابغۂ عصر عالم، محقق، مفسر، مدبر، سیاستدان، فلسفہ ولی اللّٰہی کے شارح اور شیخ الہند کی تحریک انقلاب کے ہیرو تھے۔ تحریک آزادی ہند میں آپ کی خدمات محتاج تعارف نہیں۔ لیلائے آزادی کے حصول میں ۲۴ سال ملکوں ملکوں بادیہ پیمائی کی۔ آپ ۱۲ مارچ ۱۸۷۲ء کو چیانوالی ضلع سیالکوٹ پنجاب کے ایک سکھ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اسکول کی تعلیم کے زمانہ میں اسلام کا مطالعہ شروع کر دیا۔ تحفۃ الہند اور تقویۃ الایمان وغیرہ کتابوں کے مطالعہ سے اسلام کی صداقت وحقانیت اس درجہ دل میں راسخ ہوگئی کہ اپنا گھر بار چھوڑ کر کوٹلہ رحم شاہ پہنچے اور ۱۵/ اگست ۱۸۸۷ء کو قبولِ اسلام کا اعلان کر دیا۔

اس کے بعد چند ماہ سلسلہ قادریہ کے مشہور بزرگ حافظ محمد صدیق بھرچونڈی کی صحبت میں رہے جس کی برکت سے اسلام آپ کی طبیعت ثانیہ بن گئی۔ کوٹلہ رحم شاہ اور دین پور میں مختلف اساتذہ سے عربی تعلیم حاصل کی۔ مزید تعلیم کے لیے چشمہ علم وعرفان دیوبند پہنچے اور یہاں حضرت شیخ الہندؒ اور دیگر اساتذہ سے تمام علوم وفنون کی تحصیل کی۔ حدیث کی ایک کتاب سنن ابی داؤد قطب عالم حضرت گنگوہی سے پڑھی۔ اور بھی چند اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ ۱۳۰۸ھ میں تعلیم سے فراغت ہوئی تو حضرت شیخ الہندؒ نے آپ کو اپنی تحریک اور مشن کا رازدار ممبر بنا کر سندھ واپس بھیج دیا جہاں آپ درس وتدریس اور دیگر علمی مشاغل کے ساتھ اس تحریک کے عزائم ومقاصد کو بروئے کار لانے میں مصروف رہے۔

۱۳۲۷ھ (۱۹۰۹ء) میں دیوبند بلا کر جمعیۃ الانصار کی ذمہ داری سپرد کی۔ ۱۳۳۱ھ (۱۹۱۳ء) میں دہلی بھیج کر نظارۃ المعارف القرآنیۃ کا کام سپرد کیا۔ ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم کے شعلے بھڑک اٹھنے

کے بعد آپ شیخ الہندؒ کے حکم سے کابل پہنچے اور فرنگیوں کے خلاف اسلامی سلطنتوں کو متحد کرنے کی کوشش کی۔ وہاں آزاد ہند حکومت قائم کی۔ مختلف ملکوں کا دورہ کیا۔ عالمی سیاست دانوں سے تبادلہ خیال کیا۔ ماسکو اور جرمنی تک آزادئ ہند کی تلاش میں پہنچے۔ ادھر تحریک شیخ الہند کے ناکام ہو جانے پر آپ کے لیے جلاوطنی کا حکم صادر ہوا۔ ملک میں تمام رہنما جیلوں سے آزاد ہو گئے مگر آپ کی جلاوطنی ختم نہ ہوئی۔

۱۹۳۷ء میں کانگریسی وزارتوں کا قیام ہوا تو پابندی اٹھائی گئی۔ ۲۴ سال بعد وطن کی سرزمین پر قدم رکھا۔ کچھ عرصہ دہلی اور لاہور میں قیام رہا۔ طویل جلاوطنی و مسافرت نے توانائیوں کو معطل کر دیا تھا۔ پھر بھی کچھ نہ کچھ سرگرمیاں جاری رہیں۔ آپ ۲۲/ اگست ۱۹۴۴ء کو رحمت حق سے جا ملے اور دین پور میں مدفون ہوئے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں: نقش حیات جلد دوم۔ بیس بڑے مسلمان ص ۴۰۳ تا ۴۱۲، تاریخ سندھ ج ۳، ص ۱۹۷ تا ۲۰۴، اعجاز الحق قدوسی، تحریک شیخ الہند از مولانا محمد میاں، مولانا عبید اللہ سندھی اور ان کے ناقد از مولانا سعید احمد اکبر آبادی)

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ (۱۸۷۹ء-۱۹۵۷ء)

شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ ایک عظیم محدث، اولو العزم مجاہد اور بلند پایہ شیخ طریقت تھے۔ ان کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں کیونکہ اس آفتاب عالمتاب کی ضیاپاشی سے ہندوستان ہی نہیں، پوراعالم منور ہے۔

آپ کی ولادت باسعادت ۱۹/ شوال ۱۲۹۶ھ (۱۸۷۹ء) کو بانگر میو ضلع اناؤ میں ہوئی جہاں والد گرامی سید حبیب اللہ بسلسلہ ملازمت مقیم تھے۔ ابتدائی تعلیم وطن مالوف الہ داد پور ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں ہوئی اور درس نظامی کی مکمل تعلیم ۱۳۰۹ھ سے ۱۳۱۶ھ تک حضرت شیخ الہند کی آغوشِ تربیت میں رہ کر دارالعلوم دیوبند میں حاصل کی۔ روحانی کمالات کا اکتساب قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی فیض صحبت میں کیا۔ ۱۳۱۶ھ میں والد ماجد اور پورے اہل خانہ کے ساتھ عازمِ مدینہ منورہ ہوئے۔ حج کی سعادت سے مشرف ہوکر محرم ۱۳۱۷ھ کی ابتدائی تاریخوں میں مدینہ منورہ میں شرف حضور حاصل ہوا جہاں ۱۳۳۵ھ تک قیام رہا۔ اس عرصہ میں تین بار ہندوستان کا سفر ہوا جس میں چار سال صرف ہوئے۔ کم وبیش چودہ سال مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام میں درس کی سعادت حاصل رہی پھر حضرت شیخ الہند کے ہمراہ اسیر مالٹا ہوئے۔ اسارت مالٹا سے واپسی کے بعد امروہہ، کلکتہ اور سلہٹ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۳۴۶ھ میں دارالعلوم دیوبند کے منصب صدارت تدریس اور مسند شیخ الحدیث پر فائز ہوئے۔ تاحیات اس پر قائم رہے۔ اس عرصہ میں تین ہزار آٹھ سو چھبیس طلبہ نے دورہ حدیث شریف کی تکمیل کی۔ وعظ وارشاد، بیعت وتلقین کے ذریعہ لاکھوں افراد کی اصلاح ہوئی۔ ۱۶۷ حضرات آپ کی طرف سے اجازت بیعت وخلافت سے سرفراز ہوئے اور سینکڑوں افراد آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ صدہا مدارس قائم کیے اور ان کی

سرپرستی فرمائی۔ ہندوستان کی تحریک آزادی میں تحریک ریشمی رومال، تحریک خلافت اور جمعیۃ علماء ہند کے پلیٹ فارم سے قائدانہ کردار ادا کیا۔ حضرت شیخ الہندؒ کے وصال کے بعد ملّی قیادت کا فریضہ انجام دیا اور ان کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ لیلائے آزادی کے حصول کے لیے چار بار قید وبند کی آزمائش سے ہمکنار ہوئے اور تقریباً ساڑھے سات سال اسیرِ فرنگ رہے۔

۱۹۲۳ء میں جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کے رکن ہوئے۔ ۱۹۴۰ء میں اس کی صدارت کا منصب سپرد ہوا جس پر تادمِ زیست فائز رہے۔ ۱۳/ جمادی الاول ۱۳۷۷ھ (۵/ دسمبر ۱۹۵۷ء) کو علم وعمل اور زہد وتقویٰ کا یہ آفتاب عالمتاب دیوبند کے افق پر غروب ہو گیا۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیں: نقش حیات، الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر، علماء حق جلد دوم، تذکرہ مدنی، سیرت شیخ الاسلام، مآثر شیخ الاسلام از چراغ محمد، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی از فرید الوحیدی، شیخ الاسلام حیات وکارنامے (مقالات شیخ الاسلام سیمینار)

امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ (۱۸۸۸ء-۱۹۵۸ء)

ہندوستان کے عظیم المرتبت قائد، جنگ آزادی کے سپہ سالار، صاحب طرز انشاء پرداز اور ایک عہد آفریں انسان تھے۔ ۸/ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ (۱۷/ اگست ۱۸۸۸ء) کو مکہ معظّمہ (زادہا اللہ شرفا وعظمۃ) میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام خیر الدین تھا جو ایک جید عالم اور صوفی باعمل تھے۔ کلکتہ میں نشوونما ہوئی اور ساری تعلیم گھر پر ہوئی۔

مجتہدانہ دماغ کے مالک تھے۔ علوم وفنون پر گہری نظر تھی، اسی کے ساتھ سحر بیان خطیب ومقرر بھی تھے۔ آپ نے اپنے زبان وقلم سے ہزاروں لاکھوں سینوں میں آزادی وطن کی آگ لگادی۔ آپ کے اخبار "الہلال" نے ملک کے چپے چپے میں آزادی کا بگل بجادیا۔ ۱۹۱۵ء میں آپ کی سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے حکومت بنگال نے جلاوطن کرکے کراچی میں نظر بند کردیا۔ اس کے بعد بھی لیلائے آزادی کے حصول میں بار بار قید وبند کے مرحلوں سے گزرنا پڑا۔ تقریباً ۱۶ سال جیل کی سلاخوں میں رہے۔ ابتداء ہی سے جمعیت علماء ہند کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر رہے۔ اجلاس عام لاہور (۱۹۲۱ء) اور اجلاس عام کراچی ۱۹۳۱ء کے صدر رہے۔ آزادی سے پہلے سات سال کانگریس کے صدر رہے۔ آزادی کی مشہور تحریک "کوئٹ انڈیا" ۱۹۴۲ء میں آپ کی قیادت میں چلائی گئی۔ آزادی کے بعد کانگریس وزارت میں وزیر تعلیم رہے۔

آپ کی علمی وسیاسی اور ادبی وصحافتی خدمات پر اس قدر لکھا گیا ہے کہ اگر صرف ان کا اشاریہ تیار کیا جائے تو ایک ضخیم کتاب ہوسکتی ہے۔ ۲۲/ فروری ۱۹۵۸ء کو یہ آفتاب علم وسیاست غروب ہوکر جامع مسجد دہلی کے سامنے ہمیشہ کے لیے روپوش ہوگیا۔ (تفصیلات کے لیے ملاحظہ کریں: تذکرہ خود نوشت سوانح، آزادی کی کہانی آزاد کی زبانی، الجمعیۃ آزاد نمبر وغیرہ)

مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ (۱۸۷۸ء-۱۹۲۶ء)

آپ خانوادہ فرنگی محل کے ایک ممتاز عالم اور سیاسی رہنما تھے۔ آپ کا پورا نام قیام الدین محمد عبدالباری ہے۔ ۱۰ ربیع الثانی ۱۲۹۵ھ (۱۴ اپریل ۱۸۷۸ء) کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ علوم عربیہ کی تکمیل اپنے ہی خانوادہ کے بزرگوں سے کی۔ حضرت مولانا عبدالحئ فرنگی محلیؒ کے حقیقی خالہ زاد بھائی اور شاگرد رشید تھے۔ ان کے علاوہ مولانا عبدالباقی فرنگی محلیؒ اور مولانا عین القضاۃ لکھنویؒ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ آپ نے ۱۸۹۵ء میں ایک درسگاہ مدرسہ نظامیہ کے نام سے قائم کی اور خاندانی دستور کے مطابق درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ ۱۹۱۱ء میں درس وتدریس اور ارشاد وہدایت کے گوشہ سے نکل کر ملکی سیاست کے میدان میں قدم رکھا بلکہ سیاسی تحریکوں میں قائدانہ حصہ لیا۔ ۱۹۱۴ء میں انجمن خدام کعبہ قائم کی۔ ۱۹۱۹ء میں جمعیت علماء ہند کی تاسیس میں اہم کردار ادا کیا۔ خلافت کمیٹی میں پیش پیش رہے۔ علی برادران کے پیر ومرشد اور گاندھی جی کے دوست تھے۔ علماء دیوبند سے مسلک میں اختلاف کے باوجود انتہائی ادب واحترام سے پیش آتے۔ حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک سے بھی وابستہ تھے۔ جنود ربانیہ کی فہرست میں لیفٹیننٹ کرنل تھے۔ جمعیت علماء ہند کا پہلا اجلاس امرتسر آپ کی صدارت میں ہوا۔ دینی حمیت، مذہبی غیرت، اظہارِ حق، جرأت، فیاضی اور مہمان نوازی آپ کے خصوصی اوصاف تھے۔ ۴ رجب ۱۳۴۴ھ (۱۹ جنوری ۱۹۲۶ء) کو علم وعمل کا یہ ستارہ غروب ہو گیا۔ (مزید حالات کے لیے دیکھیں: جمعیت علماء پر ایک تاریخی تبصرہ، ص ۷۸ تا ۸۱، معاصرین، ص ۸۴ تا ۸۷، تذکرہ علماء فرنگی محل اور حسرۃ الآفاق)

مفتی اعظم مفتی کفایت اللہؒ (۱۸۷۵ء-۱۹۵۲ء)

آپ ہندوستان کے مفتی اعظم اور مدبر اعظم ہی نہیں قافلہ فضل و کمال کے در شہوار اور قافلۂ حریت کے قافلہ سالار تھے۔ آپ کی ذات گرامی مجموعہ کمالات تھی۔ آپ بیک وقت محدث، مفسر، فقیہ، ادیب، شاعر، ریاضی دان، سیاستدان اور مجاہد سب کچھ تھے۔

آپ شاہ جہان پور کے ایک غریب خانوادہ میں ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۵ء) میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ اعزازیہ شاہ جہان پور میں ہوئی۔ اس کے بعد دو سال جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد اور تین سال ازہر ہند دار العلوم دیوبند میں جلیل القدر اساتذہ سے تمام علوم و فنون حاصل کر کے ۱۳۱۵ھ میں سند فراغت حاصل کی۔ بائیس برس کی عمر میں غریب خانوادہ کا چشم و چراغ بزم شیخ الہندؒ کا ایک دانائے راز بن گیا۔ اپنی خداداد ذہانت و ذکاوت اور اساتذۂ باکمال کی فیض صحبت سے معاصرین میں وہ امتیازی مقام اور تبحر علمی و جامعیت کی وہ شان حاصل کر لی جو شاید و باید کسی کو نصیب ہو۔ علوم عقلیہ و شرعیہ میں کوئی ایسا علم نہ تھا جس میں آپ کو مہارتِ تامہ و ملکہ راسخہ حاصل نہ ہو۔ قطب عالم حضرت گنگوہیؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہو کر سلوک و معرفت کی تکمیل کی۔

فراغت کے بعد تقریباً پانچ سال مدرسہ معین العلم شاہ جہان پور میں درس و افتاء کی خدمات انجام دیں اور شوال ۱۳۲۱ھ میں دہلی تشریف لائے۔ مدرسہ امینیہ دہلی کے صدر مدرس و مفتیٔ وقت کے عہدہ پر مامور ہوئے۔ ۱۳۳۸ھ میں مولانا امین الدین بانی مدرسہ کے وصال کے بعد اہتمام کا منصب بھی سنبھالا۔ پھر تا دمِ زیست ان خدمات کو انجام دیا۔ ۵۵ سالہ زمانہ تدریس میں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں ارباب فضل و کمال تیار ہوئے جن میں شیخ الادب مولانا اعزاز علیؒ، فقیہ وقت مفتی مہدی حسنؒ، سحبان الہند مولانا احمد سعیدؒ جیسے عبقری علماء شامل ہیں۔

درس وافتاء کے علاوہ ملّی، قومی اور سیاسی تحریکات میں بھی آپ کی خدمات بے مثال ہیں۔ تحریک شیخ الہند میں حصہ لیا۔ ۱۹۱۷ء میں انجمن اعانت نظر بندانِ اسلام قائم کرائی۔ جمعیت علماء ہند کا قیام بھی آپ کے حسن تدبیر کا نتیجہ ہے۔ بیس سال اس کے صدر رہے۔ آپ کے عہد صدارت میں جمعیت علماء ہند نے آزادئ ہند کے لیے جو خدمات انجام دی ہیں وہ ناقابل فراموش ہیں۔ خود آپ بھی اس راہ میں دو بار گرفتار ہوئے۔ پہلی بار ۱۹۳۰ء کی تحریک سول نافرمانی میں اور اکتوبر ۱۹۳۰ء کو گرفتار ہوکر چھ ماہ گجرات جیل میں رہے۔ دوسری بار جمعیت علماء ہند کے ڈکٹیٹر کے طور پر ۳۱/ مارچ ۱۹۳۲ء کو ایک لاکھ افراد کے جلوس کی قیادت کرتے ہوئے گرفتار ہوئے اور اٹھارہ ماہ ملتان جیل میں رہے۔

اس کے علاوہ تحریک ارتداد کا مقابلہ، ۱۹۲۶ء میں شاہ سعود کی مؤتمر اسلامی اور ۱۹۳۸ء میں فلسطین کانفرنس قاہرہ میں شرکت ورہنمائی آپ کی عظیم القدر خدمات کے چند عنوان ہیں۔ ۳۱/ دسمبر ۱۹۵۲ء کو دہلی میں وصال ہوا اور درگاہ خواہ قطب الدین بختیار کاکی کے جوار میں مدفون ہوئے۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: الجمعیۃ مفتی اعظم نمبر، مفتی اعظم کی یاد از مولانا حفظ الرحمٰن واصف، تاریخ شاہی نمبر ص ۵۳۲ تا ۵۴۴)

مولانا نثار احمد کانپوریؒ (متوفی ۱۹۳۰ء)

مولانا نثار احمد کانپوریؒ مشہور عالم اور بزرگ مولانا احمد حسن کانپوریؒ کے دوسرے فرزند تھے۔ شاہ عبید اللہ، مولانا قاضی عبد الرزاق کانپوری اور اپنے خالو مولانا محدث سورتی سے درسِ نظامی پڑھا۔ سندِ تکمیل والد سے حاصل کی۔ پورے ملک میں آپ کے وعظ کی شہرت تھی۔ تحریک خلافت میں حصہ لیا۔ کراچی کے مشہور مقدمہ میں ماخوذ ہوکر دو سال کی سزا پائی۔ شاہی جامع مسجد آگرہ کے خطیب تھے۔ ۱۹۳۰ء میں حج کے لیے تشریف لے جارہے تھے کہ جدہ میں انتقال ہوگیا۔ (تذکرہ علماء اہل سنت، ص ۲۵۴ بحوالہ مولانا عبد الشکور فاروقی حیات وخدمات، ص ۴۹۶، از مولانا عبد الحی فاروقی)

مفکر اسلام مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ (۱۸۸۸ء-۱۹۴۰ء)

مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ اپنے عہد کے نامور و ممتاز عالم، بے مثال مدبر و مفکر تھے۔ آپ کو جمعیت علماء ہند اور امارت شرعیہ بہار کا دماغ سمجھا جاتا تھا۔ آپ کی پیدائش ۱۲۹۹ھ (۱۸۸۱ء) میں موضع پنہہ ضلع پٹنہ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مولوی حسن بخش اور بڑے بھائی مولوی احمد سجاد سے حاصل کی۔ اس کے بعد کانپور اور الہ آباد میں رہ کر مولانا احمد حسن کانپوری اور مولانا عبدالکافی الہ آبادی سے جملہ علوم و فنون کی تکمیل کی۔ ۱۳۲۴ھ (۱۹۰۷ء) میں دستار فضیلت مدرسہ سبحانیہ الہ آباد سے حاصل ہوئی۔ حضرت شیخ الہند کے حلقہ درس سے بھی استفادہ کیا۔

فراغت کے بعد مدرسہ اسلامیہ بہار شریف، مدرسہ سبحان الہ آباد، مدرسہ انوار العلوم گیا میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیے۔ اسی کے ساتھ ملّی تحریکات میں بھی نمایاں حصہ لیا۔ امارتِ شرعیہ بہار کا قیام آپ کا سب سے عظیم کارنامہ ہے جس کے آپ مدت العمر نائب امیر رہے۔ اسی طرح جمعیت علماء ہند کے ابتداءِ قیام سے سرگرم ممبر رہے۔ ۱۹۳۲ء تحریک سول نافرمانی کے زمانہ میں جمعیت علماء کے ادارۂ حربیہ کے ذمہ دار آپ ہی تھے جس کے زیر انتظام جمعیت علماء کے رہنما ورضاکار گرفتاریاں پیش کرتے تھے۔ ۱۳/ جولائی ۱۹۴۰ء کو آپ جمعیت علماء ہند کے ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ (اس سے پہلے متعدّد بار مولانا احمد سعید دہلویؒ کی گرفتاری وغیرہ پر اس عہدہ پر فائز رہ چکے تھے۔) عمر نے وفا نہ کی اور آپ ۸/ نومبر ۱۹۴۰ء کو رحمت حق سے جا ملے۔ پھلواری شریف میں مدفون ہوئے۔ (تفصیلات کے لیے پڑھیں: محاسن سجاد مرتب مولانا مسعود عالم ندوی، حیات سجاد از مولانا عبدالصمد رحمانی)

علامہ شبیر احمد عثمانیؒ (۱۸۸۵ء-۱۹۴۹ء)

علام شبیر احمد عثمانیؒ ایک عظیم محدث، بلند پایہ مفسر اور محقق عالم تھے۔ جملہ علومِ متعارفہ میں ید طولیٰ حاصل تھا اور حدیث، فقہ و علوم میں امتیازی شان کے مالک تھے۔ دیوبند کے عثمانی خانوادہ کے گل سرسبد تھے۔ ۷ محرم ۱۳۰۴ھ (۱۸۸۵ء) کو بریلی میں پیدا ہوئے جہاں والد گرامی مولانا فضل الرحمٰن عثمانی بسلسلۂ ملازمت مقیم تھے۔ آپ کی پوری تعلیم دارالعلوم دیوبند میں ہوئی۔ ۱۳۱۲ھ میں داخل ہوئے اور ۱۳۲۵ھ میں تمام علوم و فنون سے آراستہ ہو کر فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد چند ماہ دار العلوم میں درس دے کر مدرسہ عالیہ فتح پوری دہلی کے صدر مدرس ہوئے۔ ۱۳۲۸ھ میں دار العلوم تشریف لائے۔ ۱۳۴۵ھ میں علامہ کشمیریؒ کے ہمراہ ڈابھیل چلے گئے۔ ۱۳۵۴ھ تا ۱۳۶۲ھ دارالعلوم دیوبند کے صدر مہتمم رہے۔

درس و تدریس کے ساتھ سیاسیات سے بھی دلچسپی رہی۔ ملی تحریکات میں حصہ لیا۔ پہلے جمعیت علماء ہند کے سرگرم کارکن رہے۔ وہاں دستور ساز کمیٹی کے صدر تھے۔ کراچی میں قیام تھا۔ ۲۱ر صفر ۱۳۶۹ھ (۱۳ر دسمبر ۱۹۴۹ء) کو بہاولپور میں آپ کی وفات ہوگئی اور کراچی میں تدفین عمل میں آئی۔ آپ اعلیٰ درجہ کے مصنف اور بے مثال خطیب بھی تھے۔ مسلم شریف کی شرح فتح الملہم اور حضرت شیخ الہند کے ترجمہ قرآن پر فوائد تفسیر آپ کا لازوال علمی کارنامہ ہے۔ (تفصیلات کے لیے مطالعہ کریں: حیات عثمانی، انوار عثمانی، تجلیات عثمانی، مرتبہ مولانا انوار الحسن شیر کوٹی)

علامہ سید سلیمان ندویؒ (۱۸۸۴ء-۱۹۵۳ء)

آپ بیسویں صدی کے عظیم عالم، ادیب، مؤرخ، سیاستدان، ماہر تعلیم، مترجم، شاعر، مفکر اور دانشور تھے۔ آپ کی ولادت ۲۳ر صفر ۱۳۰۲ھ (۲۲ر نومبر ۱۸۸۴ء) کو دیسنہ ضلع پٹنہ میں ہوئی۔ آپ نسباً حسینی سادات میں سے تھے۔ والد محترم مولانا حکیم سید ابوالحسن ممتاز عالم دین تھے۔ ابتدائی تعلیم والد گرامی اور بڑے بھائی سید ابو حبیب نقشبندی سے حاصل کی جو شاہ ابو احمد مجددی بھوپالیؒ کے ممتاز خلیفہ تھے۔ مزید تعلیم پھلواری شریف اور مدرسہ امدادیہ دربھنگہ میں حاصل کی۔ ۱۹۰۱ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخل ہوئے۔ علامہ فاروق چڑیاکوٹی اور دیگر اساتذہ علم و فن سے تمام علوم وفنونِ متعارفہ کی تکمیل کر کے ۱۹۰۶ء میں سندِ فراغ حاصل کی۔ وہاں علامہ شبلی نعمانیؒ کی تربیت و نگہداشت کا ماحول میسر آیا جس نے آپ کے ذوق علم وادب میں مہمیز کا کام کیا۔ فراغت کے بعد الندوہ لکھنؤ اور الہلال کلکتہ سے وابستہ رہے۔ آپ کا مشغلہ زندگی بھر تصنیف و تالیف رہا۔ اہم کارنامہ علامہ شبلیؒ کی سیرت النبیؐ کی تکمیل ہے۔ اس کے علاوہ ارض القرآن، سیرت عائشہؓ، حیات شبلی، خطبات مدراس وغیرہ بلند پایہ علمی تصنیفات ہیں۔ اور مدت العمر دار المصنفین کے رسالہ معارف کے مدیر رہے۔ اسی کے ساتھ خلافت کمیٹی اور جمعیت علماء ہند کے سرگرم رکن تھے۔ جمعیت علماء ہند کے ساتویں اجلاس عام کلکتہ کی صدارت کی۔ ایک عرصہ تک جمعیت علماء ہند کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر رہے۔ آخر میں سیاسیات سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی۔ آپ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خلیفہ مجازِ بیعت تھے۔ ۱۹۵۰ء میں پاکستان چلے گئے تھے۔ وہیں ۴ر ربیع الاول ۱۳۷۳ھ (۲۲ر نومبر ۱۹۵۳ء) کو علم وادب کا یہ درخشندہ ستارہ غروب ہو گیا۔ (تفصیلات کے لیے مطالعہ کریں: حیات سلیمان، مرتبہ مولانا معین الدین ندوی، یادگارِ سلیمان، مرتبہ عبدالقوی دسنوی، سید سلیمان ندوی مرتبہ خلیق انجم)

امام العصر علامہ انور شاہ کشمیریؒ (۱۸۷۵ء-۱۹۳۳ء)

آپ علم وعمل کے بحرِ ناپید کنار تھے۔ قوّتِ حافظہ، تبحر علمی اور وسعت معلومات میں اپنی نظیر آپ تھے۔ اسی طرح تقویٰ وطہارت اور زہد وقناعت میں بے مثال تھے۔ آپ کی ذاتِ گرامی ان چند بلند پایہ ہستیوں میں سے ایک ممتاز ہستی تھی جو صدیوں میں پیدا ہوتی ہے اور صدیوں کو علم وفضل سے مالامال کرجاتی ہے۔

آپ ۲۷/ شوال ۱۲۹۲ھ (۱۶/ اکتوبر ۱۸۷۵ء) کو اپنی ننھیال "دودان" نامی گاؤں میں پیدا ہوئے جو کشمیر کی وادی لولاب میں واقع ہے۔ ابتدائی تعلیم والد ماجد مولانا معظم شاہ سے حاصل کی جو جیّد عالم اور خانقاہ نشیں بزرگ تھے۔ کچھ کتابیں ہزارہ کے مدارس میں پڑھیں۔ ۱۳۰۸ھ میں دار العلوم دیوبند تشریف لائے۔ یہاں حضرت شیخ الہندؒ اور دیگر اساطین فضل وکمال سے تمام علومِ متداولہ کی تحصیل کی اور ۱۳۱۴ھ میں سند فراغت حاصل کی۔ ظاہری علوم کی تکمیل کے بعد قطب عالم حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں حاضر ہوکر سندِ حدیث اور باطنی فیوض سے مالامال ہوئے۔

اس کے بعد پانچ سال مدرسہ امینیہ دہلی اور تین سال مدرسہ فیض عام کشمیر میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ اسی دوران ۱۳۲۳ھ میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ ۱۳۲۷ھ میں مرکز علم دار العلوم دیوبند کی خدمت تدریس پر مامور ہوئے۔ ۱۳۳۳ھ میں حضرت شیخ الہندؒ کے سفر حجاز کے موقع پر قائم مقام صدر مدرس اور پھر وصال کے بعد صدر مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۳۴۵ھ تک اس منصب پر رونق افروز رہے۔ اس بارہ سالہ مدت میں ۸۰۹ طلبہ نے آپ سے بخاری شریف وترمذی شریف پڑھ کر سند فراغ حاصل کی۔ ۱۳۴۲ھ میں ڈابھیل تشریف لے گئے جہاں ۱۳۵۱ھ تک تشنگانِ علومِ نبوت کو سیراب کرتے رہے۔ آپ کے حلقہ درس سے ایسے ذی علم اور باکمال فضلاء تیار ہوئے

جنہوں نے ایک طرف ہندو پاک کی علمی مسندوں کو آباد رکھا تو دوسری طرف آپ کے علمی افادات کو مرتب کر کے ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا۔

درس و تدریس میں کے ساتھ تصنیف و تالیف کا مشغلہ بھی رہا۔ متعدّد و وقیع تصنیفات منصّۂ شہود پر آئیں۔ اور آپ کا ایک عظیم کارنامہ فتنہ قادیانت کی سرکوبی ہے جو آپ کا تجدیدی کارنامہ ہے۔ اس سلسلہ میں متعدّد معرکۃ الآراء کتابیں تحریر فرمائیں، مناظرے کیے۔ مشہور مقدمہ بہاولپور میں بیان دینے کے لیے ضعف وعلالت کے باوجود طویل سفر کیا اور اس فتنہ کی سرکوبی و تعاقب کے لیے اپنے شاگردوں کی ایک جماعت کو لگا دیا۔ سیاسی میدان میں آپ کا کوئی نمایاں کردار نہیں تاہم جمعیت علماء ہند سے ہمیشہ وابستہ رہے۔ اس کے آٹھویں اجلاس عام پشاور کی صدارت فرمائی۔ علم و کمال کا یہ آفتاب ۲-۳ صفر ۱۳۵۲ھ (۲۹-۲۸ مئی ۱۹۳۳ء) کی درمیانی شب میں غروب ہو کر دیوبند کی سرزمین میں ہمیشہ کے لیے روپوش ہو گیا۔ (تفصیلات کے لیے مطالعہ کریں: نفحۃ العنبر از مولانا محمد یوسف بنوری، نقش دوام از مولانا انظر شاہ، حیات انور از ہر شاہ قیصر، الانور، عبدالرحمن کوندو)

مجاہد ملّت مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ (۱۹۰۱ء-۱۹۶۲ء)

"حفظ الرحمان" نام ہے ملت اسلامیہ ہند کے اس بطل جلیل اور قائد بے مثل کا جس نے اپنا سرمایۂ حیات خدمت قوم ووطن کی راہ میں نچھاور کر دیا۔ جس نے ۱۹۴۷ء کے سیلاب حوادث کا پامردی سے مقابلہ کیا اور ملت اسلامیہ کی ڈوبتی کشتی کو سہارا دیا۔ جس کی زندگی سعی پیہم اور جہد مسلسل کی تعبیر تھی۔ جو بیک وقت میدانِ سیاست کا علمبردار اور گلستان علم وادب کا گل سرسبد تھا۔

۱۰/ جنوری ۱۹۰۱ء (۱۳۱۸ھ) کو سیوہارہ ضلع بجنور کے صدیقی خانوادہ میں پیدا ہوئے۔ اسم گرامی معزالدین تھا مگر تاریخی نام "حفظ الرحمان" سے مشہور ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر والد ماجد مولوی شمس الدین سے حاصل کی اور درس نظامی کی تقریبًا تمام کتابیں مدرسہ فیض عام سیوہارہ میں پڑھیں۔ ۱۳۳۳ھ میں مدرسہ شاہی مراد آباد کے خوان علم سے بھی خوشہ چینی کی۔ ۱۳۴۱ھ میں مدرسہ فیض عام سے فراغت حاصل کر کے ازہر ہند دارالعلوم دیوبند پہنچے۔ وہاں محدث العصر علامہ انور شاہ کشمیری کے چشمہ فیض سے خوب خوب سیرابی حاصل کی۔ ۱۳۴۲ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ فراغت کے بعد پرنام بٹ مدارس، دارالعلوم دیوبند، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، جامعہ اسلامیہ امروہہ وغیرہ میں چند سال تدریسی خدمات انجام دیں مگر قدرت کو آپ سے ملک وملت اور قوم ووطن کی قیادت کا کام لینا تھا۔ مدرسہ سے نکل کر سیاست کی پرخار وادی میں قدم رکھا اور اس راہ سے ملک وملت کے لیے عدیم النظیر خدمات انجام دیں۔

آپ کی سیاسی زندگی کا آغاز تحریک خلافت کے دور سے ہو گیا تھا جو آپ کی طالب علمی کا زمانہ تھا۔ ۱۹۳۰ء میں جمعیت علماء ہند کے پلیٹ فارم کو اپنی خدمات کا مرکز بنا کر اپنی زندگی کو خدمت ملک وملت کے لیے وقف کر دیا۔ ۱۹۳۲ء میں جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کے رکن ہوئے اور ۱۹۳۲ء میں

نظامت عمومی کا منصب سپرد ہوا جس پر تادم زیست فائز رہے۔ آزادی ہند کے سلسلہ میں تقریباً چھ بار قید و بند کی آزمائش سے دو چار ہوئے۔ آزادی کے بعد ۱۹۴۷ء کے سیلاب حوادث کا مقابلہ کیا۔ پھر آپ ہی کی ذات ہندوستانی مسلمانوں کی مرجع امید بن گئی۔ زندگی کی آخری سانس تک ملی زندگی کے ہر گوشہ میں مصروف ہے۔ دارالعلوم دیوبند، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، مدرسہ شاہی مراد آباد کی مجلس انتظامیہ کے فعال ممبر رہے۔

اسی کے ساتھ آپ ایک کامیاب مصنف تھے۔ قصص القرآن، اسلام کا اقتصادی نظام اور اخلاق و فلسفہ اخلاق جیسی وقیع تصنیفات علمی یادگار ہیں۔

۱۲ اگست ۱۹۶۲ء کو اس مجاہد دوراں کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور محدثین دہلی کے پہلو میں یہ آسودۂ خواب ہو گیا۔ (تفصیل کے لیے مطالعہ کریں: الجمعیۃ مجاہد ملت نمبر، ماہنامہ مشرب دیوبند مجاہد ملت نمبر)

سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلویؒ (۱۸۸۸ء-۱۹۵۹ء)

آپ کا شمار ہندوستان کے مشاہیر علماء اور صف اول کے رہنماؤں میں ہوتا ہے۔ آپ ہندوستان کے خوش بیان واعظ، مقرر ومناظر اور جنگ آزادی کے سپہ سالار تھے۔ آپ کا سنہ پیدائش ۱۳۰۶ھ (۱۸۸۸ء) ہے اور مولد ومنشا کوچہ ناہر خان دریا گنج دہلی۔ والد کا اسم گرامی نواب مرزا تھا جو زینت المساجد (گھٹا مسجد) کے امام تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مولوی عبد المجید مصطفیٰ آبادی سے اور عربی کی ابتدائی تعلیم قاری محمد یاسین سکندر آبادی رائے پوری سے حاصل کی۔ حفظ قرآن کی تکمیل مدرسہ حسینیہ دہلی میں ہوئی۔ ۱۳۲۸ھ میں مدرسہ امینیہ دہلی میں داخل ہوئے۔ مفتی اعظم مفتی کفایت اللہؒ اور دیگر اساتذہ سے جملہ علوم وفنون کی کتابیں پڑھ کر ۱۳۳۶ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ فراغت کے بعد ایک عرصہ تک مدرسہ امینیہ میں مدرس کی خدمات انجام دیں۔ اسی زمانے میں آریوں وغیرہ سے متعدّد مناظرے کیے۔ ترجمہ قرآن بیان کرنا زندگی بھر کا وظیفہ رہا۔

۱۹۱۹ء میں جمعیت علماء ہند کی تاسیس میں آپ کا نمایاں کردار ہے۔ ان کے ساتھ آپ کی سیاسی زندگی کا آغاز ہوا۔ بیس سال اس انقلابی جماعت کے ناظم اعلیٰ رہے۔ ان کے بعد سترہ سال نائب صدر اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے وصال کے بعد دو سال صدر رہے۔ ملکی وقومی خدمات میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ تحریکات آزادی کے دور میں آٹھ مرتبہ قید وبند کی آزمائش سے دوچار ہوئے۔ پہلی بار اکتوبر ۱۹۲۱ء میں گرفتار ہو کر ایک سال میانوالی جیل میں رہے۔ آخری مرتبہ ۱۹۴۲ء کی تحریک میں نظر بند ہوئے اور تین سال دہلی، لاہور، فیروز پور اور ملتان جیل میں رہے۔ ان سیاسی ہنگامہ آرائیوں کے ساتھ تصنیف وتالیف کا بھی مشغلہ رہا۔ کم وبیش بیس کتابوں کے مصنف ہیں۔ شعر وشاعری کا بھی ذوق تھا۔

۴؍ دسمبر ۱۹۵۹ء (۱۳؍ جمادی الثانی ۱۳۷۹ھ) کو بعد نماز مغرب حرکت قلب بند ہو گئی اور آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ درگاہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے جوار میں اپنے استاذ مفتی اعظمؒ کے پہلو میں آرام فرما ہوئے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں: مفتی اعظم کی یاد، ص ۱۸۴ تا ۲۲۴ از مفتی حفیظ الرحمٰن واصف، دلّی والے ج ۱، ص ۴۴ تا ۶۱، مرتبہ ڈاکٹر صلاح الدین)

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ (۱۸۹۲ء-۱۹۵۶ء)

آپ ہندوستان کے مشہور مذہبی وسیاسی رہنما، مجلس احرار اسلام کے عظیم المرتبت قائد اور تحریک آزادی کے علمبردار تھے۔ ۱۱ر صفر ۱۳۱۰ھ (۳ جولائی ۱۸۹۲ء) کو لدھیانہ کے مشہور علمی خانوادہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان ۱۸۵۷ء ہی سے فرنگی اقتدار اور باطل طاقتوں سے نبرد آزما رہا ہے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم اور روحانی تربیت آپ کے دادا مولانا شاہ محمدؒ نے فرمائی جو مشہور عالم اور مجاہد تھے۔ قطب عالم حضرت گنگوہیؒ کے خلیفہ حافظ محمد صالح رائے پوریؒ کے مدرسہ نکودر ضلع جالندھر اور مولانا نور احمد پسروری امرتسریؒ خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے مدرسہ امرتسر میں رہ کر درس نظامی کی بیشتر کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد دار العلوم دیوبند آکر محدث عصر علامہ کشمیریؒ کے حلقہ درس سے اکتساب فیض کیا۔

دار العلوم کے زمانہ طالب علمی میں ہی سیاسی زندگی کا آغاز ہو گیا۔ تحریکاتِ آزادی کے سلسلہ میں بار بار گرفتار ہو کر قید و بند کے مصائب سے دو چار ہوئے۔ پہلی بار ۲۲ر دسمبر ۱۹۲۱ء کو گرفتار ہوئے اور دو سال لدھیانہ، انبالہ اور میانوالی کے جیلوں میں رہے۔ آخری بار ر دسمبر ۱۹۴۰ء میں لاہور سے گرفتار ہوئے اور ۴ر جولائی ۱۹۴۵ء کو رہائی عمل میں آئی۔ آپ تقریبًا پندرہ سال جیل کی سلاخوں میں رہے۔ ۱۹۴۷ء کے ہنگامہ کے بعد دہلی آکر سکونت اختیار کر لی۔ یہیں سے ۲ر ستمبر ۱۹۵۶ء کو سفر آخر اختیار فرمایا۔ (تفصیلات کے لیے مطالعہ کریں: رئیس الاحرار، رئیس الاحرار در حدیث دیگراں مرتبہ عزیز الرحمن جامعیؒ)

شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ ۱۸۸۶ء-۱۹۶۲ء)

آپ اپنے دور کے مشہور مفسر اور بلند پایہ شیخ طریقت تھے۔ ۲/ رمضان المبارک ۱۳۰۴ھ (۱۸۸۶ء) کو گوجرانوالہ کے قصبہ جلال میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والدہ ماجدہ کی آغوش اور مکتب کوٹ سعد اللہ میں ہوئی۔ زیادہ تر تعلیم امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی خدمت میں رہ کر حاصل کی۔ ۱۳۲۷ھ میں تمام علومِ متداولہ کی تحصیل کرکے مدرسہ دار الارشاد گوٹھ پیر جھنڈا سے دستار فضیلت حاصل کی۔ اس کے بعد اسی مدرسہ میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کردیا۔ مولانا سندھیؒ نے اپنی صاحبزادی کا عقد آپ سے کردیا۔ جمعیت الانصار اور نظارۃ المعارف القرآنیہ میں مولانا سندھیؒ کے رفیق ومعاون رہے اور تحریک شیخ الہند میں سرگرم حصہ لیا۔ تحریک کی ناکامی کے بعد قید وبند سے دوچار ہوئے۔ دہلی سے جلاوطن ہوکر لاہور پہنچے۔ وہاں انجمن خدام القرآن اور مدرسہ قاسم العلوم قائم کرکے زندگی بھر درسِ قرآن کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کے دورہ تفسیر قرآن میں دار العلوم دیوبند اور دیگر مدارس کے فضلاء شریک ہوتے۔ اسی کے ساتھ آپ جمعیت علماء ہند کے عظیم رہنما اور اس کی مجلس عاملہ کے رکن تھے۔ اس کی تحریکات میں سرگرم حصہ لیا۔ آزادی ہند کے سلسلہ میں متعدّد بار گرفتار ہوئے۔ پوری زندگی اعلاء کلمۃ اللہ میں گزاری۔ ۱۹۵۲ء کی تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں بھی قید وبند کی مصیبت برداشت کرنی پڑی۔ ۱۹۶۲ء میں آپ کا وصال ہوا۔ لاہور میں مدفون ہوئے۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیں: خدام الدین لاہور، امام الاولیاء نمبر، بیس بڑے مسلمان، ص ۶۴۱ تا ۶۹۸، عبد الرشید ارشد)

امیر شریعت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ (۱۸۹۱ء-۱۹۶۱ء)

آپ ہندوستان کے سحر بیان خطیب، تحریک آزادی کے قافلہ سالار، مجلس احرار اسلام کے بے باک لیڈر اور تحریک ختم نبوت کے امیر تھے۔ آپ ۱۸۹۱ء میں پٹنہ صوبہ بہار میں پیدا ہوئے۔ والد کا اسم گرامی ضیاء الدین احمد تھا۔ ابتدائی تعلیم پٹنہ میں حاصل کی، وہیں قرآن کریم کا دو سال میں حفظ عمل کیا۔ سترہ برس کی عمر میں پنجاب آکر مولانا مفتی غلام مصطفیٰ قاسمیؒ، مولانا نور احمد امرتسریؒ، مفتی محمد حسن امرتسریؒ وغیرہ سے علومِ متداولہ کی تحصیل کی۔ اور حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ سے بیت ہوکر سلوک و معرفت کی تکمیل کی۔

جنگ عظیم کے خاتمہ پر سیاست کی پرخار وادی میں قدم رکھا اور تحریکاتِ آزادی کے سلسلے میں آٹھ مرتبہ گرفتار ہوئے اور تقریباً آٹھ سال فرنگی جیلوں میں رہے۔ اسی کے ساتھ مرزائیت کی تردید اور سرکوبی اپنی زندگی کا موضوع بنایا۔ پھر پوری زندگی اس میں صرف کردی۔ تحریک تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں تین بار پاکستانی جیلوں میں گئے۔ ۲۱/ اگست ۱۹۶۱ء کو کاروانِ آزادی کا یہ سالار موت کی آغوش میں سوگیا۔ (تفصیلات کے لیے دیکھیں: حیات امیر شریعت، جانباز مرزا۔ کاروان احرار، جانباز مرزا۔ بیس بڑے مسلمان، ص۸۶۱ تا۹۰۶)

مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ (۱۸۸۸ء—۱۹۷۰ء)

آپ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فاضل، لدھیانہ کے مشہور خانودۂ علماء کے فرد فرید اور جمعیت علماء ہند کے صف اول کے رہنماؤں میں سے تھے۔ آپ مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کے فرزند تھے۔ تقسیم ملک سے پہلے جمعیت علماء پنجاب کے صدر رہے۔ تحریک آزادی میں سرگرم حصہ لیا۔ ۱۹۳۰ء کی تحریک سول نافرمانی میں ۵/ جولائی ۱۹۳۰ء کو لدھیانہ میں گرفتار ہوئے اور ۱۹۳۲ء میں جمعیت علماء ہند کے ساتویں ڈکٹیٹر کے طور پر ۹/ ستمبر ۱۹۳۲ء کو ایک عظیم الشان جلوس کی قیادت کرتے ہوئے گرفتار ہوئے۔ اسی کے ساتھ قادیانیت کے خلاف زندگی اور سینہ سپر ہے۔ قیام پاکستان کے بعد پاکستان چلے گئے تھے۔ وہاں ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں شامل رہے۔ ۱۹/ دسمبر ۱۹۷۰ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں انتقال ہوا اور وہیں دفن ہوئے۔

مولانا عبدالحلیم صدیقیؒ (متوفی ۱۹۶۹ء)

مولانا عبدالحلیم صدیقیؒ اپنے دور کے فصیح و بلیغ مقرر، عربی اور اردو کے بہترین شاعر اور جنگ آزادی کے ان سرفروش رہنماؤں میں سے تھے جنہوں نے حصولِ آزادی اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا تھا۔

ولادت اور نشوونما ملیح آباد لکھنؤ میں ہوئی اور تعلیم کی تکمیل مدرسہ سلیمانیہ بھوپال میں ہوئی۔ فراغت کے بعد مختلف اوقات میں مدرسہ مجددیہ بستی سرہند، مدرسہ الٰہیات کانپور، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مدرسہ عالیہ کلکتہ، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اور جامعہ اسلامیہ برن پور بنگال میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ ادب و تفسیر آپ کا خصوصی موضوع تھا۔ اسی کے ساتھ تحریک خلافت کے دور میں سیاست کی پرخار وادی میں قدم رکھا اور جمعیت علماء ہند کے پلیٹ فارم سے ملک و ملت کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ لیلائے آزادی کی خاطر بار بار گرفتار ہوئے اور جیل کی آہنی سلاخوں میں برسہا برس گزارے۔ ۱۹۲۲ء میں پہلی بار گرفتار ہوئے پھر ۱۹۳۰ء اور ۱۹۳۲ء کی تحریکوں میں بھی سنت یوسفی پر عمل کیا۔ جمعیت علماء ہند کے ابتداء قیام سے اس کی منظّمہ اور مجلس عاملہ کے سرگرم ممبر رہے۔ مولانا احمد سعیدؒ کی گرفتاری کے موقع پر متعدّد بار قائم مقام ناظم اعلیٰ رہے اور ۱۹۴۰ء میں مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کے وصال کے بعد تقریباً دو سال ناظم اعلیٰ رہے۔ شاہ ابن سعود کی عالمی مؤتمر اسلامی میں جمعیت علماء ہند کے وفد میں بطور پرائیویٹ سکریٹری شریک رہے۔ ۱۹۲۳ء میں جمعیت علماء ہند کے شعبہ تبلیغ و حفاظت اسلام کے ناظم بھی آپ تھے۔ شد شدھی اور سنگھٹن تحریکوں کے مقابلہ میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ آپ قرآن کریم کے ایسے جید حافظ تھے کہ گویا پورا قرآن آپ کے نوکِ زبان پر تھا۔ لال قلعہ کے سامنے سنہری مسجد میں تین یا ایک دن میں تراویح میں ختم قرآن

کا معمول برسہا برس رہا۔ آخری عمر میں اکثر اوقات قرآن کی تلاوت میں مشغول رہتے۔ ۳؍ جنوری ۱۹۶۹ء (ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ) کو ملیح آباد میں وفات ہوئی۔ وہیں مدفون ہوئے۔ (مختلف اخبارات اور روئدادوں سے یہ معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ ضرورت ہے اس مجاہد کے حالات پر تفصیلی کام کیا جائے۔)

شیخ الحدیث مولانا سید فخر الدین مراد آبادیؒ (۱۸۸۹ء-۱۹۷۳ء)

آپ اپنے زمانہ کے عظیم محدث، جمعیت علماء ہند کے صف اول کے رہنما اور جلیل القدر عالم تھے۔ آپ کی ولادت ۱۳۰۷ھ میں اجمیر (راجھستان) میں ہوئی۔ تعلیم کا آغاز گھر اور ننھیال سے ہوا۔ متوسطات کی کتابیں مولانا ساجد علی محدث جونپوریؒ اور مولانا کریم بخش سنبھلیؒ سے پڑھیں۔ آخر میں دارالعلوم دیوبند جاکر حضرت شیخ الہندؒ سے حدیث پڑھی۔ ۱۳۲۸ھ (۱۹۱۰ء) میں سند فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد ایک سال دار العلوم دیوبند میں درس دیا۔ اس کے بعد شوال ۱۳۲۹ھ سے مدرسہ شاہی مراد آباد میں خدمت تدریس پر مامور ہوئے۔ مولانا محمود حسنؒ سہسوانی کے وصال کے بعد ۱۳۴۰ھ (۱۹۱۲ء) میں وہاں صدارت تدریس کے منصب پر فائز ہوئے۔ ۱۳۷۷ھ (۱۹۵۷ء) میں حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کے وصال کے بعد ۱۳۴۰ھ (۱۹۱۲ء) میں وہاں صدارت پر فائز ہوکر تشریف لائے۔ ۱۳۹۱ھ (۱۹۷۱ء) تک پندرہ سال محدثانہ شان سے بخاری شریف کا درس دیا۔ آخر کے پانچ سالوں میں صدارت تدریس کے فرائض انجام دیے۔ تقریباً پانچ ہزار علماء کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ ۵۲ سال مسلسل حدیث نبوی کی خدمت انجام دی۔

تحریک خلافت کے دور میں سیاست میں قدم رکھا۔ اس کے بعد ساری زندگی علمی خدمات کے ساتھ ساتھ سیاسی جدوجہد جاری رہی۔ جمعیت علماء ہند اور کانگریس کے پلیٹ فارم سے سرگرم سیاست میں حصہ لیا۔ ۱۹۳۰ء کی تحریک سول نافرمانی میں ۳/ اکتوبر ۱۹۳۰ء کو مراد آباد میں گرفتار ہوئے۔ ایک سال کی سزا میرٹھ جیل میں کھائی۔ جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کے رکن اور شیخ الاسلام کے دور صدارت میں دوبار نائب صدر اور سحبان الہند مولانا احمد سعید کے انتقال کے بعد صدر منتخب

ہوئے جس پر تاحیات قائز رہو کر عظیم خدمات انجام دیں۔

۲۱/ صفر ۱۳۹۲ھ (۶/ اپریل ۱۹۷۲ء) کو مراد آباد میں آپ کا وصال ہوا، وہیں مدفون ہوئے۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: تاریخ شاہی نمبر، ص ۳۲۹ تا ۳۴۱، کاروانِ رفتہ ص ۲۰۹ تا ۲۱۰، اسیر ادروی)

مولانا نور الدین بہاریؒ (۱۸۹۷ء-۱۹۵۶ء)

مولانا نور الدین بہاری جنگ آزادی کے مرد مجاہد اور جمعیت علماء ہند کے صف اول کے رہنما تھے۔ آپ ۱۸۹۷ء میں اورنگ آباد میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد ماجد ہائی اسکول میں مدرس تھے۔ وطن مہونی تھانہ استھانواں ضلع پٹنہ ہے۔

آپ کی ابتدائی تعلیم مدرسہ اسلامیہ اورنگ آباد میں ہوئی۔ پھر مدرسہ جامع العلوم کانپور میں۔ اس کے بعد مولانا ماجد علی جونپوریؒ سے متعدّد کتابیں پڑھ کر دیوبند تشریف لائے اور ۱۹۱۸ء میں دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت کی۔ محدث عصر علامہ انور شاہ کشمیری سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ فراغت کے بعد مدرسہ اسلامیہ اورنگ آباد میں مدرس مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۱ء کی تحریک ترکِ موالات کی وجہ سے مدرسہ کی ملازمت چھوڑ دی کیونکہ یہ نیم سرکاری ادارہ تھا۔ پھر امارتِ شرعیہ کے مبلغ ہوئے، کچھ عرصہ بعد دہلی آئے۔ جمعیت علماء ہند کے نائب ناظم رہے۔ دہلی کے زمانۂ قیام میں صوبائی کانگریس کے صدر رہے۔ تحریک آزادی ہند کے سلسلہ میں متعدّد بار قید و بند کے مصائب سے دوچار ہوئے۔ ۱۹۳۲ء میں جمعیۃ علماء ہند کے چوتھے ڈکٹیٹر تھے۔ ۶/ مئی ۱۹۳۲ء کو ایک عظیم الشان جلوس کی قیادت کرتے ہوئے گرفتار ہوئے۔ دو سال کی قید بامشقت کی سزا تجویز ہوئی۔ ایام اسارت ملتان جیل میں گزارے۔ اسارت کے زمانہ میں آپ کی اہلیہ محترمہ کا یکم جولائی ۱۹۳۲ء کو وصال ہوا۔

ان سیاسی مشاغل کے ساتھ درسِ قرآن کا سلسلہ بھی ہمیشہ جاری رہا۔ آزادی کے بعد بھوپال کے قریب ایک زراعتی فارم حاصل کر کے وہیں سکونت اختیار کر لی تھی۔ اسی کسب حلال کی جد و جہد میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ تاریخ وفات ۱۶/ اکتوبر ۱۹۵۶ء ہے۔ (ٹوٹے ہوئے تارے، ص ۳۱۲ تا ۳۳۴، از شاہ محمد عثمانی)

سید الملت مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ (۱۹۰۳ء-۱۹۷۵ء)

مولانا سید محمد میاں دیوبند ایک محدث، فقیہ، مؤرخ اور تحریک آزادی کے مجاہد تھے۔ دیوبند کے قدیم خاندان سادات رضویہ میں ۱۲/ رجب ۱۳۲۱ھ (۱۴/ اکتوبر ۱۹۰۳ء) کو پیدا ہوئے۔ تعلیم کا آغاز گھر سے ہوا۔ نانی مرحومہ سے قرآن کریم پڑھا اور درجات فارسی سے دورۂ حدیث تک مکمل تعلیم دارالعلوم دیوبند میں ہوئی۔ ۱۳۴۳ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔ علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے ارشد تلامذہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ فراغت کے بعد چند سال مدرسہ حنفیہ آرہ شاہ آباد میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ ۱۹۲۸ء میں جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد تشریف لائے۔ یہاں سولہ سال طالبانِ علوم نبوت کو فیض یاب کیا۔ ۱۹۴۵ء میں جمعیت علماء ہند کی خدمات کے لیے دہلی تشریف لائے۔ پھر دہلی کے ہو رہے۔ درس و تدریس سے طویل انقطاع کے بعد ۱۹۶۲ء میں مدرسہ امینیہ دہلی کے شیخ الحدیث کے عہدہ پر فائز ہو کر بخاری شریف کا درس شروع کیا جو تادم حیات جاری رہا۔

درس و تدریس کے ساتھ سیاسی سرگرمیاں بھی جاری رہیں اور تصنیف و تالیف کا مشغلہ بھی۔ آپ ایک کامیاب مصنف تھے۔ ۶۰ سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں جس میں "علماء ہند کا شاندار ماضی" اور "عہد زریں" جیسی وقیع کتابیں شامل ہیں۔

سیاسی تحریکات میں سرگرم حصہ لیا۔ جمعیت علماء ہند کے پلیٹ فارم سے ملک و ملت اور قوم و وطن کے لیے ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔ آزادی کے اس مجاہد کو پانچ بار قید و بند کی آزمائش میں ڈالا گیا۔ مراد آباد، دہلی، میرٹھ، بریلی اور فیض آباد کی جیلوں میں رہے۔ ۱۹۳۲ء کی تحریک سول نافرمانی میں جمعیت علماء ہند کے نویں ڈکٹیٹر تھے۔ جمعیت علماء مراد آباد کی نیابت نظامت سے لے کر جمعیت علماء ہند کی نظامت علیا تک مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ یہ مدّت نظامت تقریباً ۳۵ سال پر

محیط ہے۔ آخری زمانہ میں جمعیت علماء ہند کے ادارہ مباحث فقہ کے مدیر اور جمعیت ٹرسٹ کے سکریٹری رہے۔

۲۴/ اکتوبر ۱۹۷۵ء (۱۶ شوال ۱۳۹۵ھ) کو دہلی میں آپ واصل الی اللہ ہوئے۔ دلی کے گور غریباں میں تدفین ہوئی۔ (مزید حالات کے لیے دیکھیں: تاریخ شاہی نمبر، ص ۳۸۳ تا ۴۰۲)

مولانا محمد صادقؒ کراچی (۱۸۷۳ء-۱۹۵۲ء)

آپ جنگ آزادی کے عظیم مجاہد، اپنے عہد کے ممتاز عالم، حضرت شیخ الہند کے تلمیذ رشید تھے۔ ۱۲۹۱ھ (۱۸۷۴ء) میں محلہ کھڈہ کراچی میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم والد ماجد مولانا عبداللہ بن عبدالکریم سے حاصل کی۔ کچھ عرصہ مولانا احمد الدین چکوال سے اکتساب علوم کیا پھر دارالعلوم دیوبند پہنچے۔ یہاں حضرت شیخ الہندؒ اور دیگر اساتذہ سے تعلیم حاصل کر کے ۱۳۱۳ھ (۱۸۹۶ء) میں سند فضیلت حاصل کی۔ فراغت کے بعد مدرسہ مظہر العلوم کراچی میں درس و تدریس کا سلسلہ قائم کیا اور مدرسہ کی ترقی میں کوشاں رہے۔ تدریسی مشاغل کے ساتھ دعوت و تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ آپ کے ہاتھ پر سینکڑوں افراد مشرف باسلام ہوئے۔

اسی کے ساتھ آزادی وطن کی جدوجہد میں نمایاں حصہ لیا۔ تحریک شیخ الہند کے مرکز سندھ کے ذمہ دار تھے۔ آپ کا ایک اہم کارنامہ یہ ہے کہ آپ کے حکم وارشاد پر مینگل قبائل نے بغاوت کر دی۔ انگریزی فوج قط العمارۃ میں محصور ہوگئی جس میں سترہ ہزار فوجی مارے گئے۔ جب یہ راز کھلا تو آپ کو ۱۹۱۵ء میں گرفتار کر کے تین سال کاٹھیاواڑ میں قید کر دیا گیا۔ آپ جمعیت علماء ہند کے تاسیسی اجلاس سے تاعمر وابستہ رہے۔ جمعیت علماء سندھ کے صدر، جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کے رکن اور دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر تھے۔ ۱۸ جون ۱۹۵۳ء کو کراچی میں وفات پاگئے۔ (تاریخ جمعیت علماء ہند پر ایک تبصرہ، ص ۱۱۹ تا ۱۲۱)

مولانا عبدالعزیزؒ گوجرانوالہ (متوفی ۱۹۴۰ء)

آپ دارالعلوم دیوبند کے ممتاز فاضل، شیخ الہندؒ کے جلیل القدر شاگرد اور محدّث وقت تھے۔ گوجرانوالہ کی جامع مسجد کے امام اور خطیب تھے۔ آپ نے صحاح اور مسانید کی متعدّد کتابوں کی فہرست بطور اطراف مرتب کی ہیں جن میں بخاری شریف کی فہرست "نبراس الساری فی اطراف البخاری" کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ مسند احمد ابن حنبل کی بھی ایک فہرست تیار کی تھی جواب تک شائع نہ ہوئی۔ (کاروانِ رفتہ، ص ۷۲)

آپ جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کے رکن تھے۔ ۱۹۳۰ء کی تحریک سول نافرمانی کے موقع پر نومبر ۱۹۳۰ء میں گرفتار ہوئے۔ تین ماہ قید سخت اور پچاس روپے جرمانہ کی سزا ہوئی۔ (سہ روزہ الجمعیۃ ۱۳/ نومبر ۱۹۳۰ء)

مولانا محمد اسماعیل سنبھلیؒ (۱۸۹۹ء–۱۹۷۵ء)

آپ شعلہ بیان خطیب، مناظر اور جنگ آزادی کے مجاہد تھے۔ ۱۸۹۹ء میں محلہ دیپا سرائے سنبھل میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کر کے دارالعلوم دیوبند پہنچے اور محدث عصر علامہ کشمیری سے دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغ حاصل کی۔

فراغت کے بعد مدرسہ شاہی مراد آباد، مدرسہ چلہ امروہہ، مدرسہ تعلیم الدین آنند گجرات اور جامعہ اسلامیہ بنارس وغیرہ میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیے جس میں طویل عرصہ ۱۳۴۴ھ سے ۱۳۶۶ھ تک مدرسہ شاہی میں قیام رہا۔ درس و تدریس کے ساتھ تبلیغ و مناظرہ کے میدان میں آپ کے کارنامے عظیم ہیں۔

سیاسی سرگرمیاں زمانہ طالب علمی سے شروع ہو گئی تھیں۔ تحریک خلافت میں حصہ لیا۔ ۲۲/ فروری ۱۹۴۲ء کو گرفتار کر کے دو سال قید مشقت کی سزا دی گئی۔ ۱۹۳۲ء میں جمعیت علماء ہند کے آٹھویں ڈکٹیٹر منتخب ہوئے۔ ۸ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو جمعیت علماء ہند کے دفتر سے گرفتار کر کے چھ ماہ قید بامشقت اور پچاس روپے جرمانہ کی سزا تجویز ہو گئی۔ اس کے بعد ۱۹۴۰ء اور ۱۹۴۲ء میں بھی گرفتار ہو کر سزایاب ہوئے۔ آزادی کے بعد آپ یوپی اسمبلی کے لیے منتخب ہوئے۔ درس و تدریس اور سیاسی مشاغل کے ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی رہا۔ تین کتابیں مقامات تصوف، اخبار التنزیل اور تقلید ائمہ اربعہ علمی یادگار ہیں۔

۲۳/ نومبر ۱۹۷۵ء (۱۸ ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ) کو آپ کی وفات ہو گئی۔ اپنے وطن سنبھل میں مدفون ہوئے۔ (الجمعیۃ ۲۵/ نومبر، ۲۸/ نومبر ۱۹۷۵ء۔ تاریخ شاہی نمبر ص ۲۴۰-۲۴۱)

مولانا مبارک حسین سنبھلیؒ (۱۲۹۶ھ-۱۳۶۱ھ)

آپ حضرت شیخ الہندؒ کے ممتاز شاگرد تھے۔ ۱۲۹۶ھ میں اپنے وطن سنبھل میں پیدا ہوئے۔ متوسطات تک وہیں تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۲۸ھ میں دارالعلوم دیوبند ۱۳۲۹ھ میں دورہ حدیث پڑھا۔ فراغت کے بعد بہت دنوں تک شیخ الہند کے ساتھ سفر و حضر میں رہے۔ ۱۳۳۴ھ میں میرٹھ میں ایک مدرسہ قائم کرکے تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ پھر دارالعلوم میرٹھ بلا لیے گئے۔ آپ کی وجہ سے مدرسہ کو کافی ترقی حاصل ہوئی۔ ۱۳۶۱ھ میں وفات پائی اور مدرسہ کے صحن میں تدفین ہوگئی۔ بہت سارے علماء نے آپ سے فیض اٹھایا۔ (مشاہیر علماء دارالعلوم، ص ۷۵، مفتی ظفیر الدین مفتاحی)

۱۹۳۲ء کی تحریک سول نافرمانی میں آپ جمعیت علماء ہند کے گیارہویں ڈکٹیٹر ہوئے۔ ۳ / فروری ۱۹۳۳ء کو ایک جلوس کی قیادت کی۔ گرفتار ہوئے، اسی روز ایک نوٹس دے کر دہلی سے خارج کر دیا گیا۔ (الجمعیۃ ۵ فروری ۱۹۳۳ء)

مولانا محمد قاسم شاہ جہانپوریؒ (۱۹۰۱ء-۱۹۷۶ء)

آپ ایک حق گو مجاہد اور شعلہ بیان خطیب اور ایثار پیشہ انسان تھے۔ ۱۹۰۱ء میں ضلع سیتاپور کے قصبہ بانسرہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قصبہ میں حاصل کی۔ پھر لہرپور میں مولانا فیض اللہ شاہ سے کسب علم کیا۔ کچھ دنوں مدرسہ عالیہ رامپور میں پڑھ کر دیوبند پہنچے۔ وہاں محدث عصر علامہ انور شاہ کشمیری سے دورہ حدیث پڑھا اور سند فراغت حاصل کی۔

اس کے بعد کچھ مدت دار العلوم میں درس دیا۔ پھر تحریک خلافت اور جمعیت علماء ہند سے وابستہ ہوکر تحریکات آزادی میں سرگرم حصہ لیا۔ متعدّد بار جیل گئے۔ تحریک مدح صحابہ کے سلسلے میں بھی گرفتاری پیش کی۔ اپنی بے باکی اور حق گوئی کی بدولت آزادی کے بعد جیل گئے۔ زندگی کی آخری سانس تک جمعیۃ علماء ہند سے وابستہ رہے۔ مرکزی مجلس عاملہ کے رکن اور ایک طویل عرصہ تک جمعیت علماء اتر پردیش کے ناظم اعلیٰ، کچھ عرصہ صدر بھی رہے۔ اور ۹/ دسمبر ۱۹۷۶ء کو فتح پور ضلع بارہ بنکی میں وفات ہوئی۔ وہیں مدفون ہوئے۔ (الجمعیۃ)

حضرت مجاہد ملّت مولانا حفظ الرحمان صاحب سیوہارویؒ

تحریر: جناب رحمت میرٹھی (نمائندہ خصوصی روزنامہ الجمعیۃ دہلی)
روزنامہ "الجمعیۃ دہلی" کے خصوصی نمبر میں شائع کیا گیا۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اس عالم فانی میں مجاہد ملت، خطیب جادو بیان حضرت مولانا محمد حفظ الرحمان صاحب کا وجود علامہ اقبال کے مندرجہ بالا شعر کا صحیح معنوں میں آئینہ دار تھا۔ وقت ضرورت کے اعتبار سے قدرت مجدد، مجاہد پیدا کرتی ہے جو پورے عزم و ہمت اور پورے صبر و استقلال کے ساتھ ملّت اسلامیہ کی ڈوبتی ہوئی کشتی کو منجدھار سے نکال کر سلامتی کے کنارے پر لگاتے ہیں۔ اٹھتے ہوئے طوفانوں اور بڑھتی ہوئی لہروں کے تھپیڑوں کا سینہ سپر ہوکر مقابلہ کرتے ہیں۔

حضرت مجاہد ملتؒ کی زندگی کے آخری پینتالیس سال انگریزی سامراج اور ملک میں بڑھتی ہوئی فرقہ پرستی کے طوفانوں سے مسلسل جہاد کرتے ہوئے گزرے۔ اس دوران میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آیا کہ حضرت کو مایوسی کا سامنا کرنا پڑا ہو یا ان کی قوت ارادی اور صبر و استقلال نے ان کو جواب دے دیا ہو۔ آپ پوری مجاہدانہ شان کے ساتھ ملک کے دشمن عناصر کا مقابلہ کرتے رہے۔

مجاہد ملّت حضرت مولانا حفظ الرحمان صاحب قدس اللہ سرہٗ کا یوں تو پورے ملک سے خاص تعلق تھا اور ملک کی کے گوشہ گوشہ میں ان کی سرگرمیاں برابر جاری رہیں، وہ موسم کی گرمی و سردی اور اپنی صحت کی بحالی و بیماری کی پرواہ کیے بغیر ہندوستان کے ہر حصہ میں تشریف لے جاتے تھے اور وہاں کے عوام کی مشکلات میں ان کی خاطر خواہ مدد کرتے اور کا ہاتھ بٹاتے تھے۔ لیکن

موصوف کو میرٹھ سے ایک خصوصی لگاؤ آخری وقت تک جاری رہا اور آپ میرٹھ کو اکثر اپنا گھر فرمایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ دہلی و میرٹھ میرے لیے دو نہیں ہیں اور ہم لوگ بھی حضرت کو اپنی ہر مشکل کے وقت یاد کرتے اور ان کو تکلیف دیتے رہتے تھے۔ وہ باوجود اپنی انتہائی مصروفیات اور بیماری کے بھی ہماری درخواست کو رد نہ فرماتے تھے۔ یوں تو حضرت مجاہد ملت کو میرٹھ سے بھی یہ خصوصی تعلق ۱۹۳۰ء سے ہوا جبکہ آپ جم خانہ میدان میرٹھ کے ایک عظیم الشان جلسہ عام میں جمعیت علماء ہند کی امروہہ کانفرنس کی کانگریس میں غیر مشروط شرکت کی تجویز کی وضاحت فرمانے کے واسطے تشریف لائے تھے۔

۱۹۳۰ء میں امروہہ کے اجلاس میں جمعیت نے ہندوستان کی مکمل آزادی کا ریزولیوشن منظور کیا۔ اس اجلاس میں یہ ریزولیوشن حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ نے پیش کیا اور منظور ہوا۔ اجلاس کے بعد حضرت مولانا کے مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ کو گرفتار کر لیا گیا۔

حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ اس جلسے کے خاص مقرر تھے۔ کہتے ہیں کہ یہ جلسہ مولانا محمد اسد اللہ خان کی صاحب بدایونی کی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ اس جلسے کی تقریروں پر حضرت مجاہد ملت اور صدر جلسہ کو گرفتار کر لیا گیا تھا۔ حضرت مجاہد ملت کو قصبہ سیوہارہ سے گرفتار کر کے لایا گیا تھا، چنانچہ میرٹھ ہی کی جیل میں آپ نے اسیری کے دن گزارے اور میرٹھ کے سیاسی دوستوں سے خصوصی رابطہ پیدا ہوا۔

حضرت مجاہد ملت اپنی خوش مزاجی کے علاوہ وضع کے بہت پابند تھے جن حضرت سے آپ کے مراسم قائم ہو جاتے تھے ان کو کبھی فراموش نہ فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ جب بھی میرٹھ تشریف لاتے تو یہاں کے مخصوص حضرات سے ملنے ضرور تشریف لے جاتے تھے اور میرٹھ کے حضرات کو بھی آپ کی ذات سے بے حد وابستگی قائم رہی اور وہ مولانا کی ذات پر فخر کرتے تھے۔ آپ جس وقت تشریف لاتے تو احباب و دوستوں میں اچانک مسرت کی لہر دوڑ جاتی اور جو سنتا وہ آپ کی جانب غیر

اختیاری طور پر کھینچا چلا آتا اور آپ کو دیکھ کر اس کے چہرے پر مسرت و شادمانی رقص کرنے لگتی اور مجاہد ملت بھی ایک ایک کو دیکھ کر خوش ہوتے اور ہر ایک کا مختصر حال معلوم کرتے، حاضرین سے غائبین کی کیفیت مزاج معلوم فرماتے۔

حق تو یہ ہے کہ میرٹھ کے تمام لوگ آپ کو اس طرح عزت وعظمت کی نظروں سے دیکھتے جس طرح ملک کے نوجوان پنڈت نہرو کو دیکھتے ہیں اور ان کو موجودہ دور میں ہندوستان کا واحد مسلم رہنما سمجھتے تھے۔ حضرت مجاہد ملت جب بھی یہاں تشریف لاتے تو اپنی وضع کے مطابق اپنے احباب و دوستوں پر خصوصی کرم فرماتے اور جس قدر بھی موقع ملتا اکثر سے ملنے ان کے مکانوں پر جاتے اور خیریت معلوم کرتے۔ حضرت مولانا سید محمد اسحاق صاحب مرحوم کٹھوری تاحیات دار العلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر رہے۔ حضرت مجاہد ملّت حکیم صاحب مرحوم کی حیات تک برابر ان کے مکان پر قیام فرماتے تھے۔ حضرت مولانا مبارک حسین صاحب مرحوم مدرسہ دار العلوم اندر کوٹ میرٹھ کے بانی تھے۔

حضرت مجاہد ملت کو موصوف مدرسہ کے سالانہ جلسوں میں بلایا کرتے تھے۔ چنانچہ اسی زمانہ سے آپ جب بھی میرٹھ تشریف لائے تو مدرسہ دار العلوم بھی تشریف لے گئے اور حضرت مولانا سید لائق علی صاحب قاسمی وغیرہ حضرات سے ملاقات فرماتے اور یہاں بھی اکثر قیام فرماتے۔

حضرت مجاہد ملت کے مخصوص احباب میں جناب حافظ عبد الحمید صاحب قریشی کو بھی یہ سعادت حاصل ہے کہ آپ اکثر و بیشتر موصوف کے مختصر سے بالا خانہ پر بے تکلفانہ قیام پذیر ہوتے۔ یہ قیام اپنی نوعیت اور وضع داری کی ایک عظیم مثال ہے۔ حضرت مجاہد ملت کو میرٹھ کے کباب بہت مرغوب تھے۔ حافظ صاحب کے یہاں آپ اکثر کباب تناول فرماتے تھے، آپ کبھی کبھی حکیم ظہور حسن صاحب کے یہاں لال کرتی میں بھی قیام فرما لیتے تھے۔ حکیم ظہور الحسن صاحب، مولانا حکیم محمد میاں صاحب مرحوم کے داماد ہیں۔ حکیم صاحب مرحوم کے تعلق سے اکثر حضرت مجاہد ملتؒ ان کے

انتقال کے بعد بھی مکان پر تشریف لے جاتے رہے۔ ویسے آپ کے مخصوص احباب میں خان بہادر بھیا مظفر الدین صاحب رئیس لال کرتی بھی شامل ہیں اور ان کے یہاں بھی اکثر تشریف آوری ہوا کرتی تھی۔

محمد اصغر صاحب چاندی والوں سے بھی حضرت کے تعلق کا ایک سبب یہ بنا کہ اگست ۱۹۴۷ء کے خونی انقلاب کے بعد پنجاب کی تباہ حال اور اپنوں سے بچھڑی ہوئی تین مسلمان لڑکیاں انسانی درندوں کے ظلم و ستم سہتی ہوئی محافظ انسانیت و شرافت مجاہد ملت کے سایہ عاطفت میں آکر رہنے لگیں ۔ حضرت مجاہد ملتؒ نے ان تینوں لڑکیوں کو اپنی اولاد کی طرح پرورش کیا اور یہ لڑکیاں حضرت مجاہد ملتؒ کی شفقت سے اس قدر متاثر ہوئیں کہ بے اختیار "ابا جان" کے باعظمت نام سے مخاطب کرنے لگیں۔ وہ مجاہد اعظمؒ جو کہ پوری ملّت کے باپ اور محسن تھے، ان لڑکیوں کے بخوشی باپ بن گئے جوان لڑکیوں کے باپ کو جو فکر ہوتا ہے وہ ہی اس پیکرِ اخلاص کے قلب پر طاری ہو گیا۔

ان ہی دنوں آپ کی میرٹھ تشریف آوری ہوئی۔ ایک مخصوص نشست میں ان لڑکیوں کے نکاح کے لیے آپ نے اپنے فکر کا اظہار فرمایا۔ ڈاکٹر نظام الدین صاحب نے اس سلسلہ میں کوشش کا وعدہ فرمایا اور کچھ ہی دنوں میں بعد تینوں لڑکیوں کے نکاح ہو گئے۔ حضرت مجاہ ملت نے حقیقی باپ کی طرح پوری دیکھ بھال اور اطمینان کرنے کے بعد اپنی نگرانی میں ان کی شادیاں کرائیں اور تاحیات ایک مشفق باپ کی طرح برابر خیریت معلوم کرنے اور ان کو دعائیں دینے کے لیے ان کے یہاں جاتے رہے۔ ان لڑکیوں میں سب سے چھوٹی لڑکی سلیم بانو کا نکاح محمد اصغر صاحب چاندی والوں سے ہوا تھا۔

حضرت مجاہد ملت میرٹھ کے جماعتی معاملات میں مولانا سید لائق علی صاحب قاسمیؒ، مفتی عبدالخالق صاحبؒ صدیقی، ڈاکٹر نظام الدین صاحبؒ وغیرہ حضرات کے مشوروں کو زیادہ اہم تصور فرماتے تھے۔ حضرت مجاہد ملت کا قاضی شہر میرٹھ حضرت الحاج قاضی زین العابدین صاحب سجادؒ

سے بھی خاص تعلق تھا۔

اہل میرٹھ کو حضرت مجاہد ملت کی جس قدر جادو اثر تقریریں سننے کا شرف حاصل ہوا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان کے کسی اور خطے کو یہ فخر حاصل نہیں ہوا ہو گا۔ میرٹھ شہر کے علاوہ قصبات و دیہات اور وہاں کے عربی مدارس بھی حضرت کی ذات سے برابر فیض حاصل کرتے رہے ہیں۔ حضرت مجاہد ملتؒ نے میرٹھ میں متعدّد کانفرنسوں کو خصوصیت سے شرکت فرما کر نوازا ہے۔ جن میں آل انڈیا مسلم نیشنلسٹ کانفرنس منعقد ۱۹۳۳ء۔ یہ کانفرنس ڈاکٹر سید محمود صاحب کی صدارت میں موجودہ نگار سینما کی بلڈنگ کی جگہ پر ہوئی تھی اور جس میں خان عبدالغفار خاں سرحدی گاندھی، ڈاکٹر خان صاحب مرحوم، خان عبدالصمد خاں، شیخ الاسلام سید حسین احمد صاحب مدنیؒ، امام الہند حضرت مولانا ابو الکلام آزادؒ اور حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ جیسے رہنمایانِ ملّت نے بھی شرکت فرمائی تھی۔ ۱۹۳۸ء میں فلسطین کانفرنس جس کی صدارت رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب لدھیانویؒ نے فرمائی اور ٹاؤن ہال کے میدان میں حضرت مجاہد ملت نے اس کانفرنس کو خطاب فرماتے ہوئے اپنی جادو بیان تقریر میں جن خیالات و جذبات کا اظہار فرمایا تھا وہ آج ماضی کی ایک یادگار ہیں جن کو کبھی بھلایا نہیں جاسکتا۔

۱۹۴۱ء میں جمعیت علماء ضلع میرٹھ کی تبلیغی کانفرنس جو کہ گڈھ مکٹیشر میں حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ کی صدارت منعقد ہوئی تھی اور حضرت مجاہد ملّت اس کانفرنس کے خاص مقرر تھے۔ ۱۹۴۹ء میں آل انڈیا کی کانفرنس سیشن جو کہ وکٹوریہ پارک میرٹھ میں منعقد ہوا تھا اور اسی دوران کے فرقہ وارانہ فسادات پر حضرت مجاہد ملت نے بہت ہی اہم تقریر فرمائی۔

ان کانفرنسوں کے علاوہ حضرت میرٹھ کی جمعیت علما انجمن تبلیغ الاسلام، مدرسہ عربی کے دار العلوم جامع مسجد میرٹھ اور شہر و صدر اور رجین و موتی گنج کے مسلمانوں کے قائم کردہ سیکڑوں جلسوں کی روح حضرت مجاہد ملتؒ کا وجود سمجھا جاتا تھا۔

تقسیم وطن کے بعد پہلی بار آپ نے ۱۹۴۸ء کے شروع میں میرٹھ ٹاؤن ہال کے میدان میں ایک نہایت اہم اور تاریخی تقریر فرمائی جس میں مقامی کانگریس نیتاؤں کے علاوہ ہندو مسلمان اور سکھ تقریباً بیس پچیس ہزار کی تعداد میں موجود تھے۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ ملک میں شر و فساد کے طوفان اٹھ رہے تھے۔ قتل و غارت گری کا بازار بھی سرد نہیں پڑا تھا۔ انسانی خون سے ہولی کھیلی جارہی تھی۔ مسلمانوں پر مایوسیوں کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ حضرت مجاہد ملت نے اس جلسے میں ایک کامل مرد مومن و کی طرح بڑے مجاہدانہ انداز و جوش میں فرقہ پرستوں کو للکارتے ہوئے فرمایا کہ میں ”مسلم لیگی“ کے نام مسلمانوں کا خون نہیں بہانے دوں گا اور اگر مسلمانوں کے خون سے بھی تمھاری پیاس نہیں بھی ہے تو میں مسلم نیشنلسٹوں کو تمھارے سامنے پیش کرنے کو تیار ہوں، تم ان کے خون سے اپنی پیاس بجھا سکتے ہو اور اگر تمھاری پھر بھی پیاس نہ بجھے تو مجھے بتاؤ میں سرحد سے خدائی خدمت گاروں کو بلا کر تمھارے سامنے پیش کردوں گا۔ ان کے خون سے اپنی پیاس بجھالینا، لیکن اب یہ نہیں ہوسکتا کہ تم مسلم لیگی کا نام لے کر کسی مسلمان کا خون بہاؤ۔ یہاں اب کوئی مسلم لیگی نہیں، مسلم لیگی پاکستان جاچکے۔ یہاں جتنے مسلمان ہیں وہ سب ہندوستانی ہیں اور ہندوستان ہی کو اپنا وطن سمجھتے ہیں۔

دوسری جانب حضرت مجاہد ملتؒ نے نیشلسٹ مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی کہ اب وہ کسی بھی مسلمان کو لیگی نہ کہیں اور نہ ان سے کوئی غیرت برتیں۔ اس طعنے کو اب میں ہرگز برداشت نہیں کرسکتا۔ میں نے مراد آباد کے ایک صاحب کو بھی یہی بات کہی ہے جبکہ وہ کسی کو لیگی لیگی کہ کر طعن کر رہے تھے۔

اس کے بعد جمعیت علماء ضلع میرٹھ کی ایک عظیم الشان سیرت کانفرنس میں حضرت مجاہد ملت نے ۱۹۵۹ء میں شرکت کی۔ یہ کانفرنس بھی میرٹھ کی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتی ہے کیونکہ تقسیم ملک کے بعد میرٹھ میں مسلمانوں کا یہ سب سے بڑا اور عظیم الشان اجتماع تھا۔ حضرت مجاہد ملّتؒ نے جس اجلاس کو خطاب فرمایا اس کی صدارت سعودی عربیہ سفیر برائے ہندوستان آنریبل شیخ

یوسف النوزان نے فرمائی تھی۔

حضرت مجاہد ملّتؒ نے اپنی زندگی کی آخری تقریر بھی اسی میرٹھ میں کی ہے۔ آپ سیرت النبیؐ کے ایک جلسہ میں تقریر کرنے کے لیے جنوری ۱۹۶۲ء کو موضع مسئلہ ضلع میرٹھ تشریف لے گئے۔ وہاں سے واپسی پر جنوری کو میرٹھ تشریف لائے۔ اول میرے غریب خانہ پر ہمشیرہ کی وفات کے سلسلہ میں تعزیت کے لیے تشریف لائے۔ کچھ دیر قیام فرماکر اور تسلّی تشفی کی باتیں فرماکر فیض عالم کالج میں مجھے ہمراہ لے گئے۔ کالج کی جانب سے آپ کو عصرانہ دیا گیا جس میں معززین شہر موجود تھے۔ آپ کو اس وقت نزلہ اور کھانسی کے اعلاوہ معمولی حرارت بھی تھی۔ آپ کی پسندیدہ غذا میرٹھ کے مشہور کباب بھی پیش کیے گئے جن کو آپ نے بڑے شوق سے تناول فرمایا۔ حضرت مجاہد ملتؒ کی میرٹھ میں یہ آخری تقریر جو مفتی عبدالخالق صاحب ناظم اعلیٰ جمعیت علماء ضلع کی صدارت میں ہوئی، بطور یادگار رہے گی۔

حضرت مجاہد ملتؒ نے میرٹھ والوں پر بڑے احسانات کیے ہیں۔ میرٹھ کے مسلمانوں پر جب بھی کسی ظلم زیادتی کی خبر آپ کو ملتی تو بے چین ہوجاتے تھے اور ان کی مشکلات کو کو اپنی مشکل جان کر بڑے عزم اور ہمت کے ساتھ میرٹھ جاتے اور حالات کا مقابلہ جواں مردی اور صبر و شکر کے ساتھ کرنے کی تلقین فرمانے کے ساتھ ساتھ ہی ہر ممکن امداد فرماتے تھے۔

چنانچہ ۱۹۴۶ء میں گڈھ مکٹیشر کے فساد کے موقع پر اور جبکہ پنجاب سے آئے ہوئے فسادیوں نے کوتانہ تحصیل باغپت میں مسلمانوں پر اچانک آفت نازل کردی تھی۔ اس وقت آپ نے نیچے سے اوپر تک ذمہ دارانِ حکومت کو مظلوموں کی فریاد پہنچانے کا حق ادا کردیا تھا اور اس سلسلہ میں آپ بار بار میرٹھ تشریف لائے اور مظلوموں کے لیے اور مظلوموں کے لیے امدادی مشن کو جاری کرایا۔ مرکزی جمعیت علماء ہند سے ہزاروں روپے کی امداد دلائی۔

۵/ اکتوبر کو علی گڑھ کے واقعہ پر طلباء نے ایک جلوس یہاں بھی نکالا اور بے گناہ مسلمانوں کی

دکانوں کو لوٹا اور نذرِ آتش کیا گیا۔ فیض عام انٹر کالج کو بھی برباد کیا گیا۔ میں نے جس وقت حضرت مجاہد ملّتؒ کو فون پر اس واقعہ سے باخبر کیا تو آپ علی گڑھ سے اسی روز واپس لوٹے تھے۔ بخار کی شکایت تھی، اس کے باوجود آپ فوراً ہی میرٹھ تشریف لے آئے اور سب سے پہلے دارالعلوم تشریف لے گئے اور حالات و خیریت معلوم کی۔ دارالعلوم میں مفتی عبدالخالق صاحب اور شہر کے دوسرے محترم حضرات سے واقعات معلوم کیے۔ اس کے بعد آپ دفتر جمعیت علماء شہر تشریف لائے اور وہاں سے مجھے ساتھ لے کر متاثرہ علاقوں کا دورہ فرمایا۔ بعد میں افسران سے مل کر دہلی واپس تشریف لے گئے۔

۹/ اکتوبر ۱۹۶۱ء کو بڑے پیمانے پر فساد ہوا اور شہر میں کرفیو نافذ کر دیا گیا۔ دوپہر کے وقت میں نے پھر حضرت مجاہد ملّت کو فون پر تازہ صورت حال سے مطلع کیا۔ آپ کو اس وقت بخار تیز تھا۔ آپ نے فون پر فرمایا کہ مجھے کافی تیز بخار ہے میں یہاں سے جنرل شاہ نواز خاں کو بھیج رہا ہوں لیکن شام کو کیا دیکھتے ہیں کہ جنرل شاہ نواز سے پہلے آپ آ گئے۔ انتہائی ناسازی کے باوجود حالات کا مرکزی حکومت کے ذمہ داران کو آگاہ فرمایا۔ اس کے بعد دوران فساد و حضرت موصوف اپنے دل میں انتہائی کرب و بے چینی لیے ہوئے بار بار میرٹھ تشریف لائے اور مسلمانوں کو صبر و شکر کی تلقین فرمائی اور ان کو ہر طرح دلاسا دیا تو دوسری طرف پنڈت نہرو، لال بہادر شاستری اور جنرل شاہ نواز کو حالات سے آگاہ کر کے ان کو متحرک کرتے اور حکومت کی ذمہ داریوں کی جانب توجہ دلاتے رہے۔ مقامی کانگریسی نیتاؤں سے بھی تبادلہ خیالات کیا۔ حضرت مجاہد ملّتؒ کی یہ سرگرمیاں جو محض مظلوموں کی حمایت اور حکومت کو بدنامی سے بچانے کے لیے تھیں، مقامی فرقہ پرستوں کو ایک آنکھ نہ بھائیں اور ایک حقیقت شناس مرد مجاہد پر بھی فرقہ پرستی کا الزام لگائے بغیر نہ رہ سکے۔

دوران فساد کرفیو کے اوقات میں آپ میرٹھ کے سرکٹ ہاؤس پہنچے، جہاں یو۔ پی کے وزیر اعلیٰ چندر بھان گپتا، ہوم منسٹر یو۔ پی چودھری چرن سنگھ، نائب وزیر ریلوے جنرل شاہ نواز،

کیلاش پرکاش وغیرہ ٹھہرے ہوئے تھے۔ مولانا نے ان سے ملاقات کی۔ حضرت مجاہد ملّتؒ کی چودھری چرن سنگھ سے جھڑپ ہوگئی جس کے بعد چودھری چرن سنگھ نے اپنا رنگ بدل دیا اور حضرت مجاہد ملّت و جمعیت علماء ہند کے خلاف اخبارات میں بیانات دیے، جن کے ترکی بہ ترکی ہندوستان بھر کے اخبارات نے جوابات دیے اور بعض اونچے رہنماؤں نے بھی چودھری چرن سنگھ کے بیان کی مذمت کی۔

حضرت مجاہد ملّت نے فساد کے دوران میرٹھ کی شہید کی ہوئی مسجدوں کی تعمیر کے لیے حکومت یو۔پی سے مطالبہ کیا اور وزیراعلی یو۔پی شری چندر بھان گپتا سے ان مسجدوں کو دوبارہ تعمیر کرایا۔ اس کے علاوہ آپ نے میرٹھ کے فساد میں شہید ہونے والے مسلمانوں کے وارثان کو چار چار سو روپے کی امداد دلائی اور مجروحین و لُٹے ہوئے مظلوموں کو بھی حکومت سے روپیہ دلایا۔ جمعیت علماء ہند کی طرف سے بھی آپ نے کئی ہزار روپیہ مقتولین کے وارثان مجروحین و مظلومین میں تقسیم کر دیا۔

ملت کے محبوب رہنما سے میری آخری ملاقات

امریکہ سے واپسی پر حضرت مجاہد ملّت مولانا محمد حفظ الرحمان صاحبؒ سے میری آخری ملاقات ۱۲ جولائی ۱۹۶۲ء کو صبح ۹ بجے حضرت کی نئی دلّی کی قیام گاہ پر ہوئی۔ کوٹھی کے باہر ملاقاتیوں کا ہجوم تھا۔ چنانچہ میں اور میرے ساتھی اس کمرہ میں داخل ہوئے۔ جہاں ملت اسلامیہ کا محبوب رہنما مجاہد عظم بسترِ علالت پر دراز تھا۔ حضرت مجاہد ملّت کو میں نے سلام کیا۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی اشارے سے اپنے قریب بلا کر چارپائی پر بٹھالیا۔ اشارہ سے ہی خیریت معلوم کی۔ کل اور ساتھی ہی اہل میرٹھ کی خیریت بھی معلوم فرمائی اور آہستہ سے فرمایا کہ سب سے میرا سلام کہہ دینا۔ یہ فرماتے وقت حضرت کی آنکھیں نم ہوگئیں۔ جن کو دیکھ کر میرے دل پر بے حد اثر ہوا اور میرے اندر ایک بے چینی سی پیدا ہوگئی۔

۲ر اگست کی صبح کو آفتاب کی پہلی کرن نکلنے کے ساتھ ہی میرٹھ والوں نے اپنے محسن اور محافظ انسانیت و شرافت و مجاہد ملّت کی وفات کی اندوہ ناک خبر سنی تو جو جس جگہ تھا کچھ دیر کے لیے وہیں ساکت ہو گیا۔ بازار بند ہو گئے، اسکول اور کالج بند کر دیے گئے۔ ایصالِ ثواب کی محفلیں شروع ہو گئیں اور اسپیشل بسوں کے ذریعے ہزاروں شہریوں نے پانچ کر اپنے محبوب رہنما کے آخری دیدار کیے اور آغوشِ رحمت کے سپرد کرنے کے بعد واپس لوٹے۔

آہ! حضرت مجاہد ملّت کی شخصیت، آپ کی شفقت، آپ کا خلوص ہمدردی، آپ کی ملک وملت کے لیے مسلسل جدوجہد، ایثار و قربانی اور مجاہدانہ جرأت و ہمت یہ ایسی چیزیں ہیں جن کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ حضرت مجاہد ملّت کی ذات اس دور میں ملّت اسلامیہ کے لیے ایک آخری سہارا تھی۔ افسوس کہ قدرت کے ہاتھ نے ہم سے اس کو بھی چھین لیا۔ اس قحط الرجال کے دور میں ہماری نگاہیں سارے ملک میں تلاش کر رہی ہیں لیکن ایسے شخص پر نظر نہیں پڑتی۔ جس کو حضرت مجاہد ملّت مولانا حفظ الرحمان صاحب کا جانشین سمجھا جائے۔

روداد و کارروائی

اجلاس ہائے مجلس عاملہ

جمعیت علماء ہند

سنہ ۱۹۳۱ء تا ۱۹۴۶ء

روداد اجلاس مجلس عاملہ جمعیتہ علمائے ہند

منعقدہ

۲۶ر شعبان المعظم ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۵ر ۱۶ر جنوری ۱۹۳۱ء

بمقام دفتر جمعیتہ علمائے ہند دہلی

اسمائے گرامی شرکائے اجلاس

ت مولانا حسین احمد صاحب مدنی ۔ حضرت مولانا احمد سعید صاحب ۔ حضرت مولانا ابوالمحاسن سید محمد سجاد صاحب ۔

مقام صدر جمعیتہ علمائے ہند ناظم جمعیتہ علمائے ہند نائب امیر الشریعۃ صوبہ بہار و اڑیسہ

مولانا عبدالحلیم صاحب صدیقی ۔ جناب مولانا عبدالقادر صاحب ۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب ۔ حضرت مولانا عبدالصمد صاحب

یب ندوۃ العلماء ۔ لکھنؤ قصوری ناظم انجمن خدام الدین لاہور نائب ناظم جمعیتہ ملکاً ہند

کارروائی

حضرت مولانا السید حسین احمد صاحب قائم مقام صدر جمعیتہ علمائے ہند کی صدارت میں ساڑھے چار بجے اجلاس کا آغاز

اول گزشتہ اجلاس کی روداد پڑھکر سنائی گئی اور اسکی تصدیق کیگئی ۔ اسکے بعد تین نشستوں میں ضروری تجاویز

اتفاق رائے سے منظور ہوئیں جنمیں سے دفتری تجاویز کے علاوہ حسب ذیل تجاویز خاص طور پر قابل اشاعت ہیں :۔

تعزیت مولانا محمد علی صاحب مرحوم

۱ ۔ مجلس عاملہ کا یہ اجلاس مولانا محمد علی صاحب کے انتقال پر ملال کے حادثہ جانکاہ پر اپنے دلی رنج واندوہ

کا اظہار کرتا ہے اور انکی وفات کو ملک و وطن اور مسلمانوں کیلئے مصیبت کبریٰ سمجھتا ہے اور ان کے اعزا

کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ کی جناب میں دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ مولانا مرحوم کو

غریق رحمت فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔

تعزیت شاہ محمد زبیر صاحب مونگیری

۲ ۔ جمعیتہ علمائے ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ شاہ محمد زبیر صاحب مونگیری کی وفات پر اظہار رنج وغم کرتا ہے اور

مسلمانوں کے سیاسی مفاد کیلئے نقصان عظیم سمجھتا ہے اور ان کے پسماندگان کے ساتھ دلی ہمدردی کا

اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ کی جناب میں دعا کرتا ہے کہ خدا مرحوم کی مغفرت فرمائے ۔ اور اپنے

جوار رحمت میں جگہ دے ۔

عکس روداد اجلاس مجلس عاملہ جمعیت علمائے ہند جنوری ۱۹۳۱ء

کارروائی اجلاس مجلس مشاورت جمعیت علماء ہند مارچ ۱۹۲۴ء

بتاریخ ۱۵/ مارچ ۱۹۲۴ء

منعقدہ مراد آباد

زیر نگرانی مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند مجلس مشاورت کا جلسہ منعقد ہوا جس میں ارکان مجلس عاملہ کے علاوہ صوبہ کے دیگر اصحاب الرائے حضرات کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔

تجویز نمبر ا

اس مشترکہ مجلس مشاورت نے اپنی تجاویز میں ایک سب کمیٹی مقرر کی جو مجلس کے مقرر کردہ اصول کی روشنی میں وقف بل صوبہ متحدہ پیش کردہ خان بہادر حافظ ہدایت حسین صاحبؒ پر غور کرکے شرعی نقطہ نگاہ سے اس میں ترمیم کرکے اپنا مسودہ مجلس مشاورت کے سامنے پیش کرے۔ یہ کمیٹی حسب ذیل حضرات پر مشتمل تھی:

حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ، مولانا محمد حفظ الرحمن صاحبؒ کنوینر، مولانا عبدالحامد صاحبؒ قادری، مولوی بدرالدین صاحبؒ وکیل نگینہ، مولوی فضل علی صاحبؒ وکیل بدایوں۔

صدر محترم نے مجلس کے اختتام پر مولانا احمد سعید صاحبؒ کی مزید نامزدگی فرمائی۔ چنانچہ مذکورہ حضرات پر مشتمل سب کمیٹی نے بچھرایوں اور دہلی کی متعدّد نشستوں میں کافی غور وخوض کے بعد حافظ ہدایت حسین صاحبؒ کے مسودہ وقف بل صوبہ متحدہ میں شرعی نقطہ نگاہ سے جو ترمیم ضروری سمجھیں، مجلس مشاورت کے سامنے ۱۹/ اپریل ۱۹۳۴ء کو نگینہ میں پیش کیں اور مجلس مشاورت میں غور وخوض کرنے کے بعد جمعیت عاملہ کے اجلاس میں جلسہ میں مجلس شوریٰ کی تمام کارروائی

پیش کرے گی۔

تجویز نمبر ۲

مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند کا یہ جلسہ اپنے اس اذعان ویقین کا مکرر اعلان کرتا ہے کہ موجودہ کونسلوں اور اسمبلی سے وطن کے لیے مفاد آزادی حاصل کرنے کا کوئی قابل وثوق طریقہ نہیں ہے۔ تاہم جو لوگ کہ خدمت وطن کے مقصد رفیع کو نصب العین بنا کر یہ راستہ اختیار کریں تو ملک کو تعطل وجمود کی حالت سے نکالنے اور قوائے عملیہ کے احیاء کی خاطر یہ جلسہ ان کے اس اقدام کی تائید کرتا ہے لیکن اس حقیقت کا اظہار بھی کر دینا ضروری سمجھتا ہے کہ آزادی کے لیے سب سے زیادہ اہم مرحلہ مختلف ملّتوں کے درمیان باہمی تصفیہ ہے۔ فدائیانِ وطن وشیدایانِ حریّت کا سب سے مقدم کام یہ ہے کہ وہ باہمی تصفیہ میں کامیاب نہ ہوں اور اس وقت تک کیونل ایوارڈ کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائیں۔

تجویز نمبر ۳

مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند کا یہ جلسہ اس امر کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ بعض ناگزیر حالات کی بنا پر سب کمیٹی پروگرام پر کوئی کام نہ کر سکی، اس کمیٹی کے ارکان میں مولانا نورالدین صاحبؒ، مولانا عبدالحلیم صاحبؒ اور مولانا بشیر احمد صاحبؒ کے ناموں کا اضافہ کرتا ہے اور امید کرتا ہے کہ کمیٹی جلد سے جلد آئندہ کے لیے کوئی پروگرام پیش کرے گی۔

تجویز نمبر ۴

مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ اجودھیا میں ہندوؤں کے زہرہ گداز مظالم اور بے گناہ مسلمانوں پر حملہ کے خلاف اپنے دلی غم وغصہ کا اظہار کرتا ہے اور حکومت صوبہ متحدہ سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ انصاف کے وسائل وذرائع مہیا کرے اور جن حکام کے

رویہ کے خلاف مسلمانوں کو جائز شکایات ہیں ان کو فوراً وہاں سے تبدیل کرکے ایسے حکام متعیّن کرے جو اپنے منصفانہ طرز عمل سے مظلوم مسلمانوں کو مطمئن کردیں۔ نیز مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند کا یہ جلسہ تنظیم جمعیت کے متعلق یہ طے کرتا ہے کہ کمیٹی پروگرام اپنے اجلاس میں اس پر بھی غور کرے اور تنظیم کی جو صورت مناسب سمجھے اس کو قلم بند کرکے مجلس عاملہ کے سامنے پیش کرے۔

روداد اجلاس مجلس عاملہ جمعیت علمائے ہند جنوری ۱۹۳۱ء

منعقدہ ۲۶ شعبان المعظم ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۵، ۱۶ جنوری ۱۹۳۱ء

بمقام دفتر جمعیت علمائے ہند

اسمائے گرامی شرکاء اجلاس

حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ، (قائم مقام صدر جمعیۃ علماء ہند) حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ (ناظم جمعیت علمائے ہند) حضرت مولانا ابوالمحاسن سید محمد سجاد صاحبؒ (نائب امیر الشریعۃ صوبہ بہار واڑیسہ) مولانا عبدالحلیم صاحبؒ صدیقی (ندوۃ العلماء لکھنؤ) جناب مولانا عبدالقادر صاحبؒ قصوری، حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ (ناظم انجمن خدام الدین لاہور) حضرت مولانا عبدالصمد صاحبؒ (نائب ناظم جمعیت علماء ہند)

کارروائی

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحبؒ قائم مقام صدر جمعیت علماء ہند کی صدارت میں ساڑھے چار بجے اجلاس کا آغاز ہوا اور گزشتہ اجلاس کی روداد پڑھ کر سنائی گئی اور اس کی تصدیق کی گئی۔ اس کے بعد تین نشستوں میں ضروری تجاویز باتفاق رائے منظور ہوئیں جن میں سے دفتری تجاویز کے علاوہ حسب ذیل تجاویز خاص طور پر قابل اشاعت ہیں:

۱. تعزیت مولانا محمد علی صاحبؒ مرحوم

مجلس عاملہ کا یہ اجلاس مولانا محمد علی صاحبؒ کے انتقال پر ملال کے حادثہ جانکاہ پر اپنے دلی رنج واندوہ کا اظہار کرتا ہے اور ان کی وفات کو ملک ووطن اور مسلمانوں کے لئے مصیبت کبریٰ سمجھتا

ہے اور ان کے اعزہ کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو غریق رحمت فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

۲. تعزیت شاہ محمد زبیر صاحبؒ مونگیری

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ شاہ محمد زبیر صاحبؒ مونگیری کی وفات پر اظہار رنج وغم کرتا ہے اور مسلمانوں کے سیاسی مفاد کے لیے نقصان عظیم سمجھتا ہے اور ان کے پسماندگان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعا کرتا ہے کہ خدا مرحوم کی مغفرت فرمائے اور اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

۳. تہنیت براسارت حضرت مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ صدر جمعیت علماء ہند کی مخلصانہ خدمات مذہبی وملکی اور ملی کا صدق دل سے اعتراف کرتا ہے اور آزادی کی رہنمائی کے سلسلہ میں اس ان کے مسائل کو عزم واستقلال کے ساتھ برداشت کرنے پر ان کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے اور ان کی سیرت جلیلہ کو امّت مسلمہ بالخصوص علمائے امت کے لیے قابل تقلید اسوۂ حسنہ یقین کرتا ہے۔

۴. ضبط شدہ جائیدادوں کے نہ خریدنے کے لئے اپیل

چونکہ تحریک آزادی کو فنا اور جذبہ حریت کو پائمال کرنے کے لیے موجودہ حکومت جابرہ محبان وطن وخادمان حریّت کی جائیدادیں اور دیگر اشیاء کو ضبط کرکے ظالمانہ طریقے پر نیلام کردیتی ہے جس کو بعض بے حمیت ہندوستانی خرید کر حکومت جابرہ کی ہمت افزائی کرتے ہیں اس لئے جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس تمام اہل ملک بالخصوص مسلمانوں سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ محبانِ وطن اور فدائیانِ حریت کی ضبط شدہ جائیدادیں اور دیگر اشیا کو ہرگز ہرگز نہ خریدیں کیونکہ ایسی خریداری

میں سراسر ظلم وعدوان کی اعانت، اپنے ملک سے کھلی دشمنی، سیاسی مصالح وملی مفاد کا خون اور محظوراتِ شرعیہ کا ارتکاب ہے۔

۵. کانگریس کو ایک اہم مشورہ

موجودہ تحریک آزادی میں اہل ملک نے جس عزم واستقلال کا ثبوت آج تک دیا ہے اور آزادی کی راہ میں جس قدر جانی ومالی قربانیاں پیش کی ہیں وہ بے نظیر ہیں۔ تاہم آزادی کے تمام پروگرام کو کامیاب بنانے اور منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے ضرورت ہے کہ اس کی راہ میں جتنی رکاوٹیں ہوں، دور کردی جائیں۔ اس لئے تمام حالات پر غور کرکے جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس انڈین نیشنل کانگریس کی ورکنگ کمیٹی مجلس عاملہ کو پورمشورہ دیتا ہے کہ وہ جلد از جلد اس امر کا اعلان کر دے کہ آزادی کی راہ میں جن لوگوں کی جائیداد ضبط ہوں گی یا جن خاندانوں کو شدید جانی ومالی نقصان پہنچے گا آزاد ہندوستان کی حکومت ان سب کی پوری تلافی کی کوشش کرے گی۔ مجلس عاملہ کو امید قوی ہے کہ اس مخلصانہ اعلانِ عام کی اشاعت سے آزادی کی تحریک کو بہتر ہوجائے گی اور آئندہ مجوزہ پروگرام کو کامیاب بنانے میں بہت سی مشکلات دور ہوجائیں گی۔

۶. کانگریس کی ممبری

چونکہ ملک کی مشترکہ سیاسی انجمن صرف کانگریس ہے اور آئندہ ملک کے جدید انتظامات میں اس انجمن کی کارروائی سب سے زیادہ اثرانداز ہوگی خصوصًا اس کا آئندہ اجلاس نہایت اہم ہوگا۔ اس لئے جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس مسلمانانِ ہند سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ وہ ہر شہر ودیہات میں بکثرت کانگریس کے ممبر بنیں اور تمام ورکنگ کمیٹیوں میں شریک ہوکر عملی کارروائی میں حصہ لیں۔ اور جو لوگ بحالت موجودہ کانگریس سے علیحدگی کا مشورہ دیتے ہیں وہ سخت غلطی کا ارتکاب کررہے ہیں۔ (ناظم جمعیت علمائے ہند)

کارروائی مجلس عاملہ جمعیت علمائے ہند اگست ۱۹۳۳ء

بتاریخ ۱۹، ۲۰، ۲۱/ اگست ۱۹۳۳ء مطابق ۲۶، ۲۷، ۲۸/ ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ

منعقدہ مراد آباد، یوپی

سابقہ مجلس کی کارروائی سنانے کے بعد حضرات ذیل کے انتخاب کی کارروائی عمل میں آئی:

مولانا محمد ناناصاحبؒ سملکی کو صبح بمبئی کرناٹک اور مہاراشٹر کی طرف سے مرکزی جمعیت کا ممبر منتخب کیا گیا۔ مولانا بشیر احمد صاحبؒ سیوہاروی، مولانا فضل الدین صاحبؒ مراد آبادی، مولانا محمد شفیع صاحبؒ فرنگی محلی کو مولانا انور شاہ صاحبؒ رحمۃ اللہ علیہ، مولانا نورالدین صاحبؒ بخاری اسیر فرنگ، مولانا عبدالحلیم صدیقی اسیر فرنگ کے قائم مقام علی الترتیب مجلس عاملہ کا رکن منتخب کیا گیا۔ اس کارروائی کے بعد حسب ذیل تجاویز پاس ہوئیں:

تجویز نمبر ۱

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ حضرت فخر العلماء شیخ الاسلام مولانا مولوی سید محمد انور شاہ صاحبؒ شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی وفات حسرت آیات پر دلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی وفات سے ہندوستان کے علمی طبقہ کو جو نقصان پہنچا ہے مستقبل قریب میں اس کی تلافی کی توقع نہیں ہے۔ ان کا علمی تبحر اور متورّعانہ زندگی، مخلصانہ طرز عمل بے مثل تھا۔ یہ جلسہ ان کے صاحبزادوں اور اہلیہ محترمہ اور ان کے مختلف والد اور بھائیوں اور دیگر اعزہ کو دلی ہمدردی کا یقین دلاتے ہوئے دعا کرتا ہے کہ حق تعالیٰ مولانا مرحوم ومغفور کو فردوس اعلیٰ اور حظیرۃ القدس میں مقام اعلیٰ عطا فرمائے اور ان کے صاحبزادوں کو صحیح طور پر ان کا جانشین بنائے اور ان کے فیوض وبرکات ان کے روحانی فرزندوں کے ذریعہ سے تمام اسلامی دنیا میں تا قیام قیامت جاری

رکھے۔(منجانب صدر)

تجویز نمبر۲

جمعیت علماء ان کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ حضرت مولانا مولوی محمد سلامت اللہ صاحبؒ صدر جمعیت علماء صوبہ اودھ، مولانا مولوی عبدالحکیم صاحبؒ صدر جمعیت علماء صوبہ سرحد، مولانا مولوی عبدالحکیم عبدالعزیز صاحبؒ در بھنگوی، مولانا حکیم عبدالغنی صاحبؒ در بھنگوی و مولانا محمد ابراہیم صاحبؒ دہلوی کی وفات پر دلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے اور ان کے اعزاء واقرباء کو اپنی ہمدردی کا یقین دلاتے ہوئے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات مرحومین کو اعلیٰ علیّین میں مراتب عالیہ عنایت فرمائے۔(منجانب صدر)

تجویز نمبر۳

جمعیت عاملہ کا یہ جلسہ زعیم القوم سید سر علی امام وسید حسن امام کی وفات پر دلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے اور ان کے اعزاء واقرباء کی خدمت میں اپنی دلی ہمدردی اور مخلصانہ تعزیت پیش کرتے ہوئے دعا کرتا ہے کہ حق تعالیٰ مرحومین کو جوارِ رحمت میں جگہ دے۔(منجانب صدر)

تجویز نمبر۴

مجلس عاملہ کا یہ جلسہ زعیم بنگال مسٹر سین گپتا کی وفات کو ہندوستان کے لیے ایک بڑا نقصان تصور کرتا ہے۔ مسٹر سین گپتا بنگال کے محبانِ وطن اور تحریک آزادی کے علمبرداروں کی صف اول میں تھے۔ ان کی وفات سے بنگال کے حلقہ سیاست میں ایک اہم جگہ خالی ہوگئی ہے۔ یہ جلسہ ان کے اعزہ واقرباء کی خدمت میں اپنے دلی جذبات ہمدردی پیش کرتا ہے۔(منجانب صدر)

تجویز نمبر۵

جمعیت عاملہ کا یہ جلسہ مولانا عبدالحق صاحبؒ ڈکٹیٹر دوازدہم جمعیت علمائے ہند کے اس بیان

کی جوانہوں نے ۲۸/ اپریل ۱۹۳۳ء مطابق ۵ محرم ۱۳۵۲ھ کو جامع مسجد دہلی کے عظیم الشان جلسہ میں دیا تھا تصدیق کرتا ہے اور مقتضیاتِ احوال وقومی ضروریات پر کامل غور وخوض کرنے کے بعد سِول نافرمانی کے اس پروگرام کو جو حضرت صدر محترم نے اپنے اختیار خصوصی سے جاری فرمایا تھا ملتوی کرتے ہوئے اس امر کی تصریح کرتا ہے کہ جمعیت علمائے ہند کا سیاسی مسلک تحصیل آزادی واستخلاص وطن کے متعلق آج بھی وہی ہے جس پر وہ ۱۳ سال سے گامزن ہے۔

اور اپنے اس اذعان ویقین کا اعلان کرتا ہے کہ جمعیت کو انگریزی حکومت کی طرف سے ہر گز یہ توقع نہیں ہے کہ وہ کبھی بھی اپنے ان مستحکم وعدوں کو جو اس نے مختلف مواقع میں ہندوستان سے کیے تھے پورا کرے گی اور ایسا موقع بہم پہنچائے گی کہ وہ اپنے فطری حقوقِ آزادی سے متمتّع ہو سکیں جیسا کہ وائٹ پیپر اور اس کے بعد پارلیمنٹری کمیٹی کے رویہ سے صاف ظاہر ہے۔

نیز حکومت کے موجودہ جابرانہ رویہ اور ہندوستانی محبانِ وطن کی طرف سے انتہائی شریفانہ سے مصالحت کے باوجود حکومت کی رعونت ونخوت اور طالبانِ آزادی کو کچلنے اور تباہ وبرباد کرنے کی پالیسی نے اگرچہ سرِدست ہندوستانیوں کے عملی جوارح کو شل کر دیا ہو مگر ان کے قلوب کو اس اذعان ویقین سے لبریز کر دیا ہے کہ آزادی حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ہر قسم کے مصائب وشدائد کا تحمل اور مخلصانہ سرفروشی وقربانی ہی ہے۔

مجلس عاملہ کا یہ جلسہ آئندہ کے لئے عملی پروگرام مرتب کرنے کی غرض سے حسب ذیل حضرات کی سب کمیٹی مقرر کرتا ہے اور اس کو اجازت دیتا ہے کہ جو پروگرام اتفاق رائے سے مرتب ہو اسے شائع کر دے:

۱. حضرت صدر محترم۔
۲. ناظم جمعیت علماء ہند۔
۳. حضرت مولانا حسین احمد صاحبؒ۔

۴. حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ۔

۵. محرک: مولانا حفظ الرحمن صاحبؒ سیوہاروی۔

۶. مؤید: مولانا بشیر احمد صاحبؒ سیوہاروی۔

پورے دو دن کے بحث و مباحثہ کے بعد بالاتفاق پاس ہوئی۔

تجویز نمبر ۶

جمعیت علمائے ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ معلمین حجاج کے متعلق مسودہ قانون کو جو آئندہ اجلاس اسمبلی میں بغرض منظوری پیش ہونے والا ہے فریضہ حج کی ادائیگی میں سخت مزاحمت اور اسلامی فرائض کی بجاآوری کی آزادی میں مداخلت سمجھتا ہے جلسہ کی رائے میں معلمین پر اس قسم کی پابندیاں عائد کرنے سے جیسی کہ مسودہ قانون میں مندرج ہیں، حجاز مقدس میں انگریزی حکومت کی مداخلت کا راستہ نکالنا اور باشندگان حجاز کے ایک بڑے طبقہ کو انگریزی حکومت کا دست نگر بنانا بلکہ اس کے سامنے سر جھکانا مقصود ہے جو مسلمانانِ ہندوستان اور زائرین بیت الحرام اور ساکنانِ جزیرۃ العرب اور اسلامی شعار کے مفاد کے خلاف ہے۔

یہ جلسہ حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ مسلمانوں کی رائے عامہ کا لحاظ کرتے ہوئے اس مسودہ قانون کو واپس لے لے اور اسمبلی کے مسلم ممبران سے مطالبہ کرتا ہے کہ اگر حکومت مسلم رائے عامہ کو ٹھکراتے ہوئے اس کو پاس کرانے پر اصرار کرے تو وہ متفقہ طور پر اس کی مخالفت کریں اور اس کو مسترد کرنے میں غیر مسلم ممبران کی تائید بھی حاصل کریں کیونکہ غیر مسلموں پر اس قانون کا کوئی اثر نہیں پڑتا اور اس سے صریح طور پر مسلمانوں کے لئے مذہبی آزادی میں مداخلت لازم آتی ہے اور مسلمانوں کی رائے عامہ اس کے خلاف ہے۔

محرک: مولانا حسین احمد صاحبؒ

مؤید: مولانا احمد سعید صاحبؒ

تجویز نمبر ۷

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ ان دو مسودات حج کی اسمبلی میں منظوری کے خلاف سخت احتجاج کرتا ہے جو بندر گاہوں کی حج کمیٹیوں اور حجاج کی آرام وآسائش کے متعلق ہیں اور حج کمیٹیوں پر حکومت ہند اور صوبجاتی حکومتوں کا پورا اقتدار اور عازمین حج کی راہ میں شدید مشکلات کا حائل ہوجانا جن کے لازمی نتائج ہیں۔

مجلس عاملہ کا یہ جلسہ ان مسلم اراکین اسمبلی کے اس فعل کو کہ جنہوں نے باوجود مسلسل و پیہم تنبیہات کے مذکورہ مسودات کی حمایت کی، سخت قابل مذمت قرار دیتا ہے اور مسلمانوں کی مرضی کے خلاف مضرت رساں قوانین پاس کرانے کی نمائندگی کی صریح خلاف ورزی سمجھتا ہے۔

محرک: مولانا محمد نعیم صاحبؒ لدھیانوی

مؤید: مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ سیوہاروی

تجویز نمبر ۸

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ اس امر پر انتہائی رنج وافسوس کا اظہار کرتا ہے کہ باوجود مسلسل کوششوں کے فرقہ وارانہ مسائل کا باہمی سمجھوتہ نہیں ہوسکا اور اس وجہ سے حکومت برطانیہ کے وزیراعظم نے فرقہ وارانہ حقوق کا ایک مستبدّانہ فیصلہ کردیا۔

اس جلسہ کی رائے میں ہندوستان کی مختلف قوموں کے لیے اب بھی موقع ہے کہ آپس کے معاملات متنازعہ باہمی رضامندی سے خوشگوار اور پائیدار فیصلہ کرلیں جس سے آئندہ حکومت چلانے اور امن وامان کی زندگی بسر کرنے کی امید قائم ہو اور ان لوگوں کیلیے فساد اندازی کا کوئی موقع باقی نہ رہے جو ہندوستان کی مختلف قوموں کو آپس میں لڑاکر اپنی مقصد براری اور کامیابی کی راہ نکالتے ہیں۔

محرک: مولانا حسین احمد صاحبؒ

مؤید: مولانا محمد نعیم صاحبؒ لدھیانوی

تجویز نمبر ۹

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ سرحد کے آزاد قبائل پر حکومت کی بمباری کے خلاف پرزور احتجاج کرتا ہے اور اس کو بین الاقوامی مسلّم شدہ امور اور اخلاق وانسانیت کے معمولی اصول کے ماتحت قابل مذمت سمجھتا ہے۔ سول آبادی پر بم برسانے سے بے گناہ عورتوں، بچوں، کمزوروں، ضعیفوں، بوڑھوں، اپاہجوں کی جانیں ضائع ہوجاتی ہیں اور چوبیس گھنٹہ کا نوٹس ایسی ہولناک کارروائی کے لیے وجہ جواز نہیں بن سکتا۔

یہ جلسہ حکومت سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس بمباری کو فوراً بند کردے اور ان نتائج کو جو اس وقت تک بمباری سے پیدا ہوئے ہیں سرکاری بیان کے ذریعہ سے منظر عام پر لائے اور سرحدی قبائل کے ساتھ معاملات سلجھانے کے لیے مصالحانہ جرگوں کا طریقہ اختیار کرے۔

نیز یہ جلسہ اخوّتِ اسلامی کی بنا پر حکومت افغانستان سے پرزور استدعا کرتا ہے کہ وہ اپنے اثرورسوخ کو کام میں لاکر انگریزی حکومت کو غیر مصافی آبادی پر بم برسانے سے باز رکھے اور اس سلسلہ میں بے گناہ عورتوں، بچوں، ضعیفوں، اپاہجوں کی جان بچاکر اپنے اسلامی اور انسانی فرض کو ادا کرے۔

یہ جلسہ مسلمانانِ ہند کو توجہ دلاتا ہے کہ اپنے اپنے مقامات پر بڑے بڑے جلسہ منعقد کرکے اس جابرانہ کارروائی کے خلاف پرزور احتجاج کریں اور حکومت پر واضح کردیں کہ اس کی یہ کارروائی انسانیت کے خلاف جنگ ہے اور اس سے تمام اہل ہند بالخصوص مسلمانوں کے قلوب پارہ پارہ ہوگئے ہیں۔ اگر اس نے اس بہیمانہ کارروائی کو فوراً بند نہ کیا تو اس کے ہولناک نتائج کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر عائد ہوگی۔

محرک: مولانا احمد سعید صاحبؒ

مؤید: مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ سیوہاروی

تجویز نمبر ۱۰

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ تحقیقاتی حج کمیٹی کی اس خفیہ رپورٹ کے خلاف اپنے غیظ وغم کا اظہار کرتا ہے جس کا راز حکومت کے اس مراسلہ نے فاش کیا ہے جو معزز اخبار "نقیب" پھلواری نے شائع کیا ہے۔ یہ جلسہ گورنمنٹ سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس خفیہ رپورٹ کو آگاہی عامہ کے لیے فوراً شائع کردے اور تحقیقاتی حج کمیٹی کے ممبروں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس کی وجہ بیان کریں کہ انہوں نے اس رپورٹ کو مسلمانوں سے کیوں پوشیدہ رکھا اور اس میں انہوں نے کیا کیا سفارشات حکومت ہند کے سامنے مسلمانوں سے چھپا کر پیش کی ہیں؟

اگر ممبران نے اس کے متعلق تشفی بخش جواب نہ دیا تو مسلمان ان کے خلاف اظہارِ بیزاری پر مجبور ہوں گے۔

یہ جلسہ حکومت کو بتادینا چاہتا ہے کہ کسی خفیہ رپورٹ کو حجازِ مقدس میں کسی کارروائی کی بنیاد قرار دینے اور کسی قسم کا اقدام کرنے سے تمام مسلمانوں نے ہندوستان بلکہ مسلمانانِ عالم کے جذباتِ غیظ وغضب بھڑک جائیں گے اور اس کے خطرناک نتائج کی ذمہ دار حکومت ہوگی۔

محرک: مولانا محمد نعیم صاحبؒ لدھیانوی

مؤید: مولانا حفظ الرحمن صاحبؒ سیوہاروی

تجویز نمبر ۱۱

جمعیت علمائے ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ حکومت کی جانب سے مولانا اسماعیل غزنویؒ کو سفر حج سے روک دینے کے خلاف پرزور احتجاج کرتا ہے حکومت کا یہ فعل ملکہ وکٹوریہ اور ان کے جانشینوں کی طرف سے پیہم مذہبی آزادی کے اعلان کے سراسر منافی ہے۔ حج خواہ فرض ہو یا نفل، بہرحال ایک اسلامی عبادت ہے اور اس کے لیے سفر عبادت کا سفر ہے۔ اس سے حکماً باز رکھنے کا اس کے سوا کوئی مطلب نہیں کہ مذہبی عبادت سے حکماً روکا جائے۔

اسی طرح کسی شخص پر یہ الزام کہ اس کی سیاسی سرگرمیاں حکومت برطانیہ کے خلاف ہیں یا اس نے کسی پمفلٹ میں حکومت کے خلاف نکتہ چینی کی ہے مذہبی اعمال کی ادائیگی سے باز رکھنے کے لیے وجہ جواز نہیں ہو سکتا۔ اس بنا پر جلسہ کی رائے میں حکومت کا یہ فعل صریح طور پر مذہبی امور میں مداخلت ہے اور جلسہ اس کے خلاف پرزور صدائے احتجاج بلند کرتا ہے۔

محرک: مولانا احمد سعید صاحبؒ

مؤید: مولانا محمد نعیم صاحبؒ لدھیانوی

تجویز نمبر ۱۲

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کے اس جلسہ کی رائے میں قرطاسِ ابیض ہندوستان کے مطالباتِ آزادی کو پورا کرنے کے بارے میں پہلے ہی ناقابل التفات تھا اور اب پارلیمنٹری کمیٹی کی کارروائیوں نے تو حکومت کے ارادوں کو بالکل عریاں کر دیا ہے کہ وہ ہندوستانیوں کو اتنا بھی دینے کو تیار نہیں ہے جو وائٹ پیپر میں ظاہر کیا گیا تھا۔

مسلمانوں کے لئے وائٹ پیپر اور پارلیمنٹری کمیٹی کی کارروائیوں سے اظہار بیزاری کی مزید وجہ یہ بھی ہے کہ مذہبی حقوق کے سلسلے میں پرسنل لاء کی حفاظت کے لیے جن مخصوص دفعات کا اندراج دستور اساسی میں سب سے زیادہ اہم تھا، ان کا وائٹ پیپر اور پارلیمنٹری کمیٹی کی کارروائیوں میں کوئی اطمینان نہیں دلایا گیا ہے۔ (منجانب صدر)

تجویز نمبر ۱۳

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کے اجلاس کی رائے میں حکومت کا یہ فعل کہ اس نے پونہ کانفرنس کے دوران میں مصالحت کا ایک بہترین موقع ضائع کر دیا، اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ وہ ہندوستان میں امن وامان قائم کرنے اور ہندوستانیوں کی رائے عامہ کے موافق حکومت کرنے کی خواہش مند نہیں ہے۔ گاندھی جی نے اس موقع پر جس مصالحانہ رویہ کا اظہار کر کے وائسرائے سے

ملاقات کی اجازت طلب کی تھی، وہ محض گفتگوئے مصالحت کی غرض سے تھی۔ ایسی حالت میں وائسرائے کی طرف سے انکار کر دینے کا اس کے سوا کوئی مطلب نہیں تھا کہ گاندھی جی کو پونہ کانفرنس کی پیدا کردہ مصالحانہ اسپرٹ کے خلاف اقدام پر مجبور کیا جائے۔ اس لیے موجودہ کش مکش اور ناخوشگوار حالت کی جو ملک میں قائم ہے، تمام تر ذمہ داری حکومت پر ہے۔

محرک: مولانا محمد نعیم صاحبؒ لدھیانوی

مؤید: مولانا حسین احمد صاحبؒ مدرس اعلیٰ دارالعلوم دیوبند

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

ناظم جمعیت علماء ہند دہلی

کارروائی اجلاس مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند مارچ ۱۹۳۴ء

بتاریخ ۱۴/ ۱۵/ ۱۶/ مارچ ۱۹۳۴ء مطابق ۲۷/ ۲۸/ ۲۹/ ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ

منعقدہ مراد آباد، یوپی

کو جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا اجلاس مراد آباد میں منعقد ہوا جس میں حسب ذیل حضرات نے شرکت فرمائی:

حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا حسین احمد صاحبؒ، حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ، حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** ؒ، حضرت مولانا نور الدین صاحبؒ، حضرت مولانا بشیر احمد صاحبؒ، حضرت مولانا محمد حفظ الرحمن صاحب۔

مختلف مباحث کے بعد ذیل کی تجاویز باتفاق آراء منظور ہوئیں:

تجویز نمبر ۱

جمعیت علمائے ہند کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے کہ وقف ایک خالص شرعی عبادت ہے اور خان بہادر حافظ ہدایت حسین صاحبؒ کا پیش کردہ وقف بل احکامِ وقف کی صریح مخالفتوں پر مشتمل ہے، ارکان کونسل اور حکومت پر یہ امر واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہے کہ یہ بل موجودہ صورت میں اسلامی نقطہ نظر سے ناقابل برداشت وناقابل قبول ہے۔ اسی طرح بہار وقف بل اور بمبئی وقف بل اور کوئی بل بھی جو شرعی احکام کے مطابق نہ ہو مسلمانوں کے لئے قابل تسلیم نہیں ہو سکتا۔

تجویز نمبر ۲

جمعیت علماء کی مجلس عمل حکومت کے اس منتقمانہ تساہل کو جو خان عبیداللہ خان کی رہائی میں وہ برت رہی ہے، غم وغصہ کی نظر سے دیکھتا ہے۔ خان موصوف کی بھوک ہڑتال ڈیڑھ مہینے سے جاری ہے اور ان کی حالت انتہائی نزاکت تک پہنچ چکی ہے۔ حکومت کا یہ تساہل انسانیت کے معمولی اصول کے لحاظ سے بھی قابل مذمت ہے۔ اگر حکومت کی تغافل شعاری سے خان موصوف کی زندگی کا چراغ گل ہوگیا تو نہ صرف صوبہ سرحد کی آبادی بلکہ تمام ہندوستان میں غم وغصہ کی لہر دوڑ جائے گی اور اس کے نتائج کی ذمہ دار حکومت ہوگی۔

تجویز نمبر ۳

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس حکومت کشمیر کے ان مظالم اور وحشیانہ جبر وتشدد کو جو اپنی رعایا کے جائز مطالبات کو کچلنے کے لئے اختیار کیے گئے ہیں، انتہائی نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور حکومت کشمیر پر اس امر کو واضح کر دینا چاہتا ہے کہ اس کی انصاف کش پالیسی اور وحشیانہ مظالم کے خطرناک نتائج کشمیر کے امن واطمینان کو برباد کر دینے کا باعث ہوں گے۔

ایک تجویز میں بہار کے مصیبت زدگان کے ساتھ اظہارِ ہمدردی کرتے ہوئے منظور ہوا کہ ایک عام اعلان شائع کیا جائے جس میں بہار کے مصیبت زلزلہ زدگان کی امداد واعانت کے لئے اہل ملک سے اپیل کی جائے اور تمام جماعتوں سے التماس کی جائے کہ وہ متحد ہوکر تعاون کے ساتھ اس سلسلہ میں کام کریں۔

کارروائی اجلاس مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند اگست ۱۹۳۴ء

بتاریخ ۱۰/ ۱۱/ ۱۲/ اگست ۱۹۳۴ء بروز جمعہ، شنبہ، یک شنبہ

منعقدہ مراد آباد

جمعہ شنبہ یک شنبہ کو مراد آباد میں جمعیت علماء ان کی مجلس عاملہ کا ایک اہم اجلاس منعقد ہوا جس میں حضرات ذیل نے شرکت فرمائی:

حضرت مولانا حسین احمد صاحبؒ، حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ، حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ، حضرت مولانا نورالدین صاحبؒ، حضرت مولانا محمد حفظ الرحمن صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ، حضرت مولانا عبدالصمد صاحبؒ، حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** ؒ، حضرت مولانا بشیر احمد صاحبؒ، حضرت مولانا مبارک حسین صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ۔

اجلاس کی متعدّد نشستوں میں مختلف مسائل پر غور ہوتا رہا اور بالآخر ذیل کی تجاویز متفقہ طور پر منظور کی گئیں:

تجویز نمبر ۱

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس، اجلاس نگینہ منعقدہ ۱۹/ اپریل ۱۹۳۴ء کی تجویز نمبر ۲ کے پیش نظر اپنے اس غیر متزلزل عقیدے کا مکرر اظہار کرتا ہے کہ جمعیت کے نزدیک موجودہ مجالس قوانین کا داخلہ آزادی وطن کی تحصیل کے لئے مفید اور قابل اعتماد ذریعہ نہیں ہے۔ اور جو محبانِ وطن حکومت کی متشدّدانہ اور مستبدّانہ پالیسی کی مزاحمت اور مجالس مذکورہ کے ذریعہ سے آنے والی دینی اور وطنی مضرتوں کی مدافعت کے مخلصانہ ارادے سے ان مجالس میں جانے کو مفید سمجھتے ہیں ان

کے اقدام کو بنظر استحسان دیکھتا ہے۔ تاہم مجالس وضع قوانین کے داخلہ کو مفید سمجھنے والی جماعتوں کی اس خواہش پر کہ جمعیت ان کے نمائندوں کی شخصی تائید کرے، یہ اجلاس اپنے رویّہ کا صاف صاف اظہار کر دینا ضروری سمجھتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جمعیت اپنی سابقہ روایات کی بنا پر صرف اس جماعت کے نمائندوں کی شخصی تائید کر سکتی ہے جس کے نزدیک مدار انتخاب حسب ذیل امور ہوں:

۱. وائٹ پیپر کو ان دفعات کے علاوہ جن پر کمیونل ایوارڈ مشتمل ہے، مسترد کرنا۔
۲. متشدّدانہ قوانین کو منسوخ کرانا اور حکومت کی سخت گیر پالیسی کی مذمت اور مخالفت کرنا اور ہر ایسے بل یا تجویز کی مخالفت کرنا جو ہندوستان کی تحریک آزادی یا سیاسی اور اقتصادی ترقی کے منافی یا اس کو کچلنے والی ہو۔
۳. اس امر کی سعی کرنا کہ باہمی سمجھوتہ کے ساتھ حکومت کے فرقہ وارانہ فیصلہ سے بہتر فیصلہ جلد از جلد حاصل کیا جائے۔
۴. تمام ایسے مسودات قانون کے بارے میں جن کا مذہبی امور سے تعلق ہو، جمعیت علماء ہند دہلی کی ہدایات کی پابندی اور اس کے نقطہ نظر کی ترجمانی اور حمایت کرنا اور جمعیت علماء ہند دہلی جن مسودات قانون کو پیش کرانا ضروری سمجھے ان کو پیش کر کے کامیاب بنانے کی سعی کرنا اور اس امر کے متعلق کہ مسودہ قانون مذہب سے متعلق ہے یا نہیں؟ جمعیت کے فیصلہ پر کاربند رہنا۔

تجویز نمبر ۲

مجلس عاملہ کے سامنے سید ذاکر علی کا خط اور مولانا احمد سعید صاحبؒ کی رپورٹ پیش کی گئی۔ مجلس عاملہ اتحاد کانفرنس لکھنؤ منعقدہ دسمبر ۱۹۳۳ء کی شرکت اور اس کے لیے پندرہ ارکان جمعیت کے شمول کی کارروائی کی تصدیق کرتی ہے لیکن اس ابتدائی کانفرنس کے بعد دستور اساسی کی تشکیل اور اس کے متعلقات کی تمام کارروائی کانفرنس کے طے شدہ اصول اور آئینی مجالس کے عام آئین

وضوابط کے خلاف ہوئی ہے۔ اس لیے وہ مجلس عاملہ کے نزدیک لائق قبول نہیں ہے اور اس لئے جمعیت انتخابات کے بارے میں یونٹی بورڈ کے مجوزہ لائحہ عمل کی پابند نہیں ہے اور اسی بنا پر مولانا احمد سعید صاحبؒ نے سید ذاکر علی صاحبؒ کو جو جواب مجلس عاملہ کی تجویز نگینہ کی روشنی میں دیا تھا، وہ صحیح تھا۔

یہ اجلاس تجویز کرتا ہے کہ جمعیت کے نمائندے یونٹی بورڈ کے مجوزہ اجلاس ۱۹/ اگست ۱۹۳۴ء میں شریک ہوں اور یونٹی بورڈ کو پہلے توجہ دلائیں کہ وہ دستور اساسی اور ۱۵/ جولائی ۱۹۳۴ء کی کارروائی پر نظر ثانی کرکے متعلقہ جماعتوں کے اتفاق رائے سے منقح کرے اس کے بعد اگر انتخابات میں یونٹی بورڈ کی شرکت منظور ہوجائے اور یونٹی بورڈ مجلس عاملہ کی صاف اور واضح تجویز نمبرا کے مطابق انتخاب کا معیار قائم کرے اور اپنے مینی نسٹو میں ان امور کو داخل کردے جن کی تجویز مذکور میں تصریح ہے تو جمعیت کی جانب سے یونٹی بورڈ کے کھڑے کیے ہوئے امیدواروں کی تائید کا یقین دلا دیں، ورنہ یونٹی بورڈ کو مطلع کردیا جائے کہ جمعیت یونٹی بورڈ کے نمائندوں کی تائید نہیں کرسکتی۔

تجویز نمبر ۳

کانگریس ورکنگ کمیٹی نے بمبئی میں فرقہ وارانہ مسئلہ کے متعلق اپنی مشہور تجویز پاس کرکے جس جرأت سے اپنی غیر جانب داری کی پوزیشن کو محفوظ رکھا اور جس دلیری سے لاہور کانگریس کی قرارداد کا احترام کیا ہے، یہ جلسہ اس جرأت اور دلیری پر اس کو مبارک باد دیتا ہے اور مسلمانوں کو پر زور توجہ دلاتا ہے کہ وہ اپنے قومی اور وطنی و مذہبی حقوق کی حقیقی حفاظت کے خیال سے کانگریس میں بکثرت شریک ہوں اور اپنا وطنی و ملی فرض ادا کریں۔

تجویز نمبر ۴

مجلس عاملہ کے سامنے جمعیت کی سقیم مالی حالت کا ناظم نے مفصل تذکرہ کیا۔ جمعیت عاملہ نے اخبار اور اس کے عملہ اور دفتر کے متعلقات آمدنی اور مصارف کی مقدار پر غور و بحث کی اور سرِدست

تقریباً موجودہ چار ہزار رقم قرض کی ادائیگی کے لیے یہ تجویز منظور کی کہ ورکنگ کمیٹی کا ہر رکن ۱۲ر اکتوبر ۱۹۳۴ء تک اپنے حلقہ اثر سے کم از کم ڈیڑھ سو روپے حاصل کر کے دفتر کو بھیج دے۔ جو ارکان جلسہ میں حاضر تھے انہوں نے بطیب خاطر اس کو منظور کر لیا ہے اور امید کی کہ جو ارکان حاضرِ جلسہ نہیں ہیں وہ بھی اس تجویز پر عملی اقدام کر کے اپنی فرض شناسی کا ثبوت دیں گے۔

تجویز نمبر ۵

مجلس عاملہ کا یہ اجلاس اخبار کی مالی حالت اور اس کی ترقی کی تجاویز پر غور کرنے کے لئے مولانا بشیر احمد صاحبؒ، مولانا مجید حسن صاحبؒ مالک اخبار مدینہ، مولانا احمد سعید صاحبؒ پر مشتمل سب کمیٹی مقرر کرتا ہے اور مولانا احمد سعید صاحبؒ اس کے داعی ہوں گے۔ سب کمیٹی جن تجاویز کو ترقی کے لیے مفید سمجھے گی ناظم ان کو عمل میں لائیں گے۔

تجویز نمبر ۶

مجلس عاملہ کا یہ جلسہ مولانا حسین احمد صاحبؒ، مولانا بشیر احمد صاحبؒ، مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحبؒ، مولانا احمد سعید صاحبؒ اور مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کو لکھنؤ یونٹی بورڈ کے جلسہ مجوزہ ۱۹ اگست ۱۹۲۴ء میں جمعیت کی جانب سے شریک ہونے اور تجویز نمبر (۱) اور (۲) پر کے موافق عمل درآمد کرنے کے لیے مقرر کرتا ہے۔

نورالدین بہاری

نائب ناظم جمعیت علماء ہند گلی قاسم جان دہلی

کارروائی اجلاس مجلس مشاورت جمعیت مرکزیہ علماء ہند فروری ۱۹۳۶ء

منعقدہ یکم و ۲/ فروری ۱۹۳۶ء مطابق ۷، ۸/ ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ، یوم شنبہ و یک شنبہ

بمقام مراد آباد

شرکائے اجلاس

مرکزی جمعیت علماء کی مجلس عاملہ کے اجلاس کی غیر معمولی اہمیت کے لحاظ رکھتے ہوئے ہندوستان کے دیگر علماء کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ چنانچہ جمعیت علماء ہند کی دعوت پر علمائے سہارن پور، تھانہ بھون اور علماء پنجاب نے بھی مجلس عاملہ میں شرکت فرمائی اور جمعیت علماء کی مجلس عاملہ کی جانب سے یکم فروری کو ایک عام مجلس مشاورت کا انعقاد کیا گیا جس میں حضرات ذیل نے شرکت فرمائی:

حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ، مولانا حافظ عبداللطیف صاحبؒ، مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** ؒ، مولانا نورالدین صاحبؒ، مولانا احمد سعید صاحبؒ، مولانا معین الدین صاحبؒ، مولانا بشیر احمد صاحبؒ، مولانا حفظ الرحمن صاحبؒ، مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحبؒ، سید غلام بھیک صاحبؒ نیرنگ، مولانا عبدالعزیز صاحبؒ گوجرانوالہ، مولانا عبدالکریم صاحبؒ، مولانا قاری مفتی سعید احمد صاحبؒ، مولانا عبدالحامد صاحبؒ قادری، مولانا فخر الدین صاحبؒ، مولانا عبدالواحد صاحبؒ، مولانا عبدالحلیم صاحبؒ صدیقی، مولانا عبدالحفیظ صاحب۔

سب سے پہلے سید غلام بھیک صاحبؒ نے نیرنگ نے مسوّدہ قانون مسلم انفساخ نکاح کے تفصیلی حالات بیان کیے۔ اس کے بعد مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صاحبؒ نائب امیر شریعت سید بدر الحسن صاحبؒ ایم ایل اے، سید محمد احمد صاحبؒ کاظمی ایم ایل اے کے مسودے بھی سامنے لائے

گئے اور چاروں مسوّدوں کی تمہید اور دفعات پر بحث شروع ہوئی۔ جس میں حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ صدر جمعیت علماء ہند اور مولانا حافظ عبداللطیف صاحبؒ مہتمم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور اور مولانا قاری سعید احمد صاحبؒ مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور و مولانا عبدالکریم صاحبؒ مفتی خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون اور مولانا محمد حفظ الرحمن صاحبؒ سیوہاروی نے کافی بحث وتمحیص کی اور دوروز کی متواتر و پیہم جدوجہد کے بعد مجلس مشاورت کی کثرت رائے سے حسب ذیل تجویز منظور ہوئی اور مسوّدہ از سر نو مرتب کیا گیا جو دفعہ وار درج ذیل ہے:

تجویز

مجلس شوریٰ کی متفقہ رائے قرار پائی کہ بل کے عنوان اور تمہید میں سے ارتدادِ زوجہ کا ذکر اور دفعہ ۶ سر دست نکال دی جائے۔

مسوّدہ قانون فسخ نکاح مرتبہ مجلس شوریٰ جمعیت مرکزیہ علماء ہند

مسلمان عورتوں کے حقوق فسخ نکاح کا قانون

بدیں غرض کہ مسلمان عورتوں کے لیے فسخ نکاح کے ان حقوق کو حاصل کرنے کا راستہ نکالا جائے جو شریعت اسلامی نے ان کو عطا کیے ہیں مگر موجودہ ملکی قانون ان کے لیے ناکافی ہے۔ ہر گاہ کہ ہندوستان میں مسلمان عورتیں اپنے نکاح کرانے کے حقوق سے محروم ہیں جو بروئے شریعت اسلامی ان کو حاصل ہیں، مگر ملک کا موجودہ مروّجہ قانون ان کے حصول کے لیے ناکافی ہے۔ اس لیے حسب ذیل قانون نافذ کیا جاتا ہے:

۱. اس قانون کا نام مسلم قانون فسخ نکاح ہوگا۔

۲. یہ قانون تمام برٹش انڈیا میں اطلاق پذیر ہوگا اور فوراً نافذ ہوجائے گا۔

۳. اس قانون کے منشا یا کسی دفعہ کے خلاف برطانوی ہند کا کوئی قانون یا ریگولیشن یا آرڈیننس موجود ہو تو وہ قانون اور ریگولیشن اور آرڈیننس اس قانون پر یا اس کی کسی دفعہ پر اثرانداز نہ

ہو گا۔

۴. اس قانون میں جب تک مضمون یا سیاق وسباق میں کوئی امر متناقص نہ پایا جائے:

i. مالکی قانون سے شریعت اسلام کے مطابق مذہب امام مالکؒ مراد ہوگی۔

ii. حنفی قانون سے شریعت اسلام مطابق مذہب امام ابو حنیفہؒ مراد ہوگی۔

۵. مسلمان عورت مندرجہ ذیل وجوہ میں سے کسی ایک وجہ یا زیادہ کی بنا پر اپنے شوہر کے خلاف فسخ نکاح کا دعوی کر سکتی ہے:

الف: (۱) یہ کہ اس کا شوہر مفقود الخبر ہو۔

(۲) یہ کہ اس کا شوہر جنون یا جذام یا برص میں مبتلا ہو جبکہ یہ امراض سخت قسم کے ہیں۔

(۳) یہ کہ اس کا شوہر اس کو نفقہ نہ دیتا ہو یا دینے پر قادر نہ ہو۔

(۴) یہ کہ اس کا شوہر اس پر متواتر نا قابل برداشت مظالم کرتا ہو۔

(۵) یہ کہ شوہر کی مفقود الخبری یا طویل قید یا تعنت کی وجہ سے اس کی عصمت خطرہ میں ہو۔

ب: (۱) یہ کہ عورت کو خیار بلوغ حاصل تھا اور اس حق سے اس نے نکاح کو مسترد کر دیا ہو۔

(۲) یہ کہ اس کا نکاح فاسد منعقد ہوا تھا یا بعد میں کسی وجہ سے فاسد ہو گیا ہو۔

(۳) یہ کہ اس کا شوہر عنین یا مجبوب ہو۔

(۴) کسی اور وجہ کی بنا پر جو بروئے فقہ حنفی فسخ نکاح کے لئے کافی ہو۔

۶. (۱) جو مقدمات زیر دفعہ ۵ (الف) دائر کیے جائیں گے ان کی سماعت اور فیصلہ بروئے قانون مالکی کیا جائے گا۔

(۲) جو مقدمات زیر دفعہ ۵ (ب) دائر کیے جائیں گے ان کی سماعت اور فیصلہ بروئے قانون حنفی کیا جائے گا۔

۷. (الف) مقدمات کی سماعت کے بارے میں ضابطہ دیوانی ایکٹ ۵ سنہ ۱۹۰۸ء کے احکام کے ماتحت مسلمان عورت کا دعوی انفساخ نکاح عدالت مجاز میں دائر کیا جائے گا بشرطیکہ اس عدالت کا حاکم مسلمان ہو۔

(ب) اگر عدالت مذکورہ (الف) کا حاکم مسلمان نہ ہو تو ایسا دعویٰ عدالت ڈسٹرکٹ میں جائے گا جو خود اگر مسلمان ہوگا وہ اس کی سماعت کرے گا یا اپنے ضلع کے کسی مسلمان جوڈیشل کے یہاں بغرض سماعت بھیج دے گا اور اس معاملہ میں حدود سماعت ارضی ومالی کا خیال نہ کرے گا۔

(ج) اگر ڈسٹرکٹ جج مسلمان نہ ہو اور حسب ضمن (ب) ضلع میں کوئی مسلمان حاکم دستیاب نہ ہو تو ڈسٹرکٹ جج اس مقدمہ کو سماعت کے لیے کسی قریب ترین ضلع کے مسلمان حاکم کے اجلاس میں بھیج دے گا۔

(د) اگر مقدمہ بھیجے جانے کے بعد مسلمان حاکم کی جگہ کسی وجہ سے غیر مسلم حاکم آجائے تو مقدمہ اس ضلع کے ڈسٹرکٹ جج کے یہاں واپس کیا جائے گا جہاں دائر ہوا تھا اور وہ حسب ضمن (ب) و (ج) متذکرۂ صدر مقدمہ کو فیصلہ کے لئے سپرد کردے گا۔

۸. ابتدائی عدالت کے فیصلے کا اپیل ہائیکورٹ میں ہوگا اور کوئی مسلم جج عدالت مذکور اس کی سماعت اور فیصلہ کرے گا۔

کارروائی مجلس عاملہ جمعیت مرکزیہ علمائے ہند فروری ۱۹۳۶ء

منعقدہ یکم، ۲، ۳/ فروری ۱۹۳۶ء مطابق ۷، ۸، ۹، ۱۰/ ذی قعدہ، سنہ ۱۳۵۴ھ

بروز شنبہ، یک شنبہ، دوشنبہ، بمقام مراد آباد

بعض اہم مسائل اور مسودہ فسخ نکاح پر غور وخوص کے سلسلے میں ۳/ فروری کو شب کے ۱۲ بجے تک مجلس مشاورت جمعیت علماء ہند کا اجلاس ہوتا رہا۔ اس لیے جمعیت کی مجلس عاملہ کا اجلاس ۳/ فروری کی صبح سے شروع ہوا جس میں علاوہ وزیٹرز کے حسب ذیل حضرات نے شرکت فرمائی:

اسمائے گرامی شرکائے اجلاس

حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ صدر جمعیت علمائے ہند، حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ ناظم جمعیت علماء ہند، حضرت مولانا نورالدین صاحبؒ بہاری نائب ناظم جمعیت علماء ہند، حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ نائب امیر شریعت صوبہ بہار، حضرت مولانا عبدالحلیم صدیقیؒ، حضرت مولانا معین الدین صاحبؒ اجمیری، حضرت مولانا ابوالقاسم محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی، حضرت مولانا بشیر احمد صاحبؒ کٹھوری، حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحبؒ لدھیانوی**۔

حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ ناظم جمعیت علماء ہند مجلس عاملہ کے سامنے ایجنڈا پیش کیا جس کی ہر دفعہ پر پورے غور وخوض اور بحث وتمحیص کے بعد متفقہ طور پر حسب ذیل تجاویز منظور کی گئیں:

تجویز نمبر ۱

فسخ نکاح کے مسودات قانون مرتبہ سید غلام بھیک صاحبؒ نے رنگ وسید محمد احمد صاحبؒ کاظمی ومولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ وسید بدرالحسن صاحبؒ بہاری پر علماء کی مشترک مجلس شوری قائم کرکے ایک مرقمہ مسودہ تیار کرلیا ہے۔ جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ مسلمان عورتوں کی

ان ناقابل برداشت مصائب پر نظر کرتے ہوئے جن میں وہ مبتلا ہیں اور شرعی دار القضاء نہ ہونے کی وجہ سے ان کا کوئی صحیح حل مسلمانوں کے ہاتھ میں نہیں ہے، اس مسودہ قانون کو منظور کرتا ہے اور مسلم ارکان اسمبلی سے توقع رکھتا ہے کہ وہ علماء کی مشترک مجلس شوریٰ اور جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا اسمبلی میں پاس کرانے کی متحدہ قوت سے سعی کریں گے۔

تجویز نمبر ۲

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ اس معاہدہ کو جو حکومت سعودیہ اور ایک انگلش کمپنی کے درمیان حجاز میں کان کنی کے متعلق ہوا ہے، سخت خطرہ کی نظر سے دیکھتا ہے۔ یورپی طاقتوں کی استعماری پالیسی کے خطرناک نتائج اور تباہ کن اثرات جمعیت علماء کے سامنے ہیں جن کی بنا پر جمعیت جزیرۃ العرب میں ان طاقتوں کے داخلہ کو خواہ وہ کسی شکل میں ہو، اطمینان کی نظر سے نہیں دیکھ سکتی۔ جزیرۃ العرب کا تقدس اور بالخصوص حجاز کی غیر مسلم اثرات سے حفاظت مسلمانانِ عالم کے نزدیک اہم ترین مسئلہ ہے اور اس کو کسی حال میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ جمعیت حکومت عربیہ سعودیہ کی مالی حالت اور وسائل وذرائع کی بہم رسانی کی اہمیت سے غافل نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ وہ جزیرۃ العرب پر غیر مسلم اقتدار کے قیام کے تصور سے بھی لرزہ براندام ہے۔

جمعیت کو یہ بھی یقین ہے کہ جلالۃ الملک سلطان عبدالعزیز بن فیصل السعود بھی دول یورپ کی استعماری ہوس سے خوب واقف ہیں اور یہ کہ جزیرۃ العرب کا تقدس اور ممالک عربیہ کی حفاظت بھی ان کے نزدیک عزیز ترین متاع ہے۔ باوجود اس کے وہ اپنی طرف سے اور مسلمانان ہند کی طرف سے جلالۃ الملک کی خدمت میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتی ہے کہ جزیرۃ العرب کی غیر مسلم اثر سے حفاظت ان تمام فوائد ومنافع سے جو معاہدہ کے ذریعہ سے حاصل ہوسکتے ہیں، زیادہ قیمتی اور زیادہ اہم واقدم ہے۔

تجویز نمبر ۳

باجازت صدر حضرت مولانا معین الدین صاحبؒ نے راجہ غضنفر علی خان صاحب کے

"درگاہ بل" پر غور کرنے کی مجلس عاملہ میں تحریک پیش کی مگر چونکہ بل اور اس کے مالہٗ وماعلیہ پر ارکان مجلس نے غور نہیں کیا تھا، اس لیے اس کے متعلق ایک سب کمیٹی حسب ذیل ارکان کی منظور کی گئی جو بل پر تنقیدی نظر ڈال کر شرعی طریقہ پر رائے قائم کرے اور اسے شائع کردے۔ سب کمیٹی کے ارکان حسب ذیل ہوں گے اور کمیٹی کے داعی مولانا احمد سعید صاحبؒ ہوں گے:

مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ، مولانا احمد سعید صاحبؒ، مولانا نورالدین صاحبؒ، مولانا محمد سجاد صاحبؒ، مولانا بشیر احمد صاحبؒ۔

تجویز نمبر ۴

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس مصری قوم کے مطالبہ آزادی اور اس کے لیے ان کی جانبازانہ مساعی اور متحدہ محاذ قائم کرنے پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہے اور امید واثق رکھتا ہے کہ وفد پارٹی اور مصری قوم اپنے محترم لیڈر نحاس پاشا کی سرکردگی میں حصول آزادی کے جلیل القدر مقصد میں کامیاب ہوگی۔

تجویز نمبر ۵

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ حرمین کی ضروریات اور مکان بیت اللہ کی حاجات اور حجازی مفاد کے پیش نظر مسلمانانِ عالم سے عموماً اور اسلامی حکومتوں سے خصوصًا اور علی الخصوص مصری حکومت سے مخلصانہ استدعا کرتا ہے کہ جو اوقاف حرمین کے لیے ان کے یہاں موجود ہیں ان کے محاصل حرمین میں بھیجنے اور مستحقین تک پہنچانے میں پوری سرگرمی اور گرم جوشی سے عملی اقدام کرکے ایک طرف تو فریضہ شرعیہ کو ادا کریں، دوسری طرف اخوّت اسلامی اور ساکنانِ حرمین کی ضروریات پوری کرکے تمام مسلمانانِ عالم کی طرف سے شکر گذاری وتحسین کے مستحق ہوں۔

مولانا احمد سعید ناظم جمعیت علماء ہند
گلی قاسم جان دہلی

کارروائی مجلس عاملہ جمعیت مرکزیہ علماء ہند مئی ۱۹۳۷ء

منعقدہ ۳، ۴، ۵/ مئی ۱۹۳۷ء مطابق ۲۱/ ۲۲/ ۲۳/ صفر ۱۳۵۶ھ

یوم دوشنبہ، سہ شنبہ، چہار شنبہ، بمقام مراد آباد

مرکزی جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا جلسہ حسب اعلان ۳/ مئی ۱۹۳۷ء یوم دوشنبہ ۵ بجے شام کو زیر صدارت حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ مدظلہ مولانا عبدالسلام صاحبؒ کے مکان پر شروع ہوا جس میں حسب ذیل حضرات نے شرکت فرمائی:

شرکائے اجلاس

حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ بہاری، حضرت مولانا عبدالصمد صاحبؒ بہاری، حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ صدیقی، حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحبؒ** لدھیانوی، حضرت مولانا حسین احمد صاحبؒ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا بشیر احمد صاحبؒ، حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحبؒ، حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحبؒ بخاری، مولانا احمد سعید صاحبؒ ناظم جمعیت علماء ہند۔

سب سے پہلے مجلس عاملہ کے گزشتہ اجلاس منعقدہ یکم، ۲/ ۳/ فروری ۱۹۳۶ء کی کارروائی جس کی مطبوعہ روئیداد ممبران کی خدمت میں ارسال کی جا چکی ہے، پڑھ کر سنائی گئی۔ جس کو تمام ارکان عاملہ نے سن کر تصدیق کی اور جناب صدر نے اس پر دستخط فرمائے۔

اس کے بعد اخبار الجمعیۃ کے متعلق سب کمیٹی کی رپورٹ مؤرخہ ۱۰/ مارچ ۱۹۴۰ پیش ہوئی جس میں سب کمیٹی نے اخبار کو ماسٹر ہلال احمد صاحبؒ زبیری سے واپس لینے کے متعلق اپنی رائے ظاہر

کی تھی اور جس پر ناظم صاحبؒ کا دفتری نوٹ تحریر تھا کہ رپورٹ کے بعد مجلس عاملہ کی تجویز کے ماتحت ۱۱ر جون ۱۹۳۶ء کو اخبار الجمعیۃ ماسٹر ہلال احمد صاحبؒ سے واپس لے کر سب کمیٹی کی ہدایات کے بموجب مولانا نورالدین صاحبؒ بخاری کے حوالہ کردیا گیا۔ مجلس عاملہ نے اس تمام کارروائی کی تصدیق کی کہ اس مختصر کارروائی کے بعد مولانا محمد میاں صاحبؒ ناظم شعبہ تبلیغ صوبہ یوپی نے اپنا وہ خط پڑھ کر سنایا جس کا ایجنڈے میں تذکرہ کیا گیا تھا۔ اس خط پر بحث شروع ہوئی اور اسی بحث کے سلسلہ میں کانگریس کی شرکت وعدم شرکت پر مباحثہ شروع ہوگیا۔ مباحثہ کا سلسلہ مسلسل تین روز تک جاری رہا۔

۵ر مئی ۱۹۳۷ کو مجلس عاملہ کے مباحثہ میں دوسرے ان حضرات کو بھی شریک کیا گیا جن کو جمعیت عاملہ نے اسی غرض کے لیے مدعو کیا تھا اور جن کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں:

مولانا محمد صادق صاحبؒ کراچی، مولانا حبیب الرحمن صاحبؒ لدھیانوی، چوہدری افضل حق صاحبؒ، چوہدری خلیق الزمان صاحبؒ، مولانا کرم علی خان صاحبؒ، مولانا مفتی محمد عنایت اللہ صاحبؒ فرنگی محلی، مولانا محمد میاں فاروقیؒ، مولانا فخرالدین صاحبؒ مراد آبادی، مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ ایم ایل اے، مولانا عبدالسلام صاحبؒ، مولانا ابوالقاسم صاحبؒ، مولانا ابو الوفا صاحبؒ، مولانا محمد منظور صاحبؒ ایڈیٹر الفرقان بریلی، مولانا حامد الانصاری غازیؒ ایڈیٹر اخبار مدینہ بجنور، مولانا محی الدین قائدؒ سب ایڈیٹر اخبار الجمعیۃ دہلی، مولانا سلطان الحق صاحبؒ ایڈیٹر استقلال دیوبند۔

تیسرے دن شام تک اسی موضوع پر تبادلہ خیالات ہوتا رہا اور شام کو چھ بجے مجلس عاملہ کے ملتوی شدہ جلسہ کا باضابطہ آغاز ہوا جس میں سب سے پیشتر سہ روزہ مباحثہ کی روشنی میں ذیل کا بیان مجلس عاملہ کی جانب سے مرتب کیا گیا اور بالاتفاق منظور ہوا:

"ملک کے سیاسی حالات اور گزشتہ الیکشن کے نتائج اور اس سے پیدا شدہ ماحول اور کانگریس کی طرف سے مسلم کافر کو کانگریس سے قریب تر لانے کی مساعی اور اس کے اثرات پر غور

کرنے کیلئے جمعیت علماء ہند نے اپنی مجلس عاملہ کے جلسہ سے قبل مسلم زعما کو مدعو کیا تھا اور تین روز تک باضابطہ طور پر مجلس مشاورت جاری رہی۔ ارکان مجلس عاملہ اور حضرات مدعوین نے مباحثہ میں پورے غور وانہماک کے ساتھ حصہ لیا اور ہر معاملے اور ہر گوشے پر روشنی ڈالی اور مجلس عاملہ کے نزدیک یہ ایک واقعی حقیقت ہے کہ جہاں تک تحصیل آزادی اور ملکی وطنی مفاد اور اجنبی طاقت کے اثر ونفوذ کی مدافعت کا تعلق ہے جمعیت علماء ہند نے ہر موقع پر اپنا فریضہ ادا کرتے ہوئے کانگریس کے ساتھ آزادی کی جنگ میں اشتراک عمل کیا ہے اور ہر قسم کی قربانیاں پیش کی ہیں، لہٰذا آزادی وطن اور ملکی مفاد کے سلسلے میں کانگریس کے ساتھ شریک ہونے یا نہ ہونے کا اس کے سامنے کوئی سوال ہی نہیں ہے کہ ہندوستان میں اکثریت کی حکومت قائم ہونے اور امن وامان کے ساتھ زندگی گزارنے اور وطن کو ایک اچھے، منظم طاقتور نظام حکومت کے ماتحت ترقی دینے کا جہاں تک سوال ہے، اس کے متعلق مجلس عاملہ کا یقین ہے کہ یہ بات صرف اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے کہ اقلیتوں کو اکثریت پر پورا اعتماد ہو اور ان کے قلوب میں کوئی شک وشبہ باقی نہ رہے۔ باہمی اعتماد اور دوستانہ روابط کے بغیر امن واطمینان کی زندگی حاصل نہیں ہو سکتی پس اکثریت کا حتمی اور قطعی فریضہ یہ ہے کہ وہ اقلیتوں کو مطمئن کرنے اور ان کے قلوب میں اعتماد ومحبت پیدا کرنے کے لئے مفید اور مؤثر طریقے اختیار کرے۔"

اس کے بعد مولانا بشیر احمد صاحبؒ کی تحریک اور مولانا **مفتی محمد نعیم صاحبؒ** کی تائید سے اخبار کی سب کمیٹی میں حضرت مولانا حسین احمد صاحبؒ مدنی کے اسم گرامی کا اضافہ کیا گیا۔ اخبار کی مالی حالت پر غور کرتے ہوئے طے کیا گیا کہ فی الحال اخبار کو بجائے ۱۰ صفحہ کے ۸ صفحہ کا کر دیا جائے اور اس سلسلے میں جمعیت عاملہ کے ارکان کی جانب سے ایک اخبار میں کر دیا جائے جو کاغذ کی گرانی کے عذر پر مشتمل ہو اور جس میں خریداروں سے مزید خریدار پیدا کرنے کی اپیل کی جائے۔

اس کے بعد مولانا نورالدین صاحبؒ کا استعفیٰ پیش کیا گیا۔ چونکہ مولانا خود موجود نہ تھے اس لیے حسب ذیل تجویز پیش ہو کر منظور ہوئی:

"مجلس عاملہ کا یہ جلسہ مولانا نور الدین صاحبؒ کے استعفے کے متعلق یہ تجویز کرتا ہے کہ مجلس عاملہ کو افسوس ہے کہ مولانا اس موقع پر مجلس میں خود تشریف فرما نہیں ہیں، اس لحاظ سے ان کے استعفے پر مجلس عاملہ ان کی عدم موجودگی میں غور کرنا مناسب نہیں سمجھتی۔ مجلس عاملہ مولانا سے درخواست کرتی ہے کہ وہ اپنے استعفے کو واپس لیں اور جمعیت علماء کے ساتھ اپنے تعلقات کو حسب سابق بحال رکھیں جو جمعیت کے جملہ ارکان کے لئے موجب مسرت ہوگا۔"

اس کے بعد حسب ذیل مزید تجاویز باتفاق رائے منظور ہوئیں:

تجویز نمبر ۱

مجلس عاملہ کا یہ جلسہ حکومت کی اس جنگی کارروائی پر جو اس نے آزاد علاقہ میں اقدام کی پالیسی کے ماتحت شمال مغربی علاقہ کے آزاد قبائل کے خلاف جاری کر رکھی ہے اور نہتے باشندوں پر بمباری سے عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے، سخت رنج وغم کا اظہار کرتا ہے اور حکومت کو بتادینا چاہتا ہے کہ اس کی یہ کارروائی ہندوستان کے امن عامہ کے لئے مہلک اور انسانیت کے دامن پر بدنما دھبہ ہے۔

تجویز نمبر ۲

مجلس عاملہ کا یہ جلسہ ہندو اخبارات کے اس رویّہ کو جو اس نے شمال مغربی سرحد کے آزاد علاقہ کے خلاف حکومت کی جابرانہ جنگی کارروائی کو سراہنے اور ان کو تباہ وبرباد کرنے اور حکومت کو ان کے خلاف برانگیختہ کرنے کے لیے اختیار کر رکھا ہے، ہندوستانی مفاد اور جذبات ہمسائیگی اور حقوقِ انسانیت کے خلاف قابل افسوس جارحانہ اقدام سمجھتا ہے اور اس کو اس پالیسی کی خلاف ورزی تصور کرتا ہے جو کانگریس فارورڈ پالیسی کے خلاف طے کر چکی ہے۔

نیز یہ جلسہ کانگرس سے توقع رکھتا ہے کہ وہ اس نازک ترین مرحلے پر اپنی طے شدہ پالیسی کے ماتحت حکومت کی اس جنگی کارروائی کے خلاف پرزور صدائے احتجاج بلند کرے گی اور کانگرس

سے تعلق رکھنے والے اخبارات کو بھی ان کے اس ناواجب رویہ سے باز رکھنے کی کوشش کرے گی۔

تجویز نمبر ۳

مجلس عاملہ کا یہ اجلاس کانگریس کو اس شدید خطرہ کی طرف توجہ دلاتا ہے جو ہندوستان میں وطنی مفاد کو تباہ کرنے کے لئے فرقہ وارانہ فساد کی شکل میں ظاہر ہورہا ہے۔ کانگریس اور ہر محب وطن کا فرض ہے کہ وہ اس قسم کے فسادات کو روکنے اور فسادات کے اسباب کا قلع قمع کرنے کے لیے پوری سرگرمی اور بیدار مغزی سے عملی اقدام کرے اور حتی الامکان ملک کو فرقہ وارانہ فسادات کے مہلک نتائج سے بچائے۔

تجویز نمبر ۴

مجلس عاملہ کا یہ جلسہ پانی پت کے مظلوم مسلمانوں کے ساتھ اپنی دلی اور عمیق ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے پولیس کے اس جابرانہ اور خلاف آئین رویّے کے خلاف اپنے سخت غم وغصہ کا اظہار کرتا ہے جس کے نتیجے میں سات مسلمان شہید اور تقریباً ۳۰ درجن مسلمان زخمی ہوئے۔ مجلس عاملہ کی یہ قطعی رائے ہے کہ حکام نے قلندر صاحبؒ کے چوک سے ہولی کے جلوس کو گزرنے کی اجازت دینے میں سخت غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔

مجلس عاملہ کا یہ جلسہ پنجاب گورنمنٹ سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ پانی پت کے مسلمانوں کے جانی اور مالی نقصانات کی جلد از جلد تلافی کرے اور اس خونریزی کے ذمہ دار افسران کو قرار واقعی سزائیں دے کر مظلومین کو مطمئن کرے۔

مولانا احمد سعید ناظم جمعیت علماء ہند

گلی قاسم جان دہلی

کارروائی مجلس عاملہ جمعیت مرکزیہ علمائے ہند اگست ۱۹۳۸ء

منعقدہ ۳/ اگست ۱۹۳۸ء مطابق ۵/ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ یوم چہار شنبہ

بمقام دفتر جمعیت علمائے ہند دہلی

حسب اعلان ناظم صاحبؒ جمعیت علماء ہند ۳/ اگست ۱۹۳۸ء یوم چہار شنبہ کو مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند کا اجلاس زیر صدارت حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ مدظلہ دفتر جمعیت علماء ہند گلی قاسم جان دہلی میں منعقد ہوا جس میں حسب ذیل حضرات نے شرکت فرمائی:

شرکائے اجلاس

"حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد صاحبؒ مدنی، مولانا نورالدین صاحبؒ بہاری، مولانا مبارک حسین صاحبؒ، مولانا حفظ الرحمن صاحبؒ، مولانا بشیر احمد صاحبؒ، مولانا عبد الصمد صاحبؒ رحمانی، مولانا عبدالحلیم صاحبؒ صدیقی، مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ، مولانا احمد سعید صاحبؒ ناظم جمعیت علماء ہند۔"

سب سے پہلے مولانا عبدالرحمن صاحبؒ نے مجلس عاملہ کے گزشتہ اجلاس منعقدہ ۳/ ۴/ ۵/ مئی ۱۹۳۷ء بمقام مراد آباد کی کارروائی پڑھ کر سنائی جس کی مطبوعہ روئداد ممبران مرکزیہ کی خدمت میں ارسال کی جاچکی تھی۔ اراکین عاملہ نے کارروائی سن کر اس کی تصدیق کی اور جناب صدر نے اس پر دستخط ثبت فرمائے۔

بعد ازاں ناظم صاحبؒ نے جلسہ کی ضرورت کا اظہار کرتے ہوئے بتایا کہ مولانا ابوالکلام صاحبؒ اور دیگر ارکان کی حسب ہدایت جلسہ طلب کرنا ضروری سمجھا گیا۔ بعض اہم معاملات کی بنا پر اس اجلاس میں مولانا ابوالکلام آزادؒ کا ہونا ضروری تھا۔ مولانا نے تار دیا تھا لیکن وہ تار مجھے نہیں ملا۔ اس لیے ۳۱/ اگست مقرر کی گئی۔ مولانا کی خواہش یہ تھی کہ ۱۵/ اگست مقرر کی جائے۔ اب اگر آپ

حضرات مناسب سمجھیں تو ملتوی کر دیں۔

مولانا بشیر احمد صاحبؒ نے فرمایا کہ اب اگر جلسہ طلب کر لیا گیا ہے تو کچھ کارروائی کر لی جائے۔ جناب صدر نے کارروائی کی اجازت دی اور ایجنڈے کی بعض دفعات پر پورے غور و فکر کے بعد حسب ذیل تجاویز منظور کی گئیں:

تجویز نمبر ا

جمعیت عاملہ کا یہ اجلاس فلسطین کے جگر خراش اور روح فرسا واقعات اور برطانوی مظالم کو سخت غم و غصے کی نظر سے دیکھتا ہے اور قبلہ اوّل کی حفاظت اور مسلمانانِ فلسطین کی امداد و اعانت کے سلسلے میں مجلس تحفظ فلسطین نے جو حسب ذیل تجویز پاس کی ہے، جمعیت عاملہ کا یہ اجلاس اس کی تصدیق و توثیق کرتا ہے اور تجویز کرتا ہے کہ جمعیت علماء ہند اپنے تمام ذرائع اس تجویز کو کامیاب بنانے میں بروئے کار لائے اور جمعیت کی صوبہ وار شاخوں اور تمام مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اس مذہبی فریضے کی ادائیگی میں پورے جوش اور انہماک کے ساتھ قربانی کے لیے کھڑے ہو جائیں۔

تجویز مجلس تحفظ فلسطین

مجلس تحفظ فلسطین کا یہ جلسہ فلسطین کے جگر خراش اور روح فرسا واقعات کے پیش نظر مسلمانان ہند پر قبلہ اول کی آزادی اور مسلمان بھائیوں کی نصرت و اعانت کا جو فریضہ عائد ہو رہا ہے، اس کی ادائیگی کے لئے تجویز کرتا ہے کہ سول نافرمانی کی جائے۔

سول نافرمانی کی تیاری کے لئے تمام ہندوستان میں فوراً جلسے شروع کر دیے جائیں فلسطین کمیٹیاں قائم کی جائیں رضا کار بھرتی کیے جائیں اور ان کی مضبوط اور منظّم جماعتیں بنائی جائیں اور پوری تیاری کے ساتھ سول نافرمانی کے لئے مستعدی پیدا کی جائے۔

سول نافرمانی کا مؤثر اور نتیجہ خیز طریقہ معین کرنے کے لیے ہندوستان کی دوسری جماعتوں سے مشورہ کرنے اور ملک کو سول نافرمانی کے لیے تیار کرنے کی غرض سے فوراً کام شروع کر دیا جائے

تاکہ ۷/ اکتوبر ۱۹۳۸ء مطابق ۱۱/ شعبان ۱۳۵۷ھ کی مؤتمر عالم اسلامی کے اجلاس کے بعد جو فلسطین کے معاملات پر بحث کرنے اور اس کا حل تلاش کرنے کے لیے قاہرہ مصر میں منعقد ہو رہی ہے۔ جس قسم کی سول نافرمانی مناسب ہو فوری شروع کر دی جائے۔

اسی درمیان میں امکانی کوشش کی جائے کہ ہندوستان کی صوبائی حکومت مسلمانان ہند کی طرف سے برطانوی حکومت سے مطالبہ کریں کہ وہ قضیہ فلسطین کو انصاف اور اعراب فلسطین کی مرضی کے موافق جلد از جلد طے کر دے۔

تجویز نمبر ۲

جمعیت عاملہ کا یہ جلسہ ماورائے سرحد کے آزاد قبائل وزیریوں وغیرہ کے متعلق حکومت ہند کے جابرانہ اقدام کی پالیسی اور باشندوں پر بمباری اور فوجی کارروائی کی شدید مذمت کرتا ہے اور حکومت کے اس فعل کو آئین وانصاف کے اہم روابط اور اخلاق وانسانیت کے خلاف سمجھتا ہے اور صوبائی حکومتوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اس طرز عمل کے خلاف ہندوستانیوں کے جذبات غیظ وغضب کو حکومت تک پہنچائیں اور پورے زور وقوت کے ساتھ اس پالیسی کو ترک کرنے کی سعی کریں۔ یہ جلسہ تمام ہندوستان سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اس پر اسی کی مذمت کے لیے عام جلسے منعقد کریں اور ان میں اس پالیسی کے خلاف نفرت ومذمت کی تجویز پاس کر کے حکومت ہند کو بھیجیں۔

تجویز نمبر ۳

بنوں کے ڈاکے اور اس کے بعد اس کے نظم کا معاملہ خبریں صاف اور واضح نہ آنے کی وجہ سے سخت مشتبہ اور اضطراب انگیز ہو گیا ہے۔ اس لئے یہ جلسہ حکومت سرحد سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ جلد از جلد ایک صاف بیان جس میں ضروری تفصیلات درج ہوں شائع کر کے ملک کو تشویش اور اضطراب سے نکالے۔

تجویز نمبر۴

واردھا کی تعلیمی اسکیم پر غور کرنے کے لئے جمعیت عاملہ حسب ذیل ارکان کی سب کمیٹی مقرر کرتی ہے۔ یہ کمیٹی اسکیم مذکور پر نظر ڈالے اور قابل تنقید مضامین کی تفصیل اپنی رپورٹ کے ساتھ آئندہ مجلس عمل کے جلسے میں پیش کرے۔

ارکان سب کمیٹی:

حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ، حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ، مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ، مولانا احمد سعید صاحبؒ کنوینر، مولانا نورالدین صاحبؒ بہاری۔

تجویز نمبر۵

جمعیت علماء ہند کے سالانہ اجلاس کے لیے دہلی کا دعوت نامہ پیش ہوا۔ جمعیت عاملہ نے دہلی میں انعقاد جلسہ سالانہ منظور کر لیا۔

تجویز نمبر۶

مؤتمر عالم اسلامی متعلق فلسطین جو قاھرہ میں منعقد ہونے والی ہے اس کی شرکت کیلئے محمد علی علوبہ کا دعوت نامہ جو مفتی صاحبؒ کے نام آیا ہے، پیش ہوکر قرار پایا کہ اس مؤتمر میں شرکت کرنی چاہیے اور مصارف کا بندوبست ہوجائے تو داعی کو اطلاع دے دی جائے کہ دو اصحاب جمعیت کی طرف سے مؤتمر میں شرکت کریں گے۔ شرکاء کے نام یہ ہیں: مفتی صاحبؒ، مولانا عبدالحلیم صاحبؒ۔

تجویز نمبر۷

مولوی عبدالرحمٰن کی پیش کردہ اسکیم متعلق تنظیم امّت اسلامیہ پیش ہوئی۔ قرار پایا کہ امارت و تنظیم امت کا مسئلہ جمعیت علماء کے عرصہ سے پیش نظر ہے۔ اس لئے مناسب وقت پر غور کرنے کے لئے یہ اسکیم بھی فائل کی جائے۔

تجویز نمبر ۸

مولوی عبد الحامد صاحبؒ بدایونی، محمد فضل الرحمن صاحبؒ فاروقی بدایونی کے استعفے پیش ہوئے۔ جمعیت عاملہ ان حضرات سے استعفے واپس لینے کی درخواست کرتی مگر افسوس ہے کہ ان حضرات نے اپنے استعفوں میں ایسا طرز تحریر اختیار کیا ہے جس سے جمعیت علماء کی جماعت سخت توہین ہوتی ہے۔ اس لئے مجلس عاملہ کے لیے بجز اس کے اور کوئی چارہ کار نہیں کہ ان صاحبوں کو جمعیت علماء سے علیحدہ قرار دے دیا جائے۔ لہٰذا یہ آئندہ جمعیت کے رکن نہیں سمجھے جائیں گے۔

تجویز نمبر ۹

محمد ابو ظفر (فرفروی) کا استعفیٰ پیش ہوا۔ جمعیت عاملہ نے افسوس کے ساتھ اسے منظور کیا۔

تجویز نمبر ۱۰

جمعیت عاملہ کا یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ مشترک ـــــ تعلیم گاہوں کے لئے ودیا مندر کا نام ایسا نام ہے جس سے خاص ایک فرقہ کا تعلق ظاہر ہوتا ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ اس لفظ کو جلد از جلد تبدیل کر کے ایسا نام تجویز کیا جائے جو تمام ہندوستانیوں کے لیے یکساں قابل قبول ہو۔

تجویز نمبر ۱۱

جمعیت عاملہ کا یہ اجلاس لکھنؤ کے مدح صحابہ کے قضیہ میں حکومت صوبہ متحدہ کے اس فیصلہ کے پیش نظر کہ سنیوں کو مدح صحابہ کرنے کا عام اور پرائیویٹ مقامات پر حق حاصل ہے، حکومت صوبہ متحدہ کو توجہ دلاتا ہے کہ وہ جلد از جلد ان رکاوٹوں کو دور کرے جو حکام کی طرف سے اس حق کے استعمال میں بروئے کار لائی جاتی ہیں۔

مولانا احمد سعید ناظم جمعیت علماء ہند
گلی قاسم جان دہلی

کارروائی اجلاس مجلس مرکزیہ جمعیت علماء ہند مئی ۱۹۳۹ء

منعقدہ ۷/ ۸/ ۹/ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۷/ ۲۸/ ۲۹/ مئی ۱۹۳۹ء

شنبہ، یک شنبہ، دوشنبہ، بمقام مراد آباد

۲۷ مئی ۱۹۳۹ء یوم شنبہ کو ۸:۳۰ بجے صبح سے نون ہال مراد آباد میں مجلس مرکزی جمعیت علماء ہند کا اجلاس شروع ہوا جس میں حضرت علامہ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کی تحریک اور **مفتی محمد نعیم صاحبؒ** کی تائید سے حضرت مولانا عبید اللہ صاحبؒ سندھی کو حسب دفعہ نمبر ۷ دستور سابق جمعیت مرکزیہ کا رکن منتخب کیا گیا۔ مولانا موصوف کے رکن منتخب کرنے کے بعد حضرت مفتی صاحبؒ نے اعلان فرمایا کہ جمعیت مرکزیہ کی کارروائی میری جانب سے حضرت علامہ مولانا عبید اللہ صاحبؒ بحیثیت صدر انجام دیں گے۔

حضرات اراکین میں سے حسب ذیل حضرات نے اجلاس میں شرکت فرمائی:

اسمائے گرامی حضرات شرکاء اجلاس

حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا عبید اللہ صاحبؒ سندھی، مولانا محمد فاروقی الہ آبادی، مولانا احمد علی صاحبؒ لاہوری، مولانا عبدالماجد صاحبؒ دہلی، مولانا عصمت اللہ صاحبؒ ملیح آبادی، مولانا **مفتی محمد نعیم صاحبؒ** لدھیانہ، مولانا فخرالدین صاحبؒ مراد آبادی، مولانا نورالدین صاحبؒ بہاری، مولانا محمد یوسف صاحبؒ دہلی، حضرت مولانا سید حسین احمد صاحبؒ دیوبند، مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ، مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ سنبھلی، مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحبؒ سیوہاروی، مولانا محمد میاں صاحبؒ مراد آبادی،

مولانا قاری عبداللہ صاحبؒ مراد آبادی، مولانا احمد سعید صاحبؒ دہلی، مولانا سید محمد نصیر صاحبؒ فیض آبادی، مولانا عبدالمجید صاحبؒ دربھنگہ، مولانا حبیب الرحمن صاحبؒ لدھیانہ، مولانا محفوظ الرحمٰن صاحبؒ نامی بہرائچ، مولانا افسر الدین صاحبؒ بنگال، مولانا فخر الحسن صاحبؒ دہلی، مولانا عبدالحنان صاحبؒ لاہور، مولانا سید حمید الدین صاحبؒ گلاوٹھی، مولانا عتیق الرحمن صاحبؒ عثمانی، مولانا عبدالحلیم صاحبؒ صدیقی لکھنؤ، مولانا سجاد حسین صاحبؒ دہلی، مولانا بشیر احمد صاحبؒ کٹھوری، مولانا محمد قاسم صاحبؒ شاہ جہان پوری، سید محمد احمد صاحبؒ کاظمی ایم ایل اے سہارنپور، مولانا محمد اطہر صاحبؒ کٹکی، مولانا سید محمد شاہد صاحبؒ فاخری الہ آباد، مولانا ابوالوفا صاحبؒ شاہ جہان پوری، مولانا محمد منظور صاحبؒ نعمانی بریلی، مولانا عبیداللہ صاحبؒ بجنوری، حکیم محمد اسماعیل صاحبؒ دہلی، ماسٹر ہلال احمد صاحبؒ زبیری۔

سب سے پہلے مولانا بشیر احمد صاحبؒ رکن سب کمیٹی مسودہ دستور اساسی نے ترمیمی مسودہ پیش کیا جس کی ایک ایک دفعہ پڑھ کر سنائی گئی اور پوری مجلس مرکزی کے بحث و مباحثہ اور غور و فکر کے بعد دستور العمل کی بعض دفعات کو منظور کیا گیا اور بعض کو حذف کیا گیا۔ جو دستور العمل مجلس مرکزیہ نے منظور کیا ہے وہ علیحدہ شائع کیا گیا ہے۔ دستور العمل کی منظوری کے بعد حسب ذیل تجاویز منظور کی گئیں:

تجویز نمبر ۱: مسودہ ترمیم دستور اساسی

مسودہ ترمیم دستور اساسی پیش ہوکر مناسب ترمیمات کے ساتھ منظور کیا گیا۔ اس کے ما تحت ابتدائی ممبر بنانے اور ضلع وار جمعیتیں قائم کرنے کی کارروائی شروع کر دی جائے۔ (بالاتفاق منظور)

تجویز نمبر ۲: جمعیت علماء صوبہ سرحد کی رپورٹ

جمعیت علماء صوبہ سرحد کے متعلق مولوی بشیر احمد صاحبؒ کی رپورٹ پیش ہوئی اور مجلس

مرکزیہ نے اسے منظور کرتے ہوئے اس جمعیت کو جس کے صدر مولانا محمد یوسف صاحبؒ بنوری اور ناظم مولانا لطف اللہ صاحبؒ ہیں، باقاعدہ جمعیت قرار دیا۔

تجویز نمبر ۳: مسئلہ فلسطین

جمعیت علماء ہند کی مجلس مرکزیہ کا یہ اجلاس برطانوی حکومت کے قرطاس ابیض کو جو فلسطین کے متعلق اس نے شائع کیا ہے، عربوں کے ساتھ ناانصافی اور وعدہ شکنی پر مبنی سمجھتا ہے اور عربوں پر برطانیہ کے تشدد اور جابرانہ اور ظالمانہ اقدامات کو نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ برطانوی حکومت کو لازم ہے کہ وہ عربوں کو بغیر مزید تاخیر کے فوراً آزادی دے کر فلسطین میں امن قائم کرے اور مسلمانانِ عالم کے اضطراب اور بے چینی کو رفع کرے۔ (بالاتفاق منظور)

تجویز نمبر ۴: تبرّا ایجی ٹیشن

جمعیت علماء ہند کی مجلس مرکزیہ کا یہ اجلاس لکھنؤ میں شیعوں کی طرف سے تبرّا ایجی ٹیشن کو انتہائی نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اس خلاف آئین وانسانیت حرکت کو ملک کے امن کے لیے خطرہ عظیم سمجھتا ہے۔ تبرّا کسی حال میں کسی وقت بھی قابل برداشت نہیں ہے۔ نہ اس کو کوئی ذی فہم انسان ایک لمحہ کے لیے جائز قرار دے سکتا ہے۔ اس لئے یہ اجلاس حکومت سے پرزور طریقے پر استدعا کرتا ہے کہ وہ اس ہنگامہ شر وفساد کو جلد از جلد ختم کرے۔ (بالاتفاق منظور)

تجویز نمبر ۵: سنیوں سے اپیل

جمعیت علماء ہند کی مجلس مرکزیہ کا یہ اجلاس سنیوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ لکھنؤ کے شیعوں کے تبرّا ایجی ٹیشن سے اس درجہ متاثر نہ ہوں کہ لکھنؤ سے باہر کوئی نئی صورتحال پیدا ہو جائے۔ اگرچہ شیعوں کا یہ اقدام ناقابل برداشت ہے تاہم ملک کا امن وامان بہر صورت قائم کرنا ان کا فرض ہے۔ سنیوں کو صبر وسکون کے ساتھ اپنی اپنی جگہ دستور قدیم کے مطابق عمل پیرا ہوتے ہوئے

حالات کا بغور ملاحظہ کرنا لازم ہے اور تاوقتیکہ ذمہ دار علماء اعلان نہ کردیں لکھنؤ سے باہر کوئی صورتِ حالات پیدا نہ ہونے دینی چاہیے۔ (بالاتفاق منظور)

تجویز نمبر۶: مدحِ صحابہ رضی اللہ عنہم

جمعیت علمائے ہند کی مجلس مرکزیہ کا یہ اجلاس مدح صحابہ کے متعلق صوبہ متحدہ کی حکومت کے کیمونک مؤرخہ ۳۰/ مارچ ۱۹۳۹ء کو جو سنیوں کے جائز اور مبنی بر انصاف مطالبات سے بہت کم ہے، موجودہ حالات کے پیش نظر غنیمت سمجھتا ہے اور بنظر استحسان دیکھتا ہے۔ اور حکومت یوپی کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ اس کیمونک کو جو سنیوں کے ایک مذہبی آئینی وشہری حق کے استعمال کی آخری حد ہے، شیعوں کے امن سوز پروپیگنڈے سے مرعوب ہوکر تبدیل کرنے کی کوشش نہ کرے۔

جمعیت علمائے ہند کا یہ اجلاس ان مسائل کی پرزور مذمت کرتا ہے جو بعض حلقوں کی طرف سے حکومت ہند اور حکومت برطانیہ کو یہ باور کرانے کے لیے کی جارہی ہیں کہ مدح صحابہ سنیوں کا اخلاقی ومذہبی وآئینی حق نہیں ہے اور یہ کہ تبرّا اور مدح صحابہ کی حیثیت یکساں ہے۔ اگر حکومت ہند یا حکومت برطانیہ کی طرف سے اقلیتوں کے حقوق کے نام پر سنیوں کے اس مسلمہ حق میں کوئی مداخلت کی گئی تو مجلس مرکزیہ کی رائے میں اس کے نتائج نہایت دور رَس اور تباہ کن ثابت ہوں گے۔

جمعیت مرکزیہ کا یہ اجلاس بعض مخصوص افراد اور جماعتوں کے اس گمراہ کن اور شرارت آمیز پروپیگنڈا کی پرزور تردید کرتا ہے کہ مدح صحابہ ایجی ٹیشن میں حکومت یوپی کا ہاتھ ہے اور اس نے سنیوں کو اس مطالبہ پر جو ایک عرصہ دراز سے مسلسل پیش کیا جارہا تھا، آمادہ کیا ہے۔

اس قسم کا پروپیگنڈا جیسا کہ ظاہر ہے، حکومت یوپی کے خلاف نہیں ہے بلکہ سنیوں کے ایک قدیم مطالبہ کے حصول کو خطرہ میں ڈالنے کے لیے ہے اور اس کی ذمہ داری اس ہی جماعت پر عائد ہوتی ہے جو سنیوں کو اپنے حق کے استعمال سے ہر طرح سے روکنے کی کوشش کررہی ہے۔

تجویز نمبر۷: صوبوں کے انتخابات

جن صوبوں سے جمعیت مرکزیہ کے لیے انتخابات موصول نہیں ہوئے تھے ان کے اور مشاہیر ہند کے انتخابات کو مرکزی جمعیت عاملہ کی صوابدید پر محول کر دیا گیا ہے۔

تجویز نمبر۸: عہدہ داران کا انتخاب

عہدہ داروں کے متعلق مجلس مرکزیہ میں بحث شروع ہوئی اور مجلس کے مشورہ سے حسب ذیل تجویز منظور کی گئی:

"انتخابات کا مسئلہ پیش ہوا۔ مجلس مرکزیہ نے بالاتفاق طے کر دیا کہ انتخابات آئندہ اجلاس سالانہ پر جو آئین جدید کے ماتحت منعقد ہوگا، محول کیے گئے اور موجودہ عہدہ داران و جمعیت علماء مرکزیہ بحالِ خود قائم رہیں گے۔"

اس تجویز کے بعد حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ صدر جمعیت علماء ہند اور حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ ناظم جمعیت علماء ہند نے صدارت و نظامت سے اپنے اپنے استعفے پیش کیے اور حضرت مفتی صاحبؒ نے اصرار فرمایا کہ جدید عہدہ داروں کا انتخاب اسی وقت کر لینا چاہیے کیونکہ میری صحت اس قابل نہیں رہی کہ آئندہ اس ذمہ داری کو برداشت کر سکوں۔

مگر مجلس مرکزیہ نے بالاتفاق ہر دو حضرات کے استعفے نامنظور کر دیے اور یہی طے کیا کہ آئندہ سالانہ اجلاس تک موجودہ عہدیداران اپنی جگہ پر قائم رہیں۔ حضرت صدر و ناظم صاحبؒ کے استعفے درج ذیل ہیں جن پر صدر مجلس مرکزیہ کا نوٹ بھی تحریر ہے:

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ صدر جمعیت علماء ہند کا استعفیٰ

بخدمت اجلاس جمعیۃ مرکزیہ جمعیت علماء ہند

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

دہلی کے سالانہ اجلاس میں عہدہ داران کا انتخاب ہونا تھا، مگر اس وقت مراد آباد کے اس

جلسے تک اسے ملتوی کر کے مجھے مجبور کر دیا گیا تھا، اس امید پر کہ مراد آباد میں انتخاب جدید ہو جائے گا۔ میں خاموش ہو گیا مگر اب کے اجلاس ہذا کے انتخاب کو آئندہ اجلاس تک ملتوی کر رہا ہے اور میں اپنی کمزوری اور بیماری کی وجہ سے اس ذمہ داری کو قبول کرنے سے معذور ہوں۔ اس لئے استعفیٰ ہذا پیش کر کے امید کرتا ہوں کہ میرا استعفی منظور فرما کر شکر گزاری کا موقع عطا فرمائیں گے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ

۱۹۳۹/۵/۲۹ء

نوٹ

یہ استعفیٰ میرے سامنے مجلس مرکزیہ نے بالاتفاق رد کر دیا اور حضرت مفتی صاحبؒ سے پرزور الحاح سے مطالبہ کیا کہ اپنی ذمہ داری سے جمعیت علماء کی رہبری کرتے رہیں۔ حضرت مفتی صاحبؒ نے اس کی درخواست منظور کر لی۔

عبید اللہ صدر مجلس مرکزیہ

۲۹ مئی ۱۹۳۹ء

حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ ناظم جمعیت علماء ہند کا استعفیٰ

بخدمت جناب صدر اجلاس مرکزیہ جمعیت علماء ہند

آپ کو معلوم ہے کہ میں جمعیت علماء ہند کی خدمت تقریباً بیس سال سے انجام دے رہا ہوں، لیکن اب اپنے ضعف و ناتوانی اور بعض دیگر مجبوریوں کے باعث آئندہ خدمات مفوضہ کی انجام دہی سے معذور ہوں۔ امید ہے کہ میرا استعفی منظور فرما کر مجھے سبکدوش فرمائیں گے۔

میں ہوں آپ کا مخلص

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

۱۹۳۹/۵/۲۹

نوٹ

یہ استعفیٰ میرے سامنے پیش ہوا۔ مجلس مرکزیہ نے بالاتفاق رد کر دیا اور ناظم صاحبؒ سے التجا کرتی رہی کہ اپنی خدمات سے جمعیت علماء کو ترقی دیتے رہیں۔ اس پر ناظم صاحبؒ نے اتفاقی درخواست کو منظور کر لیا۔

کتبہ عبید اللہ

صدر مجلس مرکزی جمعیت علماء

۲۹ر مئی ۱۹۳۹ء

اس کے بعد اراکین سب کمیٹی اخبار الجمعیۃ کا وہ خط پیش ہوا جو اراکین نے حضرت مفتی صاحبؒ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ خط پر حضرت مفتی صاحبؒ کا نوٹ اور جواب بھی تحریر ہے جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

صاحبؒ العزت والاحترام حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحبؒ صدر جمعیت علماء ہند مدظلہ العالی!

سلام مسنون!

عرض ہے ہم خدام جن کے سپرد جماعت عاملہ نے اخبار الجمعیۃ کی نگرانی فرمائی تھی، تقریباً تین سال سے اس خدمت کو انجام دے رہے ہیں مگر تجربہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ بعض داخلی اور خارجی وجوہات ایسی پیدا ہوئیں جن کے باعث اخبار کا چلنا مشکل ہے۔ مستقل قرضہ کا ایک بار ہے جس کی ادائیگی فوراً ضروری ہے جس کا کوئی ذریعہ نہیں۔ اس وجہ سے ہم مجبوراً اس خدمت سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں۔ اطلاعی طور پر تحریر روانہ کی جاتی ہے۔ فقط

بشیر احمد۔ محمد عبد الرحمن کان اللہ لہٗ

نور الدین بہاری۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

نوٹ

یہ تحریر آج ۱۷/۵/۳۹ء کو دس بج کر ۸ منٹ پر مولوی وحید الدین صاحبؒ کی معرفت وصول ہوئی۔ اس پر کوئی تاریخ درج نہیں ہے۔ میں نے اس کا جواب جو دیا ہے وہ اس کی پشت پر درج ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ

۱۹۳۹/۵/۱۷

جواب

مکرمانم دام مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! آپ کی تحریر جس پر کوئی تاریخ درج نہیں ہے، آج ۱۷ر مئی ۱۹۳۹ء کو موصول ہوئی۔ براہِ کرم الجمعیۃ کے کاروبار اور دفتر اور اخبار کی نگرانی اور اہتمام اس وقت تک بحالِ خود جاری رکھیں جب تک دوسرا انتظام ہو۔ مراد آباد کے جلسہ میں اس کی مفصل رپورٹ اور قرض اور آمد و خرچ کا گوشوارہ پیش کرکے آئندہ کے لئے فیصلہ کرالیا جائے۔ بہر صورت تا انتظامِ جدید اس کی حفاظت اور نگرانی بدستور فرماتے رہیں۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ

۱۹۳۹/۵/۱۷ء

مجلس مرکزیہ نے اخبار کے متعلق ایک جدید سب کمیٹی بناکر اخبار الجمعیۃ کا معاملہ اس کے سپرد کردیا جس کے متعلق حسب ذیل تجویز منظور کی گئی:

تجویز نمبر ۹

جمعیت علماء ہند کی مجلس مرکزیہ کے سامنے اخبار الجمعیۃ کی سقیم حالت پیش کی گئی جس کے پیش نظر اس کو جاری رکھنا سب کمیٹی اخبار کے نزدیک ناممکن ہوگیا ہے۔ جمعیت مرکزیہ کا یہ اجلاس

حسب ذیل ارکان کو اختیار دیتا ہے کہ وہ اخبار کی تمام حالت کا جائزہ لے کر مناسب فیصلہ کردیں۔ ان کا فیصلہ آخری اور قطعی ہوگا۔

مولوی بشیر احمد صاحبؒ، مولوی نورالدین صاحبؒ، مولوی حفظ الرحمن صاحبؒ، مولانا حسین احمد صاحبؒ، مولوی محمد نعیم صاحبؒ، مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ، مولانا احمد سعید صاحبؒ، مولانا محمد سجاد صاحبؒ۔

اخبار الجمعیۃ کی سب کمیٹی نے دہلی پہنچ کر ۳۰/ مئی کی شام کو مولانا احمد سعید صاحبؒ کے مکان پر اپنا جلسہ منعقد کیا جس میں حسب ذیل حضرات نے شرکت فرمائی:

حضرت مولانا محمد کفایت اللہ صاحبؒ، مولانا احمد سعید صاحبؒ، مولانا بشیر احمد صاحبؒ، مولانا حسین احمد صاحبؒ، مولانا حفظ الرحمن صاحبؒ، حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ۔

سب کمیٹی نے پورے غور و خوض کے بعد اس بار الجمعیۃ کے متعلق جو تجویز منظور کی، وہ درج ذیل ہے:

سب کمیٹی اخبار الجمعیۃ کی تجویز

اخبار الجمعیۃ کی سب کمیٹی نے اخبار کی حالت کا جو اجمالی خاکہ پیش کیا، اس کا ماحصل یہ ہے کہ اس وقت اخبار الجمعیۃ کے ذمہ تقریباً ۲۸۲۳ روپے کا قرضہ ہے اور سر دست اخبار جاری رکھنے کی کوئی سبیل نہیں ہے۔ جو دن گزرتا ہے وہ قرض کا بار بڑھاتا جارہا ہے۔

اجلاس مراد آباد نے جو کمیٹی ان حالات کا جائزہ لے کر آخری فیصلہ کرنے کے لیے مقرر کی ہے وہ قرضہ کی ادائیگی کی اہمیت اور مزید قرض سے بچنے کے لحاظ سے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں سمجھتی کہ اخبار کو فوراً بند کردیا جائے۔

مگر اس میں بھی شبہ نہیں کہ اخبار کی اشاعت کا التوا جمعیت کے لیے سخت مضر ہے۔ اس لئے ہماری خواہش ہے کہ اگر کوئی صورت بھی ایسی نکل سکے کہ اخبار جاری رہے تو بہت بہتر ہوگا۔

یہ مجلس مولانا احمد سعید صاحبؒ کو اختیار دیتی ہے کہ اگر وہ کوئی صورت اخبار جاری رکھنے کی نہ کر سکیں تو اس مجلس کی طرف سے اخبار بند کرنے کا اعلان کر دیں لیکن اگر کوئی صورت نکل سکے تو وہ جمعیت علماء کی ملک پر بدستور اسے جاری رکھیں اور اس کے تمام انتظامات اپنے اختیار سے کریں۔ موجودہ قرضے کی ادائیگی کے معاملے میں ہم سب مولانا احمد سعید صاحبؒ کی پوری پوری معاونت کریں گے۔

۳۰ مئی ۱۹۳۹ء

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔ ابوالمحاسن محمد سجاد کان اللہ لہٗ

بشیر احمد غفرلہٗ۔ محمد حفظ الرحمن کان اللہ لہٗ

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ۔ محمد کفایت اللہ دہلوی کان اللہ لہٗ

مولانا احمد سعید ناظم جمعیت علمائے ہند

گلی قاسم جان دہلی

کارروائی اجلاس مجلس عاملہ جمعیت مرکزیہ علماء ہند مارچ ۱۹۴۰ء

منعقدہ ۲۳، ۲۴/ محرم الحرام ۱۳۵۹ھ مطابق ۳، ۴/ مارچ ۱۹۴۰ء
یوم شنبہ و یکشنبہ بمقام دفتر جمعیت علمائے ہند دہلی

۳/ مارچ ۱۹۴۰ یوم شنبہ کو ۷:۳۰ بجے شب سے دفتر جمعیت علمائے ہند میں مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند کا اجلاس زیر صدارت حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ شروع ہوا جس میں حسب ذیل اراکین عملہ نے شرکت فرمائی:

اسمائے گرامی حضرات شرکاء اجلاس

حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد صاحبؒ مدنی، حضرت مولانا شبیر احمد صاحبؒ عثمانی، حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحبؒ** لدھیانوی، حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ صدیقی، حضرت مولانا نور الدین صاحبؒ بخاری، حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحبؒ سیوہاروی، حضرت مولانا بشیر احمد صاحبؒ کٹھوری، حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ ناظم جمعیت علماء ہند۔

کارروائی

سب سے پہلے حضرت ناظم صاحبؒ نے گزشتہ اجلاس مجلس عاملہ منعقدہ ۱۶/ ۱۷/ ۱۸/ ستمبر ۱۹۳۹ء ٹاؤن ہال میرٹھ کی کارروائی پڑھ کر سنائی جس کی منظوری کے بعد صدارت کی جانب سے حضرت مولانا معین الدین اجمیری مرحوم اور مولانا حکیم محمد میاں صاحب میرٹھی مرحوم کے متعلق تعزیت کی تجاویز پیش ہوکر منظور ہوئیں۔

اس کے بعد مولانا معین الدین صاحبؒ کی جگہ جمعیت عاملہ کے رکن کے انتخاب کا مسئلہ

پیش ہوا اور مولانا فضل الرحمان صاحبؒ کی تحریک اور حضرت ناظم صاحبؒ کی تائید سے مولانا محمد میاں صاحبؒ فاروقی الہ آبادی کو مجلس عاملہ کا رکن منتخب کیا گیا۔

بعد ازاں حضرت ناظم صاحبؒ نے جمعیۃ الانصار گورکھپور کا خط اور ان کی بھیجی ہوئی دو تجاویز پڑھ کر سنائیں جو ۱۷/ جنوری ۱۹۴۶ء کو موصول ہوئی تھیں۔ پہلی تجویز کے متعلق مجلس عاملہ نے طے کیا کہ حضرت مفتی صاحبؒ ایک بیان مرتب فرمائیں جو آئندہ ورکنگ کمیٹی کے سامنے پیش کیا جائے اور دوسری تجویز ماہر تعلیم کے متعلق طے پایا کہ حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ صدیقی کا نام جمعیت الانصار کو بھیج دیا جائے۔

اس کے بعد حضرت مولانا محمد سجاد صاحبؒ نائب امیر شریعت بہار کا خط پیش ہوا جس میں کاظمی بل (فسخ نکاح) کی غلط دفعات کی جانب توجہ دلائی گئی تھی جس کے متعلق مجلس نے طے کیا کہ اسمبلی کے مسلم ممبران کے مشورہ سے ان دفعات میں ترمیم کی سعی کی جائے۔

دوسری نشست

۴/ مارچ ۱۹۴۰ء کو ساڑھے دس بجے سے اجلاس شروع ہوا جس میں مسلم آزاد کانفرنس کے انعقاد کے متعلق بحث شروع ہوئی۔ مولانا **مفتی محمد نعیم صاحبؒ** کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے حضرت مفتی صاحبؒ نے کانفرنس کے ابتدائی مشوروں کی تفصیل بیان فرمائی اور مسئلہ کی وضاحت کے بعد دریافت فرمایا کہ پہلے اس کے متعلق رائے دی جائے کہ کانفرنس ہونی چاہیے یا نہیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ نے فرمایا کہ قلیل الجدویٰ ہے اور مضرتوں کا احتمال زیادہ ہے۔ مولانا نورالدین صاحبؒ بہاری نے فرمایا کہ ضرور ہونی چاہیے۔ حضرت مولانا حسین احمد صاحبؒ نے بھی یہی فرمایا کہ ضرور ہونی چاہیے۔ مولانا عبدالرحمن صاحبؒ، مولانا **مفتی محمد نعیم صاحبؒ**، مولانا بشیر احمد صاحبؒ اور مولانا احمد سعید صاحبؒ نے بھی فرمایا کہ کانفرنس ہونی چاہیے۔

اس کے بعد **مفتی محمد نعیم صاحبؒ** کے سوال کے جواب میں جناب صدر نے فرمایا کہ میری

رائے مولانا شبیر احمد صاحبؒ سے متفق ہے۔ پھر حضرت مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ جمعیت کی مجلس عاملہ اس کی اجازت دیتی ہے یا نہیں کہ جمعیت علماء بھی دعوت دینے میں شریک ہو؟ مولانا شبیر احمد صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر آپ نے کانفرنس کا منعقد کیا جانا ضروری قرار دیا ہے تو پھر داعی کی حیثیت سے بھی شریک ہونا چاہیے۔ مجلس کے باقی ممبران نے بھی اس کی تائید کی مگر مولانا احمد سعید صاحبؒ نے فرمایا کہ جمعیت کو داعی نہیں بننا چاہیے۔ مجلس نے یہ بھی طے کیا کہ جمعیت کے صدر اور ناظم کو داعی کی حیثیت سے شریک ہونا چاہیے۔ ان کی کارروائی مجلس عاملہ کی کارروائی سمجھی جائے گی۔

حضرت مفتی صاحبؒ نے دریافت فرمایا کہ اگر دوسری جماعتیں اپنے صدر اور ناظم کو داعی بنانا منظور نہ کریں یا کوئی ایک جمعیت ہی شریک رہے تو اس وقت کیا طرز عمل اختیار کیا جائے گا؟ اس پر مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر سات میں سے تین جماعتیں شریک ہوں تو جمعیت بھی دعوت دینے میں شریک ہو جائے۔ نیز نمائندگان کے متعلق طے پایا کہ صوبوں سے نمائندہ طلب کیا جائے اور اس کے بعد صدر اور ناظم اپنے اختیار سے ان میں سے نام منتخب کر لیں اور اس طرح مطلوبہ تعداد پوری کر لی جائے۔

منظور شدہ تجاویز

تجویز نمبر ۱

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس حضرت علامہ مولانا معین الدین صاحبؒ کشمیری کی وفات حسرت آیات پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت مولانا ایک متبحر عالم اور سرگرم مجاہد تھے۔ ان کی وفات سے مسلمانانِ ہندوستان کو نقصانِ عظیم پہنچا ہے۔ یہ جلسہ دعا کرتا ہے کہ حق تعالیٰ مولانا مرحوم کو فردوسِ بریں میں جگہ دے اور ان کے فیوض کو تاقیامت جاری رکھے اور مسلمانوں کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

یہ جلسہ مولانا مرحوم کے صاحبزادے مولوی عبد الباقی صاحبؒ اور دوسرے اقارب کے

ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور ان کو یقین دلاتا ہے کہ مولانا مرحوم کی وفات کا صدمہ عظیمہ میں مجلس بھی ان کی شریک ہے۔

تجویز نمبر ۲

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس جناب حکیم محمد میاں صاحبؒ رامپوری میرٹھی کی وفات پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے اور ان کے عزیز واقارب کو اپنی دلی ہمدردی کا یقین دلاتا ہے۔ حکیم صاحبؒ مرحوم ایک پختہ عزم وارادہ کے مالک اور وطنی اور ملّی ضروریات میں شاندار خدمات فرماتے تھے اور جمعیت علماء ہند کے ساتھ دلی وابستگی رکھتے تھے۔

تجویز نمبر ۳

جمعیت علمائے ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ آزاد خیال مسلمانوں کی کانفرنس کے انعقاد کو مناسب سمجھتے ہوئے قرار دیتا ہے کہ اگر سات مجوزہ آزاد خیال جماعتوں میں سے تین جماعتیں بھی دعوت دینے میں شریک ہونے کی منظوری دے دیں تو جمعیت علمائے ہند بھی داعیان میں شرکت منظور کرتی ہے۔ جمعیت علماء ہند کی طرف سے داعیان میں صدر وناظم جمعیت علماء ہند کے نام بحیثیت عہدہ کے دے دیے جائیں اور مجلس استقبالیہ جس قدر نمائندے طلب کرے ان کے نام صوبوں کی جماعتوں سے استصواب کرنے کے بعد صدر وناظم منتخب کرکے بھیج دیں۔ نیز کانفرنس کے متعلق دیگر انتظامی امور میں صدر وناظم کو اپنی صوابدید کے موافق جمعیت کی طرف سے عمل درآمد کرنے کا اختیار ہے۔

تجویز نمبر ۴

جمعیت علمائے ان کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ حکومت پنجاب کی اس سخت گیر پالیسی پر جو اس

نے مجلس احرار اور دیگر سیاسی کارکنان کے خلاف اختیار کر رکھی ہے، اپنے غم و غصہ کا اظہار کرتا ہے۔ خصوصاً مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے خلاف جو کارروائی کی گئی ہے، اس کو آئین، انصاف و اخلاق کی حدود سے گزر کر انتقام و مغلوبیت غضب کی حد تک پہنچی ہوئی خیال کرتا ہے۔ ایک ذمہ دار مسلم وزارت کی حکومت کی طرف سے اس قسم کی جابرانہ کارروائی سخت شرمناک ہے۔ حکومت پنجاب کو فوراً تلافی مافات کرنا ضروری ہے ورنہ مسلمانوں کے جذبات نفرت برانگیختہ ہوں گے اور حکومت کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

مولانا احمد سعید ناظم جمعیت علماء ہند
گلی قاسم جان دہلی

یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃ

جمعیت علماء ہند کے اجلاس دوازدہم جون ۱۹۴۰ء کی

مختصر رپورٹ

مؤرخہ ۲۸/ ۲۹/ ربیع الثانی ویکم جمادی الاول ۱۳۵۹ھ مطابق ۷/ ۸/ ۹/ جون ۱۹۴۰ء

منعقدہ جونپور

بصدارت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحبؒ مدنی مدظلہ

جن کو حسب الحکم حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ ناظم جمعیت علماء ہند

مولوی عبد الاول محاسب دفتر جمعیۃ علماء ہند نے

محبوب المطابع برقی پریس دہلی

میں طبع کرا کر

دفتر مرکزی جمعیت علمائے ہند دہلی سے شائع کیا۔

ہدیہ تشکر

جمعیت علمائے ہند کے بارہویں سالانہ اجلاس کی کامیابی در حقیقت مولانا علی حسن صاحبؒ قدوائی رئیس جونپور کی انتھک مساعی اخلاص کا ثمرہ ہے۔

موصوف نے اپنے اخلاص اور مستعدی و خداداد جرأت کی بنا پر ہی اتنے بڑے کام کا بیڑا اٹھایا اور جونپور جیسے مقام میں سالانہ اجلاس کے انعقاد کی دعوت دے کر اس کو کامیاب بنانے میں ہر امکانی سعی فرمائی۔ میں نہایت ادب سے مولانا موصوف کی زریں خدمات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو عمل خیر کی مزید توفیق عطا فرمائے۔

احمد سعید

اخبارات سے گذارش

یہ ایک حقیقت ہے کہ جمعیت علماء آئین کا ۱۲واں سالانہ اجلاس ہر حیثیت سے کامیاب رہا، مگر افسوس کہ اخبارات میں اس کی منظور کردہ تجاویز بروقت شائع نہ ہو سکیں باوجودیکہ اجلاس کے دنوں میں ایک نیوز ایجنسی کے نمائندے کی مستقل خدمات بھی حاصل کی گئی تھیں۔ تجاویز کے شائع نہ ہونے کا سبب خواہ کچھ بھی ہو، میں تمام اخبارات کے ایڈیٹروں سے گزارش کرتا ہوں کہ اگر وہ پوری رپورٹ شائع نہ فرما سکیں تو کم از کم اس رپورٹ کی تمام تجاویز ضرور بضرور شائع فرمائیں۔

امید ہے کہ اخبارات کے ذمہ دار حضرات میری اس گزارش کو قبول فرمائیں گے۔

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

جمعیت علماء ہند کے بارہویں سالانہ اجلاس کی

مختصر رپورٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلي علي رسوله الكريم

مجلس عاملہ

امسال بھی مثل ۱۹۳۹ء کے اجلاس سے دو روز قبل مجلس عاملہ کا جلسہ ہوا۔ اس مجلس میں حسب ذیل حضرات شریک ہوئے:

حضرت مفتی اعظم مولانا محمد کفایت اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ نائب امیر شریعت صوبہ بہار، حضرت مولانا عبدالحلیم صاحبؒ صدیقی، حضرت مولانا **مفتی محمد نعیم صاحب** ؒ، حضرت مولانا عبدالصمد صاحبؒ رحمانی، حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحبؒ، مولانا محمد میاں صاحبؒ فاروقی، مولانا بشیر احمد صاحبؒ، مولانا مبارک حسین صاحبؒ، مولانا احمد سعید صاحبؒ۔

سابقہ کارروائی کی تصدیق کے بعد دو دن تک مجلس عاملہ مختلف امور پر غور کرتی رہی اور سبجیکٹ کمیٹی کے لئے چند تجاویز مجلس عاملہ نے مرتب کیں:

جلوس

۷/ جون بعد نماز جمعہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحبؒ مدنی مدّ ظلہٗ صدر منتخب کا ایک شاندار جلوس اسٹیشن سے روانہ ہوا جس میں ہزاروں مسلمان شریک تھے اور نعرہ ہائے تکبیر سے فضائے آسمانی گونج رہی تھی۔ یہ چیز قابل ذکر ہے کہ حضرت صدر محترم کے لیے جو سواری

آراستہ کی گئی تھی آپ اس میں سوار نہیں ہوئے بلکہ مجمع کے ساتھ پیدل ہی اسٹیشن سے جلسہ گاہ تک تشریف لائے۔ راستے میں جگہ جگہ پھولوں کی بارش ہوتی رہی۔ اسٹیشن سے جلسہ گاہ تک متعدّد خوش نما گیٹ بنائے گئے تھے۔ جلوس تقریباً ۵ بجے مسجد اٹالہ پر پہنچ کر ختم کر دیا گیا اور نماز عصر ادا کی گئی۔

اجلاس عام

بعد نماز عشاء جمعیت علماء ہند کا ۱۲واں سالانہ اجلاس ہندوستان کے مشہور تاریخی شہر جونپور کی عظیم الشان مسجد اٹالہ میں منعقد ہوا۔

تلاوت کلام پاک کے بعد جناب انور صابری اور جناب مجروح سلطانپوری نے اپنی اپنی وجد آفریں نظمیں پڑھ کر سنائیں۔

نظموں کے بعد جناب عبدالمجید صاحبؒ خواجہ بیرسٹرایٹ لاء الہ آبادی صدر مجلس استقبالیہ نے اپنا خطبہ پڑھا جو مسلمانوں کے مد و جزر، تحریک خلافت علماء اور انگریزی تعلیم، علماء اور آزادی وطن، مسلم لیگ و کانگریس، علی گڑھ یونیورسٹی اور دارالعلوم دیوبند جیسے اہم عنوانات پر مشتمل تھا۔ موصوف کا ایک جملہ بہت ہی پسند کیا گیا جس میں آپ نے فرمایا کہ:

"آج علی گڑھ کا ایک فرزند دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث
کی خدمت میں عقیدت کے پھول پیش کر رہا ہے۔"

افسوس کہ خطبہ استقبالیہ طبع نہیں ہو سکا۔

اس کے بعد صدر محترم فلک رسا نعرہ ہائے تکبیر کے درمیان کھڑے ہوئے اور آپ نے اپنا صدارتی خطبہ پڑھا جس کا سلسلہ تقریباً رات کے دو بجے تک جاری رہا خطبہ صدارت پورا ہونے کے بعد اعلان کیا گیا کہ صبح کو آٹھ بجے سبجیکٹ اور جمعیت عمومیہ کا جلسہ ہوگا اور کل رات کو عام جلسہ ہوگا۔

اجلاس کا دوسرا دن

۸/ جون کی صبح کو مسجد اٹالہ کے شمالی بالائی کمرہ پر سبجیکٹ اور جمعیت عمومیہ کا اجلاس شروع

ہوا جس میں منجانب صدارت حسب ذیل تجاویز پڑھ کر سنائی گئیں:

تجویز نمبر ۱: تعزیت حضرت مولانا معین الدین صاحبؒ اجمیری

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس حضرت علامہ مولانا معین الدین صاحبؒ اجمیری کی وفات حسرت آیات پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت مولانا ایک متبحر عالم اور سرگرم مجاہد تھے ان کی وفات سے مسلمانان ہندوستان کو نقصان عظیم پہنچا ہے یہ جلسہ دعا کرتا ہے کہ حق تعالیٰ مولانا مرحوم کو فردوس بریں میں جگہ دے اور ان کے فیوض کو تاقیامت جاری رکھے اور مسلمانوں کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ یہ جلسہ مولانا مرحوم کے صاحبزادے مولوی عبد الباقی صاحبؒ اور دوسرے اقارب کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور ان کو یقین دلاتا ہے کہ مولانا مرحوم کی وفات کے صدمہ عظیمہ میں یہ جلسہ بھی ان کا شریک ہے۔ (منجانب صدر)

تجویز نمبر ۲: تعزیت جناب حکیم محمد میاں صاحبؒ میرٹھی

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس جناب حکیم محمد میاں صاحبؒ رامپوری میرٹھی کی وفات پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے اور ان کے اعزہ واقارب کو اپنی ہمدردی کا یقین دلاتا ہے۔ حکیم صاحبؒ مرحوم ایک پختہ عزم وارادت کے مالک اور وطنی اور ملی ضروریات میں شاندار خدمات فرماتے تھے اور جمعیت علماء ہند کے ساتھ دلی وابستگی رکھتے تھے۔ (منجانب صدر)

تجویز نمبر ۳: تعزیت مولانا فضل الرحمن صاحبؒ قاسمی کٹک

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس مولانا فضل الرحمن صاحبؒ کٹکی کی وفات پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے۔ مولانا ایک نوجوان اور ہونہار عالم اور آزادی وطن کے ایک پرجوش اور مخلص کارکن تھے۔ جمعیت علماء ہند کے پروگرام کی تبلیغ کے لیے ایک بہترین مبلغ اور آزادی کی جنگ میں قید

وبند کے شدید ترین مظالم برداشت کرتے تھے۔ حق تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ یہ جلسہ مولانا کے پسماندگان اور ان کے اعزہ واقارب کی خدمت میں دلی ہمدردی پیش کرتا ہے۔

(منجانب صدر)

تجویز نمبر ۴: تحریک آزادی اور جنگ یورپ

جمعیت علمائے ہند کا یہ اجلاس مجلس عاملہ کے اس بیان کی تصدیق وتوثیق کرتا ہے جو اس نے اپنے اجلاس میرٹھ مؤرخہ ۱۶/ ۱۷/ ۱۸/ ستمبر میں موجودہ جنگ یورپ کے متعلق مرتب کرکے شائع کیا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ مسلمانوں نے ہندوستان کے لئے اس جنگ میں برطانیہ کے ساتھ تعاون اور اس کی امداد کرنے کے لیے کوئی وجہ جواز نہیں ہے نیز یہ اجلاس یہ بھی ظاہر کردینا چاہتا ہے کہ ورکنگ کمیٹی نے اس بیان میں جو وجوہات ذکر کیے تھے ان کی صداقت گزشتہ آٹھ نوماہ کے واقعات اور ذمہ دارانِ حکومت برطانیہ کے طرز عمل نے روزِ روشن کی طرح واضح کردی ہے۔ یعنی حکومت برطانیہ نے انتہائی مشکلات میں گھرے ہوئے ہونے کے باوجود اپنے ماتحت کو افسوس ہندوستان کے ساتھ جابرانہ اور مستبدّانہ طرز عمل میں کوئی تفاوت پیدا نہیں کیا اور محکوم اقوام کی آزادی تسلیم کرنے پر آج تک آمادہ نہیں ہوئی۔ ورنہ تدبر اور بصیرت سے کام لینے اور محکوم اقوام کے ساتھ انصاف کرنے اور اپنے اوپر آپ حکومت کرنے کے تسلیم شدہ حق کے ماتحت ان کی آزادی کا اعلان کرنے اور اپنے مواعید کو وفا کرنے کا یہ بہترین وقت تھا۔

جمعیت علماء ہند کو عالم انسانیت کی اس تباہی وبربادی کا بے حد صدمہ ہے جو یورپ میں ہورہی ہے مگر اسی کے ساتھ اس کا بھی عمیق رنج ہے کہ اس المناک تباہی میں بھی مظلوموں کی مدد کرنے کے لیے ہندوستان آزاد نہیں ہے۔ ہندوستان اپنی بے سروسامانی کی وجہ سے خود اپنی حفاظت کے قابل نہیں رہا ہے چہ جائیکہ دوسرے مظلومین کی دستگیری کے لیے ہاتھ بڑھائے۔

اس تمام تجربے اور مشاہدات کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ ایسے نازک موقع پر مظلوم انسانیت کی

امداد واعانت پر قدرت حاصل کرنے کی غرض سے اپنی آزادی کی جدوجہد کو تیز کرے۔ جمعیت علماء ہند کے سامنے ایسی کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہندوستان اس موقع پر اپنی جدوجہد ملتوی کردے۔ اس کے سامنے برطانیہ کو پریشان کرنے یا اس کی پریشانی میں اضافہ کرنے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے کیونکہ اس کی جدوجہد اس نازک موقع کی پیداوار نہیں ہے۔ ہندوستان برسوں سے اس راستے پر گامزن ہے اور ہر آنے والے دن میں اس کا مطالبہ آزادی گزشتہ دن کے لحاظ سے تیز اور قوی تر ہوتا جارہا ہے۔

بہرحال جمعیت علماء ہند کو افسوس ہے کہ برطانیہ نے اس وقت بھی تدبر اور بصیرت سے کام نہ لیا اور ہندوستان اس وقت بھی اس قابل نہ ہوا کہ وہ اپنی آزاد رائے کے ساتھ کسی فریق کے ساتھ تعاون یا مظلوم کی دستگیری اور اعانت کا فیصلہ خود کرتا۔

محرک: مولانا حفظ الرحمن صاحبؒ

مؤید: مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ

تجویز نمبر۵: قانون طلاق یا کاظمی ایکٹ

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس اس امر پر اظہار افسوس کرتا ہے کہ ایکٹ نمبر۸ سنہ ۱۹۳۹ء جو قانون طلاق یا کاظمی ایکٹ کے نام سے مشہور ہے، جس صورت میں پاس ہوکر شائع اور نافذ ہوا ہے اس میں بعض دفعات اسلامی پرسنل لاء کے خلاف ہوگئی ہیں جن کی ترمیم کرنی ضروری ہے۔ جمعیت کا یہ اجلاس حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ سے درخواست کرتا ہے کہ وہ ترمیمی مسودہ تیار کرکے جمعیت کے سامنے پیش کریں اور جمعیت تمام مسلم ارکان اسمبلی کو اس کی ضرورت اور اہمیت بتا کر اس کو مرکزی اسمبلی میں پیش کرنے اور کرانے کی سعی کرے۔

محرک: مفتی محمد نعیم صاحبؒ

مؤید: مولانا شاہد میاں صاحبؒ فاخری

تجویز نمبر۶: آزاد مسلم کانفرنس دہلی کی تجاویز

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس آزاد مسلم کانفرنس دہلی کی تجاویز کی تصدیق و توثیق کرتا ہے کہ یہ تجاویز وطن کی آزادی اور مسلم مفاد کے تحفظ کے لئے نہایت ضروری تھیں اور حصولِ مقصد کے لیے ان پر عمل کرنا لازم ہے۔

محرک: مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ مراد آبادی

مؤید: مولانا محمد یاسین صاحبؒ خانپوری

تجویز نمبر۷: پیشہ ور برادریوں کی پوزیشن

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس اس حقیقت کا اعلان کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ اسلامی تعلیم کی رو سے مسلمان شریف اور رذیل طبقات میں منقسم نہیں ہیں اور صنعت و حرفت کے لحاظ سے رذیل اور شریف قرار دینا ہندوستان کے ہندوؤں کا طریقہ تھا جو مذہبی تعلیم سے ناواقفیت اور عصبیت و جہالت کی وجہ سے بعض مسلمانوں میں بھی پیدا ہو گیا۔ اسلام نے شرافت کا مدار تقویٰ و صلاحیت پر رکھا ہے اور سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد:

لا فضل لعربي علي عجمي، الناس كلهم بنو آدم وآدم من تراب.

اس کی صاف و صریح دلیل ہے۔

یہ اجلاس ان لوگوں کے رویہ کی پرزور مذمت کرتا ہے جو مسلم پیشہ ور برادریوں کو رذیل قرار دے کر اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی سعی کرتے ہیں اور اپنے ہاتھوں اسلام کو نقصان پہنچاتے اور مسلمانوں میں تفریق پیدا کرتے ہیں۔

محرک: مولانا احمد سعید صاحبؒ

مؤید: مولانا عبد الحلیم صاحبؒ صدیقی

تجویز نمبر ۸: مدحِ صحابہ رضی اللہ عنہم

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس اس امر کا اعلان ضروری سمجھتا ہے کہ لکھنؤ میں مدح صحابہ رضی اللہ عنہم کی تحریک سنیوں کی ۳۰ سالہ تحریک ہے جو وہ اپنے ایک مذہبی اور شہری حق کی تحصیل کے لیے جاری کیے ہوئے ہیں اور یہ کہ مسٹر گوپی ناتھ شری واستونے اپنی کتاب کانگریسی دورِ حکومت میں یہ بالکل غلط لکھا ہے کہ یہ تحریک سنیوں نے کانگریسی حکومت کو مشکلات میں پھنسانے کے لئے جاری کی تھی۔

یہ اجلاس مدحِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق اپنی تجویز منظور شدہ اجلاس دہلی کی مکرر توثیق کرتا ہے کہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی علی الاعلان مدح وثناء کرنا سنیوں کا مذہبی حق ہے۔ وہ اس کو کسی حال میں چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور نہ اس پر کسی پابندی کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہیں۔

یہ اجلاس ان سنی مسلمانوں کے رویّہ پر دلی افسوس کا اظہار کرتا ہے جو معاملات سے واقفیت بہم پہنچانے سے پہلے شیعوں کے ناجائز اور خلاف عقل ونقل رویہ کے قول یا عملی تائید کرتے اور سنیوں کے جائز اور مذہبی اور شہری حق کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

محرک: مولانا شاہد میاں صاحبؒ فاخری

مؤید: مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ مراد آبادی

مدح صحابہ کی تجویز کے بعد تقریباً ڈیڑھ بجے اجلاس ملتوی کیا گیا اور دوسری نشست ۵ بجے شام سے شروع ہوئی جو نماز مغرب تک جاری رہی۔ شروع میں ٹیڑھی بازار کا معاملہ پیش ہوا۔ جمعیت علماء ہند کے گیارہویں سالانہ اجلاس منعقدہ ۳/ تا ۶/ مارچ ۱۹۳۹ء میں مسجد ٹیڑھی بازار فیض آباد کا معاملہ پیش کیا گیا تھا۔ اس پر جمعیت علماء نے تحقیق حال کے لئے اپنے اجلاس میں تجویز نمبر ۲۱ منظور کی تھی اور ایک سب کمیٹی بنائی تھی جس کے داعی مولانا سید محمد نصیر صاحبؒ مقرر کیے گئے تھے۔ مولانا نے اپنی رپورٹ کی روشنی میں حسب ذیل تجویز پیش کی:

تجویز نمبر۹

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس مسجد ٹیڑھی بازار فیض آباد کی تحقیقاتی سب کمیٹی کی رپورٹ کے ملاحظہ سے اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ یہ مسجد پرانی مسجد ہے اور مسلمانوں کو اس کی مرمت اور تعمیر کا پورا حق حاصل ہے۔ اسی بنا پر میونسپل کمیٹی فیض آباد میں اس کی تعمیر و مرمت کی اجازت دے دی تھی مگر ہندوؤں کے متعصّبانہ رویّہ اور ان کی مخالفانہ سرگرمیوں کی وجہ سے حکومت نے اس کی تعمیر روک دی۔

یہ اجلاس حکومت صوبہ متحدہ سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس روک ٹوک کو فوراً اٹھالے اور مسلمانوں کو اس کی تعمیر کی اجازت دے کر ان کی دادرَسی کرے.

محرک: مولانا سید محمد نصیر صاحبؒ

مؤید: مولانا عبدالوحید صدیقیؒ

تجویز نمبر۱۰: مسجد شہید گنج

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس مسجد شہید گنج کے متعلق پریوی کونسل کے فیصلے کو جو قانون تمادی وقبضہ غاصبانہ کے ماتحت صادر کیا گیا ہے، اسلامی قانون وقف پر ایک افسوس ناک حملہ سمجھتا ہے۔ یہ اجلاس ضروری سمجھتا ہے کہ مساجد اور اسلامی اوقاف کو قانون تمادی وقبضہ غاصبانہ کی زد سے بچانے کے لئے کسی ترمیم یا استثنائی قانون کا مسودہ مرتب کرکے اس کو قانون بنوانے کی کوشش کی جائے۔

محرک: مفتی محمد نعیم صاحبؒ

مؤید: مولوی سید حمید الدین صاحبؒ

اس کے بعد مجلس مضامین کے اجلاس کی کارروائی بند کی گئی اور رات کو بعد نماز عشاء اجلاس عام شروع ہوا۔ تلاوتِ کلام پاک اور نظموں کے بعد مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ نے تعزیتی تجاویز پڑھ کر سنائیں۔ اس کے بعد مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ نے تجویز نمبر ۴ تحریک آزادی اور جنگ یورپ پڑھ

کر سنائی اور تقریر کی۔ اس پر مزید تائیدی تقریروں کے بعد دوسری تجاویز پڑھ کر سنائی گئیں۔ مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ اور حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ لاہوری نے مفصل تقریریں کیں۔ آخر میں مولانا احمد سعید صاحبؒ نے اپنے مخصوص انداز میں تقریر فرمائی اور آپ کی تقریر پر رات کے تین بجے جلسہ ختم ہوا۔

اجلاس کا تیسرا دن

۹/ جون کی صبح سے مجلس مضامین کا علاج شروع ہوا اور حسب ذیل تجاویز پیش ہو کر منظور ہوئیں:

تجویز نمبر ۱۱: فسادات بیدرؔ (حیدر آباد دکن)

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس بیدرؔ کے گزشتہ فساد پر اظہار افسوس کرتا ہے اور اس موقع پر وہ اس امر کا اعلان کرنا بھی ضروری سمجھتا ہے کہ اس فساد کے سلسلہ میں بعض کانگریسی رہنماؤں نے اخبارات میں جو یک طرفہ بیانات دیے اور اس پر نکتہ چینی کرنے میں انہوں نے تحقیقات کے سامنے آئے بغیر جو عجلت کی، وہ غیر دانش مندانہ تھی۔ کیونکہ اس قسم کے بیانات سے ملک کی وطنی تحریک کو سخت صدمہ پہنچتا ہے، قومی کارکنوں کو ان کے کام کرنے میں شدید دشواری ہوتی ہے اور ان کا فرقہ وارانہ تعلقات پر بھی نہایت ہی ناگوار اثر پڑتا ہے۔

جمعیت کا یہ اجلاس حکومت آصفیہ کی اس کارروائی کو بنظر استحسان دیکھتا ہے جو اس نے ان لوگوں کے نقصان کی تلافی کے لئے اختیار کیے جنہیں مذکورہ بالا فساد میں کسی قسم کا نقصان اٹھانا پڑا۔ اور یہ امید کرتا ہے کہ وہ فساد کے بانیوں اور اس کے مجرموں کو قرار واقعی سزا دے گی۔

محرک: مولانا بشیر احمد صاحبؒ

مؤید: مولانا سید حمید الدین صاحبؒ

تجویز نمبر ۱۲: واقعہ قتل چاندر بسوا (سی۔پی)

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس چاندر بسوا (سی۔پی) کے واقعہ قتل کے سلسلے میں مسٹر شکلا وزیراعظم اور ان کے شرکاء کے طرز عمل اور متعصبانہ ذہنیت کی پرزور مذمت کرتا ہے اور اپنی بیزاری کا اظہار کرتا ہے۔

مسٹر شکلا نے تحقیقات سے قبل اس واقعہ کے متعلق اسمبلی میں ایک ایسا بیان دیا جسے ہائی کورٹ کی رائے میں بے گناہ مسلمانوں کے خلاف جھوٹی شہادت بنائی گئی اور مظلوم مسلمان طرح طرح کے مظالم میں گرفتار ہوئے نیز یہ اجلاس پولیس کے رویے کی بھی مذمت کرتا ہے کہ اس نے بے گناہوں کو پھانسنے اور ان کے ساتھ وحشیانہ سلوک کرنے میں انصاف اور انسانی شرافت کو پارہ پارہ کر دیا اور کانگریسی حکومت اور اس کے نظام کو بدنام کیا۔ مسٹر شکلا اور دیگر وزراء جو ان کے ہمنوا تھے اس کے مستحق ہیں کہ کانگرس کی طرف سے ان کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے۔

محرک: مولانا شبیر احمد صاحبؒ

مؤید: مولوی سمیع اللہ صاحبؒ

تجویز نمبر ۱۳: وفد سرحد اور حکومتی ہند

جمعیت علمائے ہند کا یہ اجلاس گورنمنٹ کے اس طرز عمل کی پرزور مذمت کرتا ہے کہ اس نے پراونشل کانگریس کمیٹی صوبہ سرحد کے اس وفد کو وزیرستان جانے کی اجازت نہ دی جس کی غرض قیام امن اور انسدادِ واقعات ڈاکہ زنی واغواء کے ذرائع تلاش کرنا اور ان کو عمل میں لانا تھا۔

اس طرز عمل نے ثابت کر دیا کہ حکومت فارورڈ پالیسی کو جاری رکھنا چاہتی ہے اور اس کے لیے ایسے واقعات ڈاکہ زنی واغواء کا جاری رہنا ضروری ہے جن کی حقیقت بھی پردہ راز میں رہے اور وہ گورنمنٹ کی فارورڈ پالیسی کے لیے وجہ جواز بھی بتائے جاسکیں۔

یہ جلسہ آزاد قبائل کے ذمہ دار حضرات سے اپیل کرتا ہے کہ وہ انگریزی علاقہ کے ایسے

مشتبہ لوگوں کو جوان واقعات کے ذمہ دار ہوتے ہیں اپنے علاقوں میں ٹھہرنے کی اجازت نہ دیں تاکہ وہ اپنی حرکات سے مجاہدین کے لیے بدنامی کا سبب نہ بنیں اور انگریزی حکومت کے لیے فارورڈ پالیسی کے جواز کا موقع بہم نہ پہنچاسکیں۔

محرک: مولانا بشیر احمد صاحبؒ

مؤید: مفتی محمد نعیم صاحبؒ

تجویز نمبر ۱۴: نظامِ رضاکاران

جمعیت علمائے ہند کا یہ اجلاس جمعیت علماء کے نظام کو ملک کے ہر گوشہ میں مؤثر بنانے، جماعتی قوت میں اضافہ کرنے اور مذہبی اور قومی خدمت کی غرض سے ضروری سمجھتا ہے کہ جمعیت علماء کے ماتحت رضاکاران کا ایک مستحکم نظام جلد قائم کیا جائے۔ یہ جلسہ جمعیت علما ہند کے صدر محترم کو اختیار دیتا ہے کہ وہ مناسب افراد کے مشورہ سے ایک ماہ کے اندر اس کا دستورالعمل مرتب فرماکر اسے نافذ کردیں۔

محرک: مولانا سمیع اللہ صاحبؒ

مؤید: مولوی محمد یاسین صاحبؒ خانپوری

تجویز نمبر ۱۵: انتخاب امیر

اس تجویز پر تقریباً ۲ بجے سے بحث شروع ہوئی اور اڑھائی بجے تک ہوتی رہی۔ اس بحث میں دو خیال کے حضرات نے حصہ لیا۔ ایک وہ جو فی الفور بیعت امیر کے حق میں تھے اور ایک وہ جو ضرورت امیر کو تسلیم کرکے انتخاب امیر کا مسئلہ کسی دوسرے وقت پر رکھنا چاہتے تھے۔ بالآخر طویل بحث وتمحیص کے بعد حسب ذیل تجویز منظور ہوئی:

"جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس ہندوستان میں مسلمانوں کی مذہبی ترقی اور اقتصادی اصلاح اور ہر نوع کی فوز وفلاح کے لئے ضروری سمجھتا ہے کہ وہ اسلامی تعلیم کے ماتحت اپنا

امیر منتخب کر کے اس کے ہاتھ پر سمع وطاعت کی بیعت کریں۔ یہ ایک اہم فریضہ ہے جس کی طرف جمعیت علماء ہند ۱۹۲۱ء سے مسلمانوں کو توجہ دلا رہی ہیں اور اس کے ایک مخصوص اجلاس منعقدہ بدایوں میں تشکیل امارتِ شرعیہ کا ابتدائی خاکہ بھی مرتب کر کے شائع کیا گیا تھا۔

بہر حال مسلمانوں پر اس فریضہ کی ادائیگی لازم ہے۔ اس فریضہ کی ادائیگی کے بعد ہندوستان میں اسلامی زندگی اور اعلائے کلمۃ اللہ کا نیا دور شروع ہوگا اور یقین ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ پستی ترقی کے ساتھ بدل جائے گی۔ البتہ امیر کا انتخاب ایسے شرعی اصول پر ہو جو زیادہ سے زیادہ ارباب حل وعقد کے نزدیک مقبول ومسلم ہوں۔ امیر ایسا شخص ہو جو علوم دینیہ یعنی کتاب وسنت وسیرت خلفائے راشدین وفقہ اسلامی کا ماہر، قومی ضرورتوں کا واقف اور سیاست حاضرہ کا اچھا جاننے والا ہو۔ اس کے اعمال واخلاق پسندیدہ اور قابل اعتماد ہوں۔ وہ مستعد اور جری ہو اور اس کی عملی زندگی ممتاز درجہ رکھتی ہو۔

جمعیت علماء ہند ضروری سمجھتی ہے کہ اول مسلمانوں کو اس فریضہ کی ضرورت واہمیت سے روشناس کرایا جائے۔ پھر مناسب وقت پر انتخاب امیر کے لیے ایسی مخصوص مؤتمر طلب کی جائے جس میں زیادہ سے زیادہ ارباب حل وعقد کو شرکت کی دعوت دی گئی ہو اور اس میں امیر الہند کا انتخاب کیا جائے اور اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے اور اسی روز بیت المال قائم کیا جائے۔

محرک: مولانا عبد الحلیم صاحبؒ صدیقی

مؤید: مولانا زکریا صاحبؒ محمودی

تجویز نمبر ۱۶: فتنہ خاکساران

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاسِ عام اپنی اس تجویز کا اعادہ کرتا ہے جو اس نے ۱۹۳۹ء میں جماعت خاکساران کے امیر مسٹر عنایت اللہ خان مشرقی کی تحریک خاکسار اور ان کی کتاب تذکرہ وغیرہ کے متعلق منظور کی تھی۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

تجویز نمبر (۲۴) منظور کردہ جمعیۃ علماء ہند ۱۹۳۹ء

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس اپنی عزت تجویز کا اعادہ کرتا ہے جو اس نے ۱۹۲۴ء میں جماعت خاکساران کے امیر اعظم مسٹر عنایت اللہ خان مشرقی کی کتاب تذکرہ کے متعلق پاس کی تھی کہ اس میں الحاد و زندقہ کی تعلیم اور اسلامی اصول و عقائد کی صریح مخالفت موجود ہے۔ تذکرہ کے علاوہ ان کی مزید تالیفات نے اس امر کو واضح اور روشن کر دیا ہے کہ وہ اپنے عقائد پر قائم بلکہ مصر ہیں۔ جمعیت علماء کا یہ اجلاس ان کی تحریک بیلچہ برداری کو اگرچہ وہ بظاہر عسکریت پر مبنی معلوم ہوتی ہے، سخت خطرہ کی نظر سے دیکھتا اور ملحدانہ خیالات کی اشاعت کا ذریعہ سمجھتا ہے اور مسلمانوں کی مذہبی و سیاسی تباہی کے لیے خاکساری فتنے کو قادیانی فتنے سے کم نہیں سمجھتا۔ اس لیے یہ اجلاس تمام مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ عسکریت کی ظاہری نمائش سے دھوکہ نہ کھائیں اور ایک ایسے شخص کو جو ملحدانہ عقائد رکھتا ہے اپنا امیر اعظم بنانے اور اس کی تعلیم پر چلنے کا ملحدانہ رویہ اختیار نہ کریں اور جہاں تک ممکن ہو اس فتنہ کے انسداد کی سعی کریں۔

یہ اجلاس صدر جمعیت علماء ہند سے درخواست کرتا ہے کہ اس تجویز کی روشنی میں ایک بیان مسلمانوں کی ہدایت کے لیے مرتب فرما کر شائع فرمائیں۔

محرک: مفتی محمد نعیم صاحبؒ

مؤید: مولوی سمیع اللہ صاحبؒ

تجویز ۱۷: شکریہ مجلس استقبالیہ

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاسِ عام صدر مجلس استقبالیہ اور اس کے جنرل سیکریٹری کی خدمت میں خصوصاً اور تمام کارکنان اور رضا کاران کی خدمت میں عموماً ہدیہ تشکر پیش کرتا ہے اور ان کی مہمان نوازی اور اہم اجلاس کو کامیاب بنانے کی مساعی جمیلہ اور انتھک کوششوں کا جو اس سلسلہ میں شب و روز انہوں نے پوری مستعدی اور خلوص سے انجام دی ہیں، سزاوارِ تحسین سمجھتا ہے۔

تجویز۱۸: شکریہ صدر اجلاس

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس عام صدر اجلاس حضرت مولانا سید حسین احمد صاحبؒ مدنی مدّ ظلہٗ کی خدمت گرامی میں مخلصانہ اور ارادت مندانہ ہدیہ تشکر پیش کرتا ہے کہ آپ کی صدارت میں جمعیت علماء ہند کا یہ بار ہواں اجلاس کامیابی کے ساتھ انجام پذیر ہوا۔

محرک: مفتی محمد نعیم صاحبؒ

مؤید: مولانا شاہد میاں فاخریؒ

تجویز۱۹: شکریہ سابق صدر جمعیت

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس حضرت علامہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ متع اللہ المسلمین بطول بقائہ کی ان خدماتِ جلیلہ کا صدقِ دل کے ساتھ اعتراف کرتا ہے جو انہوں نے ابتدائے قیام جمعیت علماء ہند کے وقت سے بحیثیت مستقل صدر جمعیت علماء ہند مذہبی و ملی خدمات مخلصانہ طور پر انجام دی ہیں اور جمعیت علماء ہند کو یقین ہے کہ یہ حضرت ممدوح کی خداداد قابلیت اور صلاحیت اور حسن تدبیر سے ہمیشہ مستفید ہوتی رہے گی۔ (منجانب صدر)

دفتر کے لیے حسب ذیل دو تجویزیں مخصوص کی گئیں:

تجویز(۱):

جمعیت علماء ہند کو سی۔ بی مجاور صاحب نے کراد (مدراس) سے یہ اطلاع دی ہے کہ مہادیو شاستری نے ایک کتاب آریہ سنسکرت حصہ دوم شائع کی ہے جس میں اسلام، پیغمبر اسلام (أرواحنا فداہ) کے خلاف اتہام اور بے بنیاد الزام لگائے گئے ہیں اور ان کی توہین کی گئی ہے اور مسلمانوں میں بے حد ہیجان واضطراب ہے مگر وہ کتاب اصل یا اس کا ترجمہ جمعیت کے دفتر میں ہی موصول نہیں ہوا۔ ورکنگ کمیٹی ناظم جمعیت کو اجازت دیتی ہے کہ وہ جمعیت کی طرف سے گورنر بمبئی کو بذریعہ

تا اس کتاب کی طرف توجہ دلائیں۔ اگر وہ کتاب ایسے مضامین پر مشتمل ہے تو اس کی ضبطی اور اس کے مصنف کے خلاف قانونی کارروائی کرنے کا مطالبہ کریں۔

تجویز(۲): انتخابات مجلس مرکزیہ

دستورالعمل کی دفعہ ۱۶ کے ماتحت جن ۲۴ ارکان کا انتخاب مجلس مرکزیہ کے اختیار میں ہے یہ مجلس جناب صدر اور جدید ورکنگ کمیٹی کو اپنی طرف سے اس انتخاب کا حق تفویض کرتی ہے۔ اسی طرح اداروں کا انتخاب جو ضمن ج دفعہ ۲۰ کے ماتحت کرنا ہے وہ بھی صدر اور جدید ورکنگ کمیٹی کو تفویض کیا جاتا ہے۔

محرک: مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ

مؤید: مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ

اس کے بعد مجلس مضامین کا اجلاس ختم ہوا اور رات کو بعد نماز عشاء اجلاسِ عام شروع ہوا۔ تلاوتِ کلام پاک اور نظموں کے بعد مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ نے تمام تجاویز پڑھ کر سنائیں اور ہر تجویز پر مختصر تقریر کی اور دیگر حضرات کی تقریروں کے بعد حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحبؒ لدھیانوی نے پاکستان پر ایک مفصل تقریر فرمائی۔ سب سے آخر میں حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ نے اختتامی تقریر فرمائی اور آپ کی تقریر کے بعد اجلاس بخیر و خوبی ختم ہوا۔

فہرست شرکاء اجلاس

ارکانِ مرکزیہ

۱.	مولانا افسر الدین صاحبؒ صوبہ بنگال	۱۰۳.	مولانا مزمل حسین قادری
۲.	مولانا منت اللہ صاحبؒ	۱۰۴.	مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ صوبہ بہار
۳.	مولانا عبدالصمد رحمانی	۱۰۵.	مولانا زکریا صاحبؒ محمودی
۴.	مولانا محمد سعد اللہ صاحبؒ	۱۰۶.	مولانا محمد اسحاق صاحبؒ
۵.	مولانا عبدالودود صاحبؒ	۱۰۷.	مولانا قاضی سید حسین احمد صاحبؒ
۶.	مولانا عبدالرحمن صاحبؒ		
	صوبہ پنجاب		
۷.	مولانا احمد علی صاحبؒ لاہوری	۱۰۸.	مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ
۸.	مولانا حبیب الرحمن صاحبؒ		
	صوبہ آسام		
۹.	مولانا عبدالحق صاحبؒ چودھری	۱۰۹.	مولانا عبدالسبحان صاحبؒ
	صوبہ دہلی		
۱۰.	حضرت مولانا محمد کفایت اللہ صاحبؒ	۱۱۰.	مولانا عظمت اللہ صاحبؒ
۱۱.	مولانا احمد سعید صاحبؒ	۱۱۱.	سید محمد جعفری صاحبؒ

۱۲.	مولانا سمیع اللہ صاحبؒ	۱۱۲.	مولانا عبدالماجد صاحبؒ
صوبہ اودھ			
۱۳.	مولانا عبدالحلیم صاحبؒ صدیقی	۱۱۳.	مولانا زکی الدین صاحبؒ
۱۴.	مولانا محمد عمر صاحبؒ	۱۱۴.	مولانا سید محمد نصیر صاحبؒ
۱۵.		۱۱۵.	
صوبہ آگرہ			
۱۶.	مولانا سید حسین احمد صاحبؒ مدنی	۱۱۶.	مولانا محمد میاں صاحبؒ فاروقی
۱۷.	مولانا ابوالوفا صاحبؒ	۱۱۷.	مولانا شاہد میاں صاحبؒ
۱۸.	مولانا محمد اسماعیل صاحبؒ	۱۱۸.	مولانا سید فخرالدین صاحبؒ
۱۹.	مولانا بشیر احمد صاحبؒ	۱۱۹.	مولانا فضل الرحمن صاحبؒ
۲۰.	مولانا عتیق الرحمن صاحبؒ	۱۲۰.	مولانا حکیم محمد اسحاق صاحبؒ
۲۱.	مولانا سید حمید الدین صاحبؒ	۱۲۱.	مولانا عبدالرؤف صاحبؒ
۲۲.	مولانا ابوالقاسم صاحبؒ سیف	۱۲۲.	مولانا عبدالوحید صاحبؒ صدیقی
۲۳.	مولوی محمد یاسین صاحبؒ خانپوری	۱۲۳.	مولانا شکراللہ صاحبؒ
۲۴.	مولانا محمد اصلح صاحبؒ	۱۲۴.	مولانا سلطان الحق صاحبؒ
۲۵.	مولانا محمد میاں صاحبؒ مرادآبادی	۱۲۵.	مولانا مبارک حسین صاحبؒ رکن عاملہ
صوبہ سرحد			

۲۶.	مولانا سید گل بادشاہ صاحبؒ	۱۲۶.	مولانا خان میر صاحبؒ
۲۷.	مولانا قاضی حبیب الرحمن صاحبؒ	۱۲۷.	

فہرست مندوبین

۲۸.	شیخ محمد عباس صاحبؒ صوبہ آگرہ	۱۲۸.	حکیم سعید احسن صاحبؒ آگرہ
۲۹.	مولانا محمد بشیر الدین صاحبؒ	۱۲۹.	ٹانڈہ حافظ محمد عثمان صاحبؒ
۳۰.	عبد الغنی خان صاحبؒ	۱۳۰.	مختار شفیع محمد خان صاحبؒ
۳۱.	شیخ ابو الحسنات صاحبؒ	۱۳۱.	صوبہ آگرہ
۳۲.	مولوی محمد ابراہیم صاحبؒ آسام	۱۳۲.	مولوی سید محمد عثمان صاحبؒ بنگال
۳۳.	منشی محمد ابراہیم صاحبؒ بہار	۱۳۳.	محمد نذیر خان صاحبؒ بہار
۳۴.	مولانا فرزند علی صاحبؒ بہار	۱۳۴.	حاجی عبد اللہ صاحبؒ بنگال
۳۵.	عبد الحق صاحبؒ بہار	۱۳۵.	نور محمد صاحبؒ بہار
۳۶.	مولانا حکیم محمد عالم صاحبؒ بہار	۱۳۶.	مولانا محمد رفیق احمد صاحبؒ بہار
۳۷.	مولوی غلام حسین صاحبؒ آگرہ	۱۳۷.	واحد اللہ خان صاحبؒ آگرہ
۳۸.	عظیم اللہ صاحبؒ آگرہ	۱۳۸.	مولانا بشیر احمد صاحبؒ آسام
۳۹.	مولانا طہ صاحبؒ	۱۳۹.	بہار محمد اختر حسن صاحبؒ بہار
۴۰.	مولانا ابو البرکات صاحبؒ بہار	۱۴۰.	مولوی اسحاق الحق صاحبؒ صوبہ آگرہ
۴۱.	شمس الدین صاحبؒ آگرہ	۱۴۱.	مرزا سلطان بیگ صاحبؒ آگرہ
۴۲.	مولانا محمد شریف صاحبؒ آگرہ	۱۴۲.	مولانا ریاست حسین صاحبؒ آگرہ
۴۳.	مولانا غلام ربانی صاحبؒ آگرہ		

فہرست مندوبین صوبہ آگرہ بموجب سرکلر مؤرخہ ۲۹/ مئی ۱۹۴۰ء			
۴۴.	مولانا عبدالوہاب صاحبؒ ناظم جمعیۃ علماء بستی	۱۴۳.	مولانا مرتضیٰ حسن صاحبؒ صدر جمعیۃ علماء بستی
۴۵.	سید خورشید حسن صاحبؒ شمیم بجنور	۱۴۴.	مولانا خلیل احمد صاحبؒ قاسمی الہ آبادی
۴۶.	مظاہر حسن صاحبؒ تحصیل دیوریا	۱۴۵.	حافظ محمد عثمان صاحبؒ گورکھ پور
۴۷.	مولانا محمود احمد صاحبؒ گل نگینوی	۱۴۶.	موکانا حبیب الرحمن صاحبؒ میو
۴۸.	مولانا محمد ایوب صاحبؒ میو	۱۴۷.	مولانا عبدالغنی صاحبؒ مختار میو
۴۹.	مولوی بشیر احمد صاحبؒ	۱۴۸.	گلاوٹھی محمود علی خان صاحبؒ
۵۰.	رئیس سہارنپور	۱۴۹.	مولانا عبدالاول صاحبؒ میرٹھ
۵۱.	مولانا شاہ علی صاحبؒ بستوی	۱۵۰.	مولوی اختر مرزا صاحبؒ بریلی
۵۲.	مولانا قاری عبدالعزیز صاحبؒ بریلی	۱۵۱.	مولانا نسیم احمد صاحبؒ امروہہ
۵۳.	مولانا اسلام الحق کوبانگنج اعظم گڑھ	۱۵۲.	مولانا نور محمد خان صاحبؒ ٹانڈہ
۵۴.	عبدالحمید صاحبؒ قوم	۱۵۳.	افتخار صاحبؒ لکھنؤ
۵۵.	وصی احمد صاحبؒ لکھنؤ	۱۵۴.	معصوم علی صاحبؒ شاہ جہان پور
۵۶.	انور صابری صاحبؒ دیوبند	۱۵۵.	حافظ سعید سادات حسن صاحبؒ
۵۷.	مولانا معین الدین صاحبؒ	۱۵۶.	مولانا اختر اسلام صاحبؒ مراد آباد
۵۸.	مولانا وحید الدین صاحبؒ شیرکوٹی	۱۵۷.	مولانا عمر علی صاحبؒ سلوٹی
۵۹.	شیخ محمد یاسین صاحبؒ سہارنپور	۱۵۸.	مولانا اسد اللہ صاحبؒ میرٹھ

۶۰.	حکیم سید محمد مشتاق علی صاحبؒ میرٹھ	۱۵۹.	مولوی محمد عثمان صاحبؒ علی گڑھ
۶۱.	مولوی عزیز احمد صاحبؒ فیصل آبادی		
	فہرست مندوبین جمعیت علمائے جونپور		
۶۲.	عبدالحلیم صاحبؒ	۱۶۰.	خواجہ عبدالمجید صاحبؒ
۶۳.	مولوی علی حسن صاحبؒ قدوائی	۱۶۱.	مولوی محمد فاروق صاحبؒ
۶۴.	مولوی محمد صاحبؒ	۱۶۲.	مولوی داؤد صاحبؒ
۶۵.	مولوی حکیم محمد یاسین صاحبؒ	۱۶۳.	مولوی عبدالباطن صاحبؒ
۶۶.	خواجہ خلیل صاحبؒ	۱۶۴.	محمد اسداللہ خان صاحبؒ
۶۷.	مولانا عبدالباقی صاحبؒ	۱۶۵.	مولانا علیم اللہ صاحبؒ
	فہرست مندوبین صوبہ بہار		
۶۸.	جناب عاشق محمد صاحبؒ	۱۶۶.	
۶۹.	مولانا حکیم محمد طیب صاحبؒ	۱۶۷.	مولانا عبدالحمید صاحبؒ
۷۰.	مولانا محمد یوسف صاحبؒ جمالی	۱۶۸.	مولانا شیخ عدالت حسین صاحبؒ
۷۱.	مولانا حکیم محمد صاحبؒ	۱۶۹.	مولوی احمد صاحبؒ
۷۲.	مولوی عبدالغفور صاحبؒ	۱۷۰.	مولانا ریاض احمد صاحبؒ
۷۳.	فقیر محمد صاحبؒ	۱۷۱.	محمد چشتی صاحبؒ
۷۴.	محمد عبدالغنی صاحبؒ	۱۷۲.	عبدالکریم صاحبؒ
۷۵.	مولانا مظاہر امام صاحبؒ	۱۷۳.	مولوی وجیہ الدین صاحبؒ
۷۶.	مولوی رفیق عالم صاحبؒ	۱۷۴.	وسیم الزمان صاحبؒ

۷۷.	مولانا نوراللہ صاحبؒ	۱۷۵.	مولانا محمد یونس صاحبؒ
۷۸.	مولانا عبدالغنی صاحبؒ	۱۷۶.	حافظ محمود صاحبؒ
۷۹.	مولانا بلال صاحبؒ	۱۷۷.	مولانا امین صاحبؒ
۸۰.	مولوی مختار منظور صاحبؒ	۱۷۸.	محمد اسماعیل صاحبؒ
۸۱.	شیخ زین العابدین صاحبؒ	۱۷۹.	شیخ امین الدین
۸۲.	عبدالمجید	۱۸۰.	حکیم محمد صدیق
۸۳.	مولانا محمد زکریا صاحبؒ	۱۸۱.	مولانا عبدالحفیظ صاحبؒ
۸۴.	مولانا عبدالاحد صاحبؒ	۱۸۲.	مولانا قاضی محمد اسماعیل صاحبؒ
۸۵.	مولانا عبدالحفیظ صاحبؒ		

فہرست مدعوین

۸۶.	مولانا محمد یعقوب صاحبؒ بنگال	۱۸۳.	مولانا حکیم فضل علی صاحبؒ
۸۷.	مولانا محمد عمر صاحبؒ صوبہ آگرہ	۱۸۴.	مولانا زین العابدین صاحبؒ صوبہ آگرہ
۸۸.	مولانا شائق احمد صاحبؒ صوبہ آگرہ	۱۸۵.	مولانا علیم الدین صاحبؒ آگرہ
۸۹.	مولانا بشیر احمد صاحبؒ آگرہ	۱۸۶.	محمد فاروق احمد صاحبؒ آگرہ
۹۰.	مولانا محمد عبدالحمید صاحبؒ آگرہ	۱۸۷.	مولانا شمس الدین صاحبؒ آگرہ
۹۱.	مولانا منیر الدین صاحبؒ آگرہ	۱۸۸.	حکیم ظہیر الدین صاحبؒ آگرہ
۹۲.	مولانا جلال الدین صاحبؒ آگرہ	۱۸۹.	مولانا احمد میاں صاحبؒ آگرہ
۹۳.	مولانا عبداللطیف صاحبؒ آگرہ	۱۹۰.	مولانا حبیب الرحمن صاحبؒ آگرہ

۹۴.	مولانا محمد ایوب صاحبؒ آگرہ	۱۹۱.	حکیم حبیب اللہ صاحبؒ آگرہ
۹۵.	مولانا عبدالوہاب صاحبؒ آگرہ	۱۹۲.	مولانا مرتضیٰ حسن صاحبؒ آگرہ
۹۶.	مولانا حکیم احمد علی صاحبؒ آگرہ	۱۹۳.	محمد ایوب صاحبؒ آگرہ
۹۷.	ماہ رجب صاحبؒ آگرہ	۱۹۴.	حافظ محمد اسحاق صاحبؒ آگرہ
۹۸.	منشی معشوق علی صاحبؒ آگرہ	۱۹۵.	حاجی آصف علی صاحبؒ آگرہ
۹۹.	شیخ قادر علی صاحبؒ آگرہ	۱۹۶.	منصرم علی صاحبؒ آگرہ
۱۰۰.	حاجی محمد صدیق صاحبؒ آگرہ	۱۹۷.	محمد یحییٰ صاحبؒ آگرہ
۱۰۱.	عبدالباقی صاحبؒ آگرہ	۱۹۸.	مولانا ریاست حسین صاحبؒ آگرہ
۱۰۲.	شاہ خلیل احمد صاحبؒ آگرہ	۱۹۹.	وصی احمد صاحبؒ آگرہ
۱۰۳.	حافظ کریم بخش صاحبؒ آگرہ	۲۰۰.	منصور الحق صاحبؒ بہار

مولانا احمد سعید کان اللہ لہٗ

ناظم جمعیت علماء ہند دہلی

کارروائی اجلاس مجلس عاملہ جمعیت علمائے ہند نومبر ۱۹۴۴ء

منعقدہ ۸/ ۹/ نومبر ۱۹۴۴ء

شرکاء اجلاس

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحبؒ مدنی مدظلہ، صدر جمعیت علماء ہند مفتی اعظم حضرت علامہ مولانا محمد کفایت اللہ صاحبؒ، حضرت مولانا سید فخر الدین احمد صاحبؒ، حضرت مولانا احمد علی صاحبؒ، حضرت محمد سعید صاحبؒ، مولانا سید طفیل احمد صاحبؒ کاظمی، مولانا شاہد میاں صاحبؒ فاخری، مولانا عبداللہ صاحبؒ رحمانی، مولانا بشیر احمد صاحبؒ بھٹہ، مولانا عبدالحلیم صدیقیؒ ناظم جمعیت علماء ہند، مولانا محمد حفظ الرحمن صاحبؒ ناظم اعلیٰ جمعیت علماء ہند۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی مدظلہٗ کی زیر صدارت مجلس عاملہ کی پہلی نشست دفتر جمعیت علماء ہند میں ۴ بجے شام سے شروع ہوئی۔ ایجنڈا کی پہلی دفعہ چونکہ مسلم مجلس کے فرستادہ فارمولوں سے متعلق تھی اور ضرورت تھی کہ ان پر اطمینان کے ساتھ غور کیا جائے، اس لئے اس دفعہ کو اگلے دن کے لیے موخر کر دیا گیا اور دوسری دفعہ سے کارروائی شروع ہوئی۔

تجویز نمبر ۱

مجلس عاملہ جمعیت علماء صوبہ آگرہ کی جانب سے سہارنپور میں جمعیت علماء ہند کے آئندہ سالانہ اجلاس عام کے لیے دعوت نامہ پیش ہو کر باتفاق رائے طے پایا کہ سہارنپور کی دعوت کو منظور کر لیا جائے اور یہ بھی طے پایا کہ یہ اجلاس مارچ ۱۹۴۵ء میں منعقد ہو۔

تجویز نمبر ۲

مسئلہ فلسطین پر جدید حالات کی روشنی میں غور کیا گیا اور حسب ذیل قرارداد اتفاق رائے پائی:

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ فلسطین کے متعلق مسٹر روزولٹ صدر امریکہ کے اور مسٹر چرچل وزیر اعظم برطانیہ کے اس بیان کو جو صدر امریکہ کے بیان کے بعد انہوں نے دیا، غم وغصے کی نظر سے دیکھتا ہے۔ ان دونوں بیانوں سے مترشح ہوتا ہے کہ صدر امریکا برطانوی حکومت کے قرطاس ابیض ۱۹۳۹ء میں کیے ہوئے حتمی وعدے کو بدلوانا اور مسٹر چرچل اپنی سیاسی مصالح پر صدر امریکہ کو خوش رکھنے کے لیے اپنے حتمی وعدے سے ہٹنے کی آمادگی ظاہر کر رہے ہیں۔

جمعیت علماء جو اس قرطاسِ ابیض کو بھی اہل فلسطین کے حق میں ناانصافی سمجھتی تھی، اس کو سخت ترین وعدہ خلافی اور اہل فلسطین کے حق میں صریح ظلم سمجھتی ہے اور حکومت برطانیہ کو آگاہ کرتی ہے کہ فلسطین میں یہودی آبادی قائم کرنے کا خیال عالم اسلامی کے لئے ایک کھلا چیلنج ہے اور تمام دنیا کے مسلمان ان لوگوں کو جو ایسا کرنے پر برطانیہ کو اس کی ترغیب دینے یا بزور اس کو آمادہ کرنے کی کوشش کریں، سخت نفرت وحقارت سے دیکھتے ہیں اور اس حرکت کو تمام مسلمانوں کے بغض وعناد پر محمول کرتے ہیں۔ نیز یہ جلسہ لندن کی اس کمیٹی کو جو یہودیوں کی مقصد براری اور فلسطین کو وطن الیہود بنانے کی حمایت کے لئے قائم ہوئی ہے اور یہودیوں کی ان وحشیانہ اور متشدّدانہ کارروائیوں کو جو فلسطین میں وہ کر رہے ہیں اور ان کا مقصد برطانوی حکومت کو اہل فلسطین کے علاقے غصب کرنے پر مجبور کرنا ہے، سخت نفرت وحقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان تمام مسلح تشدد کو انسانیت کے خلاف ایک قبیح اور بدنما دھبہ سمجھتا ہے۔

تجویز نمبر ۳

مسئلہ اصلاح نصاب تعلیم کے متعلق طے پایا کہ حسب ذیل ماہرین تعلیم کی ایک کمیٹی بنائی

جائے اور ان حضرات کو دہلی میں دعوت دی جائے نیز طے پایا کہ اس سلسلہ کی گزشتہ تجویز کو اب موجودہ شکل ہی میں تبدیل کر دیا جائے۔ ماہرین تعلیم کی یہ کمیٹی اصلاح نصاب تعلیم کی مفصل رپورٹ مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند کے سامنے پیش کرے۔

مولانا سید سلیمان صاحبؒ ندوۃ العلماء لکھنؤ، مولانا محمد شفیع حجۃ اللہ صاحبؒ صدر مدرس مدرسہ فرنگی محل لکھنؤ مولانا محمد زکریا صاحبؒ حدیث مظاہر علوم سہارنپور، مولانا مناظر احسن صاحبؒ ناظم دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد، مولانا سعید احمد صاحبؒ رفیق اعلیٰ ندوۃ المصنفین دہلی، مولانا عبداللہ صاحبؒ ڈھاکہ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحبؒ مدنی مد ظلہ، شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند وصدر جمعیۃ علماء ہند مفتی اعظم حضرت علامہ مولانا محمد کفایت اللہ صاحبؒ، مولانا عبدالحق صاحبؒ مدنی مہتمم جامعہ قاسمیہ مراد آباد، پروفیسر عبدالباری صاحبؒ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد، مولانا عبدالحلیم صدیقی ناظم جمعیت علماء ہند، محمد حفظ الرحمٰن جمعیت علماء ہند۔

کمیٹی کو مزید اضافے کا بھی حق ہے۔ نیز طے پایا کہ متعلقہ ممبران کمیٹی کے نام دفتری خط وکتابت کی جائے۔ حضرت مفتی صاحبؒ اور حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی مدّظلہ کے خطوط بھی اس مسئلہ کی اہمیت پر آنے چاہییں۔

تجویز نمبر ۴

جمعیت علماء ہند کے دفتر میں مفتی کے تقرر کے سلسلے میں طے پایا کہ کسی قابل شخص کا اس منصب پر تقرر کیا جائے جس کا مشاہرہ ۷۵ روپیہ تک ہو۔

تجویز نمبر ۵

آلات جدیدہ کے ذریعے قبول شہادت متعلق رویت ہلال اور لاؤڈ سپیکر کے ذریعے اداءِ صلاۃ کے بارے میں طے پایا کہ ان ہر دو مسائل کے بارے میں ملک کے علماء سے استفادہ کیا جائے۔ حاصل شدہ تمام جوابات کو مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند کے سامنے رکھا جائے۔

ایجنڈے کی دفعات ختم ہونے کے بعد دیگر امور بہ اجازت صدر محترم کے ذیل میں حسب ذیل اہم تجاویز پاس ہوئیں:

تجویز نمبر۶

جمعیت علمائے ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام صاحبؒ آزاد رکن مجلس جمعیت علماء ہند صدر انڈین نیشنل کانگریس کی غیر موجّہ گرفتاری اور نظر بندی کے خلاف اپنے غم وغصہ کا اظہار کرتا ہے اور ان کے موجودہ علالت کے باعث جس کی وجہ سے ان کا وزن کافی کم ہو گیا ہے، ان کی فوراً غیر مشروط رہائی کا مطالبہ کرتا ہے۔

تجویز نمبر۷

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ مولانا سید محمد داؤد صاحبؒ غزنوی مولانا نورالدین صاحبؒ بہاری، مولانا حبیب الرحمن صاحبؒ لدھیانوی اور دیگر نظر بندوں کی فوری رہائی کا مطالبہ کرتا ہے کیونکہ ملک کی فضا کو درست کرنے اور جمود کو رفع کرنے کا یہی مؤثر ذریعہ ہے اور جس قدر جلد موجودہ جمہور رفع ہو اسی قدر ہندوستان اور برطانیہ کے لیے مفید ہے۔ نیز یہ جلسہ اس پابندی کے خلاف جو مولانا **مفتی محمد نعیم صاحبؒ** پر رہائی کے بعد لگا دی گئی ہے سخت نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور حکومت پنجاب سے مطالبہ کرتا ہے کہ جلد از جلد اس پابندی کو اٹھا کر انصاف پسندی کا ثبوت بہم فرمائیں۔

تجویز نمبر۸

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ حکومت ہند سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ ملک کی فضا کو سازگار بنانے اور موجودہ تباہ کن جمود کو ظاہر کرنے کے جلیل القدر مقصد کے پیش نظر کانگریس ورکنگ کمیٹی کے ارکان کو غیر مشروط طور پر جلد از جلد رہا کر دے۔

تجویز نمبر۹

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ حضرت مولانا منیر الزماں صاحبؒ اسلام آبادی ایم ایل اے بنگال صدر جمعیت علماء بنگال کی بے وجہ گرفتاری پر اپنے رنج والم اور غم وغصہ کا اظہار کرتا ہے۔ مولانا اپنی بیماری کی وجہ سے کسی عملی سیاست میں عرصہ سے حصہ نہیں لے رہے تھے۔ اگر ان کی گرفتاری مرکزی حکومت کے حکم سے ہوئی ہے جیسا کہ بنگال اسمبلی میں سر ناظم الدین وزیر اعظم نے بیان کیا ہے تو یقیناً یہ حکم کسی غلط رپورٹ پر مبنی ہے۔ جمعیۃ علماء کا یہ جلسہ حکومت سندھ سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ معاملے کی پوری تحقیقات کرکے ان کی گرفتاری کے حکم کو فوراً واپس لے جو ہمارے خیال میں یقیناً غلط فہمی پر مبنی ہے۔

تجویز نمبر۱۰

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ جبریہ تعلیم کی اسکیم سے مذہبی تعلیم کے استثناء کو منسوخ کردینے کے فیصلے کے خلاف جو پنجاب گورنمنٹ نے حال میں کیا ہے اور چیف کمشنر دہلی نے بھی اس کو صوبہ دہلی میں نافذ کردیا ہے، اپنے غم وغصے کا اظہار کرتا ہے اور اس کو مسلمانوں کے حق میں مذہبی مداخلت خیال کرتا ہے۔ یہ جلسہ پنجاب گورنمنٹ اور حکومت دہلی کو پرزور توجہ دلاتا ہے کہ وہ جبریہ تعلیم سے مذہبی تعلیم پانے والے بچوں کو مستثنیٰ کرکے مسلمانوں کی بے چینی کو رفع کردیں۔

تجویز نمبر۱۱

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ نئی دہلی کی ان مساجد کے متعلق جو سرکاری عمارتوں اور کوٹھیوں اور احاطوں کے اندر آگئی ہیں اور ان میں نماز پڑھنے سے مسلمانوں کو روکا جاتا ہے اور ان کی حفاظت اور مرمت کی بھی مسلمانوں کو اجازت نہیں دی جاتی، اپنے گہرے غم وغصے کا اظہار کرتا ہے اور اس کو مسلمانوں کے ایک مذہبی شعار یعنی مساجد اللہ کی ایک نوع کی توہین سمجھتا ہے اور

گورنمنٹ سے مطالبہ کرتا ہے کہ تمام مساجد کو ان تمام بندشوں اور قیود سے آزاد کردے اور مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی بے چینی کو رفع کردے۔

تجویز نمبر ۱۲

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ قصبہ کلایت واقع ریاست پٹیالہ کی مسجد میں اذان کی بندش جو ہندوؤں کی طرف سے جبراً کی گئی اور مسلمانوں پر حملہ کرکے ان کو زدوکوب کیا گیا اور موضع راج پورہ میں مسلمانوں کے قبرستان کی بے حرمتی اور قبور کا انہدام کیا گیا اور ایک مسجد اور روضہ امام صاحب چشتیؒ بھی معرض خطر میں ہے، اپنی گہری تشویش کا اظہار کرتا ہے اور ہزہائی نس مہاراج بہادر دائی پٹیالہ کی گورنمنٹ سے استدعا کرتا ہے کہ وہ دونوں معاملوں کی تحقیقات کا حکم صادر فرمائے اور مسلمانوں کی مذہبی آزادی میں جن لوگوں نے مداخلت کی ہے یا مسلمانوں پر حملہ کرکے انہیں زدوکوب کیا ہے ان کو قرار واقعی سزا دی جائے اور اذان کہنے اور نماز ادا کرنے کی مسلمانوں کو عام اجازت دی جائے۔

تجویز نمبر ۱۳

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ توسیع پٹنہ کی اسکیم کے متعلق جمعیت علماء صوبہ بہار کی منظور شدہ تجویز کی پوری تائید کرتا ہے جس کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

مجلس عاملہ کا یہ جلسہ موجودہ جنگ کے زمانہ میں توسیع پٹنہ کی اسکیم کو متعلقہ آبادی کے لیے انتہائی تکلیف دہ اور خطرناک تصور کرتا ہے جس کا نتیجہ انسانوں کی خانہ بربادی اور جانی اور مالی تباہی کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے مجلس عاملہ حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اسکیم کو واپس لے لے اور اگر شہر بسانا مقصود ہے تو اس کے لئے ایسے غیر آباد علاقہ کا انتخاب کیا جائے جہاں بستیوں کو اجاڑنے اور گھر والوں کو بے گھر کرنے کا ظالمانہ عمل نہ کرنا پڑے۔

اور اگر کسی غیر معلوم وجہ کی بنا پر حکومت اسکیم کو جاری کرنے پر مصر ہی ہو تو پھر حکومت کا

فرض ہے کہ وہ اسکیم پر نظر ثانی کرے اور ایسے علاقوں کو مستثنیٰ کر دے جن کی حفاظت حکومت کا ناقابل انکار فرض ہے۔ مثلاً پھلواری شریف جس کا چپہ چپہ تاریخی اہمیت اور مذہبی تقدس رکھتا ہے۔ اس گاؤں سے ہزاروں اور لاکھوں مسلمانوں کے روحانی اور مذہبی تعلقات وابستہ ہیں۔ ایسے علاقوں کو اسکیم میں ملحوظ نہ کرنا براہ راست مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنا ہے۔

تجویز نمبر ۱۴

اس جلسہ میں حسب ذیل تجاویز تعزیت بھی منظور ہوئی ہیں:

جمعیت علمائے ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ حضرت مولانا عبید اللہ صاحبؒ سندھی کے انتقال پر ملال پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت مولانا علوم دینیہ کے ایک فاضل جلیل ہونے کے علاوہ تحریک آزادی کے ان مقتدر علم برداروں میں سے ایک ممتاز فرد تھے۔ جنہوں نے آزادی وطن کے لئے ہر قسم کی بیش بہا جانی ومالی قربانیاں پیش کی ہیں اور اس راہ میں پورے استقلال وثبات قدم کے ساتھ زندگی کی آخری سانس تک نہایت انبساط اور کشادہ دلی کے ساتھ مشغول رہے۔ ان کی وفات سے محبانِ آزادی و مخلصانِ ملّت ووطن کی صف میں جو جگہ خالی فرمائی ہے اس کا مستقبل قریب میں پر ہونا بظاہر مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کی تربت مقدسہ کو اپنی رحمت کی بارش سے سیراب فرمائے۔ یہ جلسہ مولانا کی صاحبزادی اور دیگر اعزہ کے ساتھ اپنی دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور ان کو یقین دلاتا ہے کہ جمعیت علماء کے تمام ارکان اور تمام محبانِ وطن ان کے اس عظیم صدمے میں شریک ہیں۔

تجویز نمبر ۱۵

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ حضرت مولانا حافظ محمد یوسف صاحبؒ انصاری گنگوہی، سید محمد صدر عالم صاحبؒ گیلانی میانوالی اور مولانا عمر فاروق صاحبؒ غازی پوری اور عبدالجبار صاحبؒ مالک فرم حاجی علی جان مرحوم خازن جمعیت علماء ہند کے انتقال پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار

کرتا ہے۔ یہ حضرات جمعیت علماء کے ارکان یا محترم معاونین میں سے تھے اور تحریک آزادی کے ساتھ دلی ہمدردی رکھتے تھے۔ حق تعالیٰ ان تمام بزرگوں کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے اعزاء واقرباء کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

تجویز نمبر ۱۶

آل انڈیا مسلم مجلس کے فرستادہ فارمولوں پر کافی طویل بحث وتمحیص ہوتی رہی اور طے پایا کہ چونکہ یہ مسئلہ اپنی جگہ پر نہایت اہم ہے اس لیے مجلس عاملہ کا ایک دوسرا خصوصی جلسہ ذی الحجہ کے آخر یا محرم الحرام کے پہلے ہفتہ میں طلب کیا جائے اور موجودہ اجلاس کی بحث کی روشنی میں اس وقت فیصلہ کن رائے قائم کی جائے۔ نیز طے پایا کہ ناظم اعلیٰ جمعیت علماء ہند کی صوابدید پر جمعیت علماء ہند کے ارکان مرکزیہ میں سے ایسے چار یا پانچ ارکان کو اس ہونے والے اجلاس میں شرکت کی دعوت دی جائے جو دستوری معاملات پر صائب الرائے اور سنجیدہ فکر وغور کے مالک ہوں۔

آل انڈیا مسلم مجلس کے فرستادہ فارمولوں پر غور وفکر کے بعد بعض دفتری معاملات پر غور کیا گیا اور دوسرے دن کے بعد شب میں ساڑھے دس بجے اجلاس بخیر وخوبی ختم ہوگیا۔

محمد حفظ الرحمن

ناظم اعلیٰ جمعیت علماء ہند دہلی

۱۴/ نومبر ۱۹۴۴ء

جمعیۃ علماء ہند کے عام ممبران بنانے کی مدت میں توسیع

جمعیت علماء ہند کے دستور العمل کی دفعہ نمبر ۴۹ کے ماتحت اگست ۱۹۴۴ء میں جمعیت علمائے ہند کی جانب سے ایک سرکلر جاری کیا گیا تھا کہ جمعیت علماء کے عام ممبران کی بھرتی کا کام ۱۵ نومبر ۱۹۴۴ء تک ختم کرکے انتخابات وغیرہ کی کارروائی مکمل کرلی جائے۔ چونکہ ماتحت جمعیتوں کی طرف سے درخواستیں آرہی ہیں کہ اس مدت میں توسیع کی جائے۔ لہٰذا حسب الحکم شیخ الاسلام حضرت

مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ صدر جمعیت علمائے ہند اس مدت میں توسیع کی جاتی ہے اور اعلان کیا جاتا ہے کہ عام ممبران کی بھرتی اب ۱۵ دسمبر ۱۹۴۴ء تک جاری رکھی جائے اور اس کے بعد انتخابات وغیرہ کی کارروائی مکمل کرلی جائے۔

مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند نے اپنے اجلاس منعقدہ ۸، ۹ نومبر ۱۹۴۴ء میں جمعیت علماء صوبہ آگرہ کی درخواست برائے اجلاس عام جمعیت علماء ہند منظور کرلی ہے اور اجازت دے دی ہے کہ جمعیت علمائے ہند کے آئندہ سالانہ اجلاس عام کے انتظامات سہارنپور (یو۔پی) میں شروع کردیے جائیں۔ سالانہ اجلاس کے سلسلہ میں ضرورت ہے کہ تمام صوبائی اور ماتحت جمعیتیں اپنی تنظیم و ترقی اور نظام رضاکاران کی طرف توجہ کریں تاکہ سالانہ اجلاس میں شرکت و نمائندگی کے سلسلہ میں سہولت ہو۔

اس سے پیشتر بذریعہ سرکلر درخواست کی گئی تھی کہ تمام جمعیتیں اپنے کوائف و حالات سے اطلاع دیں۔ جن جمعیتوں نے جواب نہیں دیا ہے یا اب بھی خاموش رہیں گی، ان کی اطلاع کے لیے اعلان کیا جاتا ہے کہ ان کو سالانہ اجلاس کی شرکت میں نمائندگی میں سہولت ملی مشکل ہوگی۔ والسلام

خادم ملت محمد حفظ الرحمٰن

ناظم اعلیٰ جمعیت علمائے ہند دہلی

۱۴ نومبر ۱۹۴۴ء

ضمیمہ جمعیت علماء کیا ہے؟

جلد دوم

جس میں مندرجہ ذیل اجلاسوں کی تجاویز جمع کی گئی ہیں:

اجلاس عام مرکزیہ جمعیت علمائے ہند	منعقدہ محرم سنہ ۱۳۵۸ھ مارچ ۱۹۳۹ء
اجلاس مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند	منعقدہ ربیع الثانی ۱۳۶۵ھ مارچ ۱۹۴۶ء
اجلاس مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند	منعقدہ رجب ۱۳۶۵ھ جون ۱۹۴۶ء
اجلاس مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند	منعقدہ شعبان ۱۳۶۵ھ جولائی ۱۹۴۶ء
اجلاس مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند	منعقدہ شوال ۱۳۶۵ھ ستمبر ۱۹۴۶ء
اجلاس مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند	منعقدہ محرم الحرام ۱۳۶۶ھ دسمبر ۱۹۴۶ء
اجلاس مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند	منعقدہ صفر ۱۳۶۶ھ مارچ ۱۹۴۷ء
اجلاس خصوصیہ مرکزی جمعیت علماء ہند لکھنؤ	منعقدہ جمادی الثانی ۱۳۶۶ھ مئی ۱۹۴۷ء
اجلاس مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند	منعقدہ شعبان ۱۳۶۶ھ جون ۱۹۴۷ء

مرتبہ محمد میاںؒ

ناظم جمعیت علماء ہند

مطبوعہ ہمدرد پریس دہلی

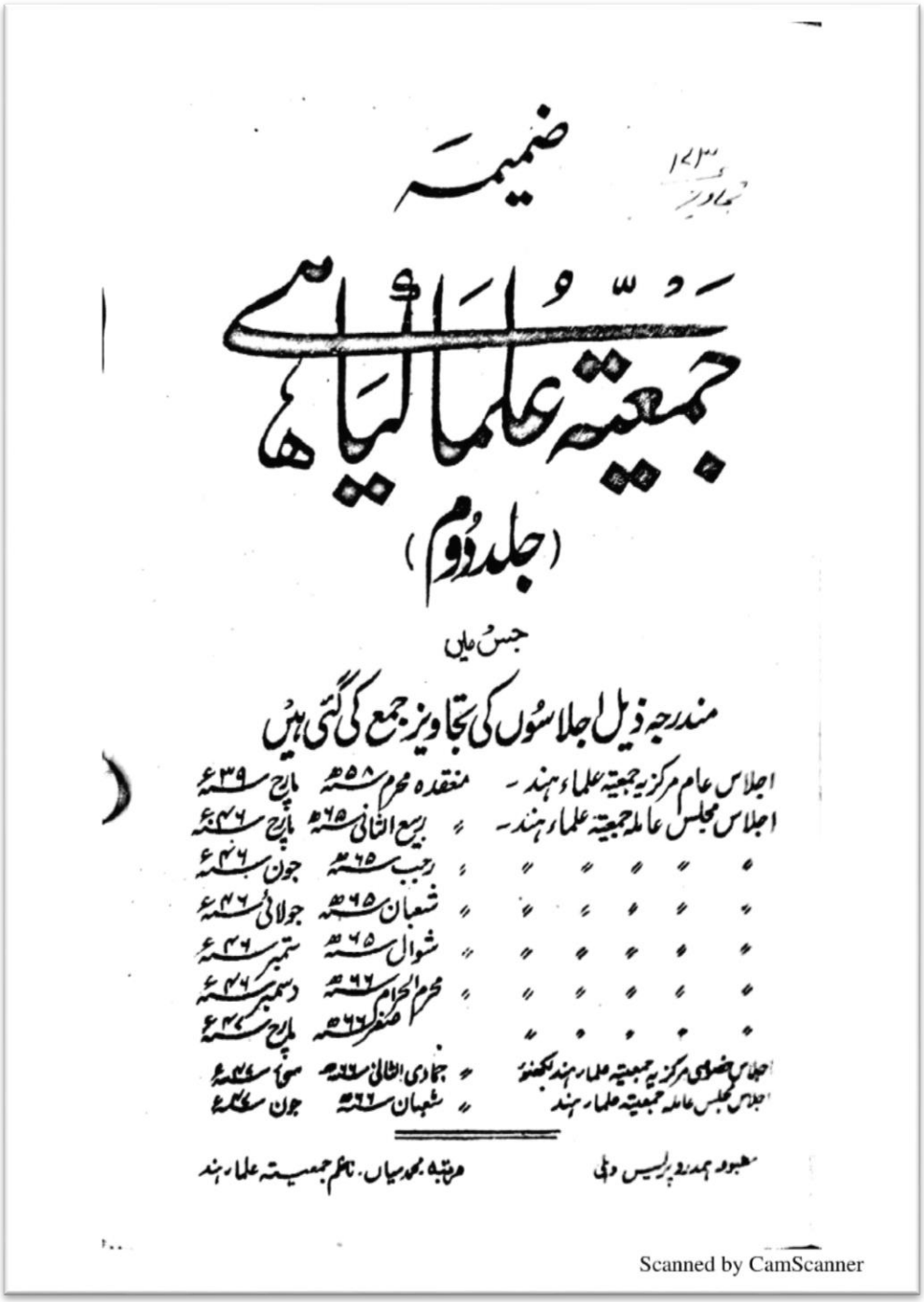

ضمیمہ

جمعیۃ علمائے ہند

(جلد دوم)

جس میں

مندرجہ ذیل اجلاسوں کی تجاویز جمع کی گئی ہیں

اجلاس عام مرکزیہ جمعیۃ علماء ہند۔	منعقدہ محرم ۱۳۵۸ھ	مارچ ۱۹۳۹ء
اجلاس مجلس عاملہ جمعیۃ علماء ہند۔	ربیع الثانی ۱۳۶۵ھ	مارچ ۱۹۴۶ء
〃 〃 〃 〃 〃 〃	رجب ۱۳۶۵ھ	جون ۱۹۴۶ء
〃 〃 〃 〃 〃 〃	شعبان ۱۳۶۵ھ	جولائی ۱۹۴۶ء
〃 〃 〃 〃 〃 〃	شوال ۱۳۶۵ھ	ستمبر ۱۹۴۶ء
〃 〃 〃 〃 〃 〃	محرم الحرام ۱۳۶۶ھ	دسمبر ۱۹۴۶ء
〃 〃 〃 〃 〃 〃	صفر ۱۳۶۶ھ	مارچ ۱۹۴۷ء
اجلاس خصوصی مرکزیہ جمعیۃ علماء ہند لکھنؤ	جمادی الثانی ۱۳۶۶ھ	مئی ۱۹۴۷ء
اجلاس مجلس عاملہ جمعیۃ علماء ہند	شعبان ۱۳۶۶ھ	جون ۱۹۴۷ء

مطبوعہ ہمدرد پریس دہلی

مرتبہ محمد میاں۔ ناظم جمعیۃ علماء ہند

Scanned by CamScanner

عکس ضمیمہ "جمعیت علماء کیا ہے؟"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمده ونصلي علي رسوله الكريم

صفر ۱۳۶۵ھ جنوری ۱۹۴۶ء میں جب "جمعیۃ علماء کیا ہے؟" حصہ دوم شائع کیا جارہا تھا تو اس کے دیباچہ میں ان دشواریوں اور مشکلات کا ذکر کرنے کے بعد جو اس حصہ کی ترتیب میں پیش آئی تھیں اور جن کی بنا پر چند اجلاسوں کی تجاویز نقل نہیں کی جاسکی تھیں، یہ تحریر کیا گیا تھا کہ:

"باقی مجالس عاملہ اور مجالس منتظمہ کی تجاویز بظاہر تمام نقل کر دی گئی ہیں۔ تاہم جستجو جاری ہے۔ اگر مزید تجاویز مل گئیں تو ان کو ضمیمہ کی شکل میں شائع کر دیا جائے گا۔"

یہ ضمیمہ اسی جستجو کی کامیابی اور اسی وعدہ کی تکمیل کی پہلی قسط ہے۔ اس ضمیمہ میں اجلاس یازدہم جمعیت علمائے ہند منعقدہ دہلی مؤرخہ ۱۱/ ۱۲/ ۱۳/ ۱۴/ محرم الحرام ۱۳۵۸ھ مطابق ۳ تا ۶ مارچ ۱۹۳۹ء کی تجاویز نقل کی گئی ہیں اور ان کے بعد ان تجاویز کو بھی اسی ضمیمہ کا جزء بنا دیا گیا ہے جو سال رواں ۱۹۴۶ء میں مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند کے متعدّد اجلاسوں نے منظور کیں۔

کارروائی اجلاس مجلس عاملہ جمعیت علمائے ہند ۱۹۳۹ء

منعقدہ ۱۳۵۸ھ بمطابق ۱۹۳۹ء

اجلاس یازدہم ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء کو حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ مدنی کی صدارت کا شرف حاصل ہوا تھا اور مجلس استقبالیہ کو ہندوستان کے مشہور محبّ وطن جناب ڈاکٹر مختار احمد انصاری مرحوم کے خواہر زادہ اور جانشین جناب ڈاکٹر شوکت اللہ شاہ صاحبؒ انصاری ایم ڈی کی صدارت نے پر شوکت بنایا تھا۔

حضرت مولانا عبدالحق صاحبؒ مدنی حجاز مطہر کے ان مشہور ادباء میں سے ہیں جن کو حجاز کے ارباب شعر وسخن دور حاضر کا متنبی تصور کرتے ہیں۔ آپ کا مولد مدینہ طیبہ ہے۔ شریف حسین کے دور میں انقلاب کی گردش نے آپ کو ہندوستان پہنچا دیا۔ عرصہ سے مراد آباد کو اپنے فیوض وبرکات کا مطلع بنا رکھا ہے۔ مراد آباد کے سینکڑوں مسلمان روزانہ نماز صبح کے بعد آپ کے درس قران سے مستفید ہوتے ہیں اور جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد کو آپ کے اعزازی اہتمام کی سعادت حاصل ہے۔

دورِ شباب میں اہل حجاز نے آپ کو ادیب اور شاعر کی حیثیت سے پہچانا اور تقریباً بیس سال سے اہل ہندوستان آپ کو حافظ و مفسرِ قرآن، واعظ حق، قامع بدعت، زاہد شب بیدار اور شدید مزاج مصلح کی حیثیت سے پہچانتے ہیں۔ لا زالت شموس فیوضه بارعة

اس اجلاس کا یہ امتیاز قابل تذکرہ ہے کہ ملّت اسلامیہ ہندیہ کے مشہور مفکر اور مجاہد حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ قدس سرہ العزیز کے انقلابی رفیق حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو ۲۵

سال کی جلاوطنی کے بعد اجلاس سے چند روز پیشتر داخلہ ہندوستان کی اجازت ملی اور اجلاس سے چند روز بعد آپ ہندوستان میں ورود فرما ہوئے۔

یہ عجیب وغریب خصوصیت بھی نظر انداز نہ کرنی چاہیے کہ اس اجلاس میں ملت اسلامیہ کے چار مشہور زعماء کی وفات پر تجاویز تعزیت مرتب کی گئیں:

۱. غازی مصطفی کمال صدر جمہوریہ ترکیہ۔
۲. ڈاکٹر مختار احمد انصاری۔
۳. مولانا شوکت علی صاحبؒ۔
۴. علامہ اقبال مرحوم۔

ان مشاہیر میں سے بعض کے ساتھ شدید اختلاف رائے کے باوجود ان حضرات کی افادی صلاحیتوں اور مفید خدمات کو جمعیت علماء ہند نے کس نظر سے دیکھا اور قابل قدر جوہروں کا کس طرح اعزاز واحترام کیا، تعزیتی تجاویز کے الفاظ سے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ لہٰذا ان تجاویز کو بجنسہٖ نقل کیا جارہا ہے۔ ایک وہ تجویز بھی جو مخالفین جمعیت علماء ہند کی نظر میں گناہ کبیرہ کی حیثیت رکھتی ہے جس نے شپرہ چشم معاندین کی نظر کوتاہ کو جمعیت علماء ہند کی جملہ حسنات سے خیرہ کردیا ہے یعنی "جواز شرکت کانگریس کی ہولناک تجویز" اسی اجلاس میں پاس کی گئی تھی۔ اگرچہ اس تجویز کے منشا کو اسی تاریخ سے پورا کیا جارہا تھا جس تاریخ سے کانگریس نے جنگ آزادی کے میدان میں قدم رکھا تھا۔

تجویز نمبر ۱: تعزیت غازی مصطفی کمال مرحوم

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس مجاہد اعظم غازی مصطفی کمال پاشا جو ترکی کے استخلاص اور استقلال تام کی روح رواں تھے، کی وفات حسرت آیات پر دلی صدمے کا اظہار کرتا ہے۔ ان کی وفات سے ملت اسلامیہ کا ایک مفکر اعظم اور مجاہد اکبر مسلمانوں سے جدا ہو گیا۔ خدا تعالیٰ غازی موصوف کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ملت ترکیہ کو احیائے قوائے ملت میں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا

فرمائے۔

تجویز نمبر ۲: تعزیت ڈاکٹر انصاری مرحوم و بیگم انصاری

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس ذریعہ ملت جناب ڈاکٹر مختار احمد صاحبؒ انصاری و بیگم انصاری کی وفات حسرت آیات پر اپنے دلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے اور ان کی وفات کو وطن کے لیے نقصانِ عظیم تصور کرتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ حق تعالیٰ ان کو جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ یہ جلسہ ڈاکٹر صاحبؒ مرحوم کے اعزہ واقرباء سے اپنی دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔

تجویز نمبر ۳: تعزیت مولانا شوکت علی خادم کعبہ مرحوم

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس زعیم القوم مولانا شوکت علی صاحبؒ خادم کعبہ مرحوم کی وفات پر دلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے۔ مولانا کی خدماتِ ماضیہ شاندار اور تاریخ ہند کا ایک ممتاز باب ہیں۔ حق تعالیٰ مولانا مرحوم کو غریق رحمت فرمائے۔ یہ جلسہ ان کے اعزہ واقارب خصوصًا ان کے فرزندوں کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔

تجویز نمبر ۴: تعزیت ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم

جمعیت علماء ہند کا یہ جلسہ شاعر مشرق جناب ڈاکٹر سر محمد اقبال کی وفات حسرت آیات پر دلی رنج وغم کا اظہار کرتا ہے اور ان کی وفات کو ایک قومی مفکر اور آزادی وطن کے داعی سے ہندوستان کی محرومی سمجھتا ہے اور یہ دعا کرتا ہے کہ حق تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور آزادی وطن کی جو روح ان کے قومی ادب کی جان ہے اس پر مسلمانوں کو چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ جلسہ مرحوم کے صاحبزادوں کے ساتھ اپنی دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔

مسودہ نظارت امور شرعیہ

اس اجلاس میں حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ قدس سرہ العزیز کا مکتوب گرامی

بھی پیش کیا گیا جو نظارت امور شرعیہ کے متعلق اسکیم پر مشتمل تھا اور اردو اور انگریزی زبان میں طبع کرا کر ممبران اسمبلی اور دیگر مشاہیر و عمائدین کے پاس بھیجا گیا تھا۔ اجلاس ہذا نے اس مکتوب کے پیش نظر تجویز نمبرے منظور کی جو نقل مکتوب کے بعد درج کی جائے گی۔

مکتوب

مکرمی السلام علیکم!

ایک ضروری امر کے لئے یہ عریضہ بھیج رہا ہوں۔ امید ہے کہ اس پر آپ خاص توجہ فرمائیں گے۔

آپ کے علم میں ہے کہ ہندوستان میں علماء اور مسلمانوں کا یہ مطالبہ رہا ہے کہ یہاں کے نظامِ حکومت میں مسلمانوں کی تعلیم و تربیت، معاشرت اور قوانین مذہبی کے تحفظ کے لیے ایک مخصوص ادارہ قائم کیا جائے لیکن ان بارسوخ حضرات کی وجہ سے جن کی نظر میں اس کی کوئی اہمیت نہ تھی یہ مطالبہ وہ قوت حاصل نہ کر سکا جس کا یہ مستحق تھا۔ اور انگریزوں کی کھلی روِش کے بعد جو انہوں نے سو برس کے عرصہ میں ہندوستان سے اسلامی تمدن کے مٹانے میں اختیار کی ہے، یہ توقع رکھنا کہ وہ آسانی سے اس مطالبہ کو قبول کر لیں گے عبث تھا۔ لیکن اس مقصد کے حصول کی کوشش ہم لوگوں نے حتی الوسع جاری رکھی۔ اب جبکہ موجودہ اصلاحات کے نفاذ نے ہندوستان میں ناقص لیکن قومی حکومت کی بنیاد رکھ دی ہے اور بعض امور اب ایک حد تک نمائندگان جمہور کے ہاتھ میں آگئے ہیں، ان مقاصد کے حصول کی ایک راہ نکل آئی ہے۔

مسلمانوں کا کم از کم مطالبہ یہ تھا کہ ایک بااختیار حاکم امور شرعیہ کی انجام دہی کے لیے مقرر کیا جائے جو قاضی کا تقرر کرے اور مسلمانوں کے تمام مذہبی قوانین اور امورِ مذہبی (جن کا تعلق صرف مسلمانوں سے ہو) کا نگران رہے اور خصوصیت سے مسلمانوں کی مذہبی تعلیم و تربیت کا محافظ ہو۔

اس مقصد کے حصول کے لیے سب سے بہتر راہ تو یہ تھی کہ اعلان بنیادی حقوق (fundamentel right) کے سلسلہ میں ہندوستان کے نظام اساسی میں یہ چیز موجود ہوتی لیکن افسوس یہ نہ ہوسکا۔ اب موجودہ حالات میں یہ مناسب ہے کہ نظامِ شرعی کا ایک ایسا خاکہ پیش کیا جائے جو موجودہ اصلاحات کے ذریعہ بآسانی چل سکے۔ اس سے اصلی مقصد تو پورا نہ ہوگا لیکن یہ ہوگا کہ ناقص نقش تیار ہوجائے گا اور کسی حد تک مسلمانوں کی بعض شکایات اور مشکلات کا ازالہ ہوجائیگا۔

اسکیم یہ ہے:

(۱) ہر حکومت میں ناظر امور اسلامیہ کا ایک عہدہ رکھا جائے جو مختلف محکموں کے ڈائریکٹر کے مثل ایک عہدہ ہو اور یہ عہدہ دار کسی مسلمان وزیر کے ماتحت ہو اور اس کے متعلق حسب ذیل امور ہوں:

۱. مسلم اوقاف۔
۲. تقرر قضاۃ یا تفویض اختیارات قاضی یا جیوری کے تعین کو مشورہ دینا۔
۳. ہندوستانی بین الاقوامی معاملات کے متعلق اسلامی بین الاقوامی اصول کے ماتحت حکومت کو مشورہ دینا۔ (اس کی رائے کا ان معاملات میں ایکسپرٹ (ماہر) کی رائے کی حیثیت سے لحاظ رکھا جائے۔)
۴. تعلیم کے ہر صیغہ اور درجے میں مذہبی تعلیم کا نظم یا نگرانی جیسی صورتِ حال اور ضرورت ہو اس کے ماتحت ہو۔
۵. مسلمانوں کے پرسنل لاء کے متعلق قانون سازی کی نگرانی اور اس کے متعلق اگر کوئی غلطی ہو رہی ہو یا کسی ذریعہ سے ہوگی تو حکومت کو اصلاح کے لئے مشورہ دینا۔

(۲) ناظر امور اسلامیہ کے ساتھ ایک مختصر مجلس مشورہ لائق مسلمانوں کی ہو۔

(۳) تمام تقرر اور انتخابات مؤقت ہوں۔

(۴) (الف) متذکرہ محکمہ کے ساتھ ساتھ حکومت ایک قانون فسخ نکاح اور طلاق وتفریق وخلع وغیرہ کے لئے اسلامی اصول کے ماتحت پاس کرائے، جس سے وہ مشکلات دور ہو جائیں جو موجودہ عہد میں شرعاً قاضی مجتہد کے فقدان سے لاحق ہیں اور ہوں گی۔

(ب) تقرر قاضی کے لیے فی الحال یہ صورت اختیار کی جائے کہ مسلمان منصف اور ججز کے تقرر کے معیار میں اس کا لحاظ رکھا جائے کہ فقہ اسلامی کی براہ راست معلومات ان کو ہوں یا اقل درجہ میں اس خاص صنف میں ہندوستانی (اردو) میں ضروری تالیفات مہیا کر دی جائیں (اور اس کا ڈیپارٹمنٹل امتحان بھی لے لیا جائے) اور تفویض اختیارات کے وقت ہائی کورٹ یا جوڈیشنل محکمہ جس کے بھی حدود ہوں ان ہی حکام کو نکاح، طلاق اور تفریق وغیرہ مقدمات کی سماعت کے اختیار دے۔

(ج) ان مقدمات کی سماعت کا ضابطہ اسلامی آداب قضاء کے مطابق اردو میں تیار کر دیا جائے اس طرح بغیر کسی مالی بار کے کسی حد تک حل ہو جائے گا۔

ناظر امور اسلامیہ مسلم اوقاف کے ساتھ دوسرے امور کو انجام دے گا تو کوئی مزید مالی بار بھی حکومت پر ایسا نہ پڑے گا جو غیر معمولی ہو۔

ایک اور ضروری امر مسلمانوں کی فوری توجہ کا محتاج ہے

یہ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی تمام تر تہذیب و تمدن اور معاشرت کی بنیاد مذہب پر ہے۔ اب تک انگریزوں نے مسلمانوں کے تمدن کے مٹانے کے لئے طرح طرح کے نظریے پیدا کیے۔ ان میں ایک یہ بھی تھا کہ حکومت مذہبی تعلیم کے نظم کی ذمہ دار نہیں ہو سکتی۔ اب جبکہ نئی اصلاحات نے صوبوں میں قومی حکومت کی ایک شکل پیدا کر دی ہے یہ حکومتیں جیسی کچھ بھی ہو بہر حال قومی حکومتیں ہیں تو ان کو مسلمانوں کے اس جائز اور واجبی مطالبہ سے کہ تعلیم کے درجہ میں مذہبی تعلیم کا نظم کیا جائے، بے اعتنائی نہ برتنی چاہیے۔ مسلمانوں کے لئے یہ مسئلہ وقت کے تمام مسائل سے زیادہ اہم

ہے۔ اس لیے حکومت اور قوم کو اس طرف فوری توجہ کرنی چاہیے۔ کیونکہ مسلمانوں کے لئے ہر اجتماعی وانفرادی، اخلاق کی کمزوری ان کی مذہبی معلومات اور تربیت کی کمی ہی کی وجہ سے ہے اور ایک اصلاح سے ان میں بہت سی کمزوریوں کی اصلاح بیک وقت ہوجائے گی جو حکومت، قوم، ملک سب کے لئے یکساں مفید ہوگی۔

ابوالمحاسن محمد سجاد

نائب امیر شریعت صوبہ بہار واڑیسہ

پھلواری شریف پٹنہ

ایک طویل بحث ومباحثہ کے بعد حسب ذیل تجویز پاس ہوئی:

تجویز نمبر ۵: تہذیبی خود مختاری (کلچر اٹانمی)

چونکہ مسلمانانِ ہند کا پرسنل لاء مخصوص وممتاز پرسنل لاء ہے اور ملّت اسلامیہ ایک مستقل ملت ہے۔ اس ملت کی اسلامی زندگی اور تہذیب کے بقا کے لیے ازبس ضروری ہے کہ ایک بااختیار نظام قائم ہو۔ حکومت برطانیہ نے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء میں پرسنل لاء اور کسی ایسے نظام کے لیے کوئی چیز نہیں رکھی کیونکہ انڈین نیشنل کانگریس نے بھی مسلمانوں کو ایک ملک تسلیم کیا اور ان کے پرسنل لا کے تحفظ وآزادی کا وعدہ کیا ہے اور صوبہ جات میں صوبجاتی حکومتیں بھی قائم ہوگئی ہیں، اس لیے جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس طے کرتا ہے کہ بحالات موجودہ ایک مسودہ قانون کلچرل اٹانمی کے اصول پر مرتب کیا جائے اور اس کو صوبجاتی مجالس قانون ساز میں پیش کرکے پاس کرنے کی سعی کی جائے جس کے ذریعہ مسلمانوں کی ملی اور معاشرتی ضروریات پوری ہوسکیں۔ مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ کا مرتب کردہ مسودہ بھی پیش نظر رکھا جائے۔ ایسا مسودہ مرتب کرنے کے لئے ذیل کی سب کمیٹی معین کی جاتی ہے۔ یہ سب کمیٹی آئندہ مئی ۱۹۳۹ء تک اپنی رپورٹ مجلس عاملہ جمعیت علمائے ہند کے سامنے پیش کردے۔ اس کمیٹی کو اضافہ ارکان کا حق ہوگا اور اس کے داعی مولانا

ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ ہوں گے۔

مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحبؒ، مولانا سید سلیمان صاحبؒ ندوی،

مولوی امین احسن صاحبؒ اصلاحی

محرک: مولانا مفتی محمد نعیم صاحبؒ

مؤید: مولانا بشیر احمد صاحبؒ

تائید مزید: مولانا حفظ الرحمن صاحبؒ

جمعیت علماء ہند کی پالیسی کا اعلان

اس تجویز کے بعد سبجیکٹ کمیٹی اور جمعیت عمومیہ کے سامنے حسب ذیل اعلان پڑھا گیا۔ اعلان پر مختلف حضرات نے تقریریں کیں۔ یہ اجلاس مسلسل شام تک جاری رہا۔ درمیان میں نماز اور کھانے کے لئے ملتوی ہوتا رہا۔ عصر کی نماز کے بعد اس اعلان میں ترمیموں کا سلسلہ شروع ہوا۔ مغرب کی نماز کے بعد جملہ ترمیمیں واپس لے لی گئیں لیکن صرف ایک ترمیم پر ووٹ لینے کی نوبت آئی۔ رائے شماری سے قبل اصل محرک مولوی مفتی محمد نعیم صاحبؒ نے ترمیم کو منظور کر لیا اور اعلان کے متعلق ذیل کی تجویز منظور کر لی گئی:

تجویز نمبر ۶

جمعیت علمائے ہند کا یہ اجلاس ورکنگ کمیٹی کو اختیار دیتا ہے کہ جمعیۃ علماء کی طرف سے حسب ذیل اعلان کر دے:

مضمون اعلان

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس شریعت حقہ کی روشنی میں اور اس ذمہ داری کو محسوس کرتے ہوئے جو اس پر خدائے عزوجل اور سید المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس امانت کا

حامل ہونے اور اسی مقدس امانت کو وطن کی حفاظت کے فریضہ کی جہت سے عائد ہوتی ہے۔
مسلمانان ہند کی بصیرت کے لیے حسب ذیل حقائق کا اظہار واعلان کرتا ہے:

(۱) مسلمان کی فطرت میں آزادی کی محبت اور مخلوق کی غلامی سے نفرت قدرت نے ودیعت رکھی ہے۔ ہر راسخ العقیدہ مسلمان آزادی حاصل کرنے کے لئے ہر قسم کی جدوجہد کیلئے آمادہ اور جانی ومالی قربانیاں پیش کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔

(۲) جمعیت علماء ہند کا یوم تاسیس سے مطمحِ نظر اور نصب العین یہی رہا ہے کہ ہندوستان برطانوی امپیرل ازم کے تسلط واقتدار سے نجات پائے۔

(۳) تمام عقلاء ور ہنمایان ہندوستان کے نزدیک یہ مسلّمہ مسئلہ رہا ہے کہ ہندوستان کو انگریزی اقتدار سے نکالنے اور کامل آزادی حاصل کرنے کے لئے تمام اقوامِ ہند کی مشترکہ اور متحدہ جدوجہد ضروری ہے۔ جب تک امپیرل ازم کے خلاف تمام اقوام ہند متحدہ محاذ پیش نہ کریں اور جنگ آزادی میں دوش بدوش کام نہ کریں بظاہرِ اسباب ہندوستان کی نجات ناممکن ہے۔

(۴) جمعیت علماء ہند نے اسی نظریہ کے ماتحت گزشتہ دور میں ہندوستان کی مشترکہ جماعت انڈین نیشنل کانگریس سے جنگ آزادی میں اپنی مستقل حیثیت برقرار رکھتے ہوئے اشتراک عمل کیا اور اپنی مجاہدانہ دیرینہ روایات کو سرفروشانہ اقدام کے ذریعہ سے ثابت بلکہ روشن کردیا۔

(۵) مگر بدقسمتی سے یہ جدوجہد منتہائے مقصد آزادی کامل تک پہنچانے سے قبل درمیان میں رک گئی اور برطانوی امپیرل ازم نے اپنی عیارانہ حکمت عملی سے ہندوستان کے سامنے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ کی صورت میں حکومت ہند کا دستور جدید پیش کردیا۔ اس دستورِ جدید کے وضع کرنے میں چند ہندوستانی بھی شریک کیے گئے جن میں خلافت کمیٹی اور مسلم لیگ کے ارکان بھی تھے۔ مسلم ارکان نے دستور کی جمہوری اصول پر تشکیل کرنے سے اختلاف نہیں کیا اور اپنی طرف سے کوئی ایسا مطالبہ پیش نہیں کیا جس میں مسلم حکومت یا اس کی جداگانہ تشکیل ہو۔

(۶) کانگریس اور اس کے ساتھ مسلم لیگ اور خلافت کمیٹی اور دیگر مسلمانوں نے اس ناقص اور غیر اطمینان بخش دستور کو چلانے اور اس کے ماتحت کام کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ کانگریسی اور غیر کانگریسی سب اسی دستور جدید کے ماتحت کام کر رہے ہیں۔ اسمبلیوں میں سب شریک ہیں اور اجتماعی قوت سے حکومت کی مشینری کو چلا رہے ہیں۔

(۷) اگرچہ دستور جدید نافذ ہو گیا تاہم اس میں شبہ نہیں کہ وہ ہندوستان کے اصل مطالبہ آزادی کامل کو پورا نہیں کرتا اور اس کے ذریعہ سے ملے ہوئے اختیارات اتنے کمزور اور ناقابل اعتبار ہیں کہ ہر وقت دستور کے فیل ہونے اور حکومت ٹوٹ جانے کا خطرہ لگا ہوا ہے۔

(۸) اس التوائے جنگ اور تعمیری زمانہ میں مسلمانوں کے سامنے یہ اہم مسئلہ ہے کہ مسلمان انڈین نیشنل کانگریس کے ساتھ اشتراک عمل کریں یا نہیں۔

جمعیت علماء اس مسئلہ پر پورے تنگ نظر اور غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ جبکہ مسلمان اس دستور جدید کے جمہوری اصول اور مشترک ذمہ داری کو عمل تسلیم کر چکے اور اس کے ماتحت اسمبلیوں اور کونسلوں میں باوجود اپنی قلت اور غیر مسلم ارکان کی اکثریت کے شریک ہو رہے ہیں اور حکومت کی مشینری کو باہمی اشتراک عمل سے چلا رہے ہیں تو اسلامی اصول اور عقل و بصیرت کی روشنی میں ان کو کانگریس کے ساتھ اشتراک عمل بھی ضروری ہے۔ یہ اجلاس مسلمانانِ ہند سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ وہ ہر شہر اور دیہات میں کانگریس کے باضابطہ ممبر بنیں اور تمام کانگریس کمیٹیوں میں شریک ہو کر عملی کارروائی میں حصہ لیں۔ کیونکہ ملک کی آزادی اور ملت اسلامیہ کے قومی اور مذہبی حقوق کے حاصل کرنے کا اور ان کے تحفظ کا دستوری تاریخ سے یہی راستہ ہے۔

(۹) لیکن جمعیت علمائے ہند نے کسی وقت اپنی مستقل حیثیت کو فنا نہیں کیا۔ اس نے گزشتہ جنگ کے دور میں کانگریس کے ساتھ اشتراک عمل تو کیا اور اس کی مبارک اور مشکور مساعی میں مسلمانوں کی قربانیاں ان کی آبادی کے تناسب کے لحاظ سے بہت زیادہ رہیں تاہم اس نے یہ تمام کام

اپنے پلیٹ فارم سے کیے اور آئندہ بھی وہ اپنی مستقل حیثیت برقرار رکھنے کی پالیسی پر قائم ہے۔

(۱۰) جمعیۃ علماء پر مخالفین کا یہ نہایت غلط الزام بلکہ افتراء ہے کہ اس نے ہر موقع پر کانگریس کی جاوبے جاحمایت کی ہے یا اس کی ہر بات کو تسلیم کر لیا ہے۔ جمعیت علماء کا یہ دعویٰ ہے جس کے دستاویزی شواہد اس کے ریکارڈ اور اخبارات کے فائلوں میں موجود ہیں کہ جمعیت نے ہر موقع پر کانگریس کی ان تجاویز اور اعمال پر سخت نکتہ چینی کی ہے جن کو مسلم مفاد کے خلاف پایا۔ نہرو رپورٹ پر تنقید و تبصرہ اور کانگریس کے مجوزہ ہندو مسلم تصفیہ فارمولا سے اختلاف اور جدید فارمولا کی تشکیل و ترتیب جمعیت نے کی۔ یہ سب باتیں کانگریس کے فائلوں میں موجود ہوں گی کوئی ایک مثال بھی ایسی نہیں پیش کی جاسکتی کہ جمعیت نے کسی ایسی بات کو تسلیم کر لیا ہو یا سراہا ہو جس کو مسلمانوں کے مفاد کے خلاف یقین کیا جاسکتا ہو۔

(۱۱) جمعیت تمام مسلمانوں کو بتا دینا چاہتی ہے کہ وہ اپنے اصل مطالبہ آزادی کامل کی تحصیل سے غافل نہیں ہے اور ان مسلمانوں سے جو کانگریس میں شریک ہوں مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اسلام کے احکام کی پابندی کرتے ہوئے حکومت کی ہر اس تجویز کی شدت سے مخالفت کریں جس سے آزادی کامل کی راہ میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہو یا جس کا اثر ملت اسلامیہ یا اسلام کے خلاف ہو۔

(۱۲) جمعیت علماء یہ اعلان کرتی ہے کہ موجودہ وطنی حکومت کی طرف سے ان مسلمانوں کی مذہبی اور قومی ضروریات کو پامال کرنے یا بے اعتنائی برتنے کی صورت میں جمعیت علماء مدافعت کی مؤثر تدابیر کام میں لائے گی اور تدارک نہ کیے جانے کی صورت میں جمعیت علماء ہی پہلی جماعت ہوگی جو وطنی حکومت کے خلاف محاذِ جنگ قائم کرکے ہر قسم کی قربانیاں پیش کرنے سے دریغ نہ کرے گی۔

(۱۳) جمعیت علماء ہند کے نزدیک اقوامِ ہند کا اتحاد یا اتفاق صرف اس معنی میں ضروری ہے کہ برطانوی امپیریلزم کے خلاف تمام ہندوستانی متحدہ محاذ میں شریک عمل ہوں۔ یہ نہیں کہ تمام

ہندوستان کی وضع اور تہذیب ایک ہوجائے۔ مسلمان اپنی اسلامی تہذیب، اسلامی عقائد اور اسلامی اعمال اسلامی وجہ سے سر موہٹنا گوارانہیں کرسکتا، نہ وہ کسی غیر اسلامی تہذیب کو قبول کرسکتا ہے۔

(۱۴) جمعیت علماء ہند تمام مسلمانان ہند کو بتادینا چاہتی ہے کہ مستقبل میں اسلام کو ہولناک خطرات سے بچانے اور محفوظ رکھنے کی یہی سبیل ہے کہ وہ جمعیت علماء کو قوی اور مستحکم بنائیں اور اس کی ہدایات پر عمل کریں کیونکہ ناموس اسلام کے محافظ یہی نائبانِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

رپورٹ سب کمیٹی واردھا تعلیمی اسکیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلي علي رسوله الكريم

ہم نے واردھا تعلیمی اسکیم پر غور کیا۔ اول اجمالی طور پر ہم اس کے مفصّلہ ذیل بنیادی اصول پر بحث کرتے ہیں:

۱. ذریعہ تعلیم مادری زبان ہو۔
۲. نظری تعلیم کے ساتھ ساتھ بنیادی دستکاری بھی سکھائی جائے بلکہ دستکاری ہی کو ذریعہ تعلیم قرار دیا جائے۔
۳. ابتدائی تعلیم کو عام اور لازم کرنا۔
۴. بچوں کے ذہن میں ابتدا ہی سے رواداری اور روشن خیالی پیدا کرنے کے ذرائع اختیار کرنا اور ان کو تعلیم سے فراغت کے بعد ایک مفید شہری اور کارگزار انسان بنانا۔

مقدم الذکر تین اصول تو بلاشبہ مستحسن اور قابل قبول ہیں البتہ چوتھا اصول اگر اسی قالب میں ہوتا جس میں ہم نے اسے ذکر کیا ہے تو وہ اصولِ ثلاثہ مقدمہ کی طرح مستحسن اور قابل قبول تھا۔ لیکن جناب ڈاکٹر ذاکر حسین خان صاحبؒ نے اس چوتھے اصول کو اپنی رپورٹ صفحہ ۱۱۱، ۱۱۸، ۱۱۹ (طبع ثانی از رسالہ جامعہ) میں ذکر فرمایا ہے اور ہمیں افسوس ہے کہ ان کی عبارت سے یہ صاف ظاہر ہوتا

ہے کہ وہ تعلیم کا مقصد یہ قرار دیتے ہیں کہ آئندہ ہندوستان میں اس اسکیم کے ماتحت تعلیم یافتہ ایک تہذیب اور ایک قسم کے عقائد اور مشابہ اعمال کے پابند ہوں۔ وہ تمام مذاہب کی عزت کریں۔ (یعنی تمام مذاہب کو سچا سمجھتے ہوں) اور ان میں مذہبی لحاظ سے کوئی امتیاز باقی نہ رہے نیز وہ اہمسا کی حقانیت کے معتقد اور اس پر عامل ہوں۔

ظاہر ہے کہ یہ اصول نہ صحیح ہے نہ قابل عمل ہے اور اس میں ہندوستان کے مختلف مذاہب اور مختلف رجحانات کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہے۔ مختلف مذاہب کے ساتھ رواداری برتنا اور چیز ہے اور مختلف (بلکہ متضاد) مذاہب کو صحیح اور حق سمجھنا بلکہ سب کو ایک سمجھنا اور شے ہے۔ یہ بات تو دو ہندو فرقوں مثلاً سناتن دھرمیوں اور جینیوں میں بھی متحقق والوں کو نہیں، پھر غیر مسلموں اور مسلمانوں میں کس طرح اس کی توقع کی جاسکتی ہے؟ ہندوستان میں مسلمانوں نے عدمِ تشدد کو اپنے موجودہ ماحول کی وجہ سے بطور پالیسی اختیار کر لیا تھا اور اب تک اختیار کیے ہوئے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ قرآن حکیم کی آیات جہاد کو بھول گئے یا چھوڑ بیٹھے اور تشدد کو اگرچہ وہ ضروری مواقع میں اختیار کیے گئے گناہ اور پاپ سمجھنے لگے۔

نیز یہ لفظ ایسے انداز سے ذکر کیا گیا ہے جس سے خطرہ ہوتا ہے کہ بچوں کے ذہنوں میں اس کا مفہوم "جیو ہتھیا" کے معنوں میں بیٹھ جائے گا یا بٹھا دیا جائے گا جس کا اثر مسلمانوں کے ایک خاص معاشرتی اور مذہبی عمل ذبح حیوانات پر بھی پڑے گا۔ اور آئندہ ہندوستان میں یہی ایک چیز ہمیشہ منشاء نزاع بنی رہے گی اور اگر خاکم بدہن یہ اسکیم اس معنی سے کامیاب ہوگئی کہ بچوں کے دماغ میں ابتدا ہی سے ذبح حیوانات اور عقیدہ جہاد سے نفرت بیٹھ گئی اور سب کے سب انسان اس کو مضمون سمجھنے لگے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جدید تعلیم نے مسلمانوں کا ایک مذہبی عقیدہ بدل دیا اور ان کے ایک معاشرتی اور مذہبی حق کو باطل کر دیا یہ بالکل صحیح ہے کہ ہندوستان جیسے ملک میں جہاں بے شمار مختلف مذاہب موجود ہیں بغیر باہمی رواداری کے زندگی گزارنا مشکل بلکہ محال ہے مگر اس کے ساتھ یہ بھی

صحیح ہے کہ متحدہ قومیت کا یہ تخیل کہ مسلمان بھی اپنی خالص اسلامی تہذیب کو چھوڑ کر کسی ایسی تہذیب میں مدغم ہو جائیں گے جس میں اسلامیت اور غیر اسلامیت کا امتیاز نہ ہو، اس سے زیادہ مشکل اور بداہتہ محال ہے۔

مسلمان ایسی رواداری کہ جس میں مختلف اور متضاد مذاہب کے لوگ امن واطمینان سے زندگی بسر کریں، اختیار کرنے اور برتنے کے لیے نہ صرف تیار ہیں بلکہ ان کی قدیمی روایات اس کی شاہد ہیں اور اس کے خلاف ان کو کسی ایسی متحدہ قومیت کا درس دینا جس میں اسلامی تہذیب کے نفوس بھی مٹ گئے یا مٹا دیئے گئے ہو نہ صرف فضول بلکہ فتنہ وفساد کی بنیاد ڈالنا ہے۔

جناب ڈاکٹر ذاکر حسین صاحبؒ کی رپورٹ میں ابتدائی تعلیم کے خاکہ کی جو تفصیلات بیان کی گئی ہیں ان میں سے مفصلہ ذیل امور قابل ترمیم واصلاح ہیں۔ ان کی تفصیل سے پہلے ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کا ناقابل تزلزل عقیدہ اور یقین راسخ ہے کہ ان کا دین اسلام ان کے ایمان اور اعمال اور معاشرت اور تمدنی زندگی کے تمام اصول وفروع کو حاوی ہے۔ ان کی اسلامی تہذیب ممتاز ہے اور اس کی حفاظت کے لیے اسلامی کلچر کی حفاظت ضروری اور لازمی ہے۔ وہ ایک سیکنڈ کے لیے بھی اس کے لیے تیار نہیں کہ اسلامی تعلیم وتہذیب کو چھوڑ کر کسی دوسری تہذیب کو اختیار کریں۔ وہ سیاسی آزادی سے مذہبی آزادی کو اہم سمجھتے ہیں۔ وہ کسی ایسی چیز کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں جو ان کے اسلامی عقائد یا اعمال یا معاشرت پر مخالفانہ اثر ڈالے۔ ہندوستان میں آٹھ کروڑ یا ساڑھے سات کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ اتنی بڑی قوم کی ضروریات کو نظر انداز کر کے کوئی حکومت سرسبز نہیں ہو سکتی۔

اور تعلیم کا مسئلہ تو ایک بنیادی مسئلہ ہے جس پر قوم کے تمام ذہنی نشوونما کا مدار ہے۔ اس لیے کوئی تعلیمی اسکیم اس وقت تک مقبول اور کامیاب نہیں ہو سکتی جس پر مسلم قوم کے تعلیمی ادارے اور مذہب کے ماہرین اطمینان ظاہر نہ کریں۔

ہمیں افسوس ہے کہ واردھا تعلیمی اسکیم پر کسی ذمہ دار مذہبی مسلم تعلیمی ادارے کی رائے معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی گئی اور مسلمانوں کی مذہبی جماعت جمعیت علماء سے بھی استصواب نہیں کیا گیا۔ یہ ایک اصولی غلطی ہے جس کا جلد از جلد ازالہ کر دینا لازم ہے۔ اس اصول کی روشنی میں اس اسکیم میں حسب ذیل امور کی اصلاح لازم ہے:

۱. لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم نہ ہو۔
۲. جداگانہ لڑکیوں کے اسکول میں بھی لڑکی پر بارہ سال کی عمر کے بعد جبری حاضری کی پابندی قبول نہیں کی جا سکتی۔
۳. مسلمان بچوں کو گانے بجانے اور تال سر کی تعلیم نہیں دی جا سکتی۔
۴. مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کو تصویر کشی یعنی جاندار کی تصویریں بنانا اور سیکھنا جائز نہیں۔
۵. مسلمان لڑکوں کو اگر وہ جبری تعلیم کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر رہے ہوں جبری تعلیم سے مستثنیٰ کر دینا لازم ہو گا۔

ان کے علاوہ اسکیم میں مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ ہم ابتدائی تعلیم کے زمانہ میں مذہبی تعلیم کے لزوم کو ضروری سمجھتے ہیں اور مسلمان لڑکیوں کے لئے امور خانہ داری گھریلو صنعتوں کی تعلیم کا خاص انتظام چاہتے ہیں۔ یعنی کورس کی ترتیب کے وقت اس کا خاص طور پر لحاظ رکھا جائے کہ لڑکوں کا کورس لڑکوں کے مناسب حال ہو اور لڑکیوں کا کورس ان کے لائق ہو۔ یہ بھی لازم ہے کہ تعلیم کی پوری اسکیم میں کوئی بات ایسی نہ آنے پائے جو مسلمانوں کے مذہب کے خلاف ہو مثلاً کسی مجسمہ کی تعظیم کرنا یا غیر اسلامی طریق پر پرارتھنا کرانا یا کوئی غیر اسلامی گیت گانا وغیرہ وغیرہ۔

آخر میں ہم جمعیت العلماء سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ واردھا تعلیمی اسکیم کے متعلق حسب ذیل مضمون کی تجویز پاس کر دے:

مضمون تجویز

جمعیت علمائے ہند واردھا تعلیمی اسکیم کو قابل ترمیم واصلاح سمجھتی ہے اور اس کے ذمہ دار اصحاب سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ جمعیت علماء کی منظوری اور اظہار اطمینان کے بغیر آٹھ کروڑ مسلمانوں کی تعلیم کی کوئی اسکیم نافذ نہ کریں۔ ورنہ مسلمان اسے قبول نہ کریں گے اور ملک میں اختلاف وانتشار پیدا ہونے کی ذمہ داری اسکیم وضع کرنے والوں اور چلانے والوں پر عائد ہوگی۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ

ابوالمحاسن محمد سجاد کان اللہ لہٗ

فقیر احمد سعید کان اللہ لہٗ

ہم رپورٹ کے تمام اجزاء سے کلی اتفاق رکھتے ہیں مگر مذہبی تعلیم کے بارے میں یہ جداگانہ رائے رکھتے ہیں کہ مذہبی تعلیم کا انتظام مشترک حکومت کے ہاتھوں مفید نہیں ہے، اس لیے مسترد تعلیمی اداروں کی بجائے مسلمانوں کے اپنے انتظام سے ہونا چاہئے۔ البتہ ایسے اسلامی مکاتب کے اجراء کے لیے حکومت سے بھی امدادی رقوم منظور کرائی جائیں اور خود بھی انتظام کریں۔ نیز اس اسکیم کے نفاذ کے ساتھ ساتھ یہ بھی تصریح کردی جائے کہ جن مسلم پرائیویٹ مدارس میں مذہبی تعلیم دی جارہی ہے وہ اگر اس اسکیم کے منظور شدہ تعلیمی نصاب کو شامل کرلیں تو ان مدارس کے بچوں کو سرکاری مدارس میں تعلیم حاصل کرنے پر مجبور نہ کیا جائے۔

محمد حفظ الرحمن کان اللہ لہٗ

نورالدین بہاری

تجویز ورکنگ کمیٹی نمبر ۹/۷

جمعیت علماء کا یہ اجلاس واردھا تعلیمی اسکیم کے متعلق سب کمیٹی کی اکثریت کی رپورٹ منظور کرتا ہے اور اسکیم میں کمیٹی کی رائے کے موافق اصلاح وترمیم ضروری سمجھتا ہے اور قرار دیتا ہے کہ

مسلمانوں کے لیے کوئی تعلیمی اسکیم اس وقت تک منظور نہیں کی جاسکتی جب تک وہ نقائص مذکورہ سے صاف نہ ہو اور جمعیت علماء اس کی تصدیق نہ کردے۔

تجویز نمبر ۸/۱۰ ودیامندر اسکیم

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس ودیامندر سسٹم کے متعلق یہ ظاہر کرتا ہے کہ حکومت سی۔پی کا اس نام کے باقی رکھنے پر اصرار درست نہیں اور مسلمانوں کو بیت العلم یا مدینۃ العلم نام رکھنے کی اجازت دینے سے وہ سوال حل نہیں ہوتا جو تعلیم کو غیر فرقہ وارانہ اصول پر عمل کرنے کے متعلق تھا۔ جمعیت کا خیال یہ ہے کہ حکومت کے زیر اہتمام جو ٹرسٹ عام تعلیم کے لئے قائم ہو اس کے نام کو بھی فرقہ وارانہ امتیاز یا اس کے شائبہ سے پاک ہونا چاہیے۔

تجویز نمبر ۹/۱۱ صنعت وحرفت میں مسلمانوں کی حق تلفی

ہندوستان کی صنعت وحرفت کی ترقی کی غرض سے انڈین نیشنل کانگریس کے صدر نے گذشتہ دسمبر میں ایک کمیٹی بنائی ہے۔ اس کمیٹی میں مسلمان ماہرین صنعت میں سے ایک شخص کو بھی شریک نہیں کیا گیا جو بظاہر مسلمانوں کے حقوق کو نظر انداز کرنے کے مرادف ہے۔ جمعیۃ علماء اس پر افسوس کا اظہار کرتی ہے اور اگر اس کی تلافی نہ کی گئی تو اس امر کے متعلق اعلان کرنے پر مجبور ہوگی کہ اس معاملہ میں عمداً مسلمانوں کی حق تلفی کی گئی اور کی جارہی ہے۔

تجویز نمبر ۱۰/۱۲ انڈین نیشنل کانگریس کے جلسوں اور جلوسوں میں فرقہ وارانہ نشان

چونکہ انڈین نیشنل کانگریس اقوامی ہند کی مشترکہ سیاسی انجمن ہے، اس لئے جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس ذمہ داران کانگریس کو توجہ دلاتا ہے کہ کانگریس کے اجلاس اور جلوسوں کی سجاوٹ اور کارروائیوں اور پروگرام اور تمام کاغذات کو ایسی چیزوں سے پاک وصاف رکھے جو کسی خاص مذہبی فرقہ کی مخصوص تہذیب کو ظاہر کرتی ہوں یا جس سے کسی خاص ملت کی مذہبی حس یا توجذبات کو ٹھیس

لگنے کا اندیشہ ہو۔

تجویز نمبر ۱۳/۱۱ صوبجاتی حکومتوں میں مسلمانوں کی شکایات

چونکہ مسلمان بعض کانگریسی صوبجاتی حکومتوں کے طرز عمل سے بعض شکایات کی بنا پر جو جمعیت علماء کو ملتی رہی ہیں غیر مطمئن ہیں، اس لئے جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس انڈین نیشنل کانگریس سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ایک غیر سرکاری تحقیقاتی کمیٹی ان شکایات کی تحقیقات کے لیے مقرر کرے جو کانگریسی صوبوں میں مسلمانوں کو ان کانگریسی حکومتوں سے ہیں۔ اس کمیٹی میں جمعیت علماء ہند کے نمائندہ بھی شریک کیے جائیں اور تحقیق شکایات کے بعد ان کے تدارک کا قرار واقعی انتظام کیا جائے۔

تجویز نمبر ۱۴/۱۲ صوبہ سی پی واڑیسہ میں مسلم وزارت

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس اڑیسہ کی کانگریسی حکومت کے اس طرز عمل کو کہ اس نے کیبنٹ میں کسی مسلمان وزیر کو نہیں لیا اور سی پی گورنمنٹ کے اس تساہل کو کہ اس نے مسٹر شریف کی جگہ اب تک دوسرے مسلمان وزیر مقرر نہیں کی، اسخت افسوس کی نظر سے دیکھتا ہے اور صدر کانگریس اور ان دونوں حکومتوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے اس افسوس ناک تغافل اور تساہل کا جلد از جلد تدارک کرکے مسلمانوں کو مطمئن کردیں۔

تجویز ۱۵/۱۳ ہندوستانی زبان کا مفہوم بدلنے کی کوشش

کانگریس نے ہندوستانی زبان کی جو تعریف اپنی دستاویزوں میں کی ہے وہ یہ ہے کہ:

"ہندوستانی زبان وہ ہے جو شمالی ہند میں عام طور سے بولی اور سمجھی جاتی ہے۔"

اس تعریف کے بموجب ہندوستانی زبان اور اردو زبان کا مطلب ایک ہو جاتا ہے۔ مگر ہم بعض ذمہ دار کانگریسیوں اور کانگریسی حکومتوں کے بعض ذمہ دار افراد کا رویہ اس کے خلاف پاتے

ہیں۔ وہ قصداً موقع بے موقع سنسکرت کے ایسے نامانوس الفاظ کا استعمال کرتے ہیں جو شمالی ہند میں تو درکنار دوسرے صوبوں میں بھی نہیں بولے جاتے اور جن کو سمجھنے سے بھی عام لوگ قاصر رہتے ہیں۔ اس رویہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ کانگریسی حکومت نامحسوس طریق پر یہ کوششیں کر رہی ہے کہ ہندوستانی زبان کو سنسکرت کے قالب میں ڈھال دیں اور خود اپنا متعیّن کیا ہوا ہندوستانی زبان کا مفہوم بدل دیں۔ یہ رویّہ یقیناً قابل افسوس ہے اور اس سے ہندوستان میں باہمی کشمکش پڑھنے اور مسلمانوں کو کانگریس سے بدظن کرنے کے سوا کوئی اور نتیجہ پیدا نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا یہ اجلاس انڈین نیشنل کانگریس سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ جلد از جلد اس کا تدارک کرے۔

۲۷/ جنوری ۱۹۳۹ء کو جے پور میں جامع مسجد واقع جوہری بازار کے دروازہ کی توسیع کے مسئلہ پر پولیس نے لاٹھی چارج اور ہندو فائرنگ کی اور جس سے سرکاری گزٹ کے مطابق ۔۔۔ مسلمان اور تین ہندو ہلاک اور ۳۵ زخمی ہوئے (وفد جمعیت علماء ہند کی رپورٹ کے بموجب ۶۰ مسلمان شہید اور تقریباً ڈھائی سو زخمی ہوئے۔) اور پھر مختلف صورتوں سے مسلمانوں کو اتنا خوفزدہ اور مرعوب کر دیا گیا کہ صحیح طور پر وہ اخبارات کو اطلاعات ہی نہ دے سکے۔

رفتہ رفتہ جب یہ خبر دہلی پہنچی تو حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ ناظم اعلیٰ جمعیت علماء ہند نے مولانا عبدالماجد صاحبؒ دہلوی اور مولانا عظمت اللہ صاحبؒ ملیح آبادی پر مشتمل ایک وفد تحقیقات کے لیے بھیجا۔ ۹/ فروری ۱۹۳۹ء کو وفد نے جے پور میں قیام کرکے واقعات کی تحقیق کی اور اس تمام سانحہ کے متعلق رپورٹ مرتب کی۔ (یہ مفصل رپورٹ جمعیت علماء ہند کے اجلاس یازدہم منعقدہ مارچ ۱۹۳۹ء میں شائع ہوچکی ہے۔ طوالت کے پیش نظر ہم اس کو اس موقع پر نقل کرنا غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ محمد میاں)

یہ رپورٹ اس اجلاس میں پیش کی گئی۔ اجلاس نے اس رپورٹ کی بنیاد پر مندرجہ ذیل تجویز پاس کی:

تجویز نمبر ۱۴/۱۶ جے پور کے خونی حادثہ کے متعلق

جمعیت علماء ہند کے اجلاس میں حادثہ فاجعہ جے پور کے متعلق اپنے نمائندوں کی رپورٹ پر غور کیا۔ جمعیت علماء کو یقین ہے کہ اس حادثہ کی ذمہ داری حکومت اور پولیس کے غیر منصفانہ رویہ پر عائد ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ اجلاس ریاست جے پور سے مطالبہ کرتا ہے کہ ایک غیر جانبدار اور آزاد کمیشن کے ذریعہ سے واقعات کی تحقیقات کرائی جائیں اور جن عہدہ داروں اور افسروں پر اس ظالمانہ خوں ریزی کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے ان کو عبرت آموز سزائیں دی جائیں اور مجروحین کو معاوضہ اور مقتولین کے پسماندگان کے گزارے کی سبیل کی جائے۔ قیدیوں کو بلا شرط رہا کر دیا جائے اور جامع مسجد کے دروازے کی توسیع میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالی جائے۔ یہ اجلاس ان مسلم جماعتوں کے بعض افراد کے رویّہ پر جنہوں نے حکام جے پور کے ساتھ ساز باز کر کے اس حادثہ فاجعہ پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی یا کر رہے ہیں اور مسلمانوں کے خون کو ضائع کر رہے ہیں، سخت ملامت اور نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ یہ لوگ مسلمانوں کے مفاد کے دشمن ہیں اور امن وامان کے لیے ان کا رویہ بے حد خطرناک ہے۔

ملک میں فرقہ وارانہ فسادات کے متعلق صوبہ جاتی حکومتوں اور محبانِ وطن سے اپیل

ریاست جے پور کی تجویز کے بعد فرقہ وارانہ فساد کے متعلق حسب ذیل تجویز منظور ہوئی:

تجویز نمبر ۱۵/۱۷

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس ملک کے آئے دن کے فرقہ وارانہ فساد کو سخت خطرے اور نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے اور افسوس کے ساتھ یہ اعلان کرتا ہے کہ متعلقہ حکومتیں ان فسادات کو روکنے اور ان کے اسباب کا قلع قمع کرنے میں بڑی حد تک ناکام رہی ہیں۔ یہ اجلاس تمام صوبجاتی

حکومتوں اور تمام محبانِ وطن سے اپیل کرتا ہے کہ وہ وطن کو ان فرقہ وارانہ فسادات کی لعنت سے چھڑانے کے لیے مؤثر اقدام کریں تاکہ ان فسادات کی بدولت ان کی غلامی کی زنجیریں زیادہ مستحکم نہ ہوتی رہیں اور ملک کو امن وامان کے ساتھ زندگی بسر کرنے اور ترقی کرنے کا موقع ملے۔

تجویز نمبر ۱۶/۱۸

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس گورنمنٹ سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ حج لائن میں مغل کمپنی اور سندھیہ کمپنی کے نرخ کرایہ جہاز کے درمیان مقابلے کی جنگ کو ختم کرنے کے لیے کوئی قانونی اقدام کرے۔ اس کی وجہ سے غریب حجاج کمی کرایہ کی امید پر بندرگاہوں پر چلے جاتے ہیں اور پھر مغل لائن میدان خالی پاکر کرایہ بڑھا دیتی ہے اور یہ غریب مصیبت میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ سندھی کمپنی ہندوستانی ہے اور مغل لائن کے سرمایہ کا بڑا حصہ انگلستان کا ہے۔ یہ انگلش سرمایہ ہندوستانی تجارت کو شکست دینا چاہتا ہے جیسا کہ وہ اب تک کئی کمپنیوں کو ختم کرچکی ہے جس کا نتیجہ حجاج کی سخت تکالیف کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ گورنمنٹ ہند کا فرض ہے کہ وہ ہندوستانی تجارت کی حفاظت اور حجاج کے آرام وآسائش کے لحاظ سے اس مقابلے کی جنگ کو ختم کرادے۔

تجویز نمبر ۱۷/۱۹

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس مسلمانوں کو یہ مشورہ دیتا ہے کہ وہ سندھیا کمپنی کے زیادہ سے زیادہ شئیر خریدیں اور حاجیوں کو بھی مشورہ دیا کہ وہ سندھیا کمپنی کے جہازوں پر حتی الامکان سفر کریں کہ وہ حجاج کے لئے آرام دہ اور ضروریات سفر کے متکفل ہیں۔

تجویز نمبر ۱۸/۲۰: فیڈریشن قبول نہ کیا جائے

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس تمام سیاسی ہندوستانی اداروں اور مفکروں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ مجوزہ فیڈریشن کو جو بہ جبر مسلط کیا جانے والا ہے، کسی حال میں بھی قبول نہ کریں اور اس کے استرداد

کے لیے متحدہ محاذ قائم کرکے برطانوی امپیریل ازم کی استعماری دستبرد کو ناکام کردیں اور اس کے لئے ہر قسم کی قربانی پیش کرنے کے لیے تیار رہیں۔

تجویز نمبر ۱۹/۲۲ وزیرستان میں جنگی مہم بندی کردی جائے

جمعیت علماء ہند کا یہ جلسہ حکومت ہند کے اس جنگی اقدام کو جو وزیرستان کے خلاف اس نے جاری کررکھا ہے نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ جمعیت نے حکومت کی فارورڈ پالیسی کی ہمیشہ مذمت کی ہے اور اب بھی پوری قوت سے وہ مذمت کرتی ہے بالخصوص اس سلسلہ میں حکومت کی طرف سے سامان خوراک وغیرہ پر جو وزیرستان کے شہری باہر سے لے جاتے تھے، بندش عائد کرکے تمام شہریوں اور عورتوں بچوں کو بھی فاقہ کشی کی مصیبت میں مبتلا کردینے کی ظالمانہ کارروائی پر سخت نفرت وملامت کا اظہار کرتا ہے۔ یہ جلسہ حکومت سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس بندش کو فوراً اٹھالے اور وزیرستان کے خلاف جنگی مہم کو فوراً بند کردیں اور شمالی سرحد کے اس تمام علاقہ کو نیپال اور بھوٹان کے علاقوں کی طرح آزاد وخود مختار تسلیم کرلیا جائے۔

تجویز نمبر ۲۰/۲۳ بلوچستان کی تقسیم نہ کی جائے

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس حکومت کی اس پالیسی کو جو وہ صوبہ بلوچستان کی تقسیم کے سلسلہ میں اختیار کیے ہوئے ہے، سخت تشویش کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ صوبہ کی موجودہ حدود کو تقسیم کرنے کی کوشش نہ کرے بلکہ صوبہ کو اپنی حدود کے اندر بحالہ باقی رکھ کر اس میں دوسرے صوبہ جات کی طرح دستوری حکومت جاری کرے ورنہ باشندگان بلوچستان کے اندر سخت بے چینی اور اضطراب پیدا ہوگا اور اس کے نتائج کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوگی۔

تجویز نمبر ۲۲/۲۴ متعلق تحریک "خاکساران"

جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس اپنی اس تجویز کا اعادہ کرتا ہے جو اس نے ۱۹۲۴ء میں جماعت

خاکساران کے امیر اعظم مسٹر عنایت اللہ خان مشرقی کی کتاب تذکرہ کے متعلق پاس کی تھی کہ اس میں الحاد وزندقہ کی تعلیم اور اسلامی اصول وعقائد کی صریح مخالفت موجود ہے۔ تذکرہ کے علاوہ ان کی مزید تالیفات نے اس امر کو واضح اور روشن کر دیا ہے کہ وہ اپنے انہیں عقائد پر قائم بلکہ مصر ہیں۔ جمعیت علماء کا یہ اجلاس ان کی تحریک بیلچہ برداری کو اگرچہ وہ بظاہر عسکریت پر مبنی معلوم ہوتی ہے، سخت خطرہ کی نظر سے دیکھتا اور ملحدانہ خیالات کی اشاعت کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ اور مسلمانوں کی مذہبی وسیاسی تباہی کے لیے خاکساری فتنے کو قادیانی فتنے سے کم نہیں سمجھتا۔ اس لیے یہ اجلاس تمام مسلمانوں کو متنبہ کرتا ہے کہ وہ عسکریت کی ظاہری نمائش سے دھوکہ نہ کھائیں اور ایک ایسے شخص کو جو ملحدانہ عقائد رکھتا ہے، اپنا امیر اعظم بنانے اور اس کی تعلیم پر چلنے کا ملحدانہ رویہ اختیار نہ کریں اور جہاں تک ممکن ہو اس فتنہ کے انسداد کی سعی کریں۔

تجویز نمبر ۲۲/۲۵

جمعیت علماء کا یہ جلسہ ضروری سمجھتا ہے کہ تمام ماتحت مجالس اور جمعیت کے زیر اہتمام جلسہ کے دوران میں نماز اور جماعت کے اوقات کا خاص طور پر لحاظ رکھا جائے تاکہ شرکاء اجلاس ٹھیک صحیح وقت کے اندر فریضہ اسلامی ادا کر سکیں۔

تجویز نمبر ۲۶/۲۳ قانون فسخ نکاح سخت مضرت رساں ہے

مسلمان عورتوں کی دردناک مصیبتوں کا قانونی تدارک کرنے کے لیے جو قانون فسخ نکاح کی اسمبلی میں پیش کیا گیا تھا اس کی دفعہ نمبر ۶ قانون کی روح رواں تھی۔ کیونکہ اسلامی قانون کا مسئلہ ہے کہ فسخ نکاح کا فیصلہ مسلمان حاکم ہی کر سکتا ہے، مگر افسوس ہے کہ اس دفعہ کے خلاف حکومت اور بہت سے منتخب ارکان اسمبلی نے رائے دے کر اس کو قانون سے خارج کرادیا۔ اس دفعہ کے نکل جانے سے قانون کی اسلامی روح نکل گئی اور وہ ایک غیر اسلامی ایکٹ ہو گیا۔ جو مضرت قانون نہ ہونے کی صورت میں تھی وہ قانون کے اس شکل میں پاس ہونے سے کم نہیں ہوئی بلکہ اسلامی نقطہ نظر سے

مفاسد بہت زیادہ ہوگئے۔ جمعیت علماء کے نزدیک موجودہ شکل میں یہ قانون ہرگز منظوری کے قابل نہیں۔ سعی کی جائے کہ اس کو وائسرائے کی منظوری حاصل نہ ہو نیز اس کے ساتھ دار القضاء اور نظارۃ شرعیہ کے قیام کی سعی کو تیزی اور سرعت کے ساتھ عمل میں لانا چاہیے کہ اس قسم کی ضرورتوں کے پورا ہونے کا وہی باقاعدہ اور صحیح علاج ہے۔

محرک: حضرت علامہ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ

مؤید: مولانا ابوالمحاسن سید محمد سجاد صاحبؒ بہاری

تجویز نمبر ۲۴/۲ جمعیت علماء ہند اور مجلس احرار

مجلس احرار کا نصب العین اور پروگرام جمعیت علماء کے نصب العین اور پروگرام کے موافق رہا ہے مجلس احرار عملاً جمعیت العلماء ہی کے فیصلوں کی روشنی میں کام کرتی رہی ہے لیکن جداگانہ پلیٹ فارموں کی وجہ سے غلط فہمی پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے۔ اس لیے جلسہ قرار دیتا ہے کہ جمعیت علماء کی ورکنگ کمیٹی احرار اسلام کی ورکنگ کمیٹی سے ایک ماہ کے اندر گفتگو کر کے کوئی ایسی مفاہمت کریں کہ دونوں جماعتیں آئندہ ایسی مفاہمت کے موافق اتفاق واتحاد سے کام کرتی رہیں۔

تجویز نمبر ۲۵/۳۰ مدحِ صحابہ

جمعیت علماء ہند کا یہ جلسہ حکومت یوپی کے اس طرز عمل پر جو اس نے مدح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قضیہ میں لکھنؤ میں اختیار کیا ہے، اپنے غم وغصہ کا اظہار کرتا ہے۔ جبکہ اس نے اصولاً تسلیم کر لیا ہے کہ پبلک مقامات پر بھی مدح صحابہ کرنے کا سنیوں کو حق ہے۔ اس کے باوجود اس نے مولانا عبد الشکور صاحبؒ، مولانا ظفر ملک صاحبؒ، مولانا عبد السلام صاحبؒ وغیرہ کو صرف ایک جلسہ کا اعلان شائع کرنے پر گرفتار کر کے ایک ایک سال کی سزا دے دی۔ یہ کارروائی سراسر ناانصافی اور بے آئینی پر مبنی ہے۔ حکومت پر لازم ہے کہ وہ جلد از جلد اپنی اس غلطی کا تدارک کرے اور گرفتار شدہ اور قید شدہ اشخاص کو فوراً رہا کر دے اور سنیوں کو اپنے شہری اور مذہبی حق کے استعمال کا موقع

بہم پہنچائے۔ لکھنؤ کے سنیوں نے اپنے اس حق کے حاصل کرنے کے لئے مجبور و مضطر ہوکر سول نافرمانی شروع کی ہے۔ یہ جلسہ سنیوں کو اس اقدام پر مبارکباد دیتا ہے اور مسلمانوں سے توقع رکھتا ہے کہ وہ اپنے اس مطالبہ کو حاصل کرنے کے لئے سرفروشانہ جدوجہد جاری رکھیں گے۔

یہ جلسہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے ہائی کمانڈ سے پرزور درخواست کرتا ہے کہ وہ حکومت یوپی کو ہدایت کریں کہ سنیوں کے تسلیم کردہ حق پر سے پابندی اٹھالے اور اپنی غلطی کا جلد از جلد تدارک کرے۔

تجویز نمبر ۲۶

سلطان ابن سعود کی حکومت نے مکہ معظّمہ کے رہنے والے مہاجرین پر ایک ٹیکس مقرر کیا ہے جس کی تعداد سالانہ مبلغ ۱۲ روپے سے زیادہ ہے۔ جمعیت مرکزیہ کا یہ جلسہ حکومت سعودیہ کے اس فعل کو ہجرت جیسے مبارک اور مستحسن فعل کے انسداد کا ذریعہ ناجائز اور جابرانہ دستبرد تصور کرتے ہوئے افسوس کا اظہار کرتا ہے اور حکومت سعودیہ سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس ٹیکس کو جلد از جلد منسوخ کرکے دنیائے اسلام کو مطمئن کردے۔ (منجانب صدر)

تجویز نمبر ۲۷: سیاسی شاہی نظر بندوں کی رہائی کا مطالبہ

مجلس مرکزیہ جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس بعض صوبجاتی حکومتوں کے اس طرز عمل کو کہ انہوں نے سیاسی شاہی نظر بندوں کو اب تک رہا نہیں کیا ہے اور ان میں سے بعض نے بھوک ہڑتال کر رکھی ہے اور ان کی صحت بلکہ زندگی خطرہ میں ہے، سخت نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان حکومتوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ ان نظر بندوں کو جلد از جلد رہا کردیں۔

تجویز نمبر ۲۸ مسئلہ فلسطین

مجلس مرکزی جمعیت علماء ہند کے فلسطین کے وفد کی رپورٹ کا ماحصل پیش ہوا جس کا خلاصہ

یہ تھا کہ مؤتمر قاہرہ نے جو تجاویز پاس کی تھیں جمعیت کے نمائندوں نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ یہ جلسہ ان تجاویز کی مزید تصدیق و توثیق کرتا ہے اور قرار دیتا ہے کہ اگر فلسطین کانفرنس لندن ناکامیاب ہوگئی یعنی عربوں کے مطالبات منظور نہ کیے گئے اور ان کو مطمئن نہ کیا گیا تو ہندوستان کے مسلمان برطانیہ کی موجودہ اسکیم ہرگز منظور نہ کریں گے۔ جمعیت علماء برطانیہ کی طرف سے اس تشدد اور آتش باری اور دار وگیر کی تمام کارروائی کی جو فلسطین میں جاری ہے سخت مذمت کرتی ہے اور اس کو انسانیت کے خلاف سمجھتی ہے۔ جمعیت علماء تمام مسلمانانِ ہند سے توقّع رکھتی ہے کہ وہ بلا لحاظ فرقہ اور مسلک اس مسئلہ میں متفق ہوکر فلسطین کی نجات کے لیے مجلس تحفظ فلسطین کی ہدایات کے ماتحت ہر قسم کی قربانیاں پیش کرنے کے لیے آمادہ ہوں گے۔

تجویز نمبر ۲۹: غیر کانگریسی صوبہ جاتی حکومتوں کی شکایات

جمعیت علماء کے علم میں وہ شکایات بھی لائی گئی ہیں جو کہ غیر کانگریسی حکومتوں اور ان کی وزارتوں کی طرف سے مسلمانوں کو ہیں۔ جن کا مفاد یا تو مسلم حقوق سے تغافل یا اتلافِ حقوق ہے۔ جمعیت علماء کا یہ اجلاس ان حکومتوں کے وزرائے اعظم سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ایک غیر سرکاری تحقیقاتی کمیٹی جس میں جمعیت کے نمائندے بھی شریک کیے جائیں مقرر کریں اور بعد تحقیقات اس کمیٹی کے نزدیک جو شکایات صحیح ہوں ان کے تدارک کے لیے وزارتیں عملی اقدام کریں۔

تجویز نمبر ۳۰: ریاستہائے ہند

یہ جلسہ ریاست ہائے ہند میں ریاست کی طرف سے شہری آزادی کے حقوق کے مطالبہ کی تائید کرتا ہے اور والیان ریاست سے توقع کرتا ہے کہ وہ استبدادی حکومت کے موجودہ طریقہ کو چھوڑ کر ذمہ دار نظام حکومت قائم کرنے میں عجلت سے کام لیں گے اور اس طرح ایک طرف اپنی حکومت کے قائم اور مستحکم رکھنے اور دوسری طرف امن وامان اور خوشحالی اور ترقی کے دروازے اپنی رہائی کے لیے کھولنے کی جانب فراخ دلی سے اقدام کریں گے۔

تجویز نمبر ۳۱: ریاست حیدر آباد

جمعیت العلماء کا یہاں جلسہ اس ایجی ٹیشن کو جو فرقہ وارانہ لائنوں پر ہندو مہا سبھا اور آریہ سماج کی طرف سے ریاست حیدر آباد میں کیا جارہا ہے، نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ بیرون ریاست کے باشندوں کی سرگرمیاں اس کی دلیل ہیں کہ یہ رعایا کی حقوق طلبی کے معاملے کی حد سے گزر گیا ہے اور خالص فرقہ وارانہ حیثیت میں جاری ہے اس قسم کا ایجی ٹیشن ملک کے امن کو تباہ کرنے والا اور آئندہ مہلک خطرات پیدا کرنے کا پیش خیمہ ہے۔

تجویز نمبر ۳۲: گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ

مرکزی جمعیت علماء ہند کا یہ جلسہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۹ء کے متعلق صاف صاف اعلان کرتا ہے کہ چونکہ یہ دستور ہمارا نصب العین آزادی کامل کے خلاف ہے تمام کا تمام ناقابل قبول ہے۔ جس کو باوجود وزارتیں قبول کر لینے کے بھی اقوام ہند قابل استرداد سمجھتی ہیں۔ ان کا مطمح نظر یہی ہے کہ ہندوستان کی حکومت کا دستور وہی صحیح اور درست ہوگا جس کو ہندوستان کی ایسی آزاد اسمبلی بنائے جس کا تمام بالغوں کی رائے دہندگی کے اصول پر انتخاب کیا گیا ہو۔ مگر جمعیت علماء دستور جدید کے فیڈرل سسٹم کو ملک وملت کے لئے اس قدر تباہ کن سمجھتی ہے کہ اس کو قبول کر لینا گویا اپنی غلامی پر اپنے ہاتھوں مہر لگا دینا ہے۔

جمعیت علماء ہند کانگریس مسلم لیگ اور تمام ہندوستانی اداروں اور مفکروں سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ فیڈرل سسٹم کو جو بہ جبر مسلط کیا جانے والا ہے، کسی حال میں بھی قبول نہ کریں اور اس کے استرداد کے لیے متحدہ محاذ قائم کر کے برطانوی امپیریل ازم کی استعماری دستبرد کو ناکام بنادیں اور اس کے لئے ہر قسم کی قربانیاں پیش کرنے کے لیے تیار رہیں۔ (بالاتفاق منظور)

تجویز نمبر ۳۳: مشرقی علوم کی مستند درسگاہیں

مجلس مرکزی جمعیت علماء ہند کا یہ جلسہ صوبہ جاتی حکومتوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ مشرقی

علوم کی مستند درسگاہوں مثلاً دار العلوم دیوبند، ندوۃ العلماء لکھنؤ اور دیگر مستند مدارس کی متوسط اور اعلیٰ سندات کو وہی حیثیت دیں جو مشرقی علوم کے سرکاری مدارس کی سندات کو حاصل ہے۔ یعنی حکومت کے وظائف، عہدوں اور ملازمتوں میں ان سندات کا اعتبار کیا جائے۔

تجویز نمبر ۳۴: آسام گورنمنٹ سے مطالبہ

مجلس مرکزی جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس آسام گورنمنٹ سے مطالبہ کرتا ہے کہ آسام لائن سسٹم کو منسوخ کر دیا جائے کیونکہ وہ کانگریس کے فنڈامینٹل رائٹ کی دفعہ ۱۳ کے خلاف ہے اور مسلم حقوق کی پامالی پر مشتمل ہے۔ یہ جلسہ کانگریس کی انڈیا ورکنگ کمیٹی کی سابقہ کارروائی سے مطمئن نہیں ہے کہ وہ صورت بھی بنیادی حقوق کی دفعہ ۱۳ کے منشا کو پورا نہیں کرتی۔ یہ جلسہ اس سسٹم کی منسوخی کو اس ناانصافی کا اصل علاج سمجھتا ہے اور اسی کا کانگریس کی آل انڈیا ورکنگ کمیٹی سے مطالبہ کرتا ہے۔

تجاویز اجلاس مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند مارچ ۱۹۴۶ء

منعقدہ ۲۳/ ۲۴/ ربیع الثانی ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۸/ ۲۹/ مارچ ۱۹۴۶ء

پنج شنبہ وجمعہ بمقام دفتر جمعیت علماء ہند دہلی

زیر صدارت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحبؒ مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند

مارچ ۱۹۴۶ء میں کیبنٹ مشن (وزارتی وفد) ہندوستان آیا تھا کہ رہنمایانِ ہند اور ہندوستان کی مختلف مفادات کی پارٹیوں کے زعماء سے ملاقات کرکے دستورِ ہند کے متعلق ان کی رائے اور ان کے نظریات معلوم کرے اور پھر تجاویز کرپس کی روشنی میں دستورِ ہند کے متعلق بنیادی خاکہ مرتب کر دے۔

اس موقع پر ضروری تھا کہ قوم پرور مسلمان بھی آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کے صحیح موقف کے متعلق اپنا فارمولا پیش کریں مگر بدقسمتی یہ تھی کہ قوم پرور جماعتوں کو مشن کی طرف سے دعوت نہیں دی گئی تھی اور برطانوی سامراج کی سابق روایات کے پیش نظر قوم پر مسلمانوں کو بجا طور پر یہ خیال ہو گیا تھا کہ جس طرح گول میز کانفرنس منعقدہ ۱۹۳۱ء و ۱۹۳۲ء شملہ کانفرنس ۱۹۴۵ء وغیرہ کے موقع پر قوم پرور مسلمانوں کو نظر انداز کیا گیا اور توجہ دہانی کے باوجود کوئی التفات نہیں کیا گیا تھا (تاکہ لیگ کی واحد نمائندگی کے دعوے پر جس کو برطانوی ایجنٹوں نے سالہا سال کی جدوجہد سے پروان چڑھایا ہے کوئی زد نہ پڑے اور بین الاقوامی طور پر نہایت کامیابی سے اس پروپیگنڈے کا موقع ملتا رہے کہ مسلمان من حیث القوم کانگریس کے مخالف اور ہندو سے غیر مطمئن اور خائف ہیں۔) اسی طرح اس موقع پر مسلمانوں کو نظر انداز کر دیا جائے گا۔

تقاضائے وقت کے بموجب یہ بہی خواہ ملت اور بالخصوص ان حضرات کی جو سالہا سال کی قید وبند، ضبطیِ جائیداد، جلاوطنی، حراست اور نظر بندی کی بے پناہ مصائب برداشت کرکے اپنی قربانیوں سے اپنی مخلصانہ بہی خواہی اور ہمدردی ملت کا ثبوت دے چکے ہیں، یہ خواہش فطری اور طبعی تھی کہ ہندوستانِ نَو کی تعمیر کا نقشہ بنانے والے انجینئر اس خاکہ کو بھی کم از کم ایک نظر ضرور دیکھ لیں جو ان ایثار شیوہ مفکرین نے تیار کیا ہے۔ جمعیت علماء ہند نے قوم پرور افراد اور جماعتوں کے اس جذبہ اور وقت کے اس شدید تقاضے کا احساس کرتے ہوئے اپنے اس فرض کی ادائیگی کے لیے جو قوم پرور جماعتوں کے قائد اور رہنما ہونے کی حیثیت سے اس پر عائد ہوتا ہے مجلس عاملہ کے اجلاس کا اعلان کیا۔ اور مجلس عاملہ کے اراکین کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے قوم پرور رہنماؤں کو بھی شرکت اجلاس کی دعوت دی چنانچہ ۲۳/ ربیع الثانی ۱۳۶۵ھ ۲۸/ مارچ ۱۹۴۶ء کو مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا اور حسب ذیل تجویز منظور کی:

> ”جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ اجلاس برطانوی وزارتی مشن کے اس طرز عمل کو کہ اس نے اپنی ملاقاتوں کے پروگرام میں قوم پر مسلمانوں کے مشترکہ پارلیمنٹری بورڈ کے نمائندہ کو شامل نہیں کیا، برطانوی حکومت کی ان دیرینہ روایات کے عین مطابق سمجھتے ہیں جن کے ماتحت حکومت مسلمانوں میں ہمیشہ ان جماعتوں کو آگے بڑھاتی رہی ہے جو اس کے مفاد کی تائید کرتی رہی ہیں۔ اور حکومت پر یہ واضح کردینا چاہتا ہے کہ اگر ان ملاقاتوں کے نتیجہ میں ہندوستانی دستور کے بنیادی مسائل کے متعلق کوئی ایسا نظریہ قائم کیا گیا جو جمعیت علماء ہند کے نزدیک اسلامی مفاد کے خلاف ہو تو مسلمان اس کی انتہائی مخالفت کریں گے۔“

احساس خطا

اس اجلاس کی کارروائی ابھی مکمل بھی نہ ہونے پائی تھی کہ کیبنٹ کمیشن کے ارکان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور مشترکہ پارلیمنٹری بورڈ کے صدر حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحبؒ مدنی صدر جمعیت علماء ہند کے نام دعوت نامہ بھیج دیا اور اس بنا پر کہ جمعیت علماء ہند کے قائم

کردہ مسلم پارلیمنٹری بورڈ میں دوسری جماعتیں بھی شریک تھیں، جناب صدر کو اجازت دی کہ وہ مزید تین حضرات کو بھی اپنے ہمراہ لاسکتے ہیں۔

چنانچہ ۱۶/ اپریل کو حضرت صدر صاحبؒ جمعیۃ علماء ہند کل ہند مسلم پارلیمنٹری بورڈ بمعیت عبدالمجید صاحبؒ خواجہ (صدر کل ہند مسلم مجلس) شیخ حسام الدین صاحبؒ (صدر کل ہند مجلس احرار اسلام) شیخ صدر ظہیر الدین صاحبؒ صدر کل ہند مومن کانفرنس نے کرپس مشن سے ملاقات کی۔ جناب حافظ محمد ابراہیم صاحبؒ وزیر صوبہ یوپی بحیثیت ترجمان جناب صدر مدظلہ العالی کے ہمراہ تشریف لے گئے۔

اس ملاقات سے پیشتر ضرورت محسوس ہوئی کہ جمعیت علماء ہند کے فارمولے کے بنیادی اصولوں کے پیش نظر سینٹرل مسلم پارلیمنٹری بورڈ اور دوسری مسلم آزاد خیال جماعتوں نے جو مسودے تیار کیے ہیں ان پر ایک مرتبہ پھر غور کرلیا جائے۔ چنانچہ ۱۲/ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۵/ اپریل ۱۹۴۶ء کو مجلس عاملہ کا دوبارہ اجلاس طلب کیا گیا اور مجلس احرار و مومن کانفرنس وغیرہ دوسری آزاد خیال مسلم جماعتوں کے ذمہ دار حضرات کو بھی اس اجلاس میں مدعو کیا گیا۔ ذیل میں اس اجلاس کی کارروائی ملاحظہ ہو:

کارروائی اجلاس مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند اپریل ۱۹۴۶ء

۱۲/ ۱۳/ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۵/ ۱۶/ اپریل ۱۹۴۶ء دوشنبہ، سہ شنبہ

بمقام دفتر مرکزی جمعیت علماء ہند

زیر صدارت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحبؒ مدنی

جمعیت علماء ہند کے فارمولے کے بنیادی اصول کو تسلیم کرتے ہوئے جو متعدّد فارمولے مختلف آزاد خیال جماعتوں کی طرف سے پیش کیے گئے تھے، اس اجلاس میں ان پر غور کیا گیا اور اگرچہ تمام زیر بحث مسائل متفقہ طور پر طے ہو چکے تھے مگر احتیاطاً مناسب نہ سمجھا گیا کہ تحریری طور پر تمام مسائل کو مشن کے سامنے پیش کر دیا جائے بلکہ تجویز کیا گیا کہ مشن کو اپنا فارمولا اور اس کے بنیادی نظریات سمجھا دیے جائیں۔ نیز طے کیا گیا کہ جمعیت علماء ہند کے فارمولے میں دفعہ (د) کی تشریح کرتے ہوئے جو تین متبادل صورتیں پیش کی گئی ہیں ان میں سے سرِدست صرف مساوات کی صورت مین طور پر پیش کی جائے یعنی یہ کہ:

"مرکز میں ہندو ۴۵، مسلمان ۴۵، دیگر اقلیتیں ۱۰"

یہ بھی طے ہوا کہ عارضی حکومت [1] میں بھی ہندو مسلم مساوات کا مطالبہ کیا جائے۔ نیز طے

(۱) مولانا ابوالکلام صاحبؒ آزاد کے حسن تدبیر سے یہ مطالبہ پورا ہو گیا تھا بلکہ ایسی صورت ہو گئی تھی کہ اعلیٰ ہندو کے مقابلہ میں مسلمان دو چند ہو گئے تھے۔ کیونکہ مسلم لیگ کو پانچ مسلمانوں کی نامزدگی کا حق دیا گیا تھا اور کانگریس کو اگرچہ چھ ارکان کی نامزدگی کا حق دیا گیا تھا مگر کانگرس نے اپنے کوٹہ کو اس طرح تقسیم کیا تھا کہ اعلیٰ ہندو ۳، ایک اچھوت ایک، مسلمان ایک۔ اس طرح انٹرم گورنمنٹ میں تین اعلیٰ ذات ہندوؤں کے مقابلہ میں چھ مسلمان ہو گئے تھے اور انٹر میں گورنمنٹ کے اس ۱۴ ممبروں کی مجموعی تعداد کے لحاظ سے تقریباً ۴۵ فیصد مسلمان ہو گئے تھے مگر مسٹر جناح صاحب نے نہ صرف یہ کہ اس حسن تدبیر کی قدر نہیں کی بلکہ مسلم لیگ کے کوٹہ میں ایک اچھوت کو داخل کر کے ۴۵ فیصد سے گھٹا کر صرف ۳۵ فیصد یعنی تقریباً ایک تہائی مسلمان کر دیے۔ (محمد میاں)

ہوا کہ مطالبہ کیا جائے کہ نمائندہ اسمبلی کا انتخاب میر عاقل بالغ کی رائے سے ہو۔ البتہ جداگانہ یا مخلوط انتخاب کا معاملہ سر دست اپنی جانب سے پیش نہ کیا جائے۔

مفصل بحث وتمحیص کے بعد مشن سے گفتگو کے لئے مندرجہ ذیل نکات تجویز کیے گئے:

۱۔ آزادی ملک۔

۲۔ برطانیہ سے مطالبہ کہ وہ کسی درجہ تک بھی تفصیل میں جائے بغیر محض نمائندہ اسمبلی بنا کر اور عارضی حکومت قائم کر کے کل معاملہ ہندوستان کے باشندوں پر چھوڑ دے۔ وہ خود طے کریں کہ ملک تقسیم ہو یا نہ ہو اور اگر ملک متحد رہے تو کس صورت میں۔

۳۔ لیکن اگر اس وقت تفصیلات کی طرف قدم بڑھا دیا جائے تو حسب ذیل امور کا اختیار کیا جانا ضروری ہے:

الف) آزادی مذہب، کلچر، ثقافت، زبان، رسم الخط، مذہبی تعلیم، مذہبی تبلیغ، پرسنل لاء، مذہبی عقائد واعمال، عبادت گاہیں، اوقاف۔ یہ امور بطور فنڈامنٹل رائٹس (بنیادی حقوق) ہوں۔ حکومت کی طرف سے کوئی مداخلت نہ ہو۔

ب) صرف ایک وفاق۔

ج) صوبوں کی مکمل آزادی مع تفویض اختیارات زیادہ غیر مصرحہ۔

د) صوبوں کا حق خود ارادیت۔

ہ) مساوات تعداد یعنی ہندو ۴۵، مسلمان ۴۵، دیگر اقلیتیں ۱۰۔

نوٹ

اس سلسلہ میں باہمی سوال وجواب کے بعد یہ واضح کیا گیا کہ ہمارا مطالبہ جمعیت علماء ہند کے فارمولے کی روشنی میں یہ لچک رکھتا ہے کہ عارضی حکومت اور مستقل لیجسلیچر میں مسلمانوں کی نمایندگی ایسے اصول پر مبنی ہونا ازبس ضروری ہے جو مسلمانوں کو ہندو اکثریت کے رحم وکرم پر نہ

چھوڑ دے اور ملک کی بڑی اکثریت ثانوی اکثریت کو تعداد کے بل بوتے پر نقصان نہ پہنچا سکے۔

و) موجودہ مرکزی حکومت کا خاتمہ اور عارضی حکومت میں ہندو مسلم مساوات۔

ز) نمائندہ اسمبلی پر بنائے رائے دہندگی ہر عاقل و بالغ۔

اس اجلاس سے چند روز پیشتر جناب مولوی سید طفیل احمد صاحبؒ کاظمی کی وفات ہو چکی تھی لہٰذا مندرجہ ذیل تجویز تعزیت پاس کی گئی:

"جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ جناب مولوی سید طفیل احمد صاحبؒ کاظمی کی وفات حسرت آیات پر اپنے قلبی حزن و غم کا اظہار کرتا ہے۔ مرحوم مرکزی مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند کے رکن تھے۔ مخلص، صاحب اخلاق و مروت اور متدیّن بزرگ تھے۔ آزادی ہند کے شیدائی اور ملت و قوم کے فداکار مجاہد تھے۔ بلاشبہ ان کی موت آزادی خواہ اور ملک و ملت کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان ہے۔ یہ جلسہ مولوی صاحبؒ مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو فردوسِ اعلیٰ عطا فرمائے اور جوارِ رحمت میں جگہ بخشے۔

نیز یہ جلسہ ان اقارب کے ساتھ عموماً اور ان کے سچے جانشین فرزند مولوی محمد احمد صاحبؒ کاظمی کے ساتھ خصوصی دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور ان کی خدمت میں تعزیت پیش کرتا ہے۔"

آزاد ہند فوج کے متعلق مندرجہ ذیل تجویز پاس کی گئی:

"جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ حکومتِ ہند کو ایک بار پھر توجہ دلاتا ہے اور اس سے پر زور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ آزاد ہند فوج کے تمام ارکان کو غیر مشروط طور پر رہا کر دے۔ جمعیت علماء ہند اس مسئلہ میں متعدّد مرتبہ اپنے اس عزم و یقین کا اعادہ چکی ہے کہ آزاد ہند فوج کا ہر شخص بلاشبہ ملک و قوم کا جانباز اور خدا کا سپاہی اور آزادی ہند کا دلدادہ ہے۔ اس لئے آزاد ہند فوج کو کسی صورت سے بھی مجرم تصور کرنا حقیقت کے خلاف ہے۔"

تجاویز اجلاس مجلس عاملہ مرکزیہ جمعیت علماء ہند جون ۱۹۴۶ء

منعقدہ ۹/ ۱۰/ ۱۱/ رجب ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۰/ ۱۱/ ۱۲/ جون ۱۹۴۶ء

یوم دوشنبہ، سہ شنبہ، چہار شنبہ، بمقام دفتر جمعیت علماء ہند دہلی

زیر صدارت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحبؒ صدر جمعیت علماء ہند

مجلس عاملہ نے طویل بحث وتمحیص کے بعد وزارتی مشن کی تجاویز پر حسب ذیل تجویز منظور کی:

تجویز نمبر ۱:

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ وزارتی مشن کی شائع کردہ تجاویز پر اپنے خیالات کا حسب ذیل اظہار کرنا ضروری سمجھتا ہے:

وزارتی مشن نے ہندوستان کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنی حسب منشا قانون بنانے کے بعد آزاد ہے کہ چاہے برطانوی کامن ویلتھ میں شریک رہے اور چاہے اپنی مکمل علیحدگی کا اعلان کردے۔ یہ اعلان واظہار وزارتی مشن کی طرف سے اس کی نیک نیتی کا اطمینان دلانے کے لیے کافی تھا۔ مگر مشن کی طرف سے ہندوستان کی مختلف جماعتوں کو قانون بنانے کا موقع دینے میں جو صورت اختیار کی گئی اور جو راستہ تجویز کیا گیا وہ مختلف ومتعدّد شبہات کا مرکز ہے۔ ہم مشن کے اعلان کے متعلق بعض ضروری چیزیں کہہ دینا ضروری سمجھتے ہیں:

۱. وزارتی مشن کی اسکیم میں ہندوستانی حکومت کی تقسیم قبول نہیں کی گئی اور پاکستانی وغیر پاکستانی علاقے قائم نہیں کیے گئے۔ یہ بات ہندوستان اور مسلمانوں کے لئے مفید ہے۔ نیز مشن کی اسکیم میں مرکز کے پاس صرف ضروری اور لازمی مضامین کا ہونا تسلیم کیا گیا ہے جو جمعیت

علماء کی رائے تھی اور جو مناسب اور صحیح ہے، مگر اس کے ساتھ گروپنگ سسٹم کا قیام اور صوبوں کے حق خودارادیت کے خلاف صوبوں کو جو باہمی عارضی جوڑ لگایا گیا ہے، یہ بات خواہ قابل عمل قرار پائے یا نہ پائے اور مستقل حیثیت اختیار کرے یا نہ کرے لیکن اس سے صرف ایک ہی بات حاصل ہو سکتی ہے کہ یہ حیلہ جو طبیعتوں کے لیے فتنہ کا ذریعہ بن سکتا ہے اور اس کے ذریعہ سے افتراق انگیزی کو مدد مل سکتی ہے۔

۲. رائے دہی بالغان کے طریقے سے انتخاب کر کے منتخب شدہ اشخاص کی کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی بنانے کو ترک کر دیا گیا حالانکہ بہتر اور منصفانہ طریقہ وہی تھا اور اس کے لیے جو عذر بیان کیا گیا وہ قابل اعتبار نہیں ہے۔

۳. عارضی حکومت ایسے اصول واختیارات کے ساتھ قائم ہونی چاہیے جو مکمل حکومت خود اختیاری کا نمونہ ہو۔

۴. عارضی حکومت کی نمائندگی میں ہندو مسلم مساوات کا اصول اختیار کرنا چاہیے۔ پارٹیوں یا جماعتوں کی نمائندگی کا اصول اختیار نہیں کرنا چاہیے۔

۵. اہم فرقہ وارانہ معاملات کے بارے میں مشن نے تحفظ کی جو صورت تجویز کی ہے اس کے متعلق یہ کہہ دینا ضروری ہے کہ چونکہ یہ بنیادی معاملہ ہے اس لئے اس کا نفاذ مرکزی مجلس اور صوبہ جاتی مجالس میں یکساں ہونا چاہیے۔

۶. اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ جب چیئرمین کسی فرقہ وارانہ اختلافی مسئلہ میں فیڈرل کورٹ سے مشورہ کرے گا تو وہ کورٹ کے فیصلے کا پابند ہوگا۔

تجویز نمبر ۲:

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ صوبہ آسام کے لائن سسٹم کی حقیقت کو واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہے کہ اس قضیہ کا تمام تعلق ان ہندو مسلمانوں کے ساتھ ہے جو بنگال سے آکر آسام میں

آباد ہو گئے ہیں۔ چونکہ آسام کے باشندے بنگالیوں کی اس مداخلت کو پسند نہیں کرتے اس لئے ان کی خواہش یہ ہے کہ نووارد بنگالیوں کو پھر ان کے صوبہ میں واپس کر دیا جائے۔ اس لئے ابتداءً گورنمنٹ نے بے دخلی کا قانون وضع کر کے ان آباد شدہ لوگوں کو ان کی مقبوضہ اراضی سے بے دخل کرنا شروع کیا اور گورنمنٹ کے بعد پھر مسلم لیگی حکومت نے ان کو بے دخل کیا اور آج کانگریسی حکومت بھی اپنی سابقہ اور پیشرو حکومت کی پیروی کر رہی ہے۔

مجلس عاملہ اس سسٹم کی حقیقت اور اصلیت کو اپنی سابقہ تجاویز کی روشنی میں واضح کر دینے کے بعد اپنی رائے کو ظاہر کرنا ضروری سمجھتی ہے کہ چونکہ ایک بسنے والی آبادی کو بے دخل کرنے میں پولیس کو تشدد کا موقع ملتا ہے اور اس آبادی کو بھی سخت تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور مختلف قسم کے نقصانات برداشت کرنے پڑتے ہیں، اس لیے مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند کی یہ پرزور رائے ہے کہ جو لوگ قانون کے خلاف آباد ہو چکے ہیں ان ہندو اور مسلمانوں کو بے دخل نہ کیا جائے بلکہ ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دیا جائے اور جب تک لائن سسٹم کا اصل مسئلہ طے نہ ہو جائے اس وقت تک کسی کو بھی آسام میں لائن سسٹم کے خلاف آباد نہ ہونے دیا جائے اور گورنمنٹ کی اس مقرر حد کو جو اس نے بنگال اور آسام کے درمیان قائم کر رکھی ہے اس قسم کے لوگوں کو عبور کرنے سے روکا جائے جو آسام میں افتادہ اراضی پر قبضہ کرنے کی غرض سے داخل ہونا چاہتے ہیں۔

مجلس عاملہ کا یہ جلسہ اس امر کو واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہے کہ جمعیت علماء نے اپنا ایک وفد حضرت مولانا سید محمد میاں صاحبؒ کی زیر سرپرستی آسام روانہ کیا ہے اور امید کی جاتی ہے کہ جمعیت علماء ہند کا مؤقر وفد حکومت آسام اور لائن سسٹم کی غیر آئینی آبادی کے قبضہ کے لئے باعزت سمجھوتہ کا باعث ہو سکے گا۔

تجویز نمبر ۳:

اس کے بعد کشمیر کے حالات پر غور کیا گیا اور حسب ذیل تجویز منظور ہوئی:

مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس ایسے نازک دور میں جبکہ ہندوستان کی فوری آزادی کا سوال درپیش ہے اور اس سلسلے میں جمہوریت کی بناء پر پورے ہندوستان، جس میں ریاستہائے ہند بھی شامل ہیں حکومت کشمیر کی اس متشدّدانہ حکمت عملی پر جو اس نے کشمیری عوام کے جائز مطالبات کے خلاف استعمال کی ہے، اپنے دلی تشویش وافسوس کا اظہار کرتا ہے۔ اجلاس کی رائے میں حکومت کشمیر نے حالیہ واقعات کے سلسلے میں جس جبر وتشدد کا مظاہرہ کیا ہے وہ انتہائی مذموم وقابل نفرین ہے۔ اجلاس کی رائے میں اس کا واحد علاج صرف یہ ہے کہ حکومت کشمیر نیشنل کانفرنس کے تمام جائز مطالبات کو تسلیم کرکے شیخ عبداللہ ودیگر تمام ہندو مسلمان مظلومین کی رہائی کا فوری اقدام کرے۔

تجویز نمبر ۴:

اس کے بعد قضیہ فلسطین کا معاملہ پیش ہوکر حسب ذیل تجویز منظور ہوئی:

مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس برطانوی امریکی تحقیقاتی مشن کی رپورٹ پر جس میں مزید ایک لاکھ یہودیوں کی فلسطین میں داخلہ کی سفارش کی گئی ہے، نفرت وغصہ کا اظہار کرتا ہے اور اسے دنیائے اسلام کے لیے ایک چیلنج سمجھتا ہے۔ فلسطین کے مختصر رقبہ میں مزید ایک لاکھ یہودیوں کو داخلہ کی اجازت دے کر انہیں شہری حقوق دینا اور وہاں کی حکومت میں حصہ دار بنانا وہاں کے اصل باشندوں پر قابل ملامت جبر وتعدی ہے جسے آئین پسندی کے موجودہ دور میں کسی طرح برداشت نہیں کیا جاسکتا۔

مجلس عاملہ اس حقیقت کا اظہار ضروری سمجھتی ہے کہ فلسطین کی مقدس سرزمین مسلمانوں کا قبلہ اولیٰ ہے جس کا احترام تمام مسلمانوں کا جزوِ ایمان ہے اس لیے مسلمان اس سرزمین پر یہودیوں کے غلبہ اور ان کی چیرہ دستیوں کو قطعاً گوارا نہیں کرسکتے۔

مجلس عاملہ حکومت برطانیہ وحکومت امریکہ کو متنبہ کردینا ضروری سمجھتی ہے کہ وہ داخلہ یہود

کے متعلق کبھی کمیشن کی سفارشات کو مسترد کردے اور عالم اسلامی کے مذہبی جذبات کو مشتعل ہونے سے بچالے۔ مجلس عاملہ عرب ہائی کمیٹی کے سیکرٹری کے اس بحری برقیہ کی روشنی میں جو صدر جمعیت علماء کے بحری برقیہ کے جواب میں موصول ہوا ہے، فلسطین کے باشندوں کو خصوصًا اور تمام عرب حکومتوں کو عموماً یقین دلاتی ہے کہ مسلمانانِ ہند ان کے جہاد آزادی میں اپنی وابستگی کا اظہار کرتے ہوئے حتی الوسع ہر قسم کی اعانت سے دریغ نہ کریں گے۔

تجاویز اجلاس مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند جولائی ۱۹۴۶ء

منعقدہ ۲۸/ شعبان ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۸/ جولائی ۱۹۴۶ء یوم یک شنبہ

بمقام دفتر جمعیت علمائے ہند دہلی

جوہانسبرگ جنوبی افریقہ سے حاجی محمد نانا صاحبؒ کا آیا ہوا تار پڑھا گیا۔ اس پر مجلس عاملہ نے حسب ذیل تجویز منظور کی:

تجویز نمبر ۱:

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ حکومت افریقہ کے ان قوانین پر جن کا سلسلہ تقریبًا نصف صدی سے جاری ہے، اپنے شدید غم وغصہ کا اظہار کرتا ہے۔ جن کی بنا پر ہندوستانیوں کو یہ حق نہیں رہا کہ وہ پارلیمنٹ، لوکل باڈیز، یونیورسٹیوں اور دوسری پبلک سروس میں شامل ہوں یا گوروں کے ہوٹلوں میں قیام کر سکیں حتیٰ کہ انہیں حقوقِ ملکیت سے بھی محروم کر دیا گیا ہے۔ یہ قوانین انسان کی عام آزادی اور حقوقِ تمدن پر نہایت مہلک اثر ڈالتے ہیں اور ایک قوم کو انسانی حقوقِ عامہ سے محروم کرتے ہیں۔

جمعیت علماء نوعِ انسانی کی عمومی مساوات کی حامی ہے۔ خصوصًا اس نازک زمانہ میں کہ رنگ ونسل کے امتیاز کو مٹانا اور عالمگیری مقاصد کے لیے بین الاقوامی اتحاد وتعاون سے کام کرنا نہایت ضروری ہے۔ مجلس عاملہ کے نزدیک یہ قضیہ ہندوستانیوں اور انگریزوں کے درمیان منافرت اور اختلاج کی خلیج کو وسیع کرنے والا ہے جو ہندوستان میں بسنے والے گوروں کو اس سے زیادہ نقصان پہنچا سکتا ہے جو افریقہ میں ہندوستانیوں کو گوروں سے پہنچ رہا ہے۔

یہ اجلاس ان تمام ہندوستانیوں کو دلی مبارکباد پیش کرتا ہے جو ان ظالمانہ قوانین کو منسوخ کرانے کے لیے عدمِ تشدد کی جنگ لڑ رہے ہیں اور بیش از بیش قربانیاں پیش کر رہے ہیں۔ یہ جنگ صرف افریقہ کے باشندے ہندوستانیوں کی جنگ نہیں بلکہ نوع انسانی کی حقوق انسانیت قائم رکھنے کے لئے عظیم الشان خدمت ہے۔

یہ اجلاس ان تمام ہندوستانیوں کے ساتھ اپنی پوری ہمدردی کا اظہار کرتا ہے جن کو اس جدوجہد میں جانی ومالی نقصانات پہنچ رہے ہیں اور ان کو یقین دلاتا ہے کہ تمام ہندوستانی اپنے عزیز بھائیوں کی ہر ممکن خدمت اور امداد کے لئے تیار ہیں۔

مولانا سید محمد میاں صاحبؒ ناظم جمعیت علماء ہند نے وفد آسام کی رپورٹ پڑھ کر سنائی اس پر مجلس عاملہ نے حسب ذیل تجویز منظور کی:

تجویز نمبر ۲:

آسام لائن سسٹم کے نفاذ کے بعد سے جو اثرات رونما ہو رہے ہیں، ان سے متاثر ہو کر جمعیت علماء ہند نے ایک وفد مولانا محمد میاں صاحبؒ ناظم جمعیت علماء ان کی زیر سرکردگی آسام روانہ کیا تھا۔ وہاں کے حالات کا عینی مشاہدہ کیا اور اپنی رپورٹ میں سفارشات پیش کی مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند نے رپورٹ توجہ کے ساتھ دیکھی اور منظور کی اور کامل غور وخوض کے بعد اس نتیجہ پر پہنچی کہ گزشتہ زمانہ میں جمعیت علماء کا جو نظریہ لائن سسٹم کے متعلق رہا ہے اور جس کو وہ مختلف تجاویز میں ظاہر کرتی رہی ہے، تحقیقات کے بعد وہی صحیح ثابت ہوا اور یہ کہ رپورٹ میں اس کا بہترین حل تجویز کیا گیا ہے۔

مجلس عاملہ کو مسٹر بارودلائی کی حکومت کی دشواریوں کا احساس ہے۔ پھر بھی وہ اس طریقہ کار کو کسی طرح بھی کسی حکومت کے لئے جائز نہیں قرار دے سکتی جو سابق میں نوآبادشدہ افراد کے ساتھ کیا جاتا رہا ہے اور اختیار کیا جا رہا ہے۔

اس لئے مجلس عاملہ حکومت آسام سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ سر سعد اللہ کی لیگی وزارت کے نقش قدم پر نہ چلے بلکہ موجودہ دور کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے ہمارے وفد کی سفارشات پر عمل کرکے عام طور پر ملک اور خاص طور پر مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی بے چینی کو دور کرے۔

مجلس عاملہ کانگریس ہائی کمانڈ کو توجہ دلاتی ہے کہ وہ جلد سے جلد اس معاملہ میں مداخلت کر کے آسام کے نازک مسئلہ کو بخوبی طے کردے۔

مجلس عاملہ کا یہ جلسہ آل انڈیا مسلم لیگ کو عموماً اور صوبہ آسام مسلم لیگ کو خصوصاً توجہ دلاتا ہے کہ وہ اپنی پارٹی پالیٹکس کے لیے اس مسئلہ کو آلۂ کار نہ بنائیں اور جو خرابیاں سر سعد اللہ کی حکومت کے زمانے میں پیش آئی ہیں اور بارو دلائی کی حکومت جن کی غلط تقلید میں مبتلا ہے، اس کی اصلاح کے لئے جمعیت علماء ہند کے بتائے ہوئے صحیح طریقہ کار کی حمایت کرکے اپنے احساس فرض کا ثبوت دیں۔

تجویز نمبر ۳:

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ کا یہ جلسہ آل انڈیا پوسٹل اسٹرائیک کو تشویش کی نظر سے دیکھتا ہے اور کم تنخواہ پانے والے ڈاکیوں کے مطالبات کے ساتھ مجلس عاملہ کو پوری پوری ہمدردی ہے۔ مجلس عاملہ حکومت اور وائسرائے سے پر زور مطالبہ کرتی ہے کہ جلد سے جلد اس کے جائز اور صحیح مطالبات تسلیم کرکے ملک کی بڑھتی ہوئی بے چینی کو دور کریں۔

اس سلسلہ میں حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کی ثالثی کو جو یونین نے منظور کیا ہے اس کو ملک اور حکومت کے لئے مستحسن تصور کرتے ہوئے مجلس عمل حکومت ہند سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اس وقت اپنی ضد اور پرسٹیج کے فرسودہ سوال کو قطع نظر کرکے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اور حضرت مولانا آزاد کو بطور ثالث تسلیم کرکے اپنے تدبر اور ہوش مندی کا ثبوت دے۔

تجاویز اجلاس مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند ستمبر ۱۹۴۶ء

منعقدہ ۲۴ر تا ۲۷ر شوال ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۱ر تا ۲۴ر ستمبر ۱۹۴۶ء

یوم شنبہ تا سہ شنبہ، بمقام دفتر مرکزیہ جمعیت علماء ہند دہلی

عارضی حکومت کے قیام اور اس کے بعد سیاسی حالات نے جو نازک صورت اختیار کرلی تھی اس کے اور بعض دوسرے اہم مسائل کے پیش نظر مجلس عاملہ کے اجلاس کا انعقاد از بس ضروری تھا۔

ان مسائل کی اہمیت نے یہ بھی ضروری قرار دیا کہ اراکین مجلس عاملہ کے علاوہ ملک کے مقتدر رہنما اور جمعیت علماء ہند کی ہم نوا جماعتوں کے ذمہ دار حضرات کو بھی دعوت دی جائے اور ان کے قیمتی مشوروں سے فائدہ حاصل کیا جائے۔

چنانچہ ۲۴ر شوال ۱۳۶۵ھ مطابق ۲۱ر ستمبر ۱۹۴۶ کو مجلس عاملہ کا اجلاس شروع ہوا اور ۲۲ر ستمبر کو تقریباً پانچ گھنٹے متواتر مجلس مشاورت کا اجلاس ہوتا رہا۔ اس کے بعد ۲۳ اور ۲۴ کو مجلس عاملہ نے اپنے متعدّد اجلاسوں میں حسب ذیل تجاویز منظور کیں:

تجویز نمبر ۱:

مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس اگرچہ اس اعلان کو جو برطانوی حکومت نے ہندوستان کی آزادی کے متعلق کیا ہے نیز اس کارروائی کو جو ہندوستانیوں کی طرف اختیارات منتقل کرنے کے متعلق کی گئی ہے، بڑی حد تک قابل اطمینان سمجھتا ہے مگر اس امر کو واضح کردینا چاہتا ہے کہ آزادی وطن کی جدوجہد ابھی ختم نہیں ہوئی ہے اور آزادی طلب جماعتوں کی منزل مقصود ابھی دور ہے۔

اجلاس ہذا کی رائے میں یہ امر نہایت افسوسناک ہے کہ مسلم لیگ کی غلط قیادت کے باعث عارضی حکومت میں مسلمانوں کو اب تک وہ درجہ حاصل نہیں ہوسکا جو ان کی قومی و وطنی اہمیت کے اعتبار سے ان کا جائز حق ہے۔

مجلس عاملہ اس حقیقت سے بھی چشم پوشی نہیں کر سکتی کہ عارضی حکومت کی تشکیل کے موقع پر کانگریس ہائی کمان نے قوم پرور مسلمانوں کے ساتھ وہ طرز عمل اختیار نہیں کیا جو اس کا فرض تھا۔ اگر مسلم لیگ کی غیر موجودگی کی صورت میں مسلم نشستوں کا پر کرنا ضروری سمجھا گیا تھا تو اس کے لیے وہی ممبر مسلمانوں کو مطمئن کر سکتے تھے جو قوم پرور مسلم جماعتوں کے منتخب کردہ ہوتے۔

مزید برآں حکومت کے ممبروں میں اہم محکمے مساویانہ طریقہ پر تقسیم نہ کرنے کا جو طریقہ اختیار کیا گیا وہ بھی مسلمانوں کے نزدیک تسلی بخش نہیں ہے۔

مجلس عاملہ مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر کانگریس ہائی کمانڈ کے طریقہ کار کو قومی نقطہ نگاہ سے قابل اعتراض سمجھتی ہے اور امید کرتی ہیں کہ عارضی حکومت کو پوری طرح مفید اور نمائندہ بنانے کے لیے جلد از جلد مؤثر طریقے اختیار کیے جائیں گے۔

تجویز نمبر ۲:

مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس ان ہندو مسلم فسادات پر جو الہ آباد، ناسک، ڈھاکہ، بمبئی، سلہٹ وغیرہ مختلف مقامات پر رونما ہوئے بالخصوص اس ہولناک اور دہشت انگیز قتل وغارت گری پر جو کلکتہ میں واقع ہوئے انتہائی رنج وغم اور انتہائی نفرت کا اظہار کرتا ہے۔

غریبوں، مزدوروں، بے گناہ راہگیروں اور مسافروں کا قتل عام پر امن شہریوں کے مال وجائیداد کی بربادی، عورتوں پر سفاکانہ دست درازی اور معصوم بچوں کا وحشیانہ قتل کسی مذہب میں بھی روا نہیں اور دنیا کی کوئی تہذیب بھی ان مظالم کو برداشت نہیں کر سکتی۔

اجلاس اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کر سکتا کہ یہ فسادات گزشتہ فسادات سے جدا سیاسی

اختلاف کے ساتھ گہرا تعلق رکھتے ہیں اس لیے حد درجہ افسوس ناک ہیں۔

یہ اجلاس ان فسادات کے نتائج کو ملک کے تمام باشندوں کے لیے عموماً اور مسلمانوں کے لئے خصوصًا انتہا درجہ خطرناک تصور کرتا ہے اور باشندگانِ ملک سے امن پسندی اور باہمی اعتماد کی اپیل کرتے ہوئے اس حقیقت پر تنبیہ کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ یہ قتل وخونریزی کسی سیاسی مقصد کے حصول کے لئے مفید ہونے کی بجائے انتہا درجہ نقصان رساں اور تباہ کن ہے۔

تجویز نمبر ۳:

مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس بلوے، فساد اور غارت گری کے ان افسوس ناک واقعات پر جو ۱۶/ اگست کو سلہٹ میں خصوصًا نئی سڑک کی مسجد میں رونما ہوئے، اپنے افسوس اور غیظ وغضب کا اظہار کرتا ہے۔ اس فساد میں نماز جمعہ کے بعد مسجد میں مسلمانوں کو چھروں اور لاٹھیوں سے زخمی کیا گیا۔ شہر کے اندر لوٹ مار مچائی گئی۔ مولانا مزمل علی صاحبؒ رکن جمعیت علماء ہند اور ان کے رفقاء کو زدوکوب کیا گیا اور ان کا ہوٹل لوٹا اور برباد کیا گیا جس سے تقریبًا تیس ہزار روپے کا نقصان ہوا۔ یہ تمام شرمناک اور ذلیل حرکتیں ایسی ہیں کہ کوئی حق پسند جماعت ان پر ملامت کیے بغیر نہیں رہ سکتی۔

اجلاس ہذا کو اس پر مزید افسوس ہے کہ یہ تمام حرکتیں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور سپرنٹنڈنٹ پولیس کے سامنے اور ان کی موجودگی میں ہوئیں اور وہ ان کے انسداد سے قاصر رہے۔ اس کے بعد مجرموں کی گرفتاری میں بھی لاپرواہی سے کام لیا گیا۔

اجلاس ہذا حکومت آسام سے مطالبہ کرتا ہے کہ ان تمام واقعات کی غیر جانبدارانہ تحقیقات کرا کے مجرموں کو قرار واقعی سزا دے اور جو افسر اس معاملہ میں خطا کار ثابت ہوں ان کے خلاف ضابطہ کی کارروائی عمل میں لائے اور اسی سلسلہ میں جو مالی نقصانات ہوئے ہیں ان کی تلافی کرے۔

نشست چہارم

۲۷/ شوال کے آخری اجلاس میں زیادہ تر وقت قانون انفساخ زمینداره کے متعلق بحث ومباحثہ میں صرف ہوااور اس سلسلہ میں تحفظ اوقاف کا مسئلہ اہمیت کے ساتھ مجلس کے پیش نظر رہا۔ تفصیلی بحث کے بعد مسئلہ زیر بحث کے متعلق طے پایا کہ اس مسئلہ کے متعلق شرعی نقطہ نظر کے مطابق فیصلہ صادر کرنے کے لیے ایک کمیٹی بنادی جائے۔

حضرت ناظم اعلیٰ صاحبؒ جمعیت علماء ہند کو اس کمیٹی کا داعی (کنوینر) قرار دیا گیا اور چونکہ حضرت مہتمم صاحبؒ دارالعلوم دیوبند اور خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کی جانب سے بھی اس مسئلہ کے متعلق دلچسپی کا اظہار کیا گیا تھا اور علمائے کرام کے ایک اجتماع کی ضرورت ظاہر کی گئی تھی لہٰذا یہ بھی طے پایا کہ اس کمیٹی کا اجلاس دار العلوم دیوبند میں ۲۶/ ۲۷/ اکتوبر کو کیا جائے اور ناظم اعلیٰ صاحبؒ کو اختیار دیا گیا کہ وہ حسب ضرورت دوسرے علمائے کرام کو اس اجتماع میں شرکت کی دعوت دے دیں۔

کل مشرق فلسطین کانفرنس کا مسئلہ بھی اجلاس میں پیش ہوا اور طے ہوا کہ فلسطین سے متعلق جمعیت علماء ہند کی خدمات کی رپورٹ عربی انگریزی میں مرتب کراکر عرب لیگ کے سیکریٹری کے نام جلد از جلد بھیج دی جائے۔

مندرجہ ذیل تجویز کی منظوری کے بعد اجلاس بخیر وخوبی ختم ہوا:

تجویز نمبر ۴:

مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس ہندوستان کی موجودہ صورتحال کو انتہائی تشویش اور افسوس کی نظر سے دیکھتا ہے کہ ایک فریق نے اسلامی اخلاق وتعلیم کے خلاف مسلمانوں کے باہمی سیاسی اختلاف کو آڑ بناکر اور عوام کو اشتعال دلاکر مسلمانوں کے خلاف اجتماعی یا انفرادی حملے شروع کردیے ہیں حالاں کہ اسلام ایک لمحہ کے لئے بھی اس خلاف انسانیت فعل کی اجازت نہیں دیتا اور نہ

اسے برداشت کر سکتا ہے کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے خلاف باہم دست وگریباں ہوں اور مسلمان مسلمانوں کی توہین وتذلیل کے مرتکب ہوں۔

جو جماعت یا افراد اپنے پیروؤں کی ان ناجائز اور خلافِ اسلام حرکات کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور جو افراد اس مجرمانہ اقدام کے مرتکب ہو رہے ہیں وہ اسلامی احکام کی اعلانیہ خلاف ورزی کرتے ہیں اور ایسے ملک میں جہاں مسلم وغیر مسلم مشترک آبادی ہے اس قسم کی مجرمانہ حرکت سے مقدس اسلام کی امن پرور تعلیم کو انتہائی نقصان پہنچا رہے ہیں۔

تمام مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ اس شرانگیز طرز عمل سے مجتنب رہیں اور عام مسلمانوں کو اسلامی تعلیم کے موافق امن پروری کی ہدایت کریں اور باوجود سیاسی اختلاف کے ایک دوسرے کی اذیت رسانی سے اجتناب کریں۔

تجاویز اجلاس مجلس عاملہ مرکزیہ جمعیت علماء ہند دسمبر ۱۹۴۶ء

منعقدہ ۱۹/ ۲۰/ ۲۱/ محرم الحرام ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۴/ ۱۵/ ۱۶/ دسمبر ۱۹۴۶ء

شنبہ، یک شنبہ، دوشنبہ

کلکتہ بمبئی مشرقی بنگال کے فسادات کے بعد جن پر جمعیۃ علماء ہند اظہار خیال کر چکی ہے، گڈھ مکٹیشر (ضلع میرٹھ) اور صوبہ بہار کے فسادات اکتوبر اور اوائل نومبر میں پیش آئے۔ ان فسادات نے ہندوستان کی فضا میں غیر معمولی تزلزل اور انتشار پیدا کر دیا اور ہر ایک ہمدردِ ملت کو سنجیدگی کے ساتھ غور و خوض پر مجبور کر دیا۔

اس پر آشوب فضا میں ۹/ دسمبر ۱۹۴۶ سے کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی (مجلس دستور ساز) کا اجلاس بھی شروع ہو رہا تھا جو انقلاب ہندوستان کی سیاسی تاریخ میں آخری درجہ کی اہمیت رکھتا ہے۔ لہٰذا ۱۹/ ۲۰/ محرم الحرام ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۴/ ۱۵/ دسمبر ۱۹۴۶ء کو مجلس عاملہ کا اجلاس طلب کیا گیا۔

ان فسادات کی مخصوص ہولناک نوعیت کے پیش نظر اراکین مجلس عاملہ کے علاوہ دوسرے قوم پرور حضرات بالخصوص صوبہ بہار کے قوم پر حضرات کو شرکت اجلاس کی دعوت دی گئی۔ چنانچہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۴ دسمبر ۱۹۴۶ء کی صبح دس بجے مجلس عاملہ کا اجلاس دفتر جمعیت علماء ہند دہلی میں شروع ہوا جس میں غور و خوض کا سلسلہ مزید ایک روز تک جاری رہا اور ۲۱ محرم الحرام ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۶ دسمبر ۱۹۴۶ء کی شام کو ۸ بجے اجلاس بخیر و خوبی ختم ہوا۔

تجاویز

سادات بہار کا سلسلہ ابھی جاری تھا کہ ناظم اعلیٰ جمعیت علماء ہند نے مولانا محمد میاں صاحبؒ

ناظم جمعیت علماء ہند اور مولانا مفتی ضیاء الحسن صاحبؒ لدھیانہ وغیرہ پر مشتمل ایک وفا صوبہ بہار بھیجا جس نے ۱۲/ نومبر ۱۹۴۶ء سے ۲۵ نومبر ۱۹۴۶ء تک فساد زدہ علاقوں کے اہم مقامات کا دورہ کرکے ایک رپورٹ مرتب کی۔ یہ رپورٹ اجلاس میں پڑھ کر سنائی گئی۔ اجلاس عاملہ نے رپورٹ کی تصدیق کرتے ہوئے اس کی سفارشات کی روشنی میں مندرجہ ذیل دو تجویزیں پاس کیں:

تجویز نمبر ۱:

مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس بہار میں مظلوم مسلمانوں کی خونریزی، خصوصًا مسلمان عورتوں اور بچوں کے بے دردانہ قتل، اغواء اور فساد وغارتگری، جبری تبدیل مذہب (شدھی) کے ہولناک واقعات پر اپنے انتہائی غیظ وغضب اور نفرت کا اظہار کرتا ہے اور بہار کی حکومت کو اس کی غفلت اور ناقابلیت کا ملزم سمجھتا ہے اور بعض ہندو کانگریسی عہدہ داروں اور ورکروں کی اس فساد میں شرکت اور رہنمائی کو سخت نفرت وغضب کی نظر سے دیکھتا ہے اور مطالبہ کرتا ہے کہ کانگریس ہائی کمانڈ اس افسوس ناک قضیہ کی پوری تحقیقات کرے اور جن کانگریسیوں کے متعلق یہ نفرت آمیز کام ثابت ہو، ان کو قانونی سزا کے ساتھ ساتھ کانگریس سے نکال دے۔

البتہ یہ جلسہ ان نیک خیال ہندوؤں کا شکر گزار ہے جنہوں نے مسلمانوں کو قتل وغارتگری سے بچایا اور محفوظ مقامات تک پہنچانے میں ان کی امداد کی۔

تجویز نمبر ۲:

مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس ان ہولناک واقعات پر جو بہار میں پیش آئے اور جن کے تصور سے مسلمانوں کا مستقبل صوبہ بہار میں انتہا درجہ خطرناک اور مخدوش ہو گیا ہے، مندرجہ ذیل امور کا حکومت بہار سے مطالبہ کرتا ہے تاکہ مسلمانوں کو صوبہ بہار میں اطمینان نصیب ہوں اور ان مظالم کی جو ان پر ہوئے ہیں تلافی ہو سکے:

۱. جانی ومالی نقصانات کی پوری تحقیقاتی تفاصیل اسپیشل کمیٹی کے ذریعہ مرتب کرائی جائیں اور

جانی ومالی نقصانات پر مجرمین کو عبرتناک سزائیں دی جائیں اور مالی نقصانات کے معاوضے دئے جائیں۔

۲. مقدمات کی سماعت کے لیے ہائی کورٹ کے معیار کے ججوں پر مشتمل ایک ٹریبونل قائم کیا جائے اور جو لوگ مجرم ثابت ہوں ان کو عبرت ناک سزائیں دی جائیں۔

۳. جو لوگ اپنے تحفظ کے لیے اسلحہ کا لائسنس لینا چاہیں ان کو لائسنس دیا جائے۔

۴. جن مسلمانوں مردوں یا عورتوں کو زبردستی ہندو بنا دیا گیا ہے ان تک پہنچنے اور ان کو اسلام میں واپس آنے اور محفوظ مقامات میں ان کو جگہ دینے کے لئے ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچائی جائیں۔

۵. مسلمانوں کی حفاظت کے لئے فوج یا مسلح پولیس قائم کی جائے اور جب تک حالت قابل اطمینان نہ ہوجائے انتظام قائم رکھا جائے۔ اس فوج یا پولیس میں اکثریت مسلمانوں کی ہو اور آفیسرز بھی مسلمان ہوں۔

۶. جہاں کہیں مسلم اقلیت خطرہ میں ہو وہاں اکثریت سے اقلیت کی جان ومال کی حفاظت کے لئے انفرادی یا اجتماعی ضمانتیں لی جائیں۔

۷. صوبہ کی جمعیت علماء کے مشورے اور تعاون سے حکومت بہار تحفظ امن کے لیے ایک کمیٹی بنائے جو حکومت بہار کو اور اس کی ضلع دار شاخیں مقامی حکومتوں کو نقصانات کی تلافی اور حفظ امن کی تدابیر کے لئے مشورہ دیتی رہیں۔

۸. اشتعال انگیز مضامین کی اشاعت کو قطعًا بند کر دیا جائے اور اخبارات کی کڑی نگرانی کی جائے۔

۹. بہار میں جو مسلمان گرفتار کیے گئے ہیں ان کو رہا کر دیا جائے۔

۱۰. باہمی اعتماد پیدا کرنے کیلئے ہندو اور مسلمانوں کے مشترک با اثر وفود دیہاتوں میں بھیجے جائیں۔

۱۱. مسلم اقلیت کے مقامات میں جہاں دور دور تھانے ہیں ان کی حفاظت کے لیے مزید پولیس اسٹیشن قریب قریب قائم کیے جائیں۔

۱۲. پناہ گزینوں کی واپسی کا جب تک مستقل قابل اطمینان انتظام نہ ہو جائے ان کے امدادی کیمپ قائم رکھے جائیں۔

گڈھ مکٹیسر کہ حادثہ کی اطلاع پاتے ہیں حضرت ناظم اعلیٰ صاحبؒ، مولانا ضیاء الحسن صاحبؒ کے ہمراہ گڑھ مکٹیسر تشریف لے گئے اور قرب وجوار کے مسلمانوں کے تحفظ کے ضروری انتظامات کیے۔ اس کے بعد دوبارہ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحبؒ مدنی صدر جمعیت علماء ہند، حضرت ناظم اعلیٰ صاحبؒ جمعیت علماء ہند، مولانا محمد میاں صاحبؒ فاروقی الہ آبادی، مولانا حکیم عبدالجلیل صاحبؒ ندوی (پشاور) پر مشتمل ایک وفد نے گڈھ مکٹیسر جاکر حالات کا معائنہ کیا اور ایک رپورٹ مرتب کی۔ اجلاس عاملہ میں رپورٹ پیش کی گئی۔ چنانچہ اجلاس عاملہ نے مندرجہ ذیل تجویز منظور کی:

تجویز نمبر ۳:

مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس گڑھ مکٹیسر میں ہندوؤں کی غارت گری، خونریزی اور سفاکی پر انتہائی نفرت اور غیض وغضب کا اظہار کرتا ہے۔ اس واقعہ میں ہندو جاٹ کانفرنس اور راشٹریہ سیوک سنگھ کی نہ صرف اشتعال انگیزیوں کو دخل ہے بلکہ ان جماعتوں کے کارکنوں نے مقامی لوگوں اور ہندو یاتریوں کو اشتعال دلاکر مسلمانوں پر حملہ کیا اور انتہائی سفاکی اور وحشت وبربریت سے کام لیا۔ مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کو بے دریغ شہید کیا گیا۔ عورتوں کا اغوا کیا گیا اور لاکھوں روپے کا مال لوٹا اور تباہ کیا گیا۔ یہ فسادات ہندوستان کی ہر ملت کیلئے خطرناک اور تباہ کن ہیں اور ہندوستان کی ترقی کیلئے حد درجہ خطرناک ہیں۔

مجلس عاملہ اپنے مؤقر وفد کی رپورٹ پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے اور اس کی سفارشات کے

پیش نظر حکومت یوپی سے مطالبہ کرتی ہے کہ:

۱. جلد از جلد ایک اسپیشل تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی جائے اور مجرمین اور غفلت شعار حکام کو عبرت آموز سزا دی جائے۔

۲. اغواء شدہ عورتوں اور بچوں کا پتہ لگا کر ان کے متعلقین کو واپس بلایا جائے۔

۳. مسلمانوں کو اپنی حفاظت کے لئے اسلحہ لائسنس حاصل کرنے کی سہولت دی جائے۔

۴. جیسا کہ حکومت نے اعلان کیا ہے، جانی مالی نقصانات کی تلافی کی جائے۔ پس ماندگان کی ضروریات کے لئے ان کے وظائف مقرر کیے جائیں اور یتیم بچوں کی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔ مجلس عاملہ کا اجلاس یوپی کانگریس کمیٹی سے مطالبہ کرتا ہے کہ اس فساد میں کانگریس کے نام سے جو ناجائز فائدہ اٹھایا گیا ہے اس کی مکمل تحقیقات کرائے اور کانگریس کے ارکان میں جس پر یہ جرم ثابت ہو جائے اس کو حکومت کی طرف سے سزا کے علاوہ کانگریس سے خارج کر دیا جائے۔

نیز یہ جلسہ ان نیک خیال ہندوؤں کی قدر کرتا ہے جنہوں نے مسلمانوں کو قتل وغارتگری سے بچایا اور محفوظ مقامات تک پہنچانے میں ان کی امداد کی۔

لندن میں برطانیہ اور ہندوستان کے زعماء کی کانفرنس ہو چکی تھی اور مجلس دستور ساز انسٹیٹیوٹ اسمبلی کا اجلاس بھی ۹ دسمبر سے شروع ہو چکا تھا لیکن گروپنگ کے مسئلہ کا اس وقت تک کوئی تصفیہ نہیں ہوا تھا۔ اجلاس عاملہ نے اس مختلف فیہ مسئلہ کے متعلق مندرجہ ذیل تجویز کے ذریعہ اپنی رائے ظاہر کی۔ اس تجویز کی منظوری سے ۲۲ ویں روز یعنی ۶ جنوری ۱۹۴۷ء کو کانگریس نے گروپنگ کے متعلق کیبنٹ مشن کی تشریح کو تسلیم کر لیا۔

تجویز نمبر ۴:

جمعیت علماء ہند کی مجلس عاملہ اپنی اس رائے کا اظہار ضروری سمجھتی ہے کہ گروپنگ سسٹم کا

قیام گو مسلمانوں کے لیے اس کے خیال میں کچھ مفید نہیں ہے تاہم چونکہ ہندوستان کے لیے دستور اساسی کی مجلس میں مسلم لیگ کی شرکت اسی مسئلہ پر مرکوز ہو رہی ہے، اس لیے جمعیت علماء ہند کی رائے ہے کہ کانگریس کو یہ موقع ہاتھ سے نہ دینا چاہیے اور گروپنگ سسٹم کی جو تشریح کیبنٹ مشن نے کی ہے، اس کو تسلیم کر لینا چاہیے تاکہ ہندوستان کی آزادی میں تمام ہندوستانی متفقہ طور پر شریک ہو کر اصلی مقصد حاصل کر سکیں۔

ہندو مسلم فسادات کے متعلق اگرچہ مجلس عاملہ اپنے سابقہ اجلاس میں بھی نفرت و بیزاری کا اظہار کر چکی تھی مگر تازہ ہنگاموں نے اجلاس عاملہ کو دوبارہ مجبور کیا کہ وہ ان فسادات سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے باشندگانِ ہند سے امن پسندی اور صلح و آشتی کی اپیل کرے۔ لہٰذا مندرجہ ذیل تجویز پاس کی گئی:

تجویز نمبر ۵:

مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس ملک میں فرقہ وارانہ فسادات کو انتہائی نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور ان سے اپنی مکمل بے زاری کا اعلان کرتا ہے۔

ان فسادات میں جس درندگی اور بہیمیت کا اظہار کیا جاتا ہے اور جس سنگدلی اور کمینگی کے ساتھ عورتوں، بچوں اور ضعیف و ناتواں بوڑھوں کو جور و ستم کا تختہ مشق بنایا جاتا ہے اس کو کوئی مذہب اور کوئی سوسائٹی بھی برداشت نہیں کر سکتی۔ ان وحشیانہ ہنگاموں میں جو کچھ اب تک کیا گیا وہ ہندوستان کی تاریخ کا ایک شرمناک باب ہے جس نے پورے ہندوستان کو تمام دنیا میں شرمندہ کیا اور اس کی ترقی کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ یہ خلاف انسانیت قتل و غارت گری نہ ہندوستان کی کسی قوم یا ملت کے لیے مفید ہو سکتی ہے نہ ان کے کسی سیاسی یا مذہبی مقصد و منشا کو پورا کر سکتی ہے۔ البتہ ہندوستان کی غلامی کی مدت کو طویل اور اس کی زنجیروں کو زیادہ مضبوط کر سکتی ہے۔ اجلاس ہذا تمام ہندوستانیوں سے امن پسندی اور صلح و آشتی کی اپیل کرتے ہوئے ہر بہی خواہ ملک و ملت کے لئے

ضروری سمجھتا ہے کہ وہ ان فسادات سے بیزاری کا اعلان کرے اور ان کے روکنے میں آخری حد تک اپنی پوری کوشش صرف کردے۔

روزنامہ اخبار الجمعیۃ کا اجراء چونکہ قابل اعتماد عملہ کی ترتیب اور کم از کم ۱۲ ہزار روپیہ کی فراہمی پر موقوف ہے لہٰذا اس اخبار کی ضرورت اور اہمیت کو پوری طرح محسوس کرتے ہوئے ضروری تدابیر اختیار کرنے کا معاملہ جناب ناظم اعلیٰ صاحبؒ کے سپرد کیا گیا اور ناظم اعلیٰ صاحبؒ کو اختیار دیا گیا کہ وہ حسب ضرورت اپنی صوابدید کے بموجب دو مشیروں پر مشتمل ایک کمیٹی بنالیں۔

اسی طرح دفتر کے لئے خرید مکان کے متعلق اراکین عاملہ نے اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے نئی دہلی میں کسی خالی پلاٹ کو حاصل کرکے تعمیر دفتر یا خرید مکان کا معاملہ ناظم اعلیٰ صاحبؒ جمعیت علماء ہند کے سپرد کردیا۔

آخر میں مجلس عاملہ نے جناب حاجی متولی محمد شریف صاحبؒ کاندھلہ کی وفات پر مندرجہ ذیل تجویز پاس کی:

تجویز نمبر ۶:

مجلس عاملہ جمعیت علماء ہند کا یہ اجلاس جناب حاجی متولی محمد جلیل صاحبؒ کی وفات حسرت آیات پر اپنے دلی رنج وغم اور آپ کے پسماندگان کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ موصوف ایک اہل خیر، بہی خواہِ ملت، دیانتدار بزرگ اور جمعیت علماء کے خاص معاون تھے۔ اجلاس حاجی صاحب مرحوم کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے دعا کرتا ہے کہ خداوند عالم مرحوم کو جنت الفردوس میں مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل مرحمت فرمائے۔

محمد میاں

ناظم جمعیت علمائے ہند

ادعُ إلي سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَة

خطبہ صدارت

کانفرنس دسمبر ۱۹۴۸ء

از شیخ الاسلام

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحبؒ مدنی

دامت برکاتہم

جمعیت علماء ضلع سنگھ بھوم بمقام جمشید پور

۳/۴/۵ صفر ۱۳۶۸ھ بمطابق ۵/۶/۷ دسمبر ۱۹۴۸ء یک شبہ دوشنبہ سہ شنبہ

شائع کردہ

مجلس استقبالیہ جمعیت علماء کانفرنس ضلع سنگھ بھوم

مطبوعہ جید برقی پریس دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمين

والصلاة والسلام علي سيد المرسلين محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين

اما بعد!

حاضرین کرام!

آپ حضرات نے ایک طالب علم کو صدر منتخب فرما کر جو عزت افزائی کی اس کا شکریہ قبول فرمائیے مگر کیا اچھا ہوتا کہ اس حقیقت کو نظر انداز نہ کرتے کہ آپ ایک ایسے شخص پر بارِ صدارت ڈال رہے ہیں جو اس کی اہلیت سے عاری ہے۔

بہر حال ہر چہ از دوست می رسد نیکواست! ایک خادم کی حیثیت سے تعمیل حکم کے لئے حاضر ہوں۔

وفقنا الله وإياكم لما يحب ويرضي

محترم بزرگو!

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے تمام ہندوستانیوں کو انگریزوں کی غلامی اور خود غرض پردیسی قوم کی محکومی سے آزاد کر دیا۔

یورپین قومیں عموماً اور انگریز خصوصاً تمام ایشیائی اور افریقی قوموں کے لیے انتہا درجہ بربادکن، لوٹ کھسوٹ، درندگی اور جبر وتشدد کے ذریعے ان کو موت کے گھاٹ اتارنے والے ثابت ہوئے ہیں۔ جنہوں نے ہندوستان جیسے سرسبز وشاداب، دولت مند، خوش حال اور فارغ البال ملک کو جس کو صحیح معنوں میں جنت نشان کہا جاتا تھا اپنی خود غرضیوں اور پالیسیوں سے ۲۰۰

سال میں فاقوں اور افلاس سے مارے ہوئے انسانوں کا دوزخ بنا دیا۔ اس ملک کی تمام شاندار صفات، تمام خوبیاں اور برتریاں ختم کردیں اور ہر طرح کی خرابی اور برتری کے ذلیل گڑھوں میں اس کو دھکیل دیا۔

انگریز ۱۶۰۰ء کی ابتدا میں بحیثیت ایک مفلس تاجر کے ہندوستان میں داخل ہوئے اور اپنی شاطرانہ جعلسازیوں، انسانیت سوز جبر وتشدد، خیانت اور چالبازیوں سے بہت جلد بڑے سرمایہ دار بن گئے۔ چنانچہ خود ایسٹ انڈیا کمپنی کے ڈائریکٹروں نے ۱۷۶۶ء میں اپنی رپورٹ میں لکھا تھا:

"ہمارے نزدیک اندرونِ ملک کی تجارت سے جو کثیر دولت حاصل کی گئی ہے وہ انتہا درجہ ظالمانہ اور جابرانہ طریقوں کے استعمال کا نتیجہ ہے جس کی نظیر کسی زمانہ اور کسی ملک میں نہ ملے گی۔"

تقریباً پچاس سال تک لوٹ کھسوٹ کا یہ سلسلہ تاجرانہ انداز میں جاری رہا۔ اس عرصہ میں بہت کافی دولت جمع ہوچکی تھی مگر زیادہ ستانی کی طمع روز افزوں تھی اور حرص وآز کا جہنم "ھل من مزید" کی صدا لگا رہا تھا:

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

اب کثرتِ دولت نے مزاج میں نخوت بھی پیدا کردی تھی حتیٰ کہ وہ معمولی روک ٹوک جو ہندوستانی والیانِ ملک کی طرف سے ہوجاتی تھی، ناگوار ہونے لگی تھی اور حب جاہ وحب اقتدار نے حکومت وسلطنت کا نقشہ بھی ان کے دماغ میں جمادیا تھا۔

لیکن آزاد فرمانروایان ملک کے مقابلہ میں مردانہ وار میدان میں کود پڑنے کی ہمت مفقود تھی لہٰذا رشوتوں کا بازار گرم کیا گیا اور میر جعفر اور امی چند جیسے بندگانِ سیم وزر کو ان کے ولی نعمت سراج الدولہ نواب بنگال سے غداری پر آمادہ کرلیا گیا۔

۱۷۵۷ء کی ایک تاریخ میں پلاسی کے مقام پر بظاہر میدان کارزار گرم کیا گیا مگر حقیقت میں

وہ ایک تماشا تھا اور غداروں اور رشوت خوروں کی ملی بھگت کا ایک سوانگ تھا۔ چنانچہ چند گھنٹہ کے نمائشی مقابلہ کے بعد سراج الدولہ کی فوجوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ غریب سراج الدولہ روپوشی کی ناکام کوشش کرتے ہوئے سفاکی اور درندگی کی نذر ہو گیا اور مرشد آباد اور بنگال کو کھلے بندوں لوٹ کر بے شمار خزانہ جمع کر لیا گیا۔

بقول لارڈ میکالے:

"اس طریقہ سے بے شمار دولت بہت جلد کلکتہ میں جمع ہو گئی دراں حالے کہ تین کروڑ انسان حد درجہ برباد کر دیے گئے تھے۔"

مصنف روشن مستقبل بے شمار دولت کا گوشوارہ اس طرح پیش کرتا ہے:

"فورٹ ولیم میں سونے کا مینہ برسنے لگا۔ میر جعفر کی طرف سے تین لاکھ پاؤنڈ یعنی تیس لاکھ روپیہ کلایو کو نذر دیا گیا اور کلکتہ کا جنوبی علاقہ اسے جاگیر میں دے دیا گیا جس کی آمدنی دس لاکھ روپیہ سالانہ تھی۔ اسی طرح ساٹھ ہزار پاؤنڈ یعنی چھ لاکھ روپیہ کونسل کے ممبروں کو پیش کیا گیا۔ یہ تو ذاتی انعامات تھے۔ کمپنی کے ہر خرچہ اور تاوان کے مطالبات ان سے الگ تھے جن کو پورا کرنے کی گنجائش اس وقت خزانہ میں نہ رہی تھی۔ اس لیے صرف نصف کی ادائیگی ہو سکی۔ ۲۴ پرگنہ کا علاقہ کمپنی کی جاگیر ٹھہرا۔ بقول میکالے کمپنی اور اس کے نوکروں پر دولت کی موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ ۸۰ لاکھ روپیہ دریا کے راستہ مرشد آباد سے کلکتہ روانہ کر دیا گیا۔ سو سے زیادہ کشتیاں تھیں ان پر جھنڈیاں اڑ رہی تھیں اور باجا بجتا جاتا تھا۔ چند ماہ پہلے جو کلکتہ ویران تھا آج ایسا خوشحال تھا کہ کبھی دیکھنے میں نہ آیا تھا۔ تجارت چمک اٹھی تھی ہر انگریز کے گھر میں دولت کے آثار دکھائی دینے لگے تھے۔ (روشن مستقبل صفحہ ۴۱، ۴۲)

لارڈ میکالے انگریزوں کے وحشیانہ کارناموں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"بے شک ان لوگوں کو (ہندوستانیوں کو) مظالم میں رہنے کی عادت ہے مگر وہ مظالم اس قسم کے نہ تھے۔ کمپنی کی چھوٹی انگلی انہیں سراج الدولہ کے پٹھے سے زیادہ موٹی معلوم ہوتی تھی۔" (مضامین میکالے بہ نسبت کلایو بحوالہ حکومت خود اختیاری صفحہ ۹)

لارڈ کلایو خود اقرار کرتا ہے:

"اس قدر بد عملی، رشوت خوری اور زیادہ ستانی کا منظر بجز بنگال کے کسی ملک میں دیکھا یا سنا نہیں گیا۔"

اس تاجرانہ اور حاکمانہ لوٹ مار کے سلسلہ میں بے شمار اشرفیوں روپیوں اور قیمتی جواہرات وغیرہ کو لگاتار جہازوں کے ذریعے لندن بھیجا گیا۔ چنانچہ لارڈ میکالے لکھتا ہے:

"دولت کے دریا انگلستان کو بہے چلے جاتے تھے۔"

بروکس لکھتا ہے:

"یہ مالا مال خزانے کروڑوں آدمیوں کی صدیوں کی کمائی تھی جس کو انگریزوں نے لوٹ کر انگلستان اسی طرح بھیج دی جس طرح رومیوں نے یونان اور پونٹس کے خزانے اٹلی بھیج دیے تھے۔"

"ہندوستانی خزانے کتنے قیمتی تھے کوئی انسان بھی اس کا اندازہ نہیں کر سکتا لیکن وہ کروڑوں اشرفیاں ہوں گی۔ اتنی دولت اس وقت کی مجموعی یورپین دولت سے بہت زیادہ تھی۔"

(پراسپرس برٹش انڈیا)

مہذب ڈاکہ زنی اور لوٹ کھسوٹ کے اس سلسلہ کو مستقل طور پر جاری رکھ سکنے اور مغل بادشاہ کی طرف سے روک ٹوک کے دغدغہ کو ختم کرنے کے لیے ایک اور چال چلی گئی جس کی تفصیل یہ ہے:

شہنشاہِ دہلی شاہ عالم مرحوم کو سبز باغ دکھا کر چند شرطوں کے ساتھ صوبہ بنگال، بہار اور اڑیسہ کی دیوانی حاصل کر لی گئی۔ بادشاہ کی طرف سے صرف تیس لاکھ روپیہ سالانہ کے معاوضہ پر تحصیل وصول اور دیوانی کے جملہ اختیارات کمپنی کے سپرد کر دیے گئے اور جملہ فرمانروایانِ بنگال و بہار کو حکم دیا گیا کہ وہ کمپنی کے ملازمین کی امداد و اعانت کرتے رہیں اور ان کے کسی انتظام میں رکاوٹ نہ پیدا ہونے دیں۔

ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر لکھتا ہے:

"قانوناً ہم صرف شہنشاہ دہلی کے دیوان تھے یعنی چیف ریونیو افسر۔ اسی بنا پر مسلمانوں کا دعوی ہے کہ ہم کو اسی اسلامی طریقہ پر کاربند رہنا چاہیے جس کے انتظام کا ہم نے اس وقت ذمہ لیا تھا۔ جہاں تک میرا خیال ہے اس میں طرفین کا سمجھوتہ فی الواقع یہی تھا۔"

وہابی مقدمات کا انچارج افسر لکھتا ہے:

"ہم نے دیوانی اس وعدے پر لی تھی کہ ہم اسلامی حکومت کو جیسی اس وقت قائم ہے برقرار رکھیں گے۔ ہم نے ایسا ہی کیا تھا۔" (ہمارے ہندوستانی مسلمان، صفحہ ۲۵)

یقیناً انگریزوں اور کمپنی کے جملہ ملازموں کا فرض تھا کہ وہ تمام شرطوں کو پورا کرتے اور اس آقا کے وفادار رہتے جس نے ان کو یہ عظیم الشان عہدہ دیا تھا، مگر خود غرض اور غدار قوم جو مخلوق کو تباہ کر کے اپنے ملک اور قوم کو تمام دنیا پر مسلط کرنا چاہتی تھی کسی عہد و پیمان کی کب پابند رہ سکتی تھی۔ اس کا نظریہ تو یہ تھا کہ معاہدے کام نکالنے کے لئے ہوتے ہیں، پورا کرنے کے لئے نہیں ہوتے۔

چنانچہ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر کا بیان ہے:

"جونہی ہم نے اپنے آپ کو طاقت ور پایا اس وعدے کو فراموش کر دیا۔ اور نہ صرف یہ کہ اسلامی نظام کو ختم کر کے وعدہ خلافی کی گئی بلکہ بڑے عہدوں سے فرضی الزامات لگا کر مسلمان عہدے داروں کو برطرف کرنا اور ان کی جگہ پر انگلستان سے آئے ہوئے انگریزوں کو مقرر کرنا شروع کر دیا اور نیچے کی ملازمتیں جن کی تنخواہ اس خود غرض عیاش قوم کی عیش پرستیوں کو پورا نہیں کر سکتی تھی ان پر مسلمانوں کے بجائے غیر مسلموں کا تقرر شروع کر دیا۔ حالانکہ یہ انگریز جو مسلمانوں کی جگہ مقرر کیے جاتے تھے اخلاق اور شرافت کے لحاظ سے اتنے پست اور کردار کے لحاظ سے اتنے نکمے ہوتے تھے کہ ۱۶۷۶ء میں مدراس کے بڑے پادری نے مجبور ہو کر ڈائریکٹروں کو لکھا تھا:

آپ کے ملازموں کی بداعمالیوں سے ہندوستانیوں کی نظروں میں آپ کے خدا کی جتنی بے عزتی ہوتی ہے اور آپ کا مذہب جتنا بدنام ہو رہا ہے اس کی کیفیت اگر آپ کو معلوم ہو جائے تو آپ کے آنسوؤں کی ندیاں بہ جائیں۔ جو لوگ آتے ہیں ان میں بعض تو قاتل ہوتے ہیں،

بعض آدمیوں کو بھگا لے جانے کا کام کرنے والے ہیں اور بعض انگلستان میں بیویاں چھوڑ کر آتے ہیں اور یہاں پر شادیاں کر لیتے ہیں۔" (تاریخ برٹش انڈیا مصنفہ جیمس مل)

مختصر یہ کہ اس قسم کے بداعمال، رذیل طبیعت وحشیوں کے برسرِ اقتدار ہونے کا جو لازمی نتیجہ تھا وہ برآمد ہوا۔ طرح طرح کی بددیانتیاں، سازشیں، رشوت ستانیاں، آبروریزیاں عمل میں لائی گئیں۔ ہندوستانیوں کو بالخصوص مسلمانوں کو اور زیادہ خصوصیت کے ساتھ مسلم شرفا کو وہ روزِ بد دیکھنا پڑا جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔

ایک طرف سرکاری ملازمتوں میں یہ طرزِ عمل جاری تھا اور دوسری جانب صوبوں اور ریاستوں کو اکسا کر نیم مردہ سلطنت مغلیہ کو فنا کے قریب پہنچایا جا رہا تھا۔

چنانچہ مسز اینی بسنٹ لکھتی ہیں:

"کمپنی والوں کی جنگ سپاہیوں کی جنگ نہیں بلکہ شاطروں کی جنگ تھی۔ ہندوستان کو انگلستان نے اپنی تلوار سے فتح نہیں کیا بلکہ خود ہندوستانیوں کی تلوار سے اور رشوت، سازش، نفاق اور حد درجہ دورخی پالیسی پر عمل کر کے اور ایک جماعت کو دوسری جماعت سے لڑا کر اس نے یہ ملک حاصل کیا ہے۔" (ہندوستان کی کوشش آزادی کے لیے، بحوالہ روشن مستقبل صفحہ ۴۲)

بہرحال اس طرح انگریز حکومت اور تجارت دونوں پر قابض ہو کر ہر طرح کی رکاوٹوں سے آزاد ہو گئے اور تمام ہندوستان کو اپنی ملکیت سمجھ کر خوب لوٹا۔ خزانوں اور سرمایوں پر جبراً قبضہ کیا۔ دست کاری اور تجارت کو یک قلم مٹایا۔ زمینوں پر بے انتہا خراج وجبہ لگان لگایا۔ ریاستوں پر یکے بعد دیگرے قبضہ کیا۔ پرانے مدارس اور تعلیم گاہوں کو مٹایا۔ موقوف جائیدادیں اپنے قبضہ میں کیں۔ ٹیکسوں کی بھرمار کر دی۔ اپنے منافق اور مقاصد کے لئے ایسے ایسے قوانین ہمیشہ بناتے رہے جن میں ہندوستانی پبلک کے ابھرنے کی کوئی صورت نہ ہو اور انگریزوں کی من مانی اغراض پوری ہوتی رہیں۔ جن کی وجہ سے ہندوستان اس قدر برباد ہوا کہ جس کی حد و نہایت نہیں رہی۔ اپنے تسلط اور

ہندوستان کی غلامی قائم رکھنے کے لئے ہندوستانیوں میں پھوٹ ڈالنے کے ہر قسم کے طریقے جاری کیے۔ تاریخ اس قسم کی لکھوائی کہ جن سے نفاق اور نفرت پیدا ہو اور ان کو کالجوں اور یونیورسٹیوں کے کورس میں داخل کیا۔ ان کو ہمیشہ ذلیل اور خوار رکھنے کے لئے عجیب طریقے جاری کیے۔ یہ طرز حکومت ۱۷۵۷ء سے ۱۸۳۲ء تک قائم رہا۔

اسی کی نسبت سر ولیم ڈگبی پراسپرس برٹش انڈیا میں لکھتا ہے:

"دوئم تسلط بذریعہ اطاعت بالجبر یعنی ہندوستان انگلینڈ کے لیے ہے آغاز سے انجام تک۔ یہ ۱۷۵۸ء سے ۱۸۳۴ء تک رہا۔"

سر جان شور ۱۷۸۷ء میں اسی طرز حکومت اور اسی دور کے متعلق لکھتا ہے:

"کمپنی کے لوگ ایک طرف تو تاجر ہیں اور دوسری طرف وہ حکمران۔ اول الذکر حیثیت میں وہ ملک کی تجارت پر قابض ہیں اور ثانی الذکر حیثیت میں وہ مال گزاری وصول کرتے ہیں۔" (حکومت خود اختیاری صفحہ ۱۱)

سر جان شور ۱۸۳۳ء میں اسی دور حکومت کے متعلق لکھتا ہے:

"انگریزوں کا بنیادی اصول یہ رہا ہے کہ ہر صورت سے تمام ہندوستانی قوم کو اپنی اغراض کا غلام بنالیا جائے۔ ان پر محصولات اتنے لگا دیے گئے ہیں کہ اضافہ کی گنجائش نہیں چھوڑی گئی ہے۔ یکے بعد دیگرے جو صوبہ ہمارے تصرف میں آیا ہے اس کو مزید وصولیات کا میدان بنالیا گیا ہے۔ ہم نے ہمیشہ اس بات پر فخر کیا ہے کہ دیسی والیانِ ملک جتنا وصول کرتے تھے اس سے ہماری آمدنی کس قدر زیادہ ہے۔ ہر وہ عہدہ اور منصب جس کو قبول کرنے کے لئے ادنیٰ سے ادنیٰ انگریز کو آمادہ کیا جاسکتا ہے ہندوستانیوں کے لیے بند کر دیا گیا ہے۔" (حکومت خود اختیاری صفحہ ۲۷)

اسی دور کے متعلق آنریبل مسٹر انفسٹن اور ایف وارڈن نے مسئلہ تعلیم پر یادداشت تحریر کرتے ہوئے ۱۸۱۳ء تا ۱۸۲۸ء میں لکھا:

"ہم نے ہندوستانیوں کی ذہانت کے چشمے خشک کر دیے اور ہماری فتوحات کی نوعیت ایسی ہے کہ اس سے نہ صرف یہ کہ تعلیمی ترغیب نہیں ہوتی بلکہ اس سے قوم کا علم سلب ہوا جاتا ہے اور علم کے پچھلے ذخیرے نسیاً منسیاً ہوئے جاتے ہیں۔ اس الزام کے رفع لیے کچھ نہ کچھ ہونا چاہیے۔"

اسی دور کے ابتداء میں تفرقہ اندازی اور نفاق کی پالیسی کی بنیاد رکھی گئی۔ ۱۸۲۱ء میں کارنے ٹیکس نے ایشیاٹک جنرل میں مندرجہ ذیل مضمون شائع کیا:

"ہندوستان میں ہماری حکومت کے ہر صیغہ کو خواب وہ خارجی تعلقات سے واسطہ رکھتا ہو یا عدالتی اور حربی نظم ونسق سے، یہ اصول ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہیے کہ تفرقہ ڈال دو اور حکمرانی کرو۔" (حکومت خوداختیاری صفحہ ۵۲)

سرجان میلکم کہتا ہے:

"اس قدر وسیع سلطنت میں ہماری غیر معمولی قسم کی حکومت کی حفاظت اس امر پر منحصر ہے کہ ہماری عمل داری میں جو بڑی جماعتیں ہیں ان کی عام تقسیم ہو اور پھر ہر ایک جماعت کے ٹکڑے مختلف ذاتوں اور فرقوں اور قوموں میں ہوں۔ جب تک یہ لوگ اس طریقے سے جدا رہیں گے اس وقت تک غالباً کوئی بغاوت اٹھ کر ہماری قوم کے استحکام کو متزلزل نہ کرے گی۔" (حکومت خوداختیاری صفحہ ۲۳۲ از کمپنی کے عہد کی تاریخ تعلیم از میجر باسو صفحہ ۱۴۷)

اسی دور حکومت میں ۱۷۶۹ء سے ۱۸۲۵ء چھپن برس کے عرصہ میں بارہ قحط واقع ہوئے جن میں تقریباً ایک کروڑ آدمی بھوک سے مر گئے۔ حالانکہ انگریزی اقتدار سے پہلے کسی صدی کے عرصہ میں تین قحط سے زیادہ یعنی ۱۰۰۰ء سے لے کر ۱۷۰۰ء تک کبھی نہیں پڑے تھے۔ ان قحطوں کا اس طرح پڑنا صرف ان مظالم، لوٹ کھسوٹ اور ان بداعمالیوں کا نتیجہ تھا جو کہ زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق انگریزوں کی طرف سے جاری تھیں۔

کمپنی کی حریصانہ چالیں اور انسانیت سوز بدکاری طشت از بام ہوکر ذمہ دارانِ حکومت انگلستان کو پہنچیں توانہوں نے ۱۸۳۳ء میں حکم دیا کہ کمپنی تجارت سے دستبردار ہوجائے اور صرف حکومت اور ملک گیری اپنا مشغلہ رکھے۔ امید تھی کہ اس تدبیر سے عہدہ دارانِ کمپنی اپنے فرائض منصبی کی ذمہ داریوں کو سمجھیں گے اور رعایا کے متعلق شاہانہ ہمدردی کا طریقہ جاری کریں گے مگر افسوس کہ وہ بھی حاصل نہ ہوا اور انگریزوں چیرہ دستیاں بڑھتی ہی گئیں۔ صرف اتنا فرق تو ضرور ہوا کہ پہلے کی طرح لاقانونیت اور کھلم کھلا جبر واستبداد کم کردیا گیا مگر من مانے قوانین بناکر بڑے سے بڑے مظالم پر آئین کا لیبل لگایا جانے لگا۔ اس پردہ داری کے ساتھ جو بربادی کے معاملات جاری ہوئے نہایت دیدہ دلیری اور وسعت سے تمام ملک میں پھیلا دیئے گئے۔ اس دور کے مطابق سر ولیم ڈگبی تیسرے طرز حکومت برطانیہ کو بتلاتے ہوئے مندرجہ ذیل الفاظ لکھتا ہے:

"سوم تسلط بذریعہ پوست یعنی خوش معاملگی کا دکھاوا اور زور کے ساتھ ہندوستانی قوم کو ادنیٰ حالت میں لازمی طور پر قائم رکھنا۔ یہ طرز حکومت ۱۸۳۲ء سے ۱۹۰۱ء تک رہا۔"

چونکہ یہ کتاب موسوم بہ "پراسپرس برٹش انڈیا" ۱۹۰۱ء میں لکھی گئی ہے، اس لیے وہ اس طرز حکومت کی انتہا ۱۹۰۱ء کو بتلاتا ہے ورنہ یہی طریقہ ۱۹۴۷ء تک یعنی ہندوستان کی آزادی تک قائم رہا۔

اس دورِ حکومت میں ہندوستان جس قدر برباد کیا گیا وہ پہلے دونوں دور سے بہت ہی زیادہ دلخراش ہے۔ سر ولیم ڈگبی اس دور کی لوٹ کھسوٹ اور انسان کشی کے متعلق مندرجہ ذیل الفاظ میں لکھتا ہے:

"مگر اس میں شبہ نہیں کہ آج بھی ہندوستان اس سے زیادہ شرمناک طور پر لوٹا جارہا ہے جتنا کہ اس سے پہلے کبھی لوٹا گیا تھا۔ ہماری ابتدائی حکومت کی باریک چابک اب لمبی زنجیر بن گئی ہے۔ کلایو اور ہٹنگس کی لوٹ اس نکاس کے مقابل ہیچ ہے جو روز افزوں ترقی کے ساتھ ایک ملک کو دوسرے ملک کا خون جان بہاکر مالا مال کردیتا ہے۔"

مسٹر ہنڈومن ۱۹۰۶ء میں لکھتا ہے:

"سالانہ مقدار چالیس ملین پاؤنڈ باقاعدہ ہندوستان سے جاتا رہتا ہے۔"

اس لوٹ کھسوٹ کی وجہ سے ہندوستان انتہائی غربت اور افلاس میں مبتلا ہوگیا اور آئے دن قحط اور گرانی بڑھتی گئی۔ چنانچہ سر ولیم ڈگبی پراسپرس برٹش انڈیا میں دکھلاتا ہے:

۱۸۲۶ء سے ۱۸۵۰ء تک	دو قحط	ان میں دس لاکھ آدمی مرے
۱۸۵۱ء سے ۱۸۷۵ء تک	۶ قحط	ان میں پچاس لاکھ آدمی مرے
۱۸۷۶ء سے ۱۹۰۰ء تک	۱۸ قحط	ان میں دو کروڑ ۶۰ لاکھ آدمی مرے

خلاصہ یہ کہ صرف ۷۵ برس کے عرصہ میں انگریزی عہد کے ذریعے زمانہ میں ۲۶ قحط ہندوستان میں واقع ہوئے جن میں صرف بھوک کی وجہ سے تین کروڑ بیس لاکھ جانیں ضائع ہوگئیں۔ حالانکہ انگریزی حکومت سے پہلے ۱۰۰۰ء سے ۱۷۰۰ء تک ۶۰۰ برس میں کل ۱۸ قحط ہندوستان میں واقع ہوئے تھے۔ کسی صدی میں تین قحط سے زیادہ نہیں پڑے۔ سر ولیم ڈگبی کہتے ہیں کہ صرف نو برس کے عرصہ میں یعنی ۱۸۹۱ء سے ۱۹۰۰ء تک ایک کروڑ نوے لاکھ آدمی صرف بھوک اور قحط کی وجہ سے مرگئے۔ یہ مقدار تمام دنیا کی لڑائیوں میں ڈیڑھ سو برس میں یعنی ۱۷۵۰ء سے ۱۹۰۰ء تک میں مرنے والوں کی نہیں ہے جو کہ انگریزی زمانہ حکومت کے زریں اور باامن ایام میں بھوک کی وجہ سے انگریزوں کی بدعملی اور چیرہ دستی وغیرہ کی بنا پر واقع ہوئی۔

مسٹر جے کیر ہارڈی موسس لیبر پارٹی اپنی کتاب انڈیا میں لکھتا ہے کہ:

"۱۸۶۱ء سے ۱۹۱۰ء تک پچاس برس کے عرصہ میں تین کروڑ آدمی صرف فاقہ کی وجہ سے ہندوستان میں مرگئے۔ یہ قحط بارش کی قلت کی وجہ سے نہیں ہوئے تھے کیونکہ قحط کے سالوں میں بیس انچ سے زائد بارش کا اوسط رہا تھا۔ اور نہ اجناس کی وجہ سے واقع ہوئے، بلکہ لوگوں کے پاس خریداری کی مالی طاقت انگریزوں کی چیرہ دستیوں اور لوٹ کھسوٹ کی پالیسی کی بنا پر باقی نہیں رہی تھی۔ ان کی دولت اور ذرائع دولت برباد کر دیے گئے تھے اس لیے

تھوڑی سی گرانی کے تحمل کی طاقت بھی ان میں باقی نہیں رہ گئی تھی۔ حکومت کی نااہلیاں ان کی بربادی کی سبب عظیم تھیں۔ ان امور کو اعداد اور شمار سے مفصل طریقہ پر سر ولیم ڈگبی نے دکھلایا ہے کہ ہندوستان کو انگریزوں نے اس قدر غریب اور مفلس بنا دیا کہ آبادی کا بہت بڑا حصہ فاقوں اور آدھے، پون، پاؤ پیٹ کھانے پر گزر بسر کرنے لگا۔ وہ ہندوستان جس میں انگریزوں سے پہلے اناج منوں کے حساب سے فروخت ہوتا تھا حکومت انگریزیہ کی نااہلی اور خود غرضیوں کی بنا پر سیروں اور چھٹانکوں سے فروخت ہونے لگا۔"

مذکورہ بالا مختصر بیان سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ انگریزی حکومت ایک عذاب آسمانی تھی۔ اس نے ہندوستان اور اس کے باشندوں کو ہر حیثیت سے برباد کر دیا اور بربریت اور سفاکی، ظلم وستم اور دھوکہ دہی اور غداری، لوٹ کھسوٹ، جھوٹ اور فریب میں وہ سرگرمیاں جاری کی کہ العیاذ باللہ۔ دنیا میں اس طرح انسانی دنیا کو برباد کرنا اور اپنی اغراض کو ہمیشہ حاصل کرنے کی مجنونانہ طرز پر کارروائی عمل میں لانا اسی قوم کا کارنامہ رہا ہے۔ اس نے صرف اپنی اغراض اور فوائد کے لئے کروڑوں نوجوان ہندوستانیوں کو ہندوستان میں بھی اور بیرون ہندوستان تبت، برہما، افغانستان، بلوچستان، عراق، عرب، شمالی سوڈان، مصر، فلسطین، چناق قلعہ، اٹلی، فرانس، فردون، بلجیم، جرمنی، صحرائے لیبیا وغیرہ کے میدانوں میں بکروں کی طرح ذبح کرواڈالا اور پھر بھی یہی دھوکہ دیتا رہا کہ ہم امن وامان کے دیوتا اور انسانی خدمات کی دیوی ہیں۔

اس نے اسی امن وامان کے بلند بانگ دعاوی کے ساتھ ہندوستان کو قحط اور کال اور گرانی کا مرکز بنا کر تقریباً چار کروڑ محفوظ سے زیادہ غریب انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور دنیا کی آنکھ میں خاک جھونک کر اپنی معصومیت اور انسانیت پرستی کی بین بجاتا رہا۔

ان ہی جیسی عجیب وغریب ہزاروں سفاکیوں اور ڈپلومیسیوں کو دیکھ کر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقدس ہاتھوں نے جمعیۃ علماء کا ۱۸۰۳ء میں سنگِ بنیاد رکھا اور ہندوستانیوں کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اور جماعت علماء کو بالاخص اپنے مشہور ومعروف مفصل اور طویل فتویٰ

سے بیدار کرکے اپنے والد بزرگوار شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم کی تعلیمات کے بموجب آزادی وطن کے لئے اٹھایا۔ چنانچہ ان کے رشتہ دار تلامذہ اور متوسلین جاگے اور آزادی وطن اور ملک کے لیے کھڑے ہوگئے۔ بیس برس تک اس جدوجہد اور مسلمانوں کو بیدار کرنے اور اس فریضے انسانی میں آگے بڑھنے کی اسپرٹ پیدا کرنے میں لگے رہے۔

بالآخر ۱۸۲۴ء میں حسب مقتضائے وقت حدود ہندوستان کے مغربی اور شمالی حصہ میں پہنچ کر جہاد آزادی شروع کر دیا۔ حدودِ مشرقیہ بنگال سے لے کر بہار، یوپی، پنجاب، سندھ وغیرہ کے مسلمانوں کے قلوب اور اموال ان کی مدد میں لگے ہوئے تھے اور منظم طریقہ پر اس ہزاروں میل کی دوری میں امداد ورسد وسپاہ رسانی وغیرہ کا سلسلہ جاری تھا۔ چھ برس تک باقاعدہ ان فقرا و مجاہدین کی جنگ جاری رہی اور بہت سے معرکوں میں شاندار کامیابیاں حاصل ہوئیں۔ اس تمام جماعت کے سردار حضرت سید احمد صاحبؒ بریلوی نقشبندی چشتی قادری سہروردی حنفی قدس اللہ سرہ العزیز مرید خاص حضرت شاہ عبدالعزیز و شاہ عبدالقادر صاحبؒ دہلوی قدس اللہ اسرار ہما تھے اور حضرت شاہ محمد اسماعیل صاحبؒ دہلوی اور مولانا عبدالحیؒ صاحب بڈھانوی رحمہا اللہ تعالیٰ اور دیگر علمائے کرام ان کے دست وبازو تھے۔

ان حضرات کا مقصد عظیم اور نصب العین ہندوستان کو ان بدیسی بھیڑیوں اور ان کے مظالم سے آزاد کرانا ہی تھا جس کو واضح طور پر ان کے وہ مکاتیب بتلا رہے ہیں جس کو رسالہ برہان نے ماہ اگست ۱۹۴۸ء کی اشاعت میں مولانا ابوالحسن علی کی کتاب ”مسلمانوں کے تنزل سے دنیا کو کیا نقصان پہنچا“ کے حوالے سے شائع کیے ہیں۔ اس جماعت کی ہمدردی میں مسلمانانِ ہندوستان کے قلوب ہر طرف سے نثار ہوتے تھے مگر انگریزوں نے مختلف طریقوں سے اپنی عادت کے موافق تنفر کرنے کی بڑی بڑی کارروائیاں کیں تاکہ عام مسلمانوں کو نہ صرف ان سے ہمدردی جاتی رہے بلکہ ان سے اور ان کی تحریک سے دشمنی اور عداوت پیدا ہوجائے۔ چنانچہ وہ اس میں بڑے درجہ تک کامیاب

ہو گئے۔

الغرض انہیں ڈپلومیسیوں اور ناپاک پروپیگنڈوں اور ذلیل و خوار سازشوں کی وجہ سے چند غداروں نے ان کو ناکام کیا اور ۱۸۳۰ء میں حضرت سید صاحبؒ اور ان کے وفادار ساتھیوں کو جام شہادت پینا پڑا۔ اس کے بعد کچھ لوگ لوٹ آئے اور اپنے اپنے اوطان کو واپس آ گئے مگر ایک بڑی اور جوشیلی جماعت انہیں اطراف میں قیام پذیر ہو گئی جن کو مجاہدین کے نام سے پکارا جاتا تھا اور انگریز ان کو باغیوں سے موسوم کرتے رہے۔ یہ جماعت ستیانہ اور وادی ملکا اور بعد میں چمرقند وغیرہ میں مقیم رہیں۔ یہ جماعت ہمیشہ انگریزی پیش قدمی کے لیے نہ صرف رکاوٹ رہی بلکہ بہت مرتبہ اس نے انگریزی حدود پر حملے بھی کیے۔ جنگ کابل کے وقت اس جماعت نے ایک ہزار مجاہدین سے انگریزی فوجوں پر حملہ کیا اور آخر دم تک انگریزوں کے خلاف لڑتے رہے۔ انہوں نے بار بار آزاد قبائل کو متحد کر کے انگریزی فوجوں اور انگریزی حدود پر حملے کیے ہیں۔ انگریزوں نے متعدّد دفعہ ان پر چڑھائی کی اور انتہائی کوشش کی کہ یا تو ان کو بالکل فنا کر دیا جائے یا ان کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنے اوطان کو ہندوستان میں واپس آ جائیں اور انگریزی اطاعت میں سرگرم ہو کر مثل اہل ہند امن و امان کی زندگی بسر کریں، مگر کامیاب نہ ہوئے۔ پنجاب گورنمنٹ جو کہ صوبہ سرحد کی اس زمانہ میں حاکم تھی اپنے بیان میں ۱۸۶۳ء میں مندرجہ ذیل الفاظ لکھتی ہے جو کہ پنجاب گورنمنٹ نے مہم کے نتائج کو بیان کرتے ہوئے افسوس ظاہر کیا کہ مہم ختم بھی ہو گئی اور ہم اس قابل نہ ہوئے کہ ہندوستانی مجاہدین کو وہاں سے نکال باہر کریں یا ان کو اس بات پر آمادہ کر سکیں کہ وہ اطاعت قبول کر لیں اور ہندوستان میں اپنے گھروں کو واپس آ جائیں۔ (پنجاب گورنمنٹ کا خط مجریہ ۶ نومبر ۱۸۶۳ء پیرا نمبر ۲۲، بحوالہ ہمارے ہندوستانی مسلمان ص ۶۳، ۶۴)

ڈاکٹر ہنٹر اس کے بعد اس جماعت مجاہدین کے متعلق تمام کارروائیوں کو مندرجہ ذیل الفاظ میں ذکر کرتا ہے:

"اب میں نے اپنی سرحد پر اس باغی کیمپ کی تمام تاریخ ۱۸۳۱ء سے جب کہ اس کی ابتدا ہوئی، ۱۸۶۸ء تک جبکہ آخری مرتبہ انہوں نے ہم کو جنگ میں دھکیلا، بیان کردی ہے۔ وہ تمام پرانی مصیبتیں جو انہوں نے سکھ حکومت کے وقت سرحد پر نازل کی تھیں وہ تمام ایک تلخ وراثت کی صورت میں ہم تک پہنچیں۔ اس نے تمام سرحد میں تعصبی جذبات کو برقرار رکھنے کے علاوہ تین مرتبہ قبائل کو یکجا اکٹھا کر دیا جس کی وجہ سے برطانوی ہند کو ہر ایک موقع پر بہت ہی مہنگی لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ یکے بعد دیگرے ہر گورنمنٹ نے اعلان کیا کہ یہ ہمارے لیے مستقل خطرہ ہے لیکن اس کے باوجود ان کو تباہ کرنے کی تمام کوششیں ناکام ثابت ہوئیں۔ اب تک بھی یہ ہماری غیر وفادار رعایا اور ہمارے دشمنوں کی امیدوں کا مرکز بنا ہوا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ کس وقت ہم قبائل کی کی خانہ جنگیوں کی لپیٹ میں آجائیں گے جو وسطی ایشیا میں ہر وقت جاری رہتی ہیں مگر اس وقت یہ عین ممکن ہے کہ اس سال کے ختم ہونے سے پہلے ایک اور افغانی جنگ لڑنی پڑے۔ یہ جنگ جب کبھی بھی ہوگی اور جلد یا بدیر ہو کر رہے گی تو ہماری سرحد پر غدار آبادی ہمارے دشمنوں کو ہزار ہا آدمی مہیا کر سکے گی۔ ہمیں ان غداروں کی اپنی ذات سے کوئی ڈر نہیں۔ اگر ہمیں ڈر ہے تو ان شورش پسند عوام سے ڈر ہے جن کو یہ مجاہدین ہمارے خلاف جہاد کرنے کے لئے بار بار اکٹھا کرتے ہیں۔ گذشتہ صدیوں میں ہندوستانی لوگ شمال کی طرف سے حملہ کے عادی ہو چکے ہیں اور کوئی شخص اس اہمیت کے متعلق پیشن گوئی نہیں کر سکتا جسے یہ باغی کہ مغربی مسلمان خانہ بدوش گروہوں کی مدد سے ایک ایسے لیڈر کی سرکردگی میں جو اپنے اندر ایشیا کی قوموں کو جہاد کرنے کے لئے اکٹھا کر سکتا ہو، حاصل کر سکتا ہے۔" (ہندوستانی مسلمان صفحہ ۲۵۶۴)

بالاکوٹ کا معرکہ شہادت اگرچہ بہت زیادہ ہمت شکن تھا، اس میں غیروں سے زیادہ اپنوں نے نقصان پہنچایا تھا، لیکن اس فولادی عزم رکھنے والی جماعت کی ہمت پست نہیں ہوئی اور زخم خوردہ شیر کی طرح وہ دوبارہ اپنے نصب العین کی کامیابی کے راستے تلاش کرنے لگی۔ شمالی ہند کے ان علاقوں میں جہاں حضرت سید صاحبؒ اور حضرت مولانا شہیدؒ نے دورہ کیا تھا وسیع پیمانہ پر جنگ

آزادی کا پروگرام مرتب کیا گیا۔ پہلی مرتبہ سرحدی علاقوں سے حملہ کی تیاری تھی مگر اس مرتبہ خود اندرون ملک سے حملہ کا نقشہ تیار کیا گیا۔ پہلی مرتبہ ہندو دوستوں کا اشتراک چند افراد تک محدود تھا مگر اس مرتبہ ایک عام جذبہ نے ہندو مسلمانوں کو متفق کر دیا تھا لہٰذا تحریک کی باگ ڈور بھی والیانِ ملک اور آزمودہ کار جرنیلوں کے ہاتھ میں دے دی گئی تھی۔

چنانچہ ۱۸۵۷ء کی مشہور جنگ آزادی نے پورے ہندوستان کو اور زیادہ تر شمالی ہند کو تہ و بالا کر دیا اور ایک عظیم الشان تاریخی معرکہ پیش آیا۔ والیان ملک کے سلسلہ میں تحریک کی باگ ڈور آخری مغل تاجدار ظفر شاہ بہادر، مہاراجہ بنھور عرف نانا صاحب، مہارانی لکشمی باتی، فرمانروا جھانسی اور حضرت محل بیگم واجد علی شاہ وغیرہ کے ہاتھوں میں تھی۔ جرنیلوں کے سلسلہ میں مرہٹی جرنیل تانتیا ٹوپی، شہزادہ فیروز شاہ، راجہ کنور سنگھ جگدیش پور، عظیم اللہ خان، جنرل بخت خان، امر خان بہادر خان کے نام مستحق یادگار ہیں۔

علماء اور مشائخ کے طبقہ میں شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ گنگوہی، حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند، مولانا محمد منیر صاحبؒ، حافظ امین صاحبؒ، مولانا فضل حق خیر آبادی، مولانا احمد اللہ شاہ صاحبؒ، مفتی عنایت احمد صاحبؒ، مولانا عبدالعزیز صاحبؒ لدھیانوی (ولد مولانا عبدالقادر صاحبؒ لدھیانوی)[1] مولانا لیاقت علی صاحبؒ الہ آبادی، مفتی مظہر کریم صاحبؒ کے اسماء گرامی عام طور پر مشہور ہیں۔

تاج مغلیہ کے ماتحت ہندوستان میں ایک مشترک جمہوریہ قائم کرنا جس میں ہر فرقہ کو مذہبی آزادی حاصل ہو ۱۸۵۷ء کی تحریک کا مقصد تھا۔ (ملاحظہ ہو فرمان ظفر شاہ بہادر بحوالہ تاریخ بغاوت ہند مصنفہ منشی کنھیالال)

---

(۱) دیکھیے کتاب: ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی اور علماء لدھیانہ

لیکن ۹۰ سال کی ذلّت آمیز اور تباہ کن ناکامی ہندوستانیوں کے لیے مقدر ہو چکی تھی۔ لہٰذا مجاہدین حریّت کی جدوجہد ناکام رہی۔ لاکھوں انسان طرح طرح کی عبرت انگیز تکلیفوں کے ساتھ فنا کے گھاٹ اتار دیے گئے اور کلکتہ سے لے کر پشاور تک شہروں کو برباد اور دیہات کو خاکِ سیاہ کر دیا گیا۔ (ملاحظہ ہو انقلاب ۱۸۵۷ء کی تصویر کا دوسرا رخ اور علماء ہند کا شاندار ماضی حصہ چہارم)

یہ جدوجہد مشترک تھی مگر انگریز نے اس زلزلہ خیز ہنگامہ سے سبق لے کر "تفرقہ ڈالو اور حکومت کرو" کی پالیسی پر بہ نسبت پہلے کے بہت زیادہ مستعدی سے عمل شروع کر دیا۔ اسی پالیسی کا نتیجہ تھا کہ اس ہنگامہ کے ملزمین میں ہندو اور مسلمان کی تفریق کی گئی۔ مسلمانوں کو اصل مجرم قرار دیا گیا اور جو مسلمان نمایاں نظر آیا اس کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ سولی پر چڑھا دیا گیا۔ چونے کی بھٹی میں ڈلوا دیا گیا۔ کسی درخت میں رسی کا پردہ لٹکا کر پھانسی دے دیا گیا۔ ہاتھی کے پاؤں میں مسلوا دیا گیا۔ تانبے یا لوہے کی سلاخوں سے بدن داغ کر مارا گیا۔ توپ کے دہانے سے باندھ کر پرخچے اڑا دیے گئے۔ دائم الحبس اور عبور دریائے شور کی سزا سب سے زیادہ نرم سزا تھی۔

پرہیز گار عالم ہونا ثبوت بغاوت کے لیے کافی تھا۔ مصنف روشن مستقبل کا یہ فقرہ کس قدر دلچسپ ہے جو وہ مختلف مقامات کے تذکرہ کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

> معلوم ہوا ہے کہ جزیرہ۔۔۔ ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے قیدیوں کے لیے قائم کیا گیا تھا اور اسے اول علماء ہند نے اپنے بابرکت قدوم سے شرف اندوز کیا تھا (صفحہ ۱۳۹)

بہت ہی کم علماء قدرتی معجزہ طور پر اس دار وگیر سے نجات پا سکے۔ لیکن علماء کی سخت جانی اور جرأت وجسارت کی حد ہو گئی کہ ۱۸۵۷ء کے اس ہنگامہ پر ابھی پانچ سال بھی نہ گزرے تھے کہ سرحدی علاقوں میں پھر ایک محاذ قائم کر دیا گیا۔ انگریزی فوجوں کو جب پے در پے شکست ہونے لگی تو ۱۸۶۲ء میں خود وائسرائے ہند کو فرنٹیر جا کر بغاوت کو فرو کرنا پڑا۔ اس واقعہ سے چودہ پندرہ برس بعد پھر ان علماء کی زیر قیادت جنگ آزادی کی شورش اٹھی جس کا خاتمہ ۱۸۸۲ء کے مشہور مقدمہ پر ہوا۔

آزاد مدارسِ عربیہ کی تحریک

ان عبرت انگیز ہنگاموں اور ان کی لرزہ انگیز سزاؤں کے باوجود علماء کرام کے نظریہ میں تبدیلی نہیں ہوئی۔ انہوں نے ۱۸۸۲ء کی آخری شکست سے پہلے ہی جنگ آزادی کا دوسرا راستہ متعیّن کرلیا تھا۔ لیکن اس کو دار العلوم دیوبند جیسے آزاد عربی مدارس کے سبزہ زاروں میں چھپادیا گیا تھا۔

ان مدارس کا منشا یہ تھا کہ سچے اور مخلص مسلمانوں کی آزادئ رائے، آزادئ ضمیر، وطنی حمیت اور ملّی غیرت بدستور باقی رہے تاکہ مستقبل قریب میں آزادئ وطن کی باضابطہ جدوجہد ہوسکے۔

کانگریس کا قیام اور علماء کی تائید

چنانچہ ۱۸۸۴ء میں جب انڈین نیشنل کانگریس قائم کی گئی تو مسلم طبقہ میں یہی طبقہ تھا جس نے اس کی تائید کی۔ اس میں شرکت کے فتاویٰ صادر کیے۔ مولانا حبیب الرحمان صاحبؒ لدھیانوی جن کی مجاہدانہ خدمات آپ کے سامنے ہیں، ان کے جدّ محترم حضرت مولانا محمد صاحبؒ لدھیانوی اور ان کے برادرِ محترم حضرت مولانا عبدالعزیز صاحبؒ لدھیانوی اور مولانا عبداللہ صاحبؒ لدھیانوی نے شرکت کانگریس کا فتویٰ مرتب کیا۔[1] حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ گنگوہی، حضرت مولانا محمود الحسن صاحبؒ جیسے اکابر علماءِ امّت نے اس کی تصدیق کی۔

یہ استفتاء اور اس کے جوابات "نصرۃ الابرار" کے نام سے ۱۸۸۸ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوا اور اس کے بعد بار بار طبع ہوکر شائع ہوچکا ہے۔

مسلمانوں میں دو مکتب خیال

لیکن اس جدید اقدام کی روک تھام کے لیے اور "تفرقہ ڈالو اور حکومت کرو" کی پالیسی کو

---

(۱) مولانا محمد صاحبؒ لدھیانوی مولانا مفتی نعیم صاحبؒ لدھیانوی کے تایا تھے اور مولانا عبدالعزیز صاحبؒ لدھیانوی مولانا مفتی نعیم صاحبؒ لدھیانوی کے چچا تھے اور مولانا عبداللہ صاحبؒ لدھیانوی مولانا مفتی نعیم صاحبؒ لدھیانوی کے والد تھے۔

کامیاب کرنے کے لیے انگریز کے ڈپلومیٹک ہاتھوں نے ایک نئی پھلجھڑی چھوڑ دی۔ یعنی سر سید احمد صاحب مرحوم بانی علی گڑھ کالج کو کانگریس اور ان علماء کرام کے مخالف محاذ میں کھڑا کر دیا گیا اور اس طرح مسلمانوں کے اندر دو مکتب خیال قائم ہو گئے۔

ہندو مسلم اتحاد، متحدہ قومیت، کانگریس سے اشتراکِ عمل، انگریز سے بغاوت جماعت علماء اور ان کے رفقاء کا نظریہ تھا۔

خلاف کانگریس کوششیں

اور اس کے برعکس دوسرا نظریہ وہ تھا جو سر سید احمد صاحبؒ اور ان کے یورپین ساتھیوں نے پیش کیا۔ چنانچہ ۱۸۸۸ء میں کانگریس کے بالمقابل علی گڑھ میں "یونائیٹڈ انڈین پٹریاٹک ایسوسی ایشن" یعنی جماعت محبانِ وطن قائم کی گئی جو ہندو مسلمان دونوں کی شرکت کی وجہ سے یونائیٹڈ کہلاتی تھی۔ کانگریس کی مخالفت، اس کے خیالات کی تردید اور ہندوستان سے انگلینڈ تک کانگریس کے خلاف پروپیگنڈا، برٹش گورنمنٹ کے استحکام کی کوشش کرنا اس انجمن کے مقاصد تھے۔ اس انجمن کی ایک شاخ انگلستان میں قائم کی گئی جس کا دفتر مسٹر باریس کے مکان پر تھا لیکن چونکہ اس انجمن کے نام میں ہندو مسلم اتحاد کی جھلک موجود تھی لہٰذا اس کو دو تین سال بعد ختم کر دیا گیا اور خالص فرقہ وارانہ اصول پر ایک دوسری جماعت قائم کی گئی جس کا نام "محمڈن اینگلو اورینٹل ڈیفنس ایسوسی ایشن آف اپر انڈیا" تجویز کیا گیا۔ مسلمانوں کے نام نہاد سیاسی حقیق کی حفاظت، مسلمانوں کو سیاست سے علیحدہ رکھنا اور لوگوں میں حکومت برطانیہ سے وفاداری کے جذبات پیدا کرنا اس انجمن کے اہم ترین مقاصد تھے۔

تفرقہ انگیز کوششیں

ان انجمن سازیوں کے ساتھ موقع بموقع اردو ہندی کا مسئلہ، ذبیحہ گاؤ کا جھگڑا اور تقسیم بنگال کا تنازعہ پیدا کر کے اتحاد و اتفاق کے سینہ کو مجروح کیا جاتا رہا اور نفاق و افتراق کی آگ سلگائی جاتی رہی۔

لیکن چونکہ یہ تمام شعبدے زیادہ پائیدار نہ تھے لہٰذا سیاسی اسٹیج پر ایک دوسرا تماشہ کیا گیا جس کی مختصر روئیداد یہ ہے کہ:

جداگانہ انتخاب مسلم لیگ اور ہندو مہاسبھا کا قیام

مخصوص الہامات اور اشارات کے ذریعہ سے سرکار پرست مسلمانوں کو جداگانہ انتخاب کے مطالبہ پر آمادہ کیا گیا اور پھر اس کی منظوری کا احسان فرما کر ہندو مسلم افتراق کی بنیاد مضبوط کر دی گئی۔

پھر اس مطالبہ کو زندہ رکھنے کے لیے مسلمانوں میں مسلم لیگ اور ہندو حلقہ میں مہاسبھا کی بنیاد ایک ہی سال (یعنی ۱۹۰۶ء) میں رکھ دی گئی۔

مگر آپ کو تعجب ہوگا کہ خاص اسی زمانہ میں جب افتراق انگیزی اور تحفظ سلطنت کی یہ صورتیں کی جاری تھیں، جمعیۃ علماء ہند کے سب سے پہلے صدر حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی سرگرمیاں ایک انقلابی جماعت کے قائم کرنے میں مصروف تھیں۔ یہ وہی جماعت تھی جو ۱۹۱۴ء میں ریشمی خطوط کی سازش سے مشہور ہوئی جس کا تعلق ایک طرف دولت عثمانیہ (ترکی) اور دوسری طرف افغانستان اور یاغستان سے تھا اور دوسری انقلابی پارٹیوں سے ربط و تعلق کی بنا پر اس کے اثرات سنگاپور اور امریکہ تک پہنچے ہوئے تھے۔

مولانا عبید اللہ صاحبؒ سندھی مولانا منصور انصاری جو افغانستان، سوویٹ روس اور ترکی میں عین انقلابات کے وقت یا قریبی اوقات میں پہنچے اور مولانا سیف الرحمٰن، مولانا فضل ربی وغیرہ جو اب بھی افغانستان میں موجود ہیں، اس تحریک کے رفقائے کار تھے۔ ہندوستان کے مسلم قوم پرور طبقہ کے مشہور رہنما ڈاکٹر مختار احمد انصاری اس شیخ محترم کے دست مبارک پر باضابطہ بیعت تھے۔ مولانا محمد علی مرحوم حکیم اجمل خان صاحب مرحوم اور موجودہ حضرات میں حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد اور فخر افاغنہ خان عبدالغفار خان صاحب حضرت شیخ الہند سے خاص تعلق رکھتے تھے لیکن اس وقت جرمنی اور ترکی کی شکست اور عربوں کی بغاوت کی وجہ سے یہ تحریک بھی ناکام ہوگئی اور

شیخ محترم اپنے رفقاء کے ساتھ مالٹا میں نظر بند کر دیے گئے۔

جمعیت علمائے ہند کی دفتری تشکیل

اس کے بعد جب ۱۹۱۹ء میں شیخ محترم مالٹا سے رہا ہو کر ہندوستان پہنچے تو حالات بہت کچھ بدل چکے تھے اور دنیا کی سیاست میں ایک نیا دور شروع ہو گیا تھا۔

برطانیہ عظمیٰ جرمنی کے مقابلہ میں یقیناً کامیاب ہوا تھا لیکن بین الاقوامی ماحول نے اس کی سامراجیت کو ایک کاری ضرب لگائی تھی اور اب وہ جمہوریت کا سوانگ کھیلنے پر مجبور ہو گیا تھا اور ہندوستان سے بھی ایک جمہوری طرز کی خود مختار حکومت کا وعدہ کر چکا تھا۔ یعنی ہندوستان کا پالیٹکس ایسے وقت پر آگیا تھا کہ سروں کے کٹنے کی بجائے محض سروں کے شمار کرنے سے نظامِ حکومت میں تبدیلی ہو سکتی تھی اور اس طرح حکومت کی طاقت رفتہ رفتہ عوام کے ہاتھ میں آنے والی تھی۔ سیاسیات کی اس تبدیلی کے بعد کامرانی کا راستہ معیّن ہو چکا تھا کہ ہندوستان مسلمان مل کر رائے عامہ کی جمہوری قوت سے برطانوی سامراج کے ناپاک لبادہ کو اتار پھینکیں اور وطن عزیز کو غلامی کے بندھنوں سے نجات دلاویں۔

مہاتما گاندھی ستیہ گرہ کی تجویز پیش کر کے جنگ آزادی کا پروگرام مرتب کر چکے تھے اور حضرت شیخ الہند کے متوسلین اور وابستگان حضرت علامہ مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ مفتی اعظم ہند کی زیر صدارت حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کے تعاون کے ساتھ جمعیت علماء ہند کی دستوری اور دفتری تشکیل کر چکے تھے۔

حضرت مولانا احمد سعید صاحبؒ ناظم اعلیٰ قرار دے دیے گئے تھے۔ یہ دستوری اور آئینی تشکیل ابھی پایہ تکمیل کو نہ پہنچی تھی کہ حضرت شیخ الہندؒ موصوف کی تشریف آوری نے اس جدید نقشہ پر ایک عظیم الشان تعمیر قائم کر دی۔

جمعیت علماء ہند کا مقصد اور کانگریس سے اشتراک عمل

آزادی ملک ووطن کے ساتھ آزادی مذہب، آزادی تہذیب وکلچر ممالک اسلامیہ کی مکمل آزادی، ہندوستان اور تمام ایشیائی ممالک کی ترقی اور برتری اس دستوری اور آئینی تشکیل کے اغراض ومقاصد تھے۔

انڈین نیشنل کانگریس سے رشتہ قائم رکھتے ہوئے ہندو مسلم اشتراکی عمل کے ساتھ آزادی وطن کے لیے پرامن جدوجہد تشکیل جدید کا پروگرام تھا جو حضرت شیخ موصوف کی زیر صدارت ۵۰۰ علماء کے متفقہ فتوے کی صورت میں جمعیت علماء ہند کے پہلے باضابطہ اجلاس میں طے کیا تھا۔ اس کے بعد بہت سی گردشیں آئیں۔ ہندوستانی سیاست میں بہت تبدیلیاں ہوئیں، مگر جمعیت علماء ہند ہندو مسلم اشتراک عمل کا جو فیصلہ اپنے ابتداء اور آغاز کے پہلے دن کر چکی تھی اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ ہر آنے والی تبدیلی اس فیصلہ کو مضبوط کرتی رہی اور ہر تغیر نے اس کی صداقت کو ذہنوں میں مستحکم کر دیا لیکن یہ فیصلہ صرف ایک نظریہ کی حیثیت نہیں رکھتا تھا بلکہ عمل اور جدوجہد کی پوری قوت بھی اس کے ساتھ تھی۔

جنگ آزادی میں جمعیت علماء کی جدوجہد

اس نے جنگ آزادی کے ہر ایک محاذ پر انڈین نیشنل کانگریس کے دوش بدوش برطانوی سامراج کا مقابلہ کیا اور اپنی بساط اور حیثیت سے بڑھ چڑھ کر قربانیاں پیش کیں۔

جلیانوالہ باغ میں ہوا خواہانِ جمعیت نے ہندو دوستوں کے ہاتھ میں ہاتھ ملا کر اپنے سینے جنرل اوڈوائر کی گولیوں کے لیے پیش کیے۔ قصہ خوانی بازار میں شہید ہونے والے آٹھ سو پٹھان جمعیت علماء ہند کے سرچشمہ سے آب حیات پیے ہوئے تھے اور اسی شمع ہدایت کے پروانے تھے۔ شہادت کی اس گرم بازاری سے کچھ دنوں پیشتر جمعیت علماء ہند کے اجلاس پشاور ہی نے ان کو حب وطن کا درس دیا تھا۔ گاندھی جی کی تحریک نمک سازی میں جمعیت علماء ہند کے ہم نوا اور ارکان بھی

۱۹۲۹ء سے ۱۹۳۲ء تک ہندو دوستوں کے ساتھ سول نافرمانی اور قید و بند میں شریک کار رہے تھے۔ ۱۹۳۹ء، ۱۹۴۰ء کی ستیہ گرہ میں زیادہ تر جمعیت علماء کے ارکان ہی تھے جن کو مسلم حلقہ میں انفرادی سول نافرمانی کی اجازت دی گئی تھی۔ پھر ۱۹۴۲ کی جنگ آزادی میں غیر معین وقت تک نظر بندی کی عجیب و غریب سزا مسلم حلقہ میں عہدہ دار اور مددگارانِ جمعیت علماء ہی کو برداشت کرنی پڑی تھی۔

ہندو اور مسلمانوں کی قربانیوں میں فرق

ہندو دوستوں اور جمعیت علماء کے ارکان کی قربانیوں میں ایک فرق ضرور تھا۔ ہندو دوست جیل کو جاتے تھے تو ان کی "جے" کے نعرے لگائے جاتے تھے۔ ان کے ہم مذہب، ان کے اہل و عیال کو رفیق جان سمجھتے تھے اور ان کی خدمت کو ملک و ملت کی سب سے بڑی خدمت اور سب سے اچھی "سیوا" تصور کرتے تھے اور جب جیل سے واپس ہوتے تو ان کا شاندار استقبال کیا جاتا تھا۔ لیکن مسلم محبانِ وطن کو جیل جاتے وقت بھی "غدار ملت" کہا جاتا تھا۔ جب تک جیل خانوں میں رہتے ان کے اہل و عیال کو کانگریس یا ہندوؤں سے وظیفہ خواری کا قطعی غلط اور بے حقیقت طعن دیا جاتا تھا اور واپسی کے وقت کفر اور گمراہی کے دلخراش فتووں سے ان کا استقبال کیا جاتا۔ ۱۹۳۶ء-۱۹۳۷ء اور ۱۹۴۵ء-۱۹۴۶ء کے الیکشنوں میں جمعیت علماء ہند نے کانگریس کا ساتھ دیا۔ فرق یہ تھا کہ ہندو حلقوں میں کامیابی کا یقین کارکنوں کے حوصلوں کو بلند رکھتا تھا اور مسلم حلقوں میں عموماً ناکامی کا یقین کارکنوں کی جدوجہد کو ایک تلخ اور ناخوشگوار مشقت بنا دیتا تھا۔ ان کی ہمتوں کا سہارا صرف ان کا خلوص اور نصب العین کی صداقت کا یقین ہوتا تھا۔

جمعیت علماء ہند کی مذہبی خدمات

ملکی خدمات کے ساتھ جب بھی غلط کار ہم وطنوں یا مغرور اور متمرّد سامراجی کارندوں کی طرف سے مذہب و ملت پر حملہ ہوتا تو صرف جمعیت علماء ہی تھی جو مقابلہ کے لئے اقدام کرتی، تمام مصائب کے مقابلہ کے لیے جانِ حزیں پیش کر دیتی۔

۱۹۲۴ء کے فتنہ ارتداد اور سنگھٹن کا شوشہ جو برطانیہ کے ڈپلومیٹک ہاتھوں نے اس لیے چھوڑا تھا کہ وہ اتحاد اور اشتراک عمل جو تحریک خلافت کے زمانہ میں ہندو اور مسلمانوں کے درمیان قائم ہو گیا تھا ختم کر دیا جائے، اس کا مقابلہ کس نے کیا؟

- ۱۹۲۹ء میں شاردا ایکٹ کے خلاف ایجی ٹیشن کرنے والا کون تھا؟
- ۱۹۳۳ء، ۱۹۳۴ء میں معلّمین اور حجاج پر لگائی جانے والی پابندیوں کی مخالفت کس نے کی؟
- تبرّا جیسی غلط تحریک کی اصلاح کے لئے کون آگے بڑھا؟
- سول میرج ایکٹ اور مرکزی اسمبلی کے شریعت بل میں ترمیم کی مخالفت کس نے کی؟
- اسلامی اوقات کی حفاظت کے سلسلے میں صوبہ یوپی میں قانون اوقاف کس نے مرتب کرایا؟
- صوبہ بہار میں اوقاف کو ٹیکس سے مستثنیٰ کرنے کی جدوجہد کس نے کی؟
- صوبہ سرحد کی اسمبلی میں شریعت بل کے نفاذ کی کوشش کرنے والے کون تھے؟
- پھر لیگ کے دو قومی نظریہ اور تحریک پاکستان کی مخالفت میں ہر قسم کی توہین و تذلیل مصیبت اور زحمت برداشت کرتے ہوئے ایڑی چوٹی کا زور کس نے لگایا؟

اگر آپ کو یاد نہ ہو تو تاریخ کے صفحات اور اخبارات کے کالموں سے دریافت کر لیجئے۔ اس قسم کے سوالات کا ایک ہی جواب ملے گا یہ جانباز اور سرفروش جماعت صرف جمعیت علماء ہند ہے۔

جمعیت علماء ہند کا فارمولا

برادران محترم!

جمعیت علماء ہند کی رہنمائی کے باب میں سب سے زیادہ نمایاں اور سب سے زیادہ قابل فخر وہ فارمولے ہیں جو جمعیۃ علماء ہند پیش کرتی رہی۔

آزاد ہندوستان میں مسلمانوں اور دوسرے فرقوں کے قابل اطمینان اور صحیح موقف کے متعلق اگرچہ جمعیت علماء ہند دو فارمولے پہلے بھی پیش کر چکی تھی مگر اس کا سب سے زیادہ مشہور وہ

فارمولا ہے جو اس نے ۱۹۴۲ء میں مرتب کیا تھا جب کہ سامراجی ظلم وستم کی آتش فشانیوں اور خونریزیوں کا دور اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا۔ اور قریب تھا کہ وطن عزیز منزلِ آزادی تک پہنچ جائے۔ اس فارمولے کی اہم دفعات کو کانگریس رفتہ رفتہ اپنا چکی تھی اور جب ۱۹۴۶ء میں کیبنٹ مشن نے ایک فارمولا تجویز کیا تو صرف پیرٹی اور مساوات کی شرط زیر بحث تھی۔ باقی تمام نظریات کیبنٹ مشن نے اپنا لیے تھے۔

اس فارمولے کا بنیادی نظریہ "وحدتِ مرکز" تھا تاکہ ہندوستان جیسے براعظم کی جنگی اور دفاعی طاقت یکجا رہے اور ہندوستان پورے ایشیا کا طاقت ور رہنما بن سکے۔ البتہ ہر ایک صوبہ اور صوبہ کے ہر باشندہ کو حریت اور آزادی اور استقلال کی دولت سے بہرہ اندوز ہونے کے لیے فارمولے کی دفعہ نمبر ۲ میں تجویز کیا گیا تھا کہ جملہ اختیارات صوبوں کے ہاتھ میں رہیں اور مرکز کو صرف وہی اختیارات دیے جائیں جو تمام ملک کے لئے مشترک اور یکساں ہوں۔ مثلاً ٹرانسپورٹ، ڈاک خانہ جات، تار برقی وغیرہ۔ ان مشترک اختیارات کے سوا جن کی تصریح مرکز کے لیے کر دی گئی ہو باقی تمام مصرحہ اور غیر مصرحہ اختیارات صوبوں کے حوالہ ہوں گے۔

وحدت مرکز کی صورت میں اقلیت کے خدشے کو دور کرنے کے لئے فارمولا کی تیسری شرط یہ تھی کہ مرکز کی تشکیل ایسے طرز سے ہو کہ اکثریت اقلیت پر زیادتی نہ کر سکے۔

فارمولے کی تشریح میں ایسی تشکیل کی چند صورتیں بتا دی گئی تھی مذکورہ بالا تفصیلات کے علاوہ اس فارمولے کا مفاد یہ تھا کہ:

۱. صوبہ سرحد، صوبہ سندھ، صوبہ بلوچستان، کشمیر مذہبی، معاشی اور کلچرل امور میں قطعًا خود مختار ہوتے۔

۲. پورا صوبہ پنجاب اور پورا صوبہ بنگال جس کا دارالحکومت کلکتہ تھا، مسلم اکثریت کے زیر اقتدار ہوتا۔

۳. صوبہ دہلی اور بشمول سلہٹ، صوبہ آسام کی سیاست اور حکومت میں مسلمانوں کا حصہ تقریباً مساوی ہوتا۔

۴. ہندوستان کے باقی صوبوں میں مسلمان لاوارث یتیم کی طرح نہ ہوتے کیونکہ:

الف۔ ملازمتوں اور اسمبلیوں میں ان کا حصہ ۳۰ یا ۳۳ فیصدی ہوتا۔

ب۔ وزارتوں میں ان کی مؤثر شمولیت ہوتی۔

ج۔ مذہبی اور تمام فرقہ وارانہ امور میں ان کو حق استرداد حاصل ہوتا۔

د۔ وہ ایسے مرکز کے ماتحت ہوتے جس میں ان کی تعداد مساوی ورنہ کم از کم ۳۳ فیصدی ہوتی اور تمام فرقہ وارانہ امور کی باگ ڈور ان کے ہاتھ میں ہوتی کیونکہ اسمبلی یا کیبنٹ مسلم اکثریت کی موافقت کے بغیر کوئی فیصلہ صادر نہ کر سکتی۔

حقیقت یہ ہے کہ اس فارمولے نے جس کو کیبنٹ مشن اور کانگریس تسلیم کر چکی تھی اکثریت کو اقلیت کا پابند اور اس کا دست نگر بنا دیا تھا۔

مگر افسوس مسلمانوں کہ دماغ سحرِ سامری سے ماؤف ہو چکے تھے۔ ان کے دلوں اور دماغوں پر صرف ایک نعرہ مسلط تھا "پاکستان زندہ باد" اس کے علاوہ نہ وہ کچھ سمجھتے تھے نہ سمجھنے کی کوشش کرتے تھے حتیٰ کہ لفظ "پاکستان" کا مفہوم بھی نہ سمجھتے تھے۔

وہ کچھ ایسے وارفتہ ہو گئے تھے کہ یہ بھی نہ خیال کر سکتے تھے کہ پاکستان اگر علاج ہے تو ان صوبوں کے لیے جہاں مسلمان پہلے سے اکثریت میں ہیں اور جو کسی تحفظ کے محتاج نہیں ہیں بلکہ دوسری اقلیتیں اپنی حفاظت کے لیے ان کے رحم و کرم کی محتاج ہیں۔

وہ یہ نہ سمجھتے تھے کہ مسلم اقلیت کے لیے پاکستان سراسر تباہی ہے۔ اور جس کو علاج کہا جا رہا ہے وہ ان کے لیے سم قاتل اور زہر ہلاہل ہے۔

بہر حال جمعیت علماء کے فارمولے کے بموجب جب تمام مراحل طے ہو چکے تھے تو دفعتہً

شاطرانِ برطانیہ نے رخ پلٹا اور تقسیم ہند کے ناکام فارمولے کو کامیاب بنا کر ۳؍ جون ۱۹۴۷ء کو اس کا اعلان کر دیا۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس طرح لیگ کامیاب ہوگئی۔ مسٹر جناح کامیاب ہوگئے اور وہ ہندو طبقہ کامیاب ہوگیا جو ہندوستان میں پراچین تہذیب اور خالص ہندو راج کا خواب دیکھ رہا تھا اور جمعیت علماء کو شکست ہوئی۔ قوم پرور طبقہ کو شکست ہوئی، مگر اس کامیابی کا راز لیگ کی طاقت نہیں بلکہ برطانوی سامراج کے وہ اغراض ہیں جو آزادی ہند کے بعد ہندوستان سے پورا کرنا چاہتا ہے۔ اس نے جداگانہ انتخاب کا تخم خبیث ہو کر ہندو مسلمانوں کو ہر ایک دفتر میں، ہر محکمہ میں اور ہر ایک ادارہ میں لڑایا۔ یونیورسٹیوں، کالجوں اور کارخانوں میں دست وگریباں گیا اور جب آزادی خواہ جماعت جداگانہ انتخاب کی مسلسل زہر افشانی کے باوجود کامیابی کے قریب پہنچی تو اس نے ہندوستان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے انڈیا کی طاقت کو پارہ پارہ کر دینے اور خود انڈیا میں خانہ جنگی پیدا کرنے کی بنیاد ڈال دی۔ تاکہ ہندوستان آزاد ہونے کے باوجود مجبور ہو کر برطانوی چودھراہٹ کو تسلیم کرلے اور ”کامن ویلتھ“ کا تلک اپنی نشان پیشانی پر لگائے۔

اس نے متحدہ ہندوستان کے اعضاء کو ایک دوسرے سے جدا کرنے کے لیے وہ شعبدہ ایجاد کیا جس کے نتیجہ میں لاکھوں ہندو مسلمان تہِ تیغ کر دیے گئے۔ ان کی معصوم بچے ذبح کر دیے گئے اور باعصمت خواتین کی شرمناک بے حرمتی کی گئی۔ لاکھوں خاندان برباد ہوئے اور تقریباً ایک کروڑ انسان خانہ ویران ہوگئے اور قتل وخون تباہی اور بربادی کی اس طوفانی بارش کے باوجود منافرت کی آگ اب تک سلگ رہی ہے اور فرقہ پرستی کا دریائے شور جوش مار رہا ہے۔ ساڑھے چار کروڑ مسلمان بے دست وپا اور اکثریت کے رحم وکرم کے محتاج ہوگئے ہیں۔ ان کی تمام روایات ختم اور تمام ناز وانداز نذرِ پاکستان ہو چکے ہیں۔

بزرگو اور دوستو!

برطانوی ڈپلومیسی کی جو کامیابی لیگ کے ہاتھوں ہوئی وہ نہ صرف کو مسلم قوم پرور کی شکست ہے بلکہ ہندوؤں کے اس طبقہ کی بھی شکست ہے جو ہندو مسلم اتحاد اور متحدہ ہندوستان کا گرویدہ تھا۔ اس شکست کے نتیجے میں مہاتما گاندھی جیسے عظیم المرتبت انسان کو ہم اپنے ہاتھوں سے کھو چکے ہیں اور کشمیر و حیدر آباد کے سلسلہ میں لاکھوں نوجوانانِ وطن کو زیر خاک کر چکے ہیں۔ آج فرقہ پرستی کا دور دورہ ہے۔ ہندو راج قائم کرنے اور کانگریس کو شکست دینے کی مسلسل کوشش جاری ہے۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ جلد از جلد اردو زبان ختم کر دی جائے۔ مسلم تہذیب کے گلے پر چھری پھیر دی جائے۔ مسلمانوں کی عظمت و شوکت کے جو دھندلے آثار کہیں کہیں باقی رہ گئے ہیں وہ فنا کر دیے جائیں۔ جگہ جگہ شکوہ شکایت ہے اور جگہ جگہ سے آہ و بکا کی دردناک آوازیں کانوں تک پہنچ رہی ہیں۔ مقامی حکام جن کے دماغوں میں برطانوی عہد حکومت سے فرقہ پرستی رچ چکی ہے اس شرمناک پالیسی کے لئے آلہ کار ہیں۔ لیکن ناامیدیوں اور مایوسیوں کی تمام تاریکیوں کے باوجود ہندو اور مسلمان کا قوم پرور طبقہ مایوس نہیں۔ اس کا نصب العین صحیح ہے اور صحیح نصب العین رکھنے والے مایوس نہیں ہوا کرتے۔ ان کی بلند ہمتیں حالات پر قابو پانے کی کوشش کر رہی ہیں اور خدا کا فضل ہے ہر آنے والا دن ان کے لئے کامیابی کا پیغام لے کر آتا ہے۔

قوم پرور ہندو اور مسلمان جو اپنی زندگیوں کا بہترین حصہ جنگ آزادی کی نذر کر چکے تھے ان کا نصب العین یہ نہیں تھا کہ وہ آزادی کے بعد ملک کو کسی ایک فرقہ کی آمریت (ڈکٹیٹر شپ) کے حوالے کر دیں۔ انہوں نے ہندوستان کے غریبوں اور محنت کش فاقہ مستوں کے لیے قربانیاں کی تھیں۔ ہندوستان کے کروڑوں انسانوں کی بھوک، برہنگی اور رات دن کی محنت و مشقت کے باوجود نامراد زندگیوں کی تلخیوں نے ان کے دلوں کو قربانیوں کے واسطے آمادہ کیا تھا۔ تمام افلاس زدہ باشندگانِ ملک کی طرف محبت بھری نگاہوں سے دیکھ کر انہوں نے برطانوی سامراج کے ختم کر دینے کا عہد کیا تھا۔

ان کا اعلان تھا کہ جو اقتصادی لوٹ کھسوٹ برطانوی سامراج اور اس کے ہندوستانی ایجنٹوں کی طرف سے جاری ہے اس کو ختم کر دینا، ملک کے مفادات کو اہل ملک کے لیے عام کر دینا اور بلا اختلاف مذہب ونسل ہر باشندہ ملک کے لیے متمدن زندگی کی سہولت پیدا کرنا، ملک کے ہر نوجوان کے لیے ترقی کے راستے کھولنا، ہر فرقہ کو مذہبی آزادی سے ہمکنار کرنا، اس کی تہذیب ثقافت اور اس کے رسم الخط کی حفاظت کے ذرائع فراہم کرنا اور اپنے وطن عزیز کی عزت وناموس کو تمام دنیا میں بلند کرنا ہماری جنگ آزادی کا نصب العین ہے۔ انہوں نے ان ہی پاک مقاصد کے لیے اپنے ساتھیوں کو آواز دی تھی کہ آؤ ہمارے پاس مصیبتیں ہیں، قربانیاں ہیں، قید وبند کی المناک زندگی ہے۔ سامراج پرستوں کے ہاتھوں ظلم وستم زدوکوب اور قتل وخون کی تلخیاں ہیں۔ بچوں کی جدائی، عزیزواقارب کی علیحدگی اور دوستوں کا فراق ہے، مگر ان تمام آفتوں اور بلاؤں کے پیچھے غریبوں اور مفلسوں کی ہمدردیاں ہیں۔ ان کی امداد کا مبارک جذبہ ہے۔ وطن عزیز کے احترام کا عزم مصمم ہے۔ آؤ مصائب کی دشوار گھاٹیوں سے گزر کر ایک مبارک مقصد کی آخری منزل تک پہنچیں۔ ہماری اس صدا پر لبیک کہتے ہوئے نوجوانانِ ملک نے ہتھیلی پر سر رکھ کر ہمارا ساتھ دیا تھا۔ غریبوں کی ہمدردیاں، مظلوموں کی درد بھری دعائیں ہمارے ساتھ تھیں۔ آج آزادی کے بعد ان جفاکش ساتھیوں، ان مصیبت زدہ باشندگانِ ملک کی نگاہیں ٹکٹکی باندھے ہوئے ہماری طرف دیکھ رہی ہیں اور اضطراب بداماں خاموشی کے ساتھ ایفائے وعدہ کا مطالبہ کر رہی ہیں۔

ہمیں افسوس ہے کہ ہم آزادی کے باوجود اب تک اپنے وعدوں کو پورا نہیں کر سکتے۔ فرقہ پرور طاقتوں، سرمایہ داروں اور ان کے چالاک ایجنٹوں نے آزادی کے تمام مفادات پر غاصبانہ قبضہ کر لیا ہے۔ بہت سے کانگریسیوں پر مہاسبھائیت کا بھوت سوار ہو چکا ہے۔ کانگریس کے تسلیم کردہ فنڈامینٹل رائٹس کو خود اپنے پاؤں سے کچلا جا رہا ہے۔ افراطِ زر کی طمع نے ہمدردی کے جذبات فنا کر دیے ہیں اور غریبوں، مفلسوں کی ضروریاتِ زندگی کو بلیک مارکیٹ کی کالی دیوی پر قربان کیا جا رہا

ہے۔ بے شک یہ تمام باتیں اندوہناک ہیں مگر ہمارے ساتھیوں کو یہ سمجھنا چاہیے کہ آزادی کی جنگ ابھی ختم نہیں ہوئی۔

بے شک سیاسی حیثیت سے ملک آزاد ہو گیا ہے مگر اقتصادی اور معاشی نقطہ نظر سے وہ بدستور غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے اور فرقہ پرستوں کی ریشہ دوانیاں اس کی الجھنوں کو بڑھا رہی ہیں، لیکن قوم پرور مجاہدین کا نصب العین نہیں بدلا۔ ان کی ہمتیں پست نہیں ہوئیں۔ ان کی کمریں اسی طرح کسی ہوئی ہیں اور وہ معاشی انقلاب کے لیے بھی اسی چستی سے مصروف عمل ہیں۔

بے شک مہاتما گاندھی آج ہمارے درمیان نہیں ہیں جن کی رہنمائی میں ہم نے سیاسی آزادی حاصل کی تھی، مگر ان کے بہترین رفیق کار آنریبل پنڈت جواہرلال نہرو وزیراعظم حکومت ہند، مولانا ابوالکلام آزاد، ڈاکٹر راجندر پرشاد، ڈاکٹر ستیار میہ پٹابھائی جیسے جرنیل موجود ہیں۔ ہم ان کی رہنمائی میں معاشی آزادی بھی حاصل کریں گے اور جو وعدے ملک کے غریبوں اور مفلسوں سے یا ملک کے مختلف فرقوں سے کیے تھے ہم ایک ایک کرکے ان کو پورا کریں گے۔

محترم دوستو اور بزرگو!

ان تمام حالات اور تبدیلیوں کے باوجود جمعیت علمائے ہند کے نقطہ نظر اور پروگرام میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ اس نے ہمیشہ اس قسم کے حالات کو مصائب کو ملکی اور اقتصادی نقطہ نظر سے دیکھا ہے۔ وہ اقتصادی اور ملکی مسائل میں ہندو مسلم تفریق کو ہمیشہ نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتی رہی ہے۔ وہ ان مسائل کو حل کرنے کے لئے ایک مشترکہ قومی جماعت انڈین نیشنل کانگریس میں شرکت کا مشورہ دیتی رہی ہے۔ وہ آج بھی یہی مشورہ دے رہی ہے کہ مسلمان معاشی زندگی کے میدان میں آگے بڑھیں۔ اپنے ہم وطنوں کے ہاتھ میں ہاتھ ملائیں۔ یکجہتی اور اشتراکِ عمل کے ساتھ ملک کی گاڑی کو ترقی کی شاہراہ پر تیزی سے چلائیں۔ یاس و قنوط حرام ہے۔ زندگی حرکت کا نام ہے۔ جمود و تعطل چھوڑیں۔ جماعتی زندگی میں حرکت پیدا کریں اور ملک کے جانباز محافظ بن کر اس کی

عزت کو چار چاند لگائیں۔

جمعیت علماء کی سیاست سے علیحدگی

اس میں شک نہیں کہ جداگانہ انتخاب کے گزشتہ دور میں جمعیت علماء ہند ایک سیاسی جماعت کی حیثیت سے بھی ملک میں پیش ہوتی رہی ہے۔ اس نے الیکشن اور انتخابات میں حصہ بھی لیا ہے اور اپنے ٹکٹ پر امیدوار بھی کھڑے کیے ہیں مگر الحمدللہ جداگانہ انتخاب کی لعنت ختم ہو چکی ہے اور اس تخم خبیث کو ملک بدر کیا جا چکا ہے۔ اب کسی بھی مذہبی جماعت کے لیے ممکن نہیں کہ وہ انڈین یونین میں اپنے امیدوار کھڑے کر سکے اور الیکشن میں کامیاب ہو سکے۔۔۔۔۔

تصاویر

اکابر جمعیت علماء ہند

تصاویر

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی

رحمۃ اللہ علیہ

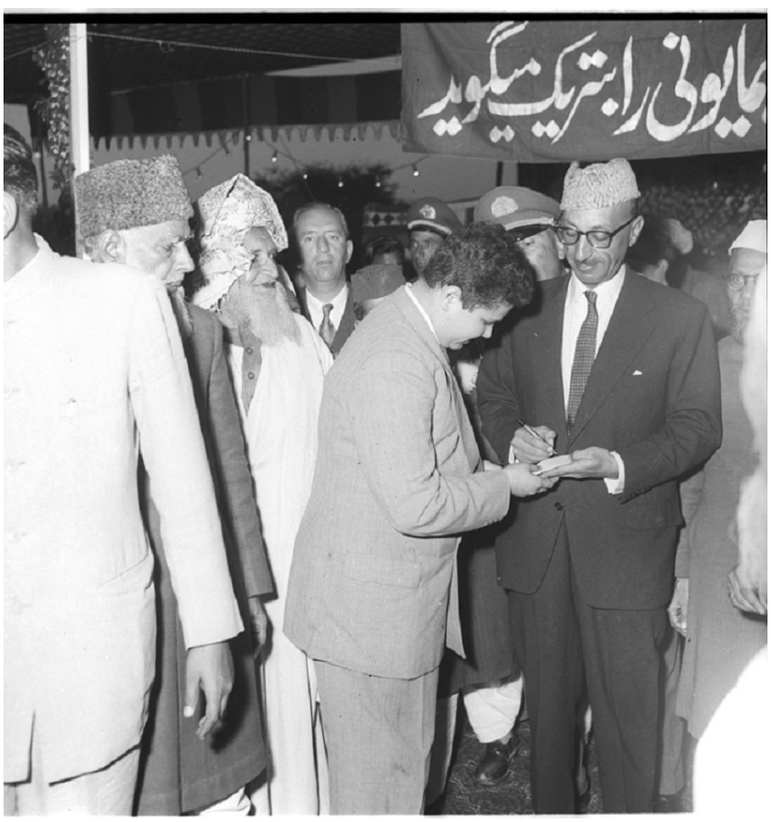

Mufti Kiffayatullah Dehlavi (ra) & Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (ra) with President of Afghanistan

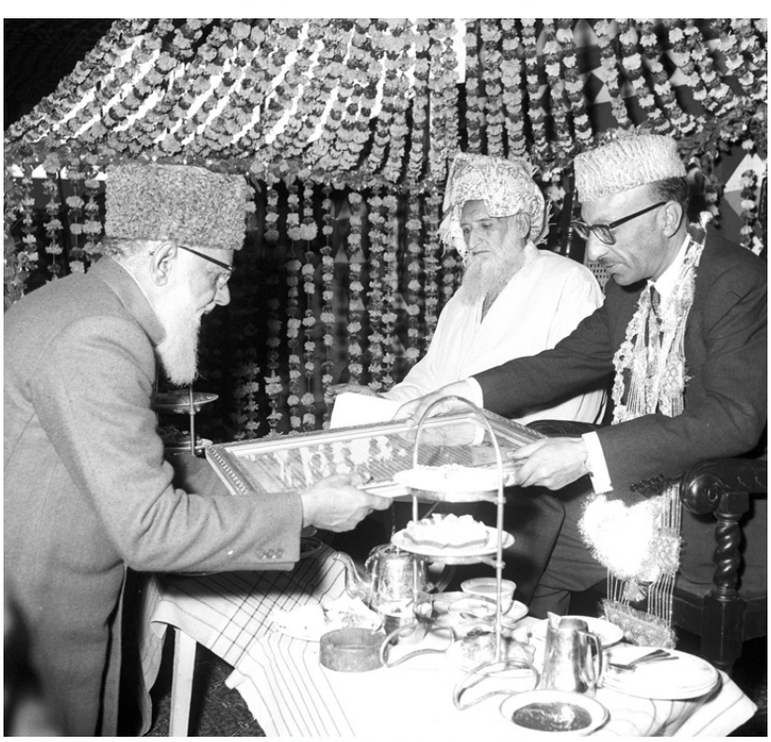

Mufti Kiffayatullah Dehlavi (ra) & Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (ra) with President of Afghanistan

Mufti Kiffayatullah Dehlavi (ra) & Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (ra) with President of Afghanistan

Left: Hazrat Mufti Kiffayatullah Dehlavi (r.a) : Right: Hazrat Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a)
At Aligarh Muslim University

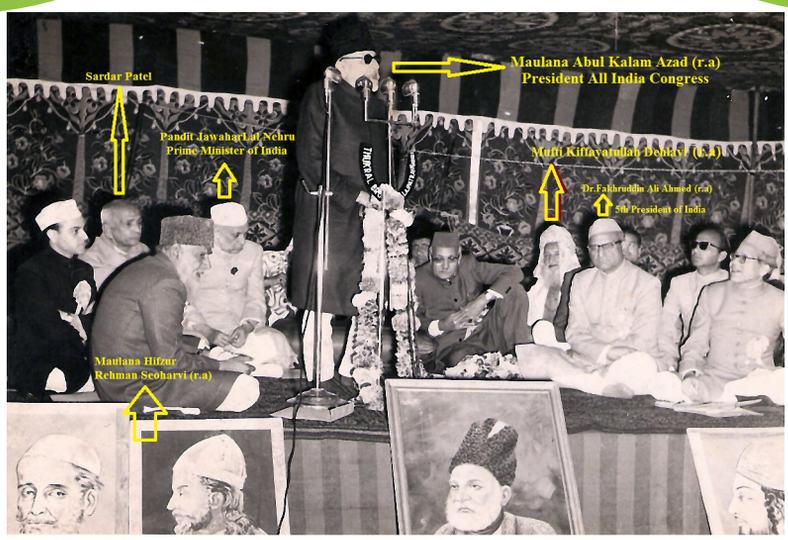

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) Urdu Conference presided by Maulana Abul Kalam Azad (r.a)

Sardar Patel , Mufti Kifayatullah Dehlavi (r.a) President Jamiat Ulama e Hind and Mr.Fakhruddin Ali Ahmad (ex-President India) are also there.

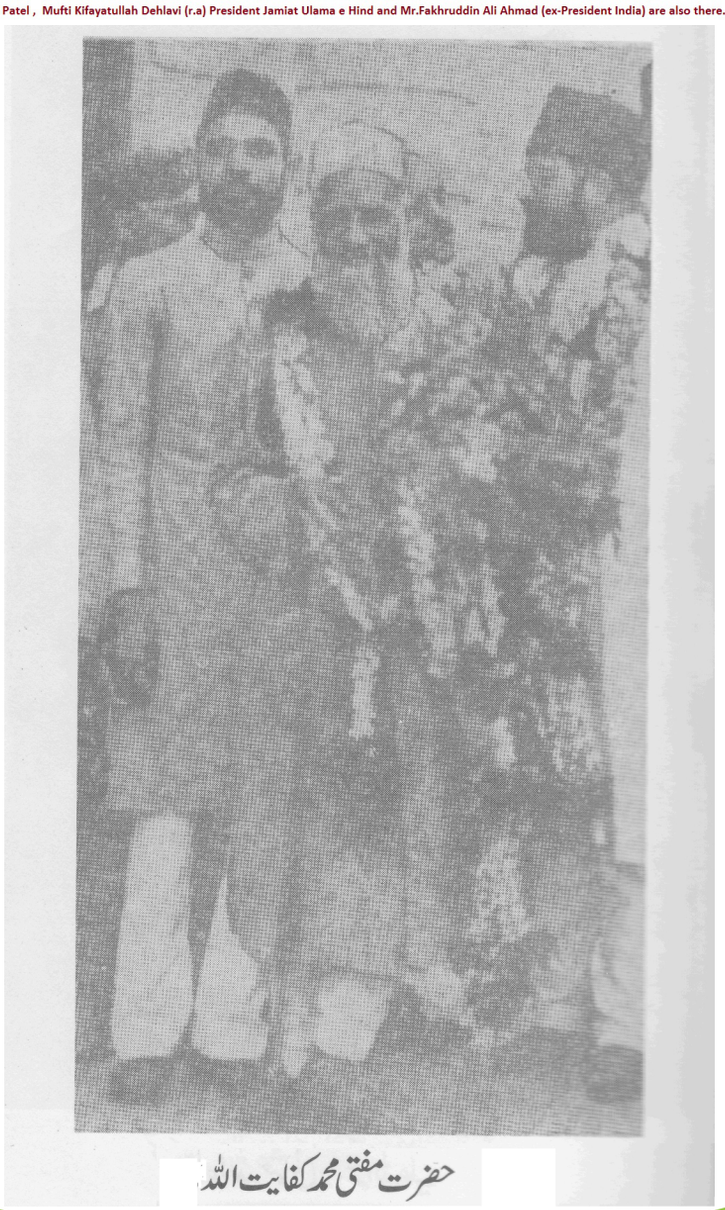

حضرت مفتی محمد کفایت اللہ

مکتوباتِ تعزیت

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحبؒ کے سانحۂ ارتحال پر جمعیۃ علماء ہند اور ان کے اہل خانہ کو موصول ہونے والی تعزیتی تجویزوں، پیغامات اور تعزیتی مکتوبات کی تعداد ہزاروں سے بھی متجاوز ہے۔ ہندوستان و پاکستان کے تمام اہم دینی، علمی، اصلاحی، ادبی، قومی اور سیاسی اداروں میں تعزیتی جلسے ہوئے اور تجاویز منظور ہوئیں۔ ہندوستان کے تمام چھوٹے بڑے قصبات و دیہات اور شہروں میں تعزیتی جلسوں کا سلسلہ ایک طویل عرصہ تک جاری رہا۔ ہر جگہ حضرت مفتی صاحبؒ کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا۔

اس مختصر سے مجموعہ میں اگرچہ ان سب کو تو شامل کرنے کی گنجائش نہیں ہے تاہم ذیل میں کچھ اہم خطوط تعزیت اور تجاویز بطور مشتے نمونہ از خروارے ہم حضرت مرحوم کے صاحبزادے مولانا حفیظ الرحمٰن واصفؒ کی مرتب کردہ کتاب "یادِ مفتی اعظمؒ کی یاد" اور روزنامہ "الجمعیۃ" دہلی کے "مفتی اعظم نمبر" کے شکریہ کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔

حضرت قطب المشائخ مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ

ڈھوڈھی ڈاک خانہ جھاوریاں، ضلع سرگودھا

مکرم و محترم بندہ جناب مولانا مولوی حفیظ الرحمٰن صاحب واصفؔ، از احقر عبدالقادر رائے پوری۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔

حضرت مفتی صاحب قدس اللہ سرہ کے انتقال پر ملال کی خبر سنی۔ بہت افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کے بہت ہی درجے بلند فرمائے اور ترقیات سے نوازے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرماوے۔ ہم سے ایک بہت بڑی نعمت چھن گئی۔ اللہ جل شانہ اس کا نعم البدل نصیب فرماوے۔ اس سے زیادہ کیا عرض کروں۔

عبدالقادر ۱۳ر جنوری ۱۹۵۳ء

حضرت مولانا سیّد مناظر احسن صاحب گیلانی

از بربیگھا ضلع پورنیہ

۸ر جنوری ۱۹۵۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الی الاخ المصاب مولانا حفیظ الرحمن کفی اللہ لکم کفایۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ علالت کی خبر سب سے پہلے آپ ہی کے ذریعے ملی۔ اور اردو انگریزی اخباروں نے ماتحذر منہ قد وقعا کی خبر جان گسل سنائی۔ وہ جو ابوالامت کی حیثیت حاصل کر چکا تھا۔ اس کی تعزیت شخصی طور پر کیا کی جائے۔

عمت فواضله فعم مصابه　　فالناس فيه كلهم ماجور

ولا تقولوا لمن يقتل فی سبيل الله اموات، بل احياء ولكن الا تشعرونo

کی یافت تو ان ہی کو ہو سکتی ہے، جو اس راہ کے راہی ہیں۔ کم از کم اندھوں سے اتنی حقیقت تو بہر حال مخفی نہیں رہ سکتی کہ:

ردت صنائعه اليه حياته　　فكانه من نشرها منشور

اللہ اللہ! فقیہ جلیل جس کے متعلق واقعی خیال آتا ہے کہ وہ:

عجباً لاربع اذرع فی خمسة　　فی جوفها جبل اشم كبير

یاد آتا ہے خان بہادر رشید احمد مرحوم کا مہمان تھا۔ میں فکر ہی حاضری کی کر رہا تھا کہ کنواں خود پیاسے کے سامنے کھڑا تھا۔ ندامت و خجالت کی حد نہ تھی۔ اور وہ سمجھاتے جاتے تھے کہ آپ میرے یہاں مہمان ہیں۔ میرا فرض تھا کہ آکر ملاقات کرتا۔

دین کا وہ اعتدالی قالب جو سیدنا الامام الکبیر النانوتوی کے صدقے میں تقسیم ہوا ہے اس کے بہترین نمونے اُٹھتے چلے جا رہے ہیں۔ فقہی جزئیات کے ناقد بصیر کو اب دنیا کہاں ڈھونڈے گی۔

كل شئی هالك الا وجهه　　فرحمه الله ونور ضريحه

فقط　خاکسار مناظر احسن گیلانی

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی

از دار الافتاء علمائے لدھیانہ، منڈی بہاء الدین (پنجاب)

مكرم و محترم دام لطفكم العالی. السلام عليكم ورحمة الله وبركاته!

آج اخبارات میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال پر ملال کی خبر پڑھ کر انتہائی صدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عنایت فرمائے۔

مرحوم کی رحلت سے دنیائے اسلام کو ایک ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ مرحوم حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار تھے۔ آخری سانس تک ان کے نقش قدم پر چلنے میں مصروف رہے۔ جہاں تک عالم اسباب کا تعلق ہے مسلمانانِ ہند کو جن حضرات پر ہر طرح اعتماد تھا ان میں آپ کی شخصیت ایک نمایاں مقام رکھتی تھی۔ اسلام کے ہر شعبے میں آپ کا فیضان جاری و ساری تھا۔ آزادیٔ ہند کی جدوجہد میں حضرت شیخ الہندؒ کے بعد انھیں کے نظریوں کے مطابق آپ نے جو نمایاں خدمات انجام دے کر منزلِ مقصود کو حاصل کیا وہ تاریخ ہند میں ہمیشہ یادگار رہیں گی۔ آپ مرحوم کے بتلائے ہوئے راستے پر چل کر ان کے نام کو ہمیشہ زندہ رکھیں۔ سب کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔ فقط والسلام۔

بندہ محمد نعیم عفا اللہ عنہ از منڈی بہاء الدین

۵/ جنوری ۱۹۵۳ء

امام العلماء حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ

حضرت مولانا احمد علی صاحب، امیر انجمن خدام الدین، دروازہ شیرانولہ، لاہور

اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تمام اُن صفات حمیدہ سے متصف فرمایا تھا۔ جو ایک عالم ربانی میں ہونی چاہئیں۔ آپ کی علمی قابلیت ہندوستان بھر میں مسلمہ تھی۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آپ ہندوستان کے مفتی اعظم سمجھے جاتے تھے۔ میں اپنی معلومات کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ مفتی صاحب کے جواب استفتاء معلوم ہونے کے بعد کسی بڑے سے بڑے جید عالم کو بھی اُس کے خلاف کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ کیونکہ حضرت مفتی صاحبؒ کی معلومات کی وسعت ہر عالم کے ہاں مسلّم تھی۔ اسی لیے ہر عالم کو اُن کے فیصلہ کے سامنے سرِتسلیم خم ہی کرنا پڑتا تھا۔

علمی صدقہ جاریہ

آپ نے عمر بھر درس و تدریس کے ذریعہ جو کتاب و سنت کی خدمت کی ہے۔ اُس سے سینکڑوں علماء دین کی خدمت کے لیے تیار ہوئے ہیں۔ ان فیض یافتہ علماء کرام کی دینی خدمات حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا صدقہ جاریہ ہیں۔ جن کی برکت سے بعد ازو صال بھی حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درجات عالیہ قرب الٰہی میں اضعافاً مضاعفہ ہوتے رہیں گے۔

ذکر خیر

اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کو ایک یہ انعام بھی عطا فرمایا کرتے ہیں کہ آئندہ آنے والی نسلیں ان کا ذکر خیر کرتی رہیں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اس شرف سے بھی مشرف فرمایا ہے ان کے تلامذہ کا سلسلہ انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک جاری رہے گا اور اُن کے متوسلین فخریہ طور پر اپنی نسبت ان کی طرف کرتے رہیں گے۔

اخلاق حمیدہ

انسان کے اخلاق کا صحیح معیار اس وقت معلوم ہوتا ہے۔ جب مصائب میں مبتلا ہو۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ اکثر آدمی مصائب میں اپنا اخلاقی توازن کھو بیٹھتے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں نیو سینٹرل جیل ملتان میں کچھ وقت ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا ہے۔ آپ کے اخلاق حمیدہ کا منظر جو جیل میں دیکھا وہ جیل سے باہر دیکھنے کا کبھی موقع نہیں ملا۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اے کلاس میں تھے۔ اور آپ کی قید بامشقت تھی۔ اے کلاس کا قیدی باہر سے ہر چیز منگوا سکتا ہے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جو خدام قیدیوں میں سے ملے ہوئے تھے۔ مثلاً حجام دھوبی کھانا پکانے والے بھنگی وغیرہ وغیرہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہفتہ عشرہ بعد باہر سے اپنی جیب سے تین چار سیر گوشت منگواتے تھے اور گھی وغیرہ ڈال کر بہت اچھی طرح پکواتے تھے اس کے بعد وہ سارا گوشت مذکورۃ الصدر خادموں کو پیالے بھر بھر کر دے دیا کرتے تھے۔ جب خربوزوں کا موسم آیا تو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی جیب سے بیس پچیس سیر متعدد مرتبہ خربوزے منگواتے تھے۔ اور تمام احباب کو تحفۃً تقسیم فرمادیا کرتے تھے اس کے علاوہ گرمی کی شدت کے باعث پنکھوں کی ضرورت ہوتی تھی مفتی صاحب اپنی جیب سے پنکھے منگواتے تھے۔ اور احباب کو تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔

پان کا لنگر

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لیے دہلی سے اعلیٰ درجہ کے پانوں کے ٹوکرے آیا کرتے تھے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جیل کی کوٹھری ایک لنگر خانہ تھی مسلمان ہندو سکھ عیسائی حتیٰ کہ بھنگی بھی حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں پان کے لیے سائل ہو کر آتے تھے۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت خندہ پیشانی سے ہر ایک کو پان دے دیا کرتے تھے۔

ایک "عجیب" واقعہ

نیو سینٹرل جیل ملتان میں فجر کی نماز کے بعد میں جیل خانے کی بالائی منزل پر ٹہل رہا تھا احرار کے کشمیر ایجی ٹیشن کا ایک قیدی جو بی کلاس میں تھا۔ ڈاڑھی منڈایا کرتا تھا۔ اور نماز نہیں پڑھا کرتا تھا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ چارپائی پر بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے سر میں درد تھا اور مفتی صاحب چارپائی سے نیچے کھڑے ہوئے اس کا سر دبا رہے ہیں۔ امام العلماء اور ہندوستان کے مفتی اعظم کا یہ واقعہ میرے لیے حیران کن تھا اور آپ کے اخلاق عالیہ کا ایک بہترین نظارہ تھا۔

آپ کی شاعری

نیو سینٹرل جیل ملتان میں تقریباً ہفتہ میں ایک دن مجلس مشاعرہ منعقد ہوتی تھی۔ اس مشاعرے میں ہندو مسلمان سب شریک ہوتے تھے حسن اتفاق کہ اکثر شاعر مسلمان ہوتے تھے ہندوؤں میں سے بہت آدمی اس مشاعرے میں حصہ لیا کرتے تھے۔ اس مشاعرے میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار بھی پڑھے جاتے تھے۔ اشعار تو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہوتے تھے۔ البتہ مجلس مشاعرہ میں آپ تشریف نہ لایا کرتے تھے۔ آپ کی طرف سے مخدوم العلماء والفضلا حضرت مولانا احمد سعید صاحب دامت برکاتہم سابق ناظم جمعیۃ العلماء ہند وہ اشعار مجلس مشاعرہ میں پڑھ کر حاضرین کو محظوظ فرمایا کرتے تھے۔

سیاست میں بلند پایہ

آپ جانتے ہیں کہ وائسرائے ہند کی کونسل میں ہندوستان کے سیاستدانوں کا بہترین مجمع ہوتا تھا۔ جو چیزیں وائسرائے ہند کی کونسل میں طے پاتی تھیں ان پر سخت ترین تنقید اور نکتہ چینی حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتی تھی حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دماغ ایسے گوشے نکال کر سامنے لاتا تھا کہ وائسرائے ہند کے عالی دماغ سیاستدان بھی وہاں نہیں پہنچ سکتے تھے۔ حتیٰ کہ ہندوؤں کے اعلیٰ درجہ کے سیاستدان بھی حضرت مفتی صاحب کی تنقید کے منتظر رہتے تھے کہ ان کی تنقید آئے تب اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

سادگی

بایں ہمہ کمالات عالیہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ لباس میں اپنی شان کے شایاں کوئی کروفر نہیں ہوتا تھا۔ رفتار اللہ تعالیٰ کے منکسر المزاج بندوں کی سی ہوتی تھی۔ گفتار میں کوئی متکبرانہ طرز نہیں ہوتا تھا۔

دعا

اللہ تعالیٰ امام العلماء حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس کا مستحق بنائے اور ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الہ العالمین۔□□

مدح صحابہ واجب ہے اگر.....

مفتی اعظمؒ کا بیان

اگر کوئی مدح صحابہ کو جبراً روکے یا کسی جلسہ یا تقریر میں صحابہ کا ذکر نہ کرنے سے غیر مسلموں سے مشابہت ہونے کا اندیشہ ہو اور یا مدح صحابہ کے ذریعہ تبلیغ اسلام کی نیت ہو تو صحابہ کرام کی تعریف کرنا واجب ہو جاتا ہے.... جلوس کے ساتھ مدح صحابہ پڑھنا جائز ہے لیکن اگر اس کو روکا جائے گا تو یہ واجب ہو جائے گا تعزیہ نکالنا ناجائز ہے اور مکروہ و حرام بھی ہے کیوں کہ اسلام میں غم کی یادگار قائم کرنا ناجائز ہے.... صحابہ کی تعریف کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو صحابہ سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرے گا اور جو ان سے عداوت کرے گا وہ مجھ سے عداوت کرے گا۔

قطعات تاریخ وفات

از حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

مفتیٔ اعظم فقیہِ بے نظیر — آج رخصت دارِ فانی سے ہوئے
موت کس کی، مفتیٔ اعظم کی موت — ہے قیامت ساری دنیا کے لیے
آج صدرِ منصبِ افتا کہاں — فقہ و علم و فضل و تقویٰ چل بسے
انور و شبیر و منصور وعبید — پاس شیخ الہندؒ کے پہلے گئے
خلد میں تھے منتظران کے یہ سب — اس لیے وہ بھی روانہ ہوگئے

ان کا یہ سالِ وصال آزاد ہے
وہ بھی اپنے شیخ سے آکر ملے

ھ ۱ ۳ ۷ ۲

ایک تاریخی اور ادبی نکتہ

از جناب مولانا حفیظ الرحمان صاحب واصفؔ

آخری مغل بادشاہ سراج الدین ظفرؔ کی تاریخ وفات

بجھا ہے چراغِ دہلی

ھ ۱ ۲ ۷ ۹

کہی گئی تھی

حکیم اجمل خاں مرحوم کی تاریخ وفات کسی نے کہی تھی:

دلّی کا چراغ گل ہوا ہے

ھ ۱ ۳ ۴ ۶

حضرت مفتی اعظم کی تاریخ وفات مولوی مقبول الرحمٰن خیالؔ سیوہاروی نے نکالی:

ہوگیا گل آہ دہلی کا چراغ

ھ ۱ ۳ ۷ ۲

یہی مادۂ تاریخ لوحِ مزار پر لکھوایا جارہا ہے۔

تصاویر

حضرت مولانا حسین احمد مدنی

رحمۃ اللہ علیہ

Maulana Syed Hussain
Ahmad Madani (ra)

Maulana Syed Hussain Ahmad Madani (ra)

Maulana Syed Hussain Ahmad Madani (ra)

Maulana Syed Hussain Ahmad Madani (ra)

Maulana Syed Hussain Ahmad Madani (ra)

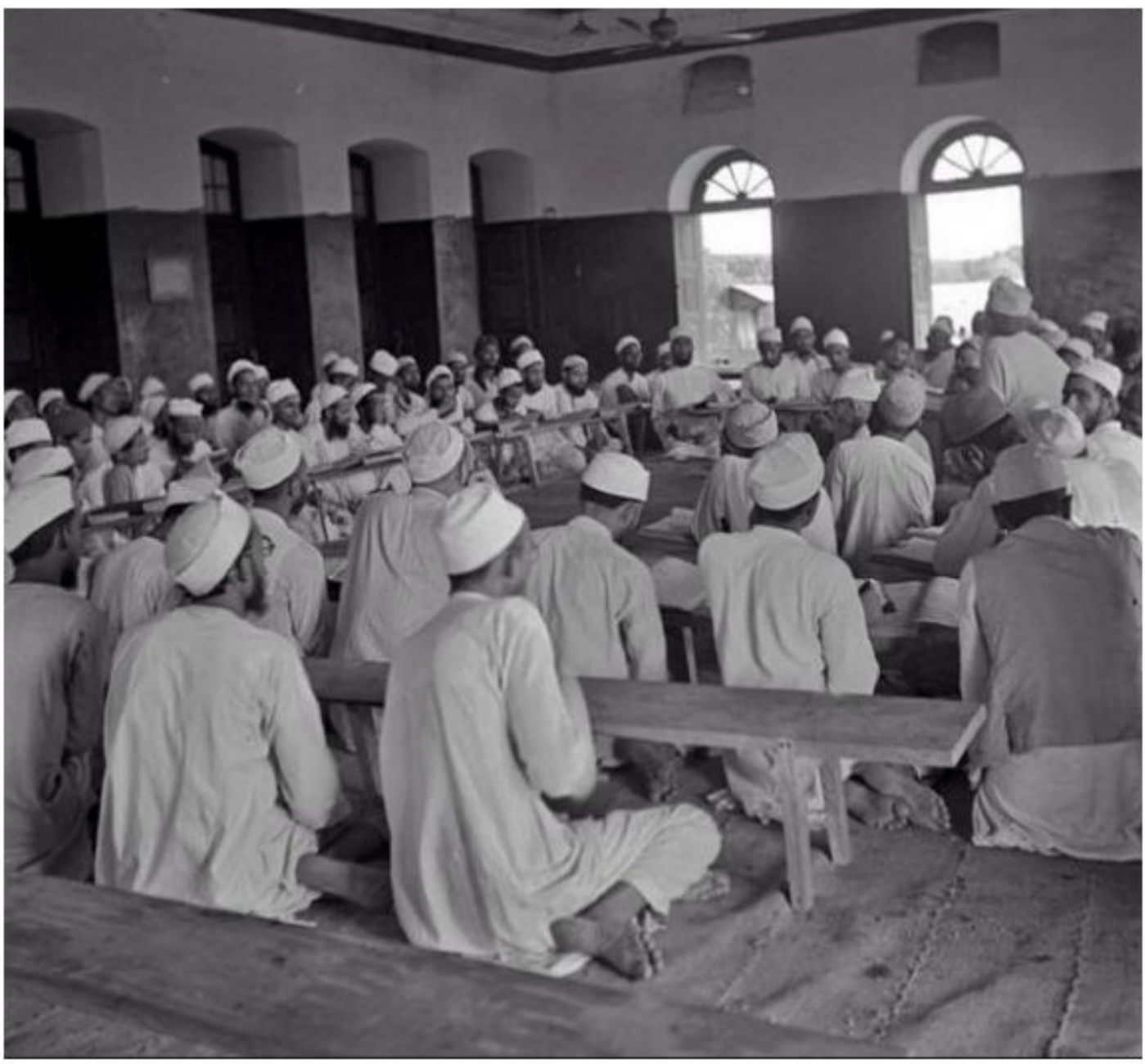

Darul Uloom Deoband, 1950. Shaykh Husain Ahmad Madani teaching Bukhari to the advanced students.

سال ۱۹۵۰ - دارالحدیث دارالعلوم دیوبند، حضرت شیخ العرب و العجم
مولانا حسین احمد مدنی - رحمہ اللہ تعالی - در حال درس حدیث

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a), Dr. Rajindr Parshad (President of India) and Maulana Syed Hussain Ahmad Madani (r.a)

Hazrat Maulana Syed Arshad Madni
President Jamiat Ulema-e-Hind

Postage stamp in the honour of the Maulana Syed Hussain Ahmad Madani (ra)

تصاویر

حضرت مولانا احمد علی لاہوری

رحمۃ اللہ علیہ

شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا احمد علیؒ کی آخری یادگار تصویر
آپ دیال سنگ کالج لاہور کے جلسہ کی صدارت فرما رہے ہیں۔
آپ کے دائیں جانب خطیب پاکستان قاضی احسان احمد تشریف
فرما ہیں۔
بشکریہ روزنامہ کوہستان

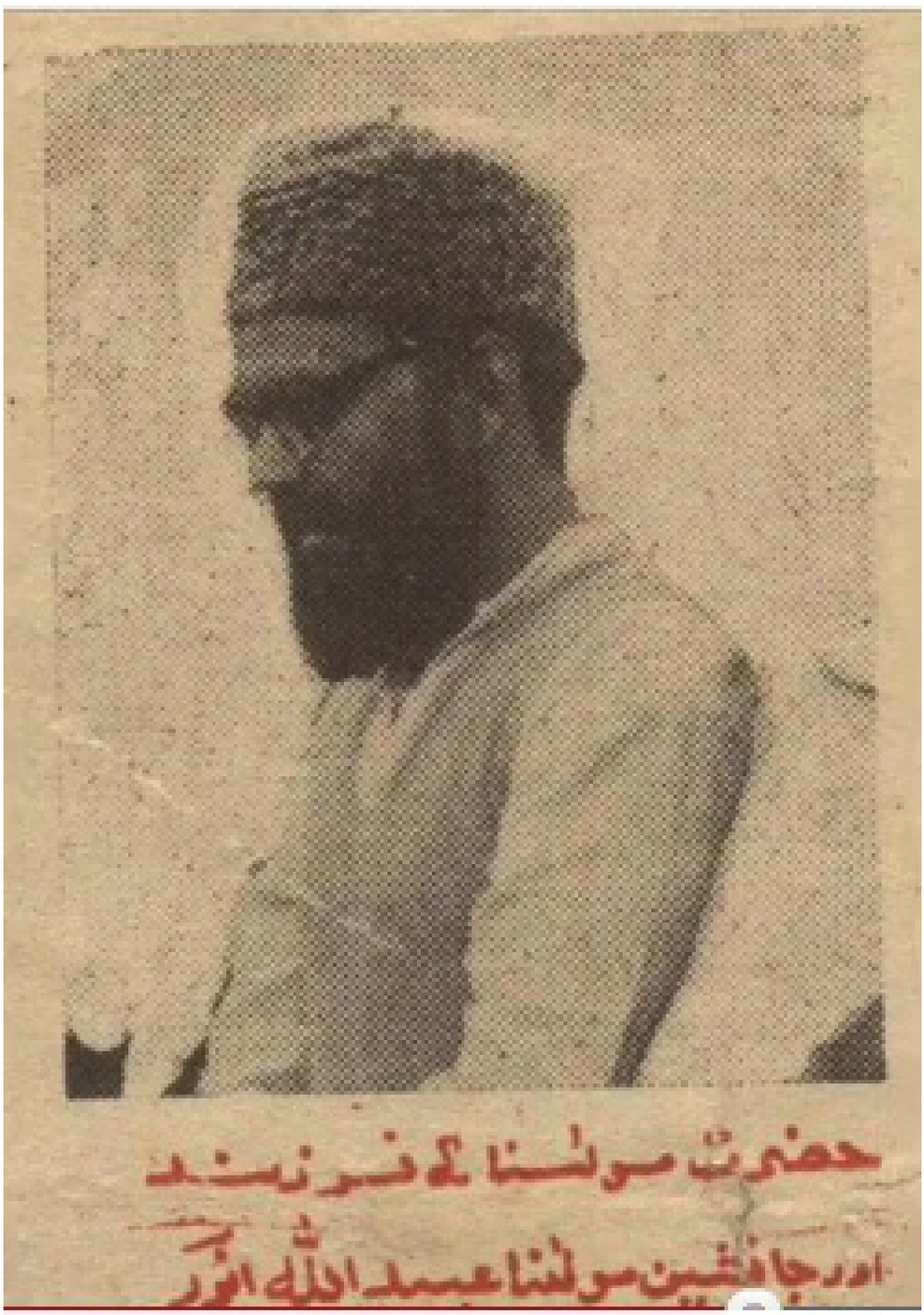

Maulana Ubaidullah Anwar R.A

s/o Maulana Ahmad Ali Lahori RA

تصاویر

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانوی

رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ

نائب صدر جمعیت علمائے ہند — شاگرد شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ

(1888 - 1971)

Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a)
Vice-President Jamiat Ulama e Hind

Right: Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (ra)

Left: Mufti Zia ul Hasan (ra) & Mufti Tayyeb (ra)

Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (ra) and his sons Mufti Zia ul Hasan (ra) of Sahiwal and Mufti Tayeb (ra) of Faisalabad

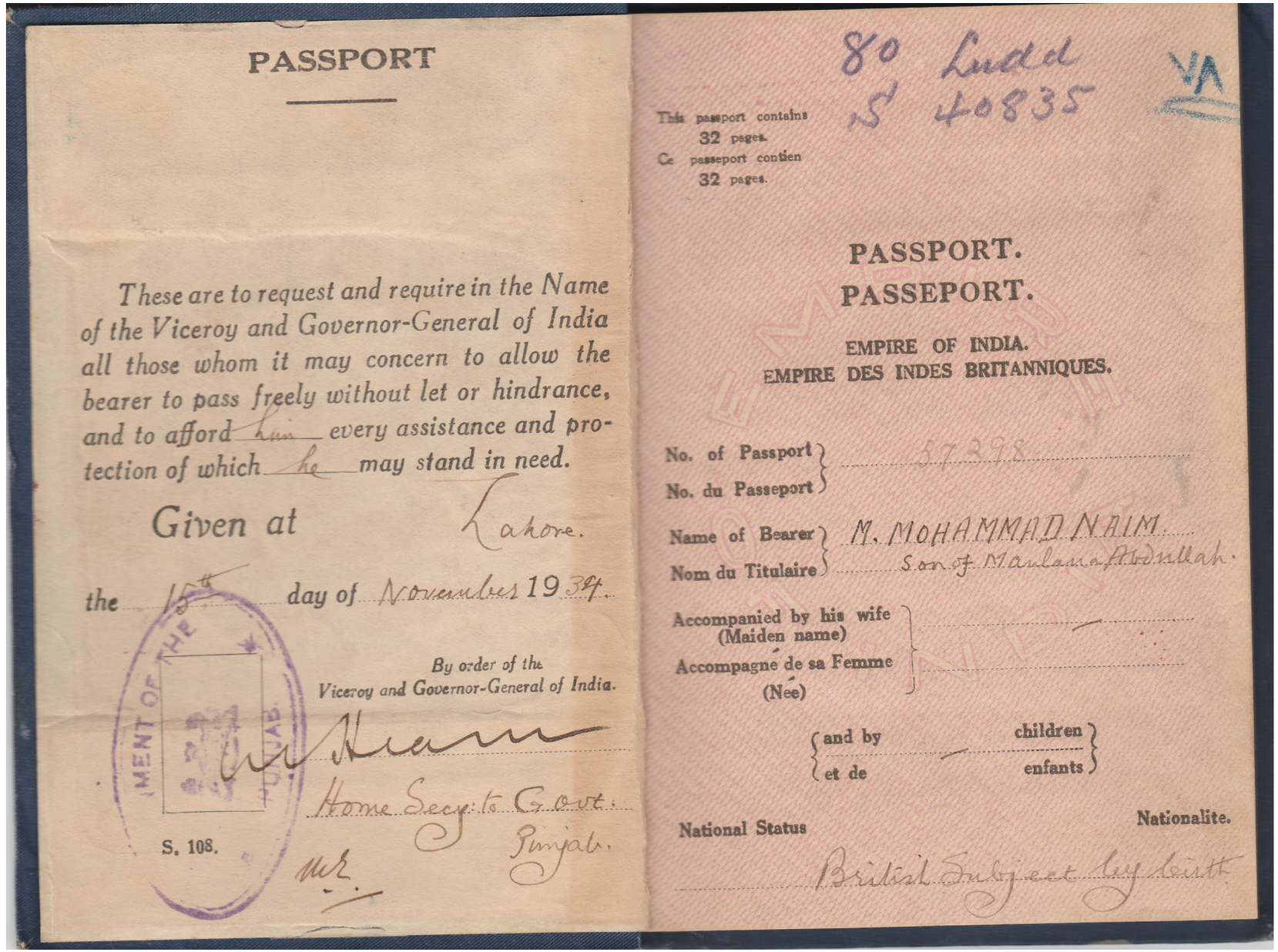

PASSPORT

These are to request and require in the Name of the Viceroy and Governor-General of India all those whom it may concern to allow the bearer to pass freely without let or hindrance, and to afford him every assistance and protection of which he may stand in need.

Given at Lahore.

the 15th day of November 1934.

By order of the Viceroy and Governor-General of India.

Home Secy: to Govt: Punjab.

S. 108.

80 Ludd
S 40835

This passport contains 32 pages.
Ce passeport contien 32 pages.

PASSPORT.
PASSEPORT.

EMPIRE OF INDIA.
EMPIRE DES INDES BRITANNIQUES.

No. of Passport / No. du Passeport: 57298

Name of Bearer / Nom du Titulaire: M. MOHAMMAD NAIM
S on of Maulana Abdullah.

Accompanied by his wife (Maiden name) / Accompagné de sa Femme (Née): —

and by — children / et de — enfants

National Status / Nationalite.

British Subject by birth

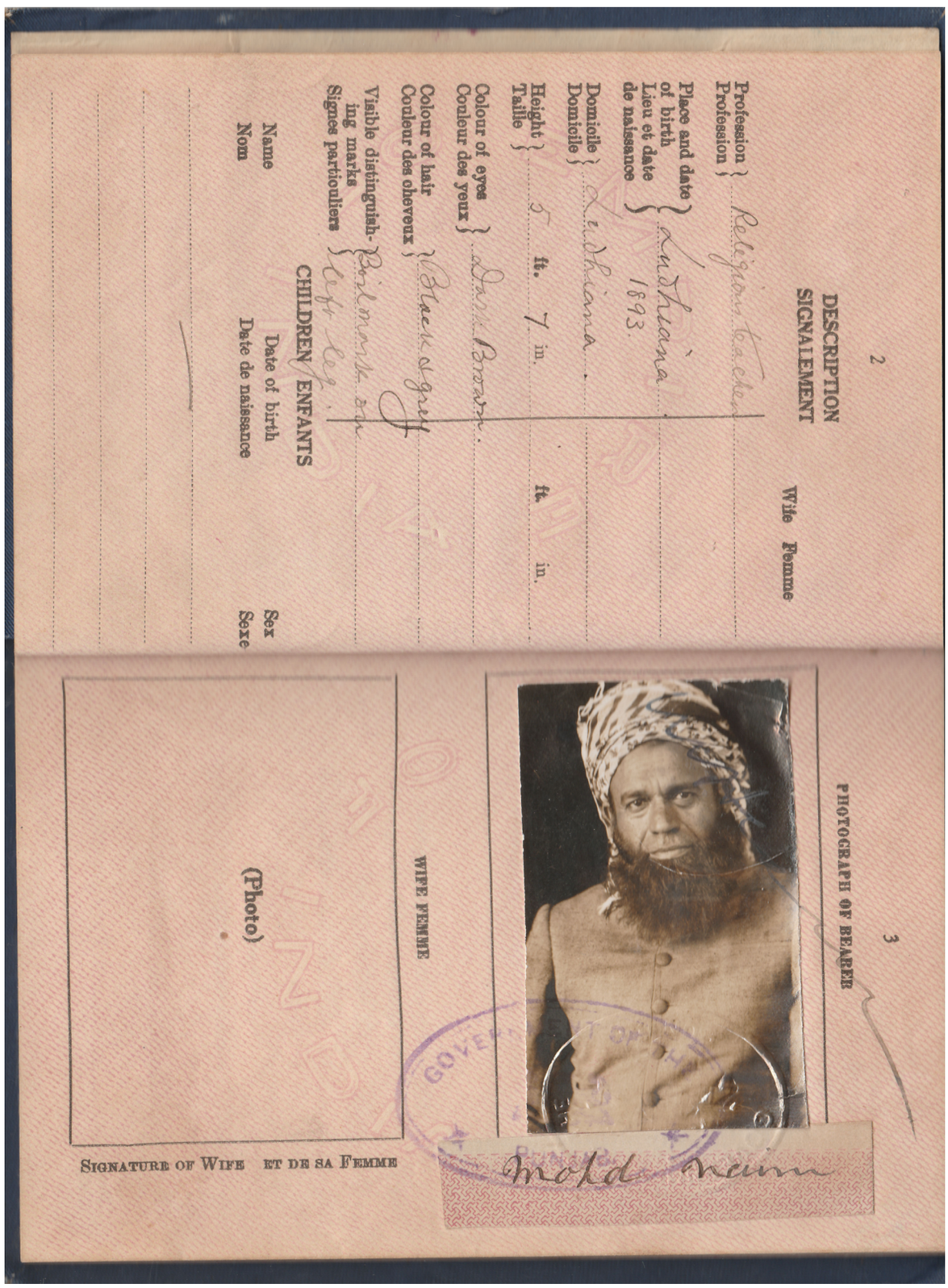

Passport of Maulana Muhammad Naeem Ludhianvi (ra)

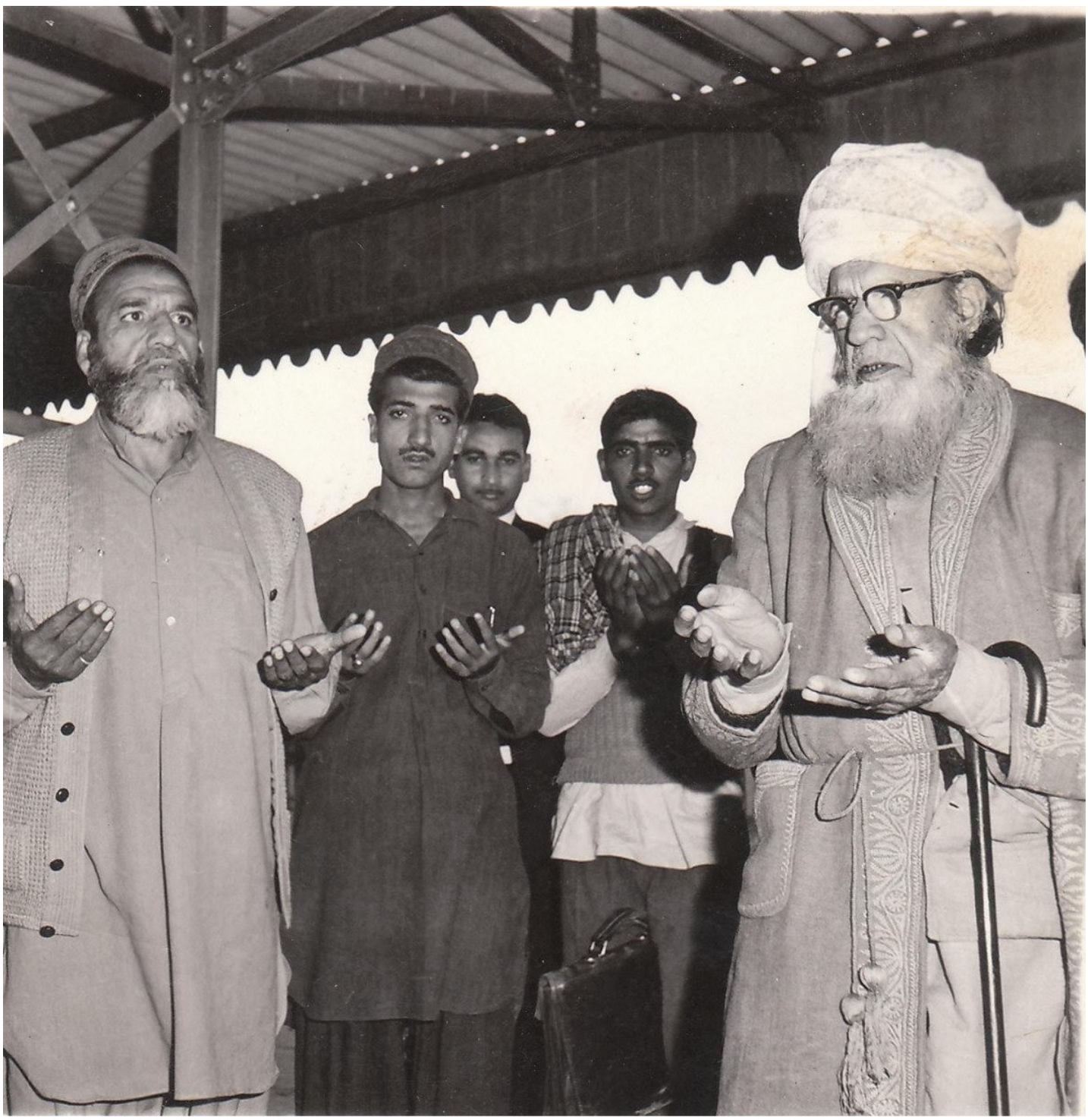

Mufti Zia ul Hasan (r.a) and his father
Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a)

Mufti Mohammad Naeem sb, Mufti Tayyab sb and Mufti Zia-ul-Hasan (r.a)

MUFTI MUHAMMAD NAEEM LUDHIANVI (r.a)

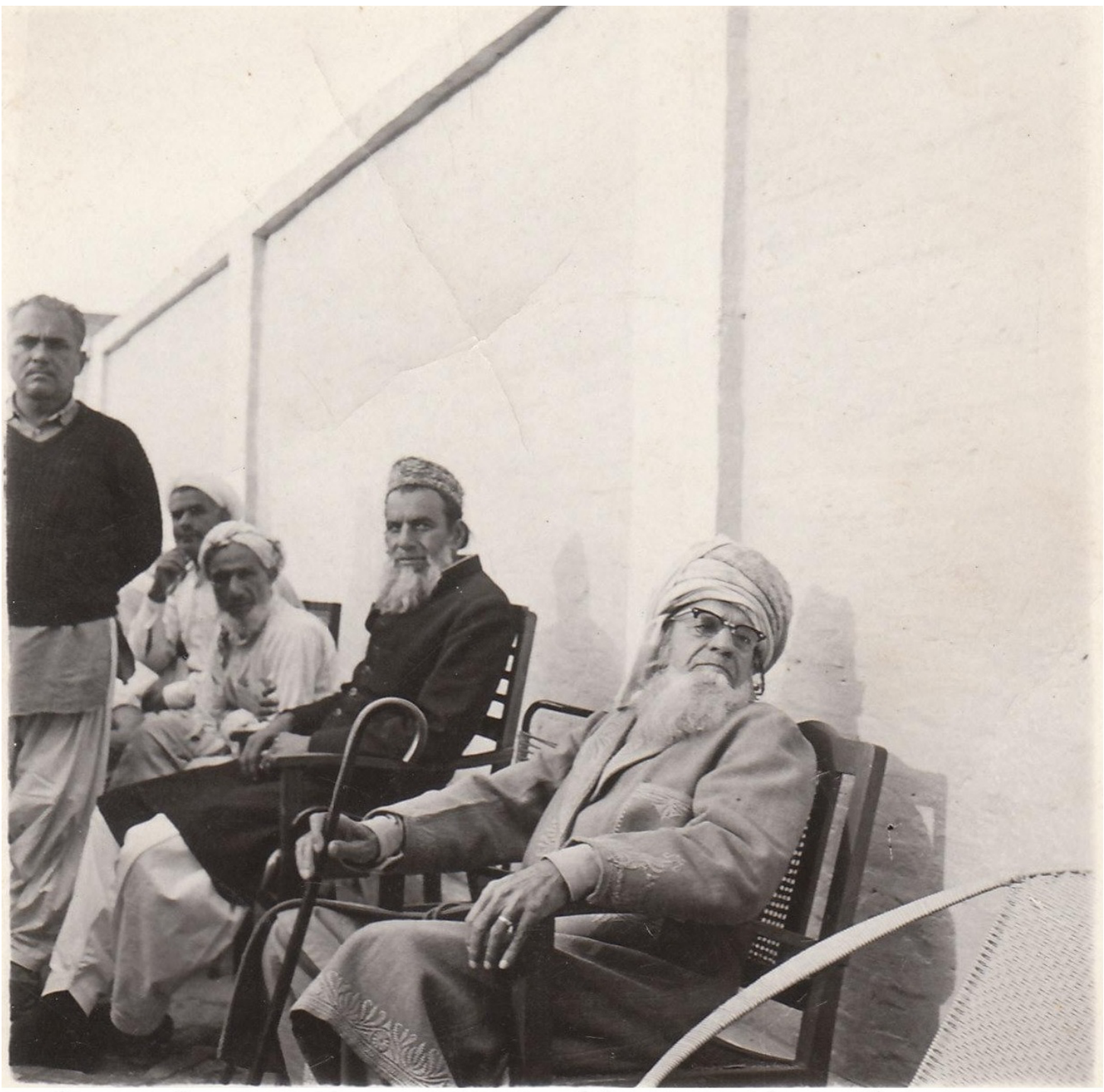

MUFTI MUHAMMAD NAEEM LUDIHANAVI (r.a)
and his son MUFTI TAYYEB (r.a)

MUFTI ZIA UL HASAN (r.a) WITH HIS FATHER MUFTI MUHAMMAD NAEEM LUDHIANVI (r.a) AND HIS BROTHER MIAN ABDUL WARRIS

Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a)
Vice-President Jamiat Ulama e Hind

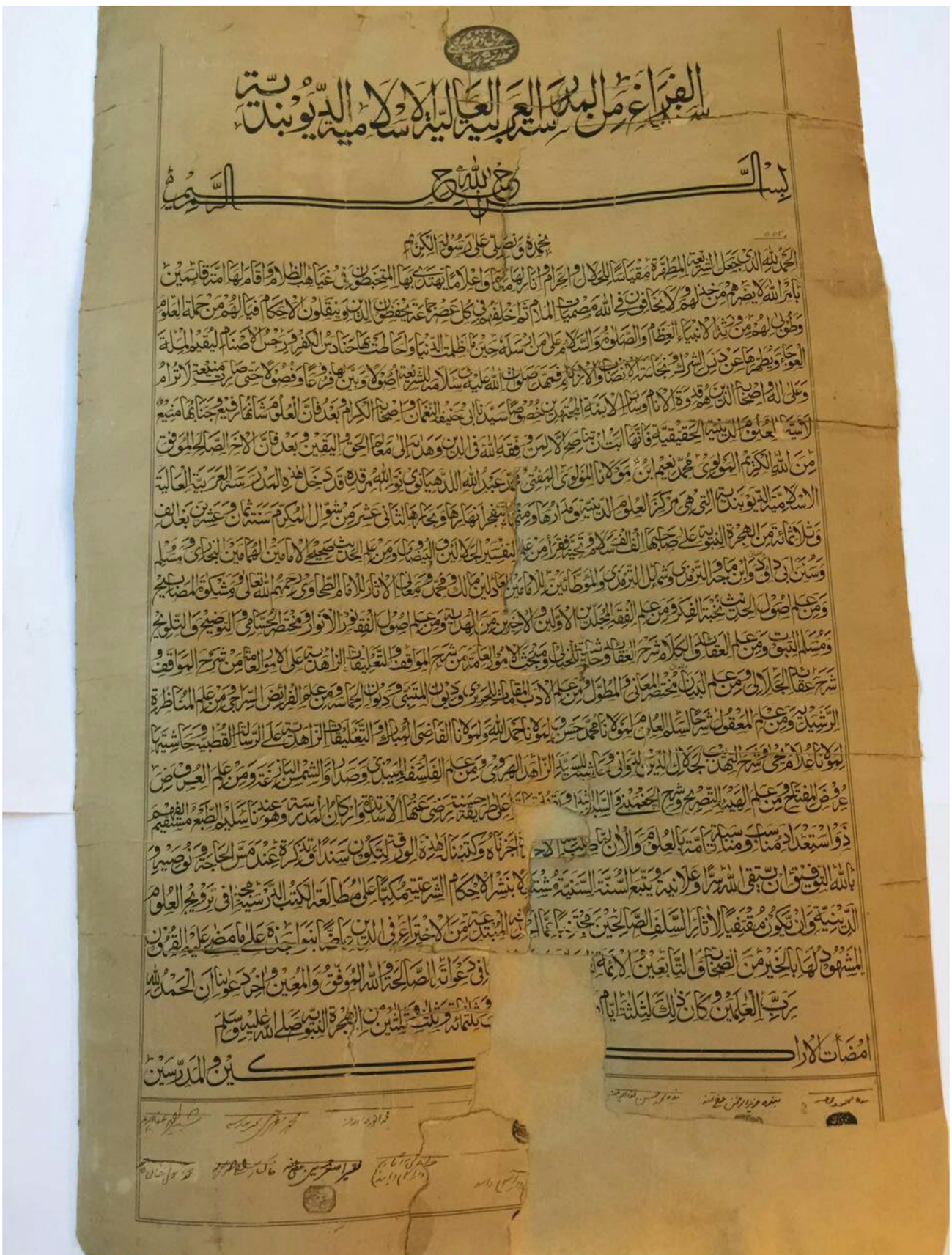

الفراغ من المدرسة العربية العالية الاسلامية الديوبندية

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

الحمد لله الذي جعل الشريعة المطهرة مقياسا للحلال والحرام وانارها معالما واعلاما يهتدي بها المتخبطون في غياهب الظلام واقام لها امة قائمين
بامر الله لا يضرهم من خذلهم ولا يخافون في الله مصميات الملام ثم اخلفهم في كل عصر جماعة يحفظون الدين وينقلون الاحكام فيا لهم من حملة العلوم
وطوبى لهم من ورثة الانبياء العظام والصلوة والسلام على من ارسله حين ما اظلمت الدنيا واحاطت بها حنادس الكفر ورجس الاصنام ليقيم الملة
العوجاء ويطهرها عن دنس الشرك ونجاسة الانصاب والازلام فمهد صلوات الله عليه وسلامه للشريعة اصولا وبين لها فروعا وفصولا حتى صارت منيعة لا ترام
وعلى آله واصحابه الذين هم قدوة الانام وسائر الائمة المجتهدين خصوصا سيدنا ابي حنيفة النعمان واصحابه الكرام وبعد فان العلوم شانها رفيع وجنابها منيع
لا سيما العلوم الدينية الحقيقية فانها ابت ان تناصح الا لمن وفقه الله في الدين وهداه الى معالم الحق واليقين وبعد فان الاخ الصالح الموفق
من الله الكريم المولوي محمد نعيم ابن مولانا المولوي المفتي محمد عبد الله اللدهيانوي نور الله مرقده قد دخل هذه المدرسة العربية العالية
الاسلامية الديوبندية التي هي مركز العلوم الدينية ومدارها ومنها تتفجر انهارها وبحارها لثاني عشر من شوال المكرم سنة ثمان وعشرين بعد الف
وثلاثمائة من الهجرة النبوية على صاحبها الف الف سلام وتحية فقرأ من علم التفسير الجلالين والبيضاوي ومن علم الحديث صحيحي الامامين الهمامين البخاري ومسلم
وسنن ابي داود وابن ماجه والترمذي وشمائل الترمذي والموطأين للامامين العادلين مالك ومحمد ومعاني الآثار للامام الطحاوي رحمهم الله تعالى ومشكوة المصابيح
ومن علم اصول الحديث نخبة الفكر ومن علم الفقه المجلدين الاولين والاخيرين من الهداية ومن علم اصول الفقه نور الانوار ومختصر الحسامي والتوضيح والتلويح
ومسلم الثبوت ومن علم العقائد والكلام شرح العقائد وحاشية للخيالي ومبحث الامور العامة من شرح المواقف والتعليقات الزاهدية على الامور العامة من شرح المواقف و
شرح عقائد الجلالي ومن علم البيان مختصر المعاني والمطول ومن علم الادب المقامات للحريري وديوان المتنبي وديوان الحماسة ومن علم الفرائض السراجي ومن علم المناظرة
الرشيدية ومن علم المعقول شرحا لسلم العلوم لمولانا محمد حسن ولمولانا حمد الله ولمولانا القاضي المبارك والتعليقات الزاهدية على الرسالة القطبية وحاشيتها
لمولانا علام يحيى وشرح التهذيب لجلال الدين الدواني وحاشية للسيد الزاهد الهروي ومن علم الفلسفة الميبذي وصدرا والشمس البازغة ومن علم العروض
عروض المفتاح ومن علم الهيئة التصريح وشرح الجغميني والسيد [illegible] على طريقة حسنة رضي عنها الاساتذة واركان المدرسة وهو عندنا سليم الطبع مستقيم الفهم
ذو استعداد مناسب ومناسبة تامة بالعلوم والآن لما طلب الاجازة اجزناه وكتبنا له هذه الورقة لتكون سندا وتذكرة عند مس الحاجة ونوصيه و
بالله التوفيق ان يتقي الله سرا وعلانية ويتبع السنة السنية مشتغلا بنشر الاحكام الشرعية مكبا على مطالعة الكتب الدرسية مجتهدا في ترويج العلوم
الدينية وان يكون مقتفيا لآثار السلف الصالحين مجتنبا عما احدثه المبتدعة من الاختراع في الدين عاضا بنواجذه على ما مضى عليه القرون
المشهود لها بالخير من الصحابة والتابعين والائمة [illegible] في دعواته الصالحة والله الموفق والمعين وآخر دعوانا ان الحمد لله
رب العالمين وكان ذلك لثلثة ايام [illegible] وثلثمائة وثلث وثلثين من الهجرة النبوية صلى الله عليه وسلم

امضات الاراكين والمدرسين

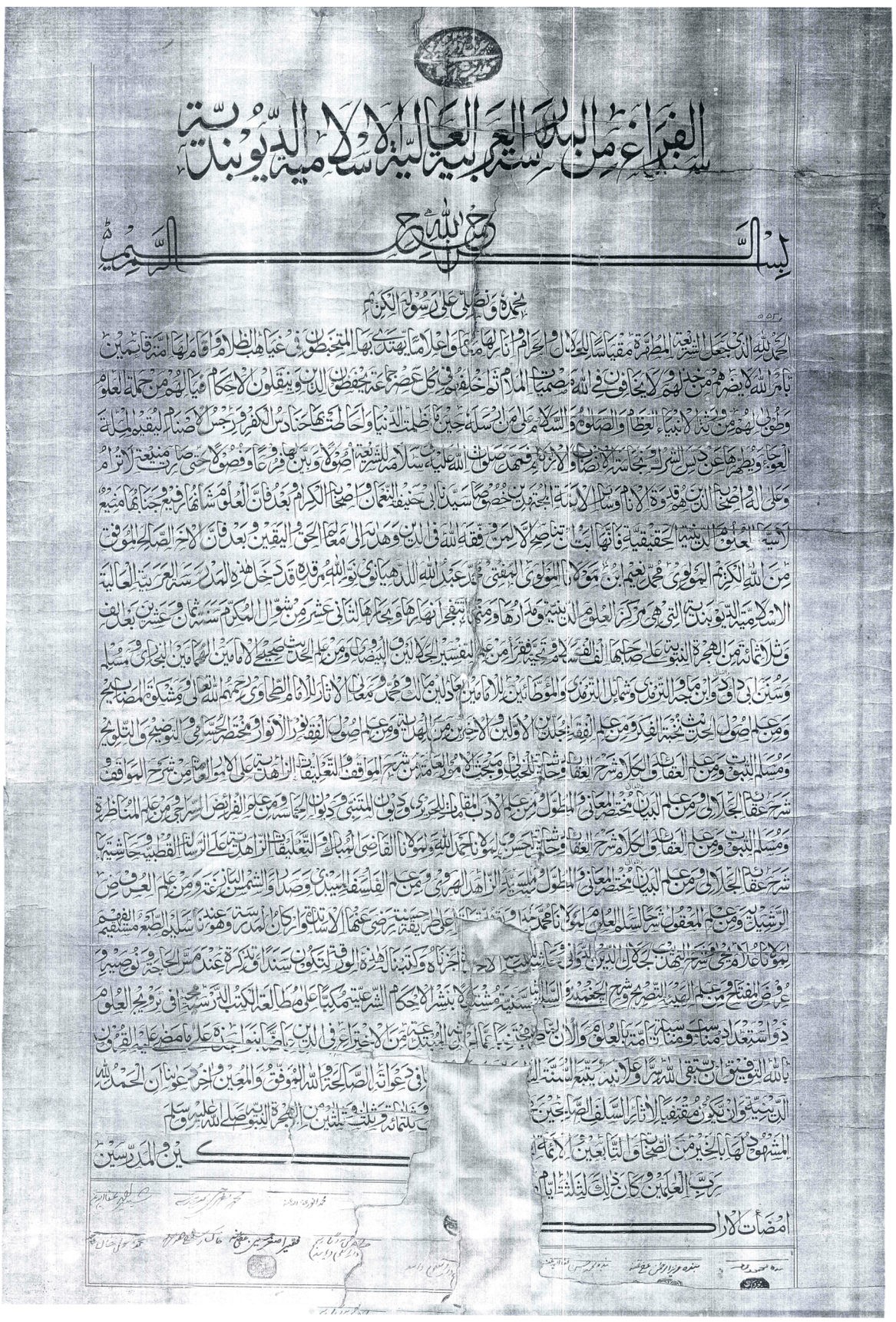

الفراغ من البلد الشريعة العالية الاسلامية الدينية بنورية

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

الحمد لله الذي جعل الشريعة المطهرة مقياساً للعدل والحرام وأنارها بما وعلماً يهتدي بها المتبصرون في غياهب الظلام وأقام لها أمة قائمين بأمر الله لا يضرهم من خذلهم ولا يخافون في الله لومة لائم تلقوا الدين عن أئمة حفظوا الدين ويقلون الأحكام عن أهلها من حملة العلوم وطوبى لهم من ورثة الأنبياء العظام والصلوة والسلام على من أرسله حين تفاقم الدنيا واحلولكت بها حنادس الكفر ورجس الأصنام ليقيم ملة العوجاء ويطهرها عن دنس الشرك ونجاسة الأصنام والآثام فمحمد صلوات الله عليه سلاماً مشرقة أصولاً ومبينة بها فروعاً وفصولاً حتى صارت متبعة لالتزام وعلى آله وأصحابه الذين هم قدوة الأنام وسائر الأئمة المجتهدين خصوصاً سيدنا أبي حنيفة النعمان وأصحابه الكرام بعد فإن العلوم شأنها رفيع وجناها منيع لأنها علوم الدينية الحقيقية فإنها آيات تناصح الأمين وفقه الله في الدين وهدى إلى معالم الحق اليقين وبعد فإن الأخ الصالح الموفق من الله الكريم المولوي محمد نعيم بن مولانا المولوي المفتي محمد عبد الله اللدهيانوي نور الله مرقده قد دخل هذه المدرسة العربية العالية الاسلامية اليونية التي هي مركز العلوم الدينية ومدارها ومنها تفجرانهارها وبحارها الثاني عشر من شوال المكرم سنة ثمان وعشرين بعد الف وثلاثمائة من الهجرة النبوية على صاحبها الف الف صلوة وتحية فقرأ من علم التفسير الجلالين والبيضاوي ومن علم الحديث صحيحي الامامين البخاري ومسلم وسنن ابي داود وابن ماجه والترمذي وشمائل الترمذي والموطأين للامامين مالك ومحمد ومعاني الآثار للامام الطحاوي رحمهم الله تعالى ومشكوة المصابيح ومن علم اصول الحديث نخبة الفكر ومن علم الفقه جلدين الاولين والاخرين من الهداية ومن علم اصول الفقه نور الانوار ومختصر الحسامي والتوضيح والتلويح ومسلم الثبوت ومن علم العقائد والكلام شرح العقائد وحاشيتها ومجتبى الامور العامة من شرح المواقف والتعليقات الزاهدية على الامور العامة من شرح المواقف شرح عقائد الجلالي ومن علم البيان مختصر المعاني والمطول من علم الادب مقامات الحريري وديوان المتنبي وديوان الحماسة ومن علم الفرائض السراجي ومن علم المناظرة ومسلم الثبوت ومن علم العقائد والكلام شرح العقائد وحاشيتها حسن بن مولانا احمد الله ومولانا القاضي مبارك والتعليقات الزاهدية على الرسالة القطبية وحاشيتها شرح عقائد الجلالي ومن علم البيان مختصر المعاني والمطول مير سيد الزاهد الهروي ومن علم الفلسفة مير سيدي وصدرا والشمس البازغة ومن علم العروض الرشيدية ومن علم المعقول شرح السلم لمولانا محمد [illegible] على طريقة رضي عنهم الاسناد وأركان المدرسة وهو عند سليم الطبع مستقيم الفهم لمولانا علام محي شرح التهذيب لجلال الدين الدواني وحاشيته لاحمد [illegible] اجزاه وكتبنا هذه الورقة لتكون سنداً وتذكرة عند مس الحاجة ونوصيه وعموم المفتح ومن علم الهيئة التصريح وشرح الخميدية السلم بنسبة مشيدة بشرح الاحكام الشرعية متمسكاً على مطالعة الكتب الدرسية في ترويج العلوم ذو استعداد مناسب ومنابة تامة بالعلوم والان انه ظهر بخبر عما لم يزل من الاختراعات في الدين حاضراً بنا جاءت به على ما مضى عليه القرون بالله التوفيق ان يبقى لله سراً وعلانية يتبع السنة الدينية وان يكون متقفياً لآثار السلف الصالحين المشهود لها بالخير من الصحابة والتابعين لائمة رب العالمين وكان ذلك لثلاثة ايام امضيت لاراد

في دعواته الصالحة والله الموفق والمعين وآخر دعوانا ان الحمد لله وتلثمائة وثلث وثلثين من الهجرة النبوية صلى الله عليه وسلم

كين المدرسين

MUFTI ZIA-UL-HASAN (r.a) AND HIS FATHER
MUFTI MUHAMMAD NAEEM LUDIHANAVI (r.a)

تصاویر

حضرت مولانا عبید اللہ سندھی

رحمۃ اللہ علیہ

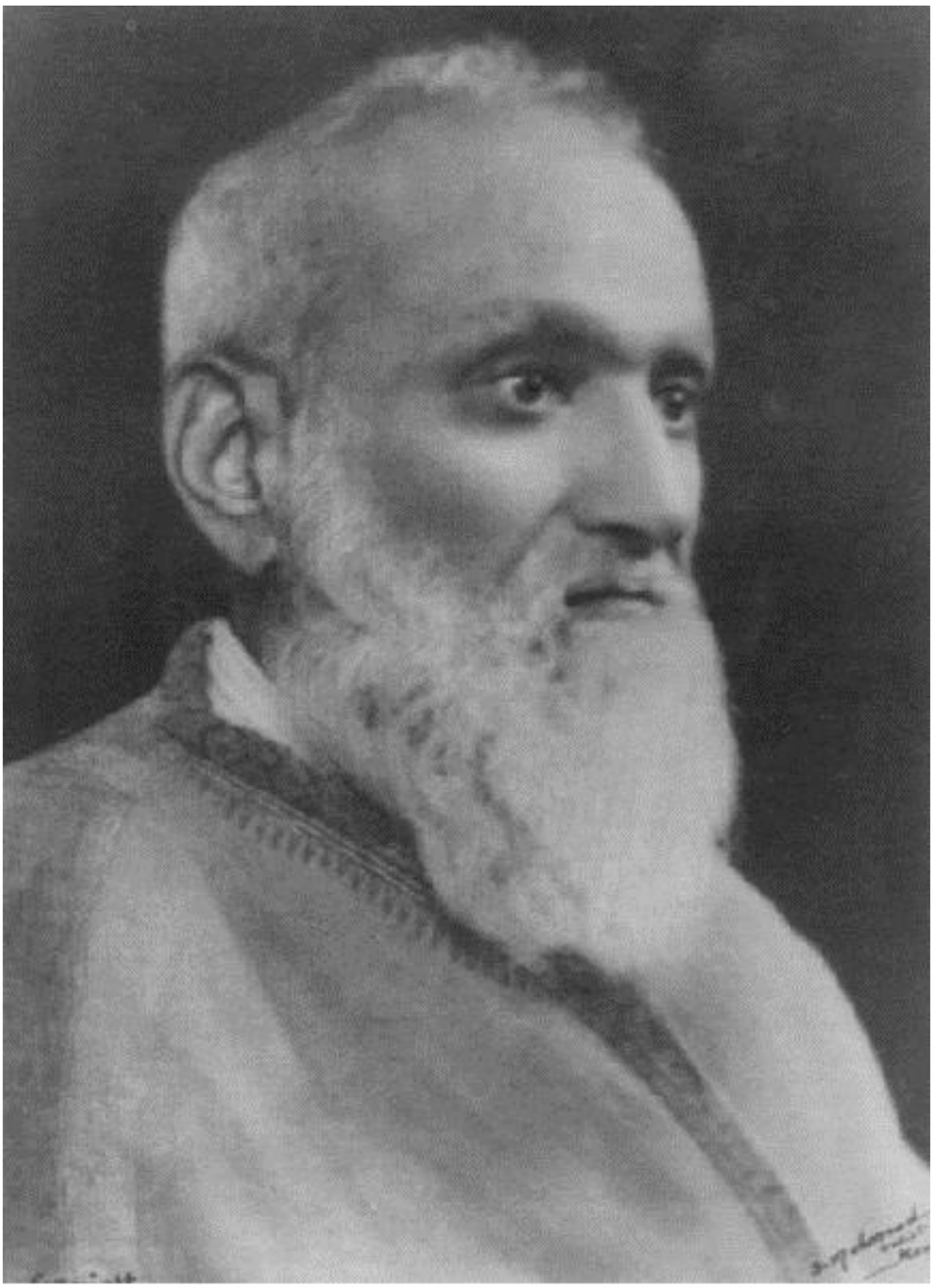

Maulana Obaidullah Sindhi (ra)

MaWLANA 'UBAYD ALLAH WITH TEJA SINGH AZAD
(PHOTO TAKEN FROM AP-BITI-II, P.100)

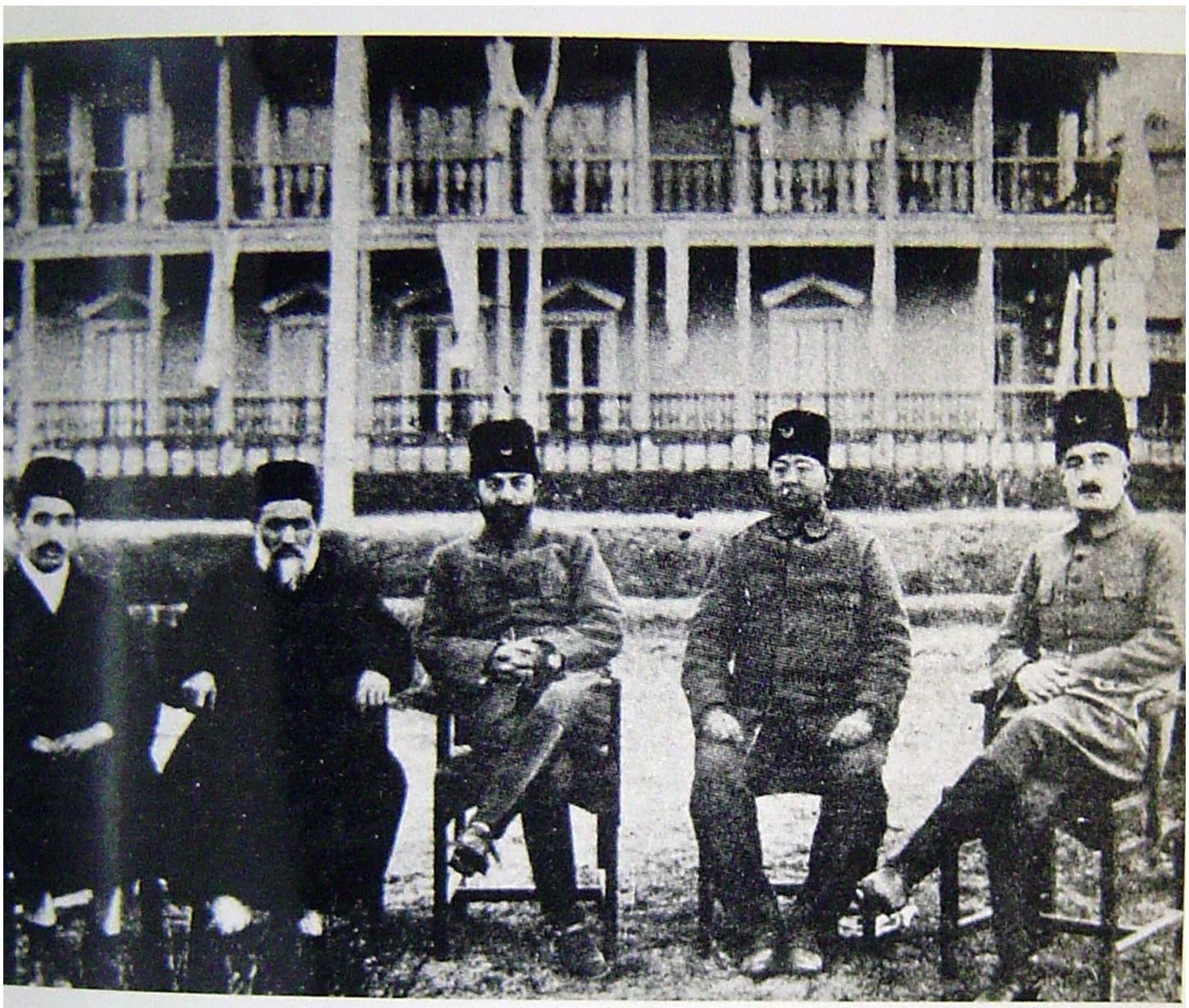

MAWLĀNĀ 'UBAYD ALLAH WITH JAMĀL PĀSHĀ THE EX-TURKISH MINISTER AND OTHERS
(LEFT) DR. NŪR MUHAMMAD SINDHI; MAWLĀNĀ 'UBAYD ALLAH; JAMAL PĀSHĀ;
MAWLĀNĀ BARKAT ALLAH; BADRĪ BEY, THE EX-DIRECTOR POLICE ISTANBUL
(PHOTO TAKEN FROM AP-BITI-I, P. 220)

تصاویر

حضرت مولانا احمد سعید دہلوی

رحمۃ اللہ علیہ

Maulana Ahmad Saeed Dehlavi (ra) Vice-President of Jamiat Ulama e Hind with President of India

The Jamiat leader, Maulana Ahmed Sayeed conducting the prayers at the thanks giving service in the Jama Masjid, Delhi on September 26 held in response to the appeal by H.E. Shri Rajagoplachari. A congregation of about 20,000 Muslims participated in the ceremony which expressed gratefulness to the Almighy ofor the solution of the Hyderabad problem. Seated behind H.E.C. Rajagopalachri and Maulana Abul Kalam Azad

MAULANA AHMAD SAEED DEHLAVI RA

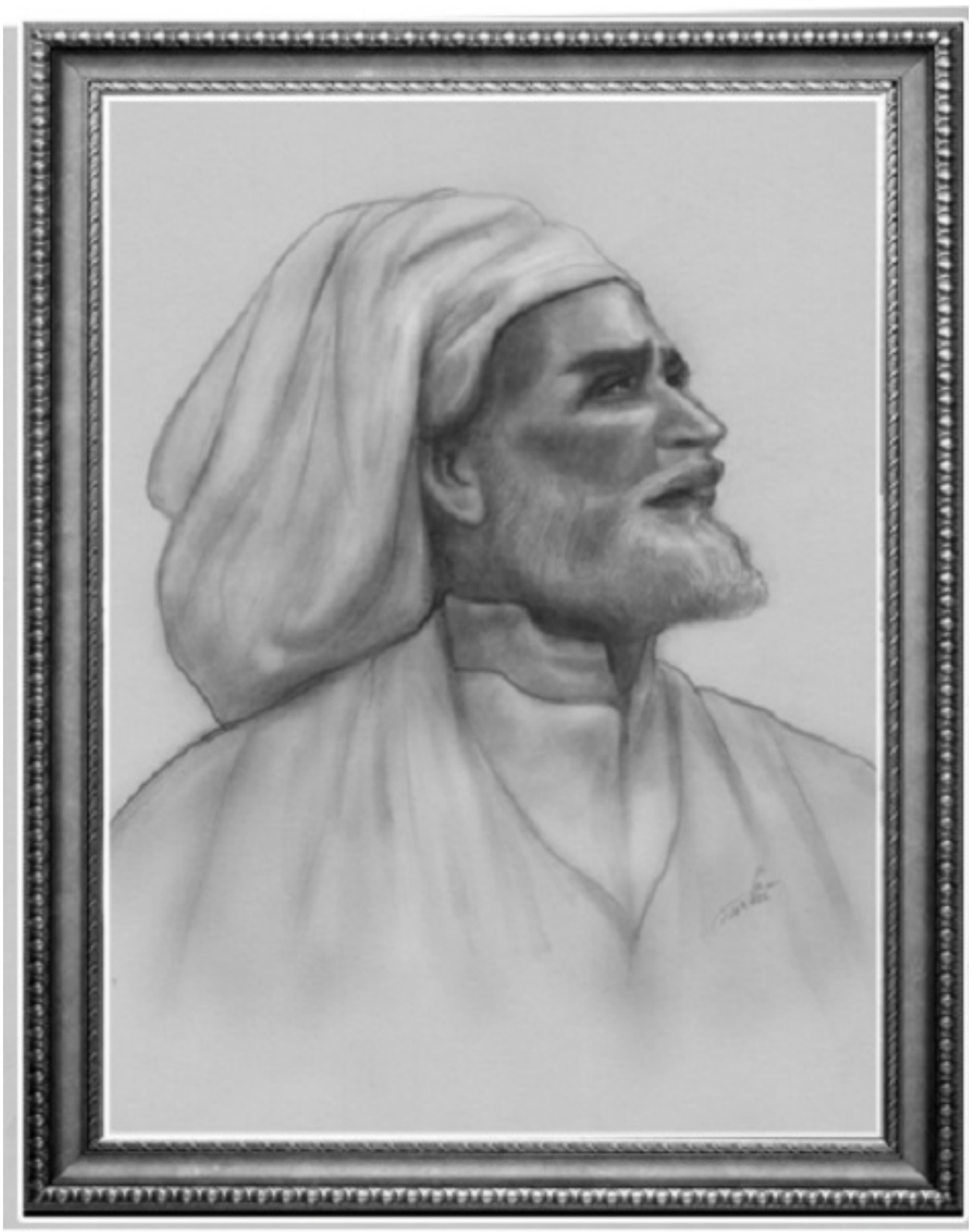

Maulana Ahmad Saeed Dehlavi (ra)

تصاویر

حضرت مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی

رحمۃ اللہ علیہ

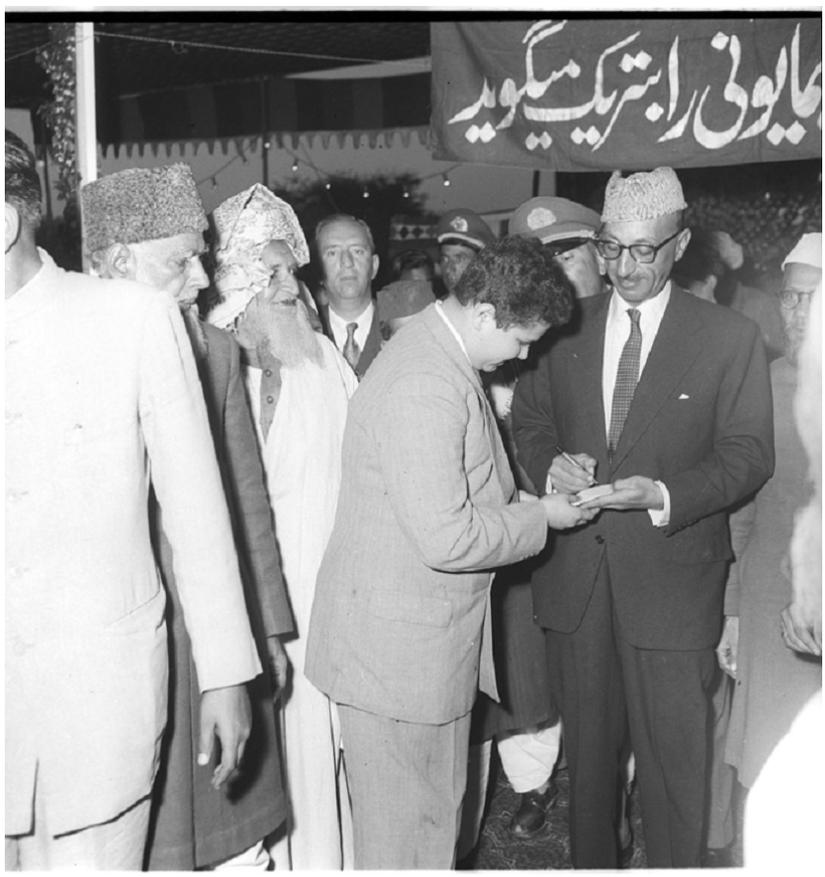

Mufti Kiffayatullah Dehlavi (ra) & Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (ra) with President of Afghanistan

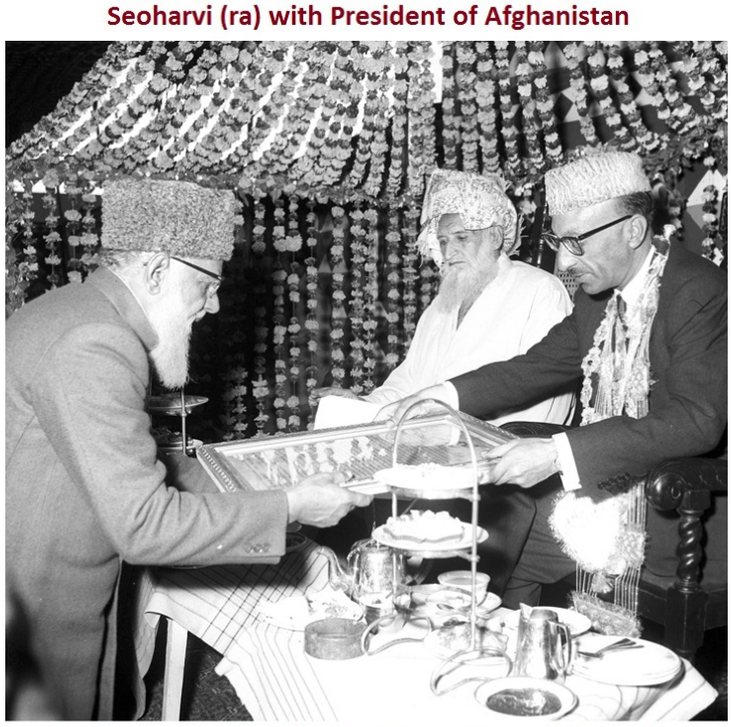

Mufti Kiffayatullah Dehlavi (ra) & Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (ra) with President of Afghanistan

Mufti Kiffayatullah Dehlavi (ra) & Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (ra) with President of Afghanistan

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) addressing Urdu Conference presided by Maulana Abul Kalam Azad (r.a)

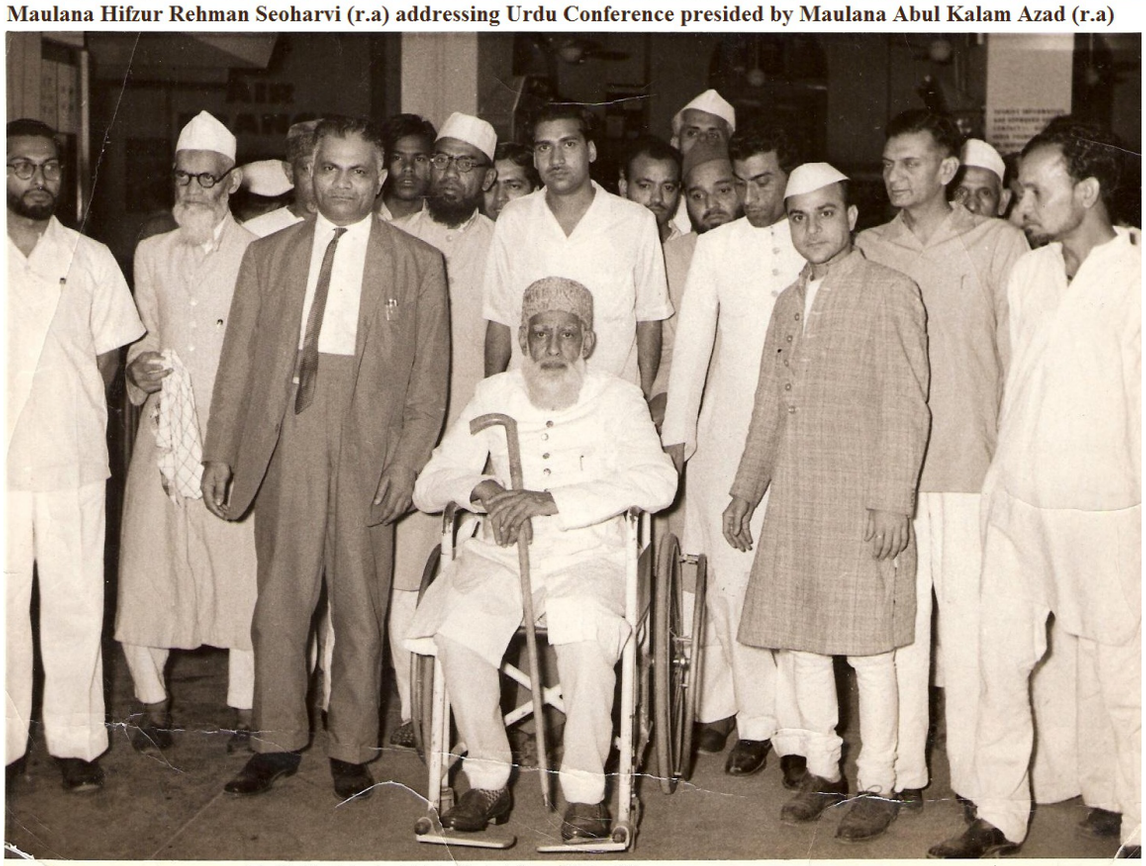

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) on wheel chair at Dehli Airport.

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) with Deputy Governer Delhi giving prizes at Award Ceremony at " Yateem Bachoon Ka Center "

At Orphan Centre

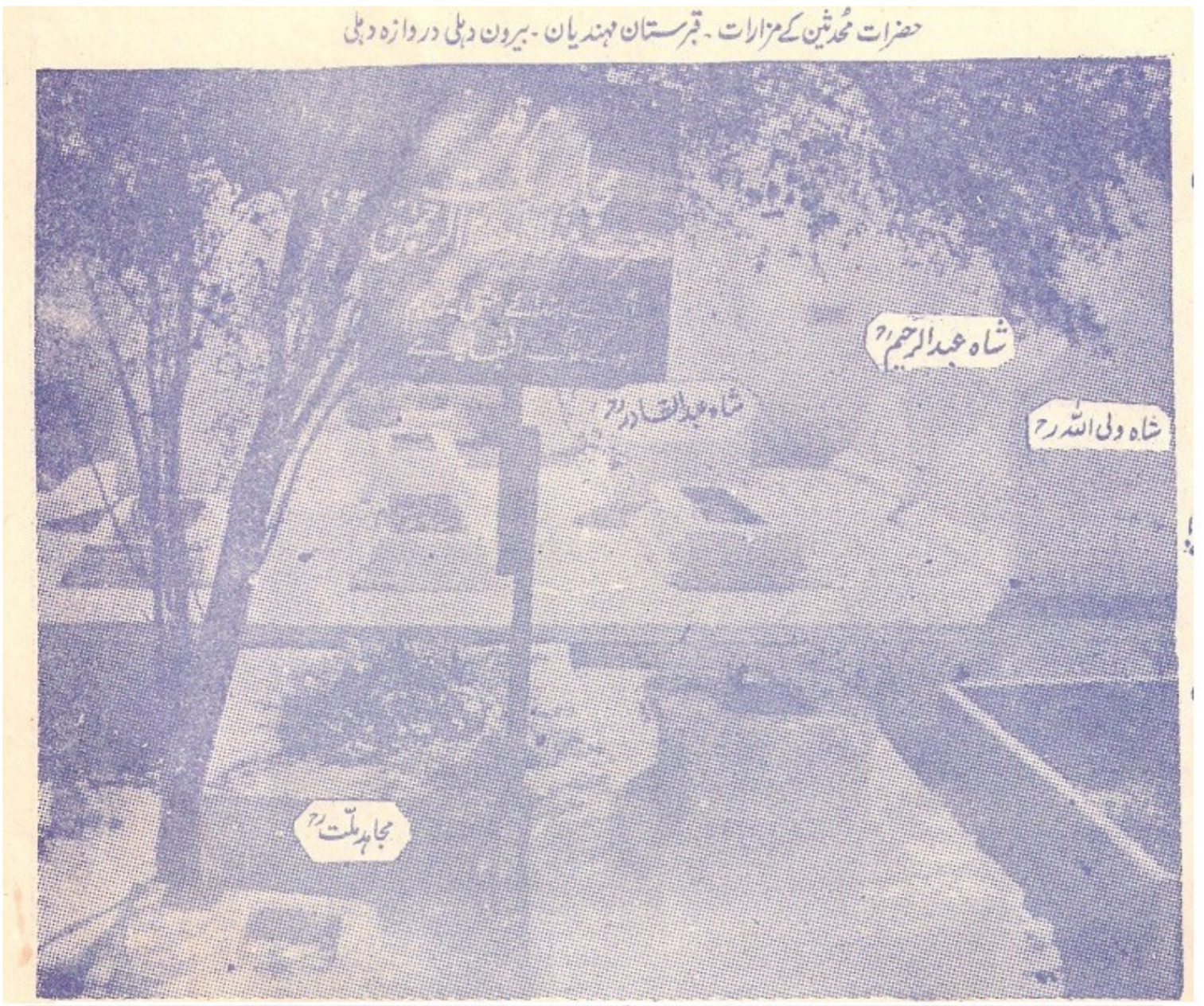

Grave of Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) with Graves of Hazrat Shah Walli Ullah Dehlavi (r.a) and his sons.

مکینِ خلدِ بریں

از: سید صبیح الحسن اختر ہاشمی

جنگِ آزادی کے عظیم سپہ سالار، کانگریس کے مقتدر رہنما، ہند پارلیمنٹ کے مشہور ممبر، اور آٹھ کروڑ ہندوستانی مسلمانوں کے پشت پناہ و مسلّمہ لیڈر کے لئے بآسانی ایک شاندار مقبرہ تعمیر کرایا جاسکتا تھا لیکن اِس مردِ حق آگاہ کی ابدی آرام گاہ کے لئے آستانۂ خاتم المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا ہی انتخاب ہوا۔

حضرات محدثین کے مزارات۔ قبرستان مہندیان۔ بیرون دہلی دروازہ دہلی

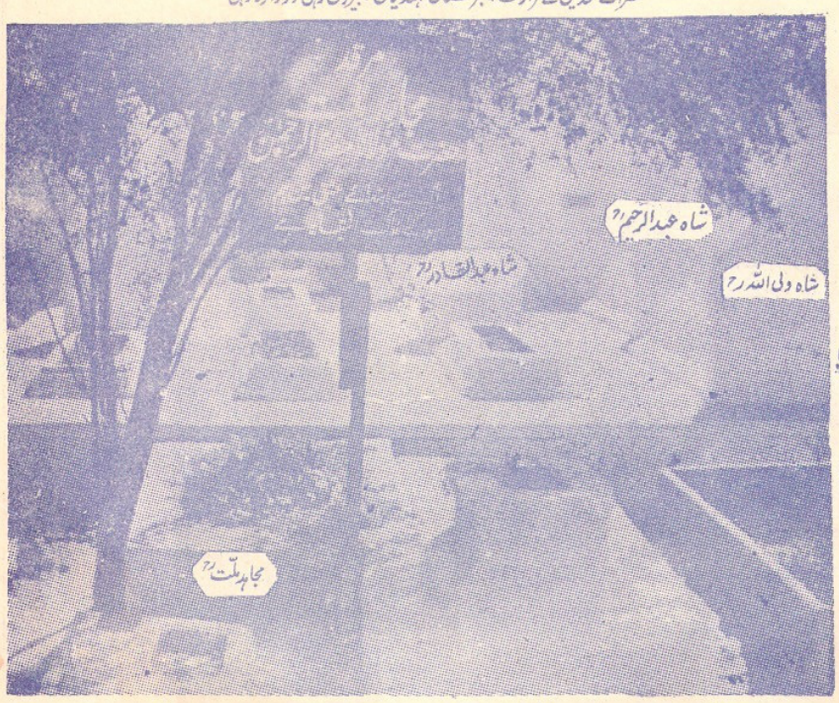

دُنیا جانتی ہے کہ مجاہد ملت بیک وقت عالمِ دین مفسرِ قرآن، مصنف و خطیب، مدبّر و مجاہد، دردمند خادمِ خلق، پیکرِ ایثار اور اتحادِ قومی کے علمبردار تھے ان اوصاف کو ذہن میں رکھیئے! اور مولانا کے مزار کا حدود اربعہ ملاحظہ فرمایئے! اِس ہمہ گیر شخصیت کے عناصر ترکیبی خود ہی تصوّر میں اُبھر آئیں گے

جب کوئی فتنہ زمانے میں نیا اُٹھتا ہے
وہ اِشارے سے بتا دیتے ہیں تُربت میری

In Memory of Mujahid e Millat
Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a)

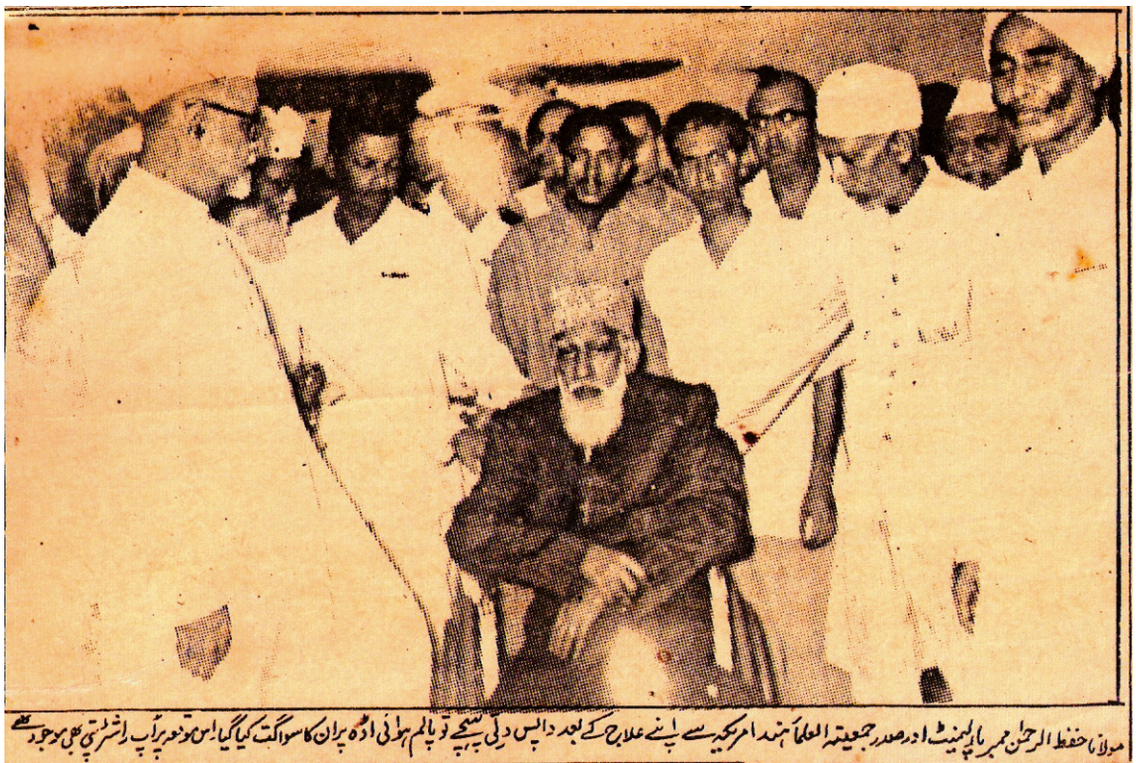

مولانا حفظ الرحمٰن ممبر پارلیمنٹ اور صدر جمعیۃ العلماء ہند امریکہ سے اپنے علاج کے بعد واپس دہلی پہنچے تو پالم ہوائی اڈہ پر ان کا سواگت کیا گیا اس موقعہ پر آپ راشٹرپتی بھی موجود تھے

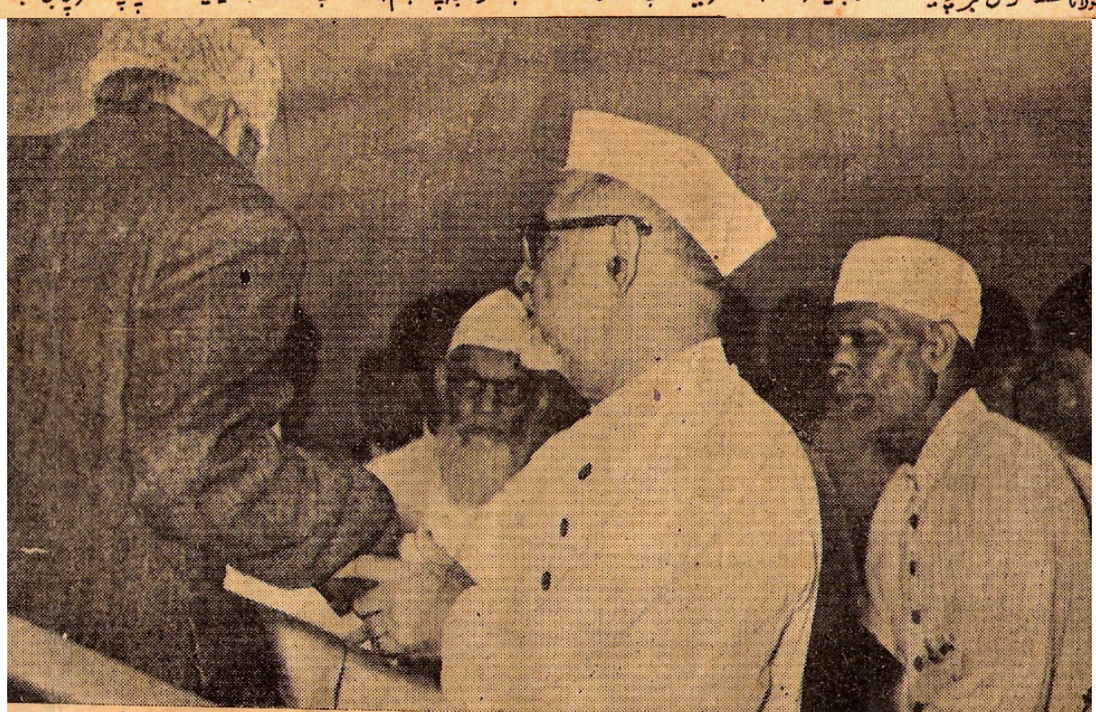

پالم کے فضائی مستقر پر حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب جب اپنے طیارہ سے باہر تشریف لائے تو ارباب اخلاص و محبت نے دعاؤں کی چھاؤں میں حضرت مولانا کا استقبال کیا نائب صدر جمہوریہ ڈاکٹر ذاکر حسین حضرت مولانا کو سہارا دے رہے ہیں حضرت مولانا ۱۲ جولائی کی صبح کو نئی دہلی تشریف لائے تصویر میں حضرت مولانا محمد میاں بھی موجود ہیں۔

Dr Zakir Hussain the third President of India receiving Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) when he came back from America after medical Treatment. Maulana Muhammad Mian (r.a) is also in the picture.

حضرت مولانا ہمدرد خلائق جناب حکیم عبدالحمید صاحب سے کیفیت مزاج بیان فرما رہے ہیں، تصویر میں حضرت مولانا محمد میاں، نقیب الاولیاء جناب محترم صاحبزادہ محمد مستحسن صاحب فاروقی اور ریلوے کے نائب وزیر جنرل شاہنواز صاحب بھی موجود ہیں۔

مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی امریکہ سے تشریف آوری

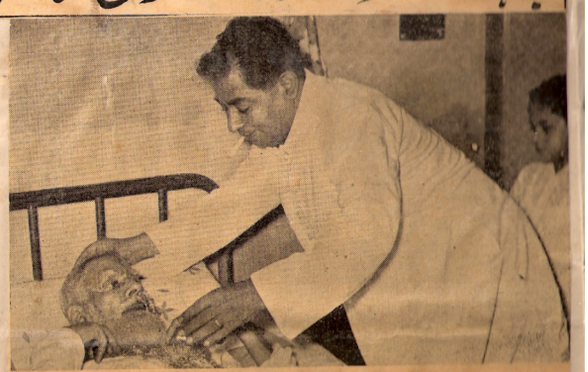

حضرت مولانا اپنی قیام گاہ کیننگ لین ۱ کرزن روڈ نئی دہلی میں استراحت فرما ہوئے تو درگاہ کلیمی کے سجادہ نشین ہفت روزہ پیام مشرق و ماہنامہ آستانہ کے مدیر اعلیٰ نقیب الاولیاء جناب محترم صاحبزادہ محمد مستحسن صاحب فاروقی نے خلوص و محبت کے زریں تاروں میں گندھے ہوئے عطر بیز پھولوں کا ہار پہنایا اور حضرت مولانا کے لئے دعائے صحت فرمائی

فضائی مستقر سے حضرت مولانا کو آرام کرسی پر موٹر تک لایا گیا

Left:- Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) : Middle:- President Zahir Shah of Afghanistan

Left:- Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) : Middle:- President Gamal Abdel Nasser of Egypt
Right: Mufti Attiq ur Rehman Usmani (r.a)

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) at Dehli Airport

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) at Dehli Airport

Left: Hazrat Mufti Kiffayatullah Dehlavi (r.a) : Right: Hazrat Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a)

At Aligarh Muslim University

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) being welcomed by Bakhshi Ghulam Muhammad Chief Minister Kashmir at a Meeting

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) on wheel chair at Dehli Airport.

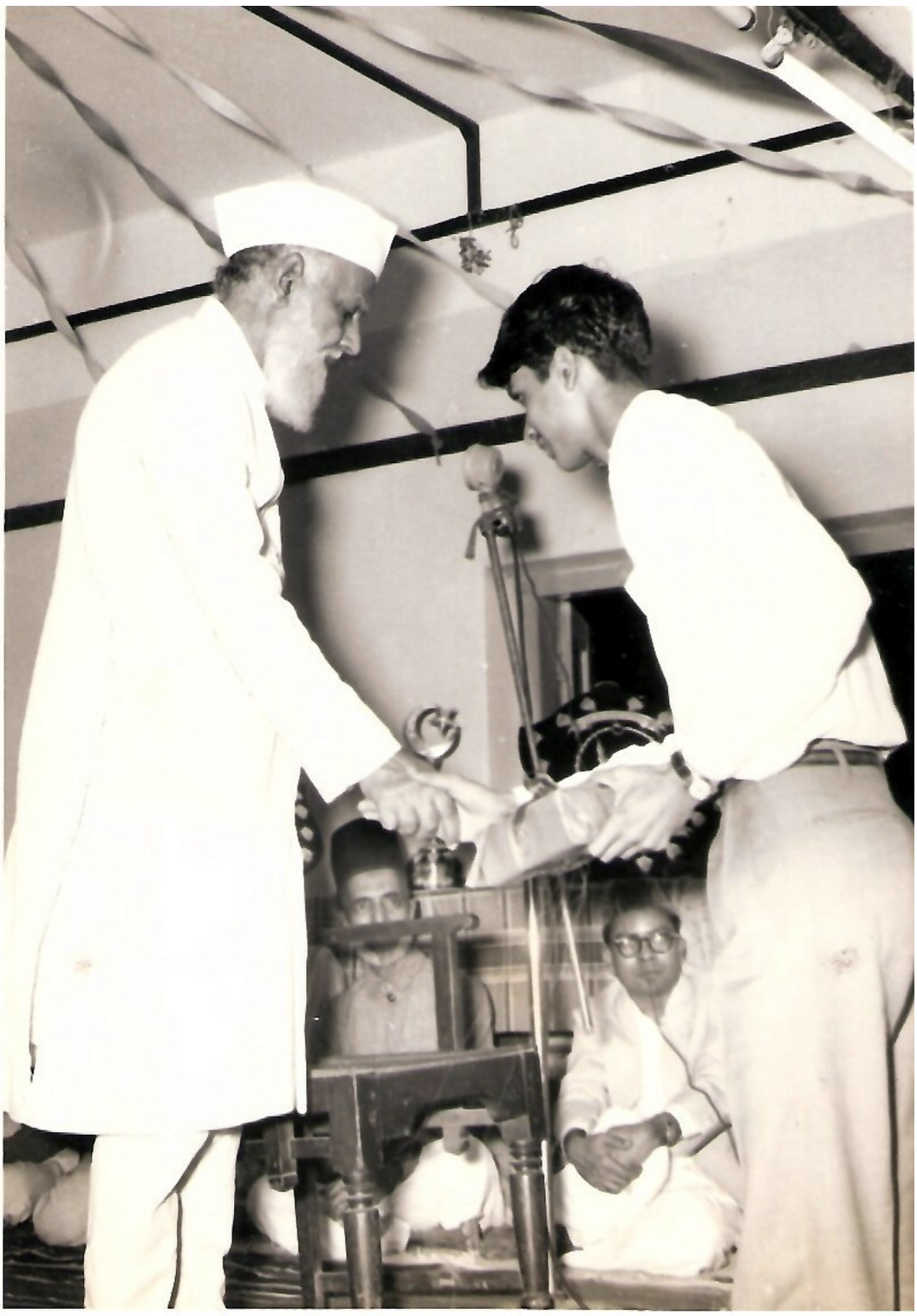

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) giving
prizes at Award Ceremony at " Yateem Bachoon Ka Center "

At Orphan Centre

Hazrat Imam Bukhari (r.a) of Shahi Mosque Delhi welcoming King Raza Shah Pehlavi of Iran accompanied with Maulana Hifzur Rehman Seoharni (r.a) to Shahi Masjid

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) with Deputy Governer Delhi giving prizes at Award Ceremony at " Yateem Bachoon Ka Center "

At Orphan Centre

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) giving
prizes at Award Ceremony at " Yateem Bachoon Ka Center "

At Orphan Centre

Maulana Hifzur Rehman Seoharni (r.a) with Farah Deebah Queen of Iran and Hazrat Imam Bukhari of Shahi Mosque Delhi during a visit to Shahi Masjid Dehli

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a), Dr. Rajindr Parshad (President of India) and Maulana Syed Hussain Ahmad Madani (r.a)

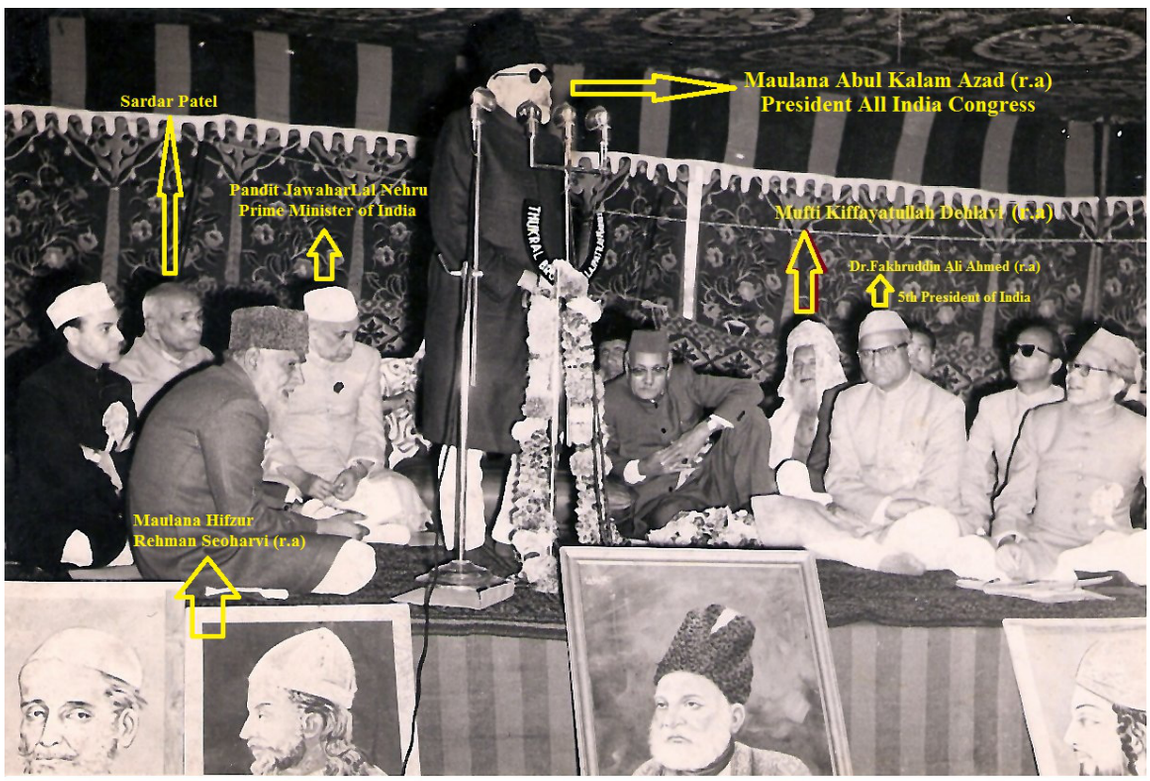

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) Urdu Conference presided by Maulana Abul Kalam Azad (r.a)

Sardar Patel , Mufti Kifayatullah Dehlavi (r.a) President Jamiat Ulama e Hind and Mr.Fakhruddin Ali Ahmad (ex-President India) are also there.

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) addressing Urdu Conference presided by Maulana Abul Kalam Azad (r.a)

Sardar Patel , Mufti Kifayatullah Dehlavi (r.a) President Jamiat Ulama e Hind and Mr.Fakhruddin Ali Ahmad (ex-President India) are also there.

Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a) Addressing a Seerat Al-Nabi Meeting

Maulana Hifzur Rehman Seoharni (r.a) being visted by Hakeem Abdul Hameed (r.a) - Chairman Hamdard

Sad demise of Mujahid e Millat Hazrat Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a)

Died at Delhi, on Aug 02, 1962

Funeral Prayer of Mujahid e Millat Hazrat Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a)

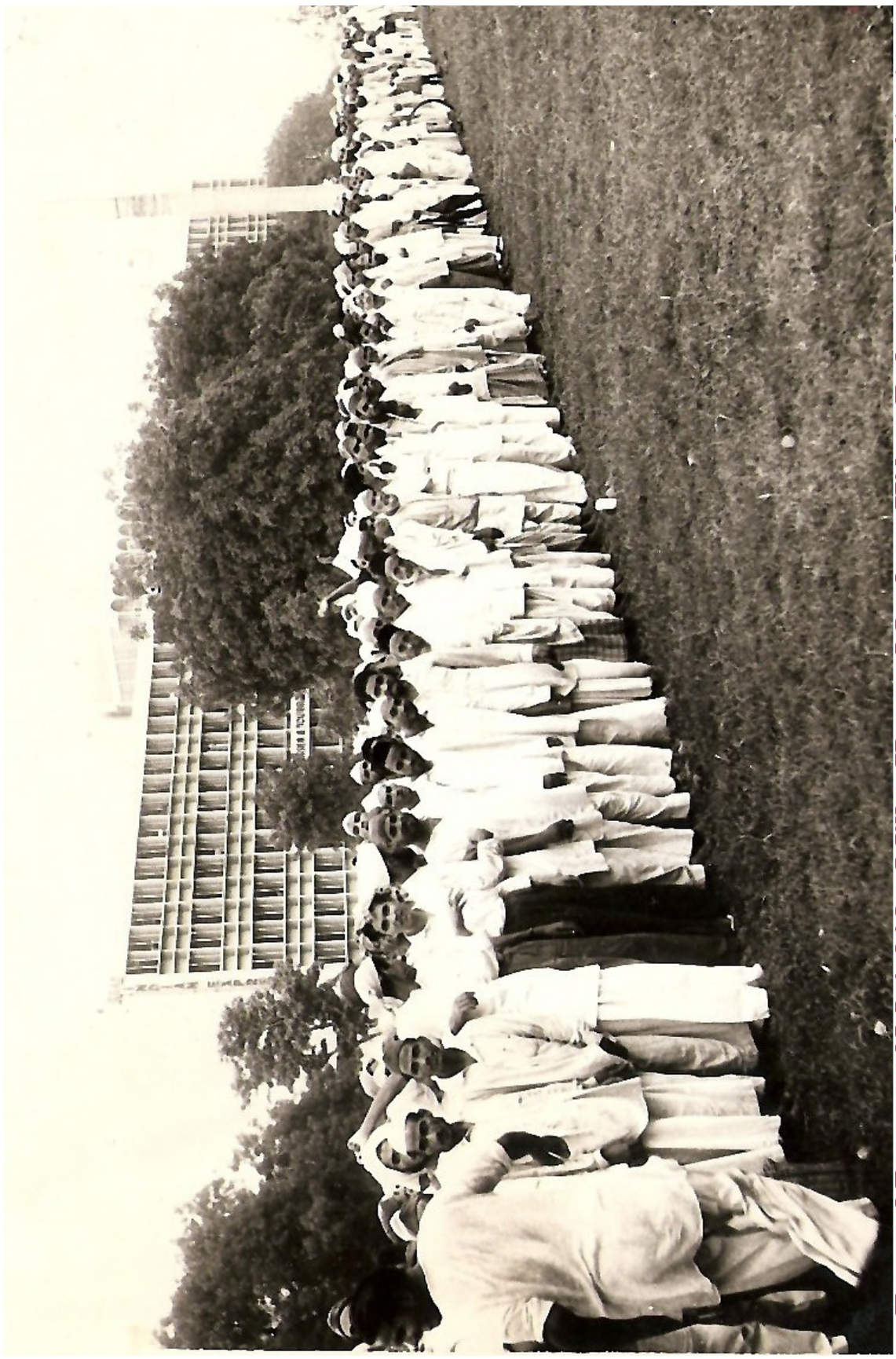

Funeral Prayer of Mujahid e Millat Hazrat Maulana Hifzur Rehman Seoharvi (r.a)
at Feroz Shah Kotla Ground Delhi-India

संसद-सदस्य मौलाना हिफजुर्रहमान के अन्तिम दर्शन। प्रधान मंत्री श्री जवाहरलाल नेहरू नई दिल्ली में बृहस्पतिवार को उनके मकान पर जहां उनका देहावसान हुआ अन्यों के साथ अपनी श्रद्धांजलि अर्पित करते हुए।

تصاویر

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی

رحمۃ اللہ علیہ

Maulana Shabbir Ahmad Usmani (ra)
at the grave of Quaid e Azam (ra)

Maulana Shabbir Ahmad Usmani (ra)
at the Namaz e Janaza of Quaid e Azam (ra)

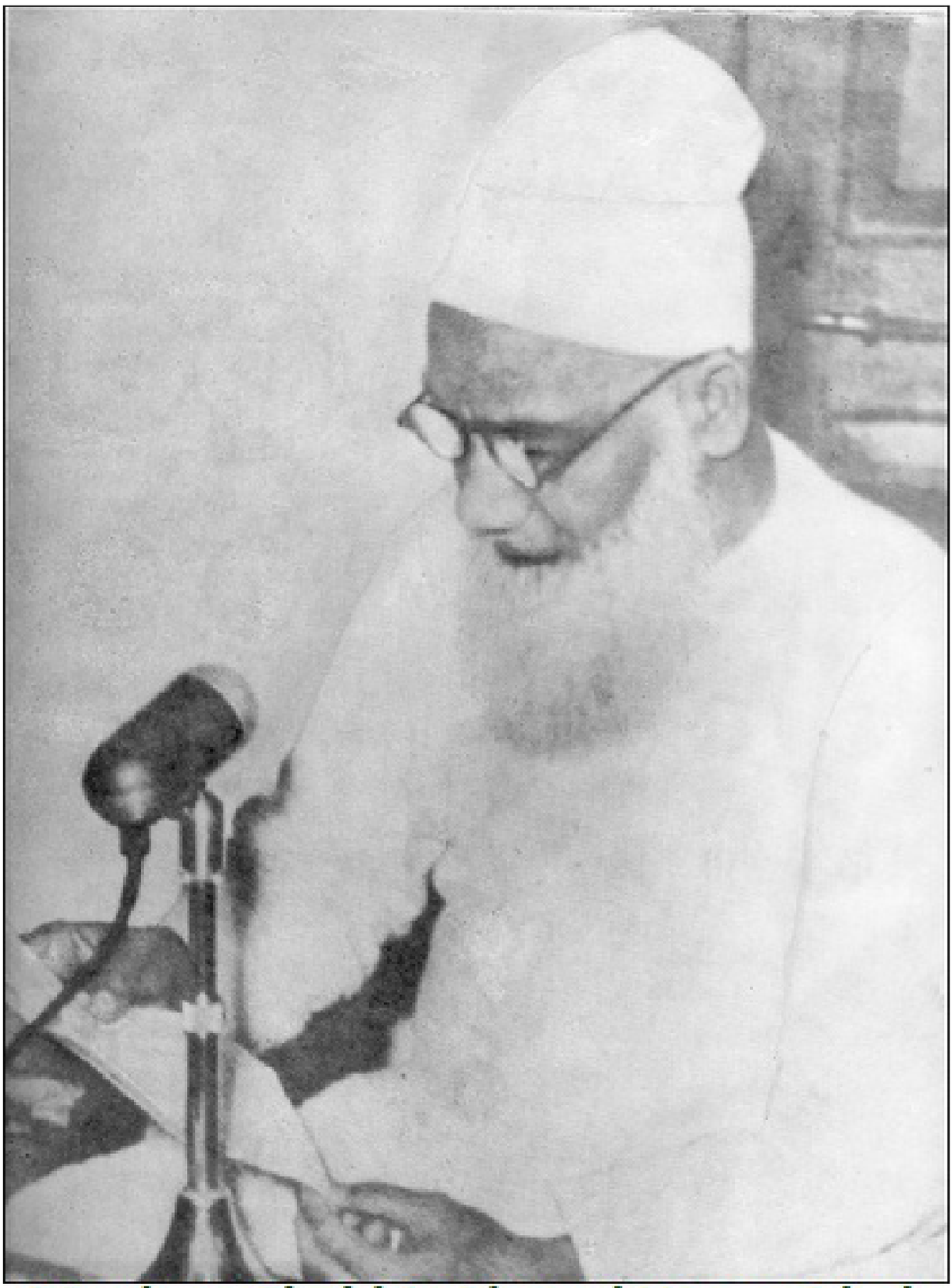

Maulana Shabbir Ahmad Usmani (ra)

تصاویر

حضرت مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی

رحمۃ اللہ علیہ

Rais-ul-Ahrar-Molana Habib-ur-Rehman
& Shah Sasood Awal (King of Soudia 1955)

Rais-ul-Ahrar-Molana Habib-ur-Rehman & Shah Sasood Awal (King of Soudia) & Others (1955)

PrimeMinister Pt. Jwahar Lal Nehru
Moulana-Habib-Ur-Rehman Ludhianvi
Moulana Sareed-Ur-Rehman Ludhianvi

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمان اور سلطان سعود اول رائنٹر پتی بھون میں خصوصی ملاقات فرما رہے ہیں۔

Maulana Rasheed Ahmad Ludhianvi at the grave of his uncle
Maulana Habib ur Rehman Ludhianvi (ra) in Dehli - India

Maulana Rasheed Ahmad Ludhianvi visiting the grave of Maulana Habib ur Rehman Ludhianvi (ra)

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئینِ گلستان میں
ہمیں بھی یاد رکھنا چمن میں جب بہار آئے

مجاہد آزادی امیر حریت رئیس الاحرارِ بانی صدر مجلس احرارِ اسلام پاک ہند

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ

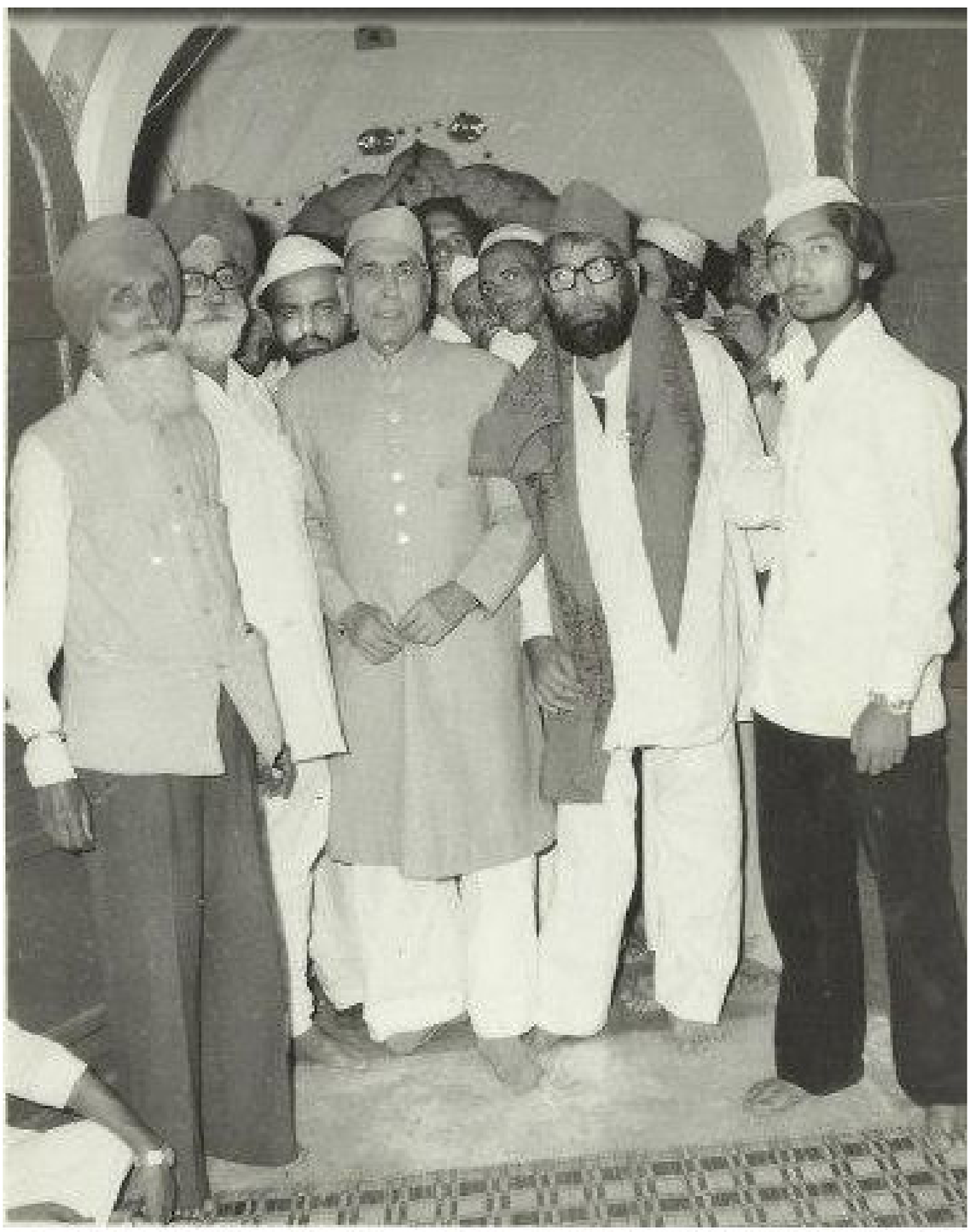

Maulana Ahmed Rehmani Ludhianvi (ra)
with Governor of Punjab Aminuddin Khan
at JAMA MASJID LUDHIANA - 1982

Maulana Saeed ur Rehman Ludhianvi (ra) and Qari Tayyeb Sb (ra)

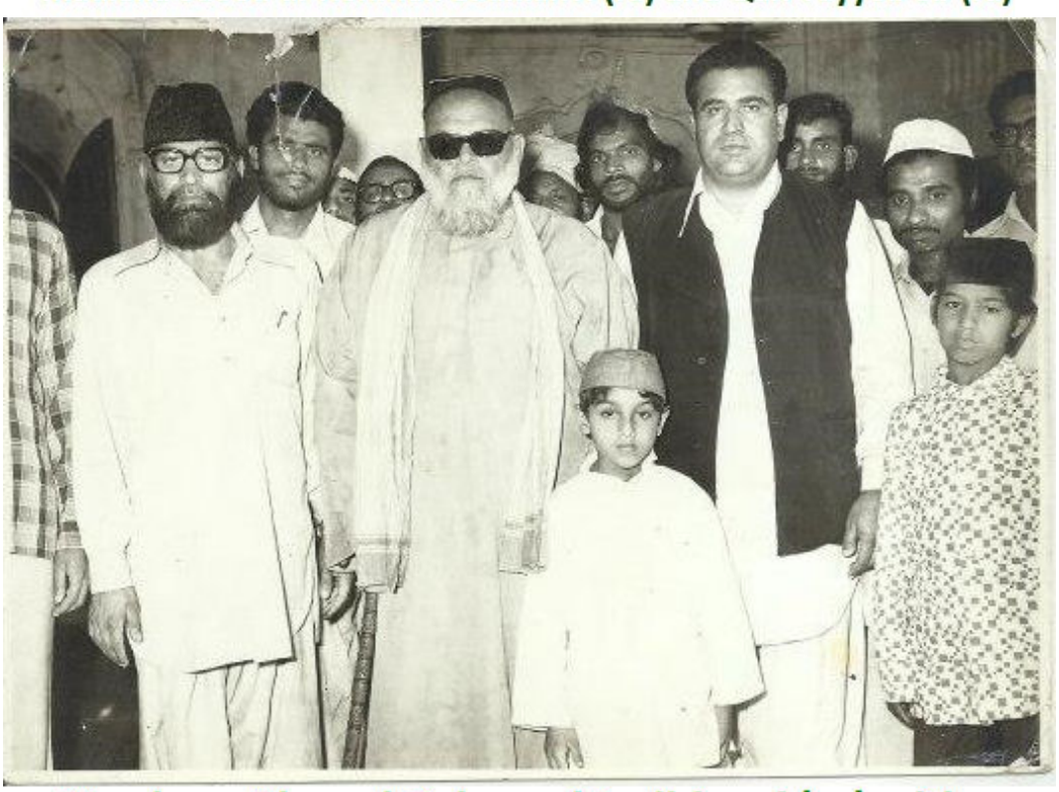

Maulana Ahmed Rehmani Ludhianvi (ra) with
Shahi Imam Delhi Abdullah Bukhari (ra) 1978

Maulana Rasheed Ahmad Ludhianvi in Peace Conference of Jamiat Ulama e Hind

تصاویر

حضرت مولانا قاری طیب

رحمۃ اللہ علیہ

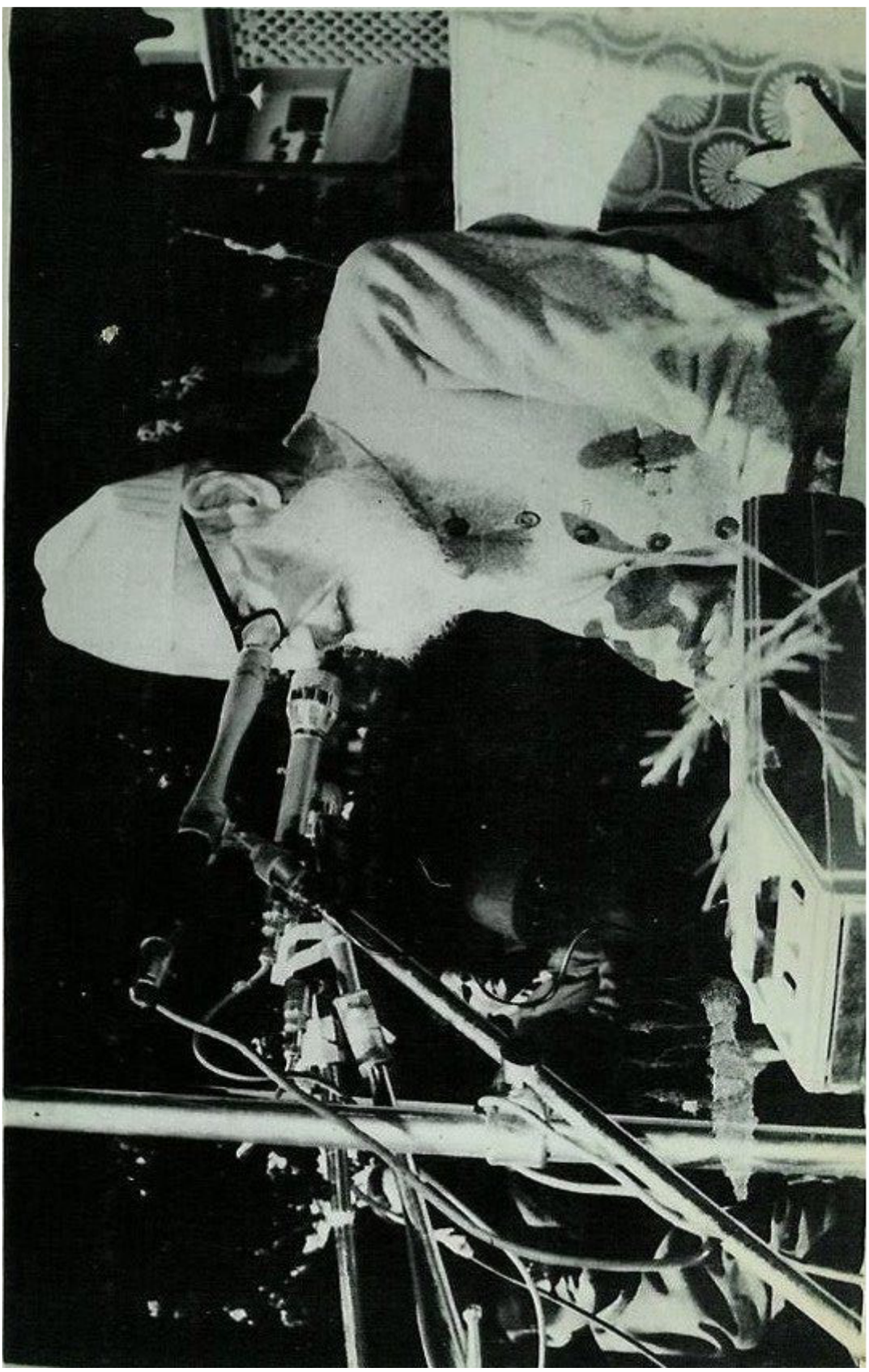

Qari Muhammad Tayyib Qasmi (ra) Mohtamim Darul Uloom Deoband

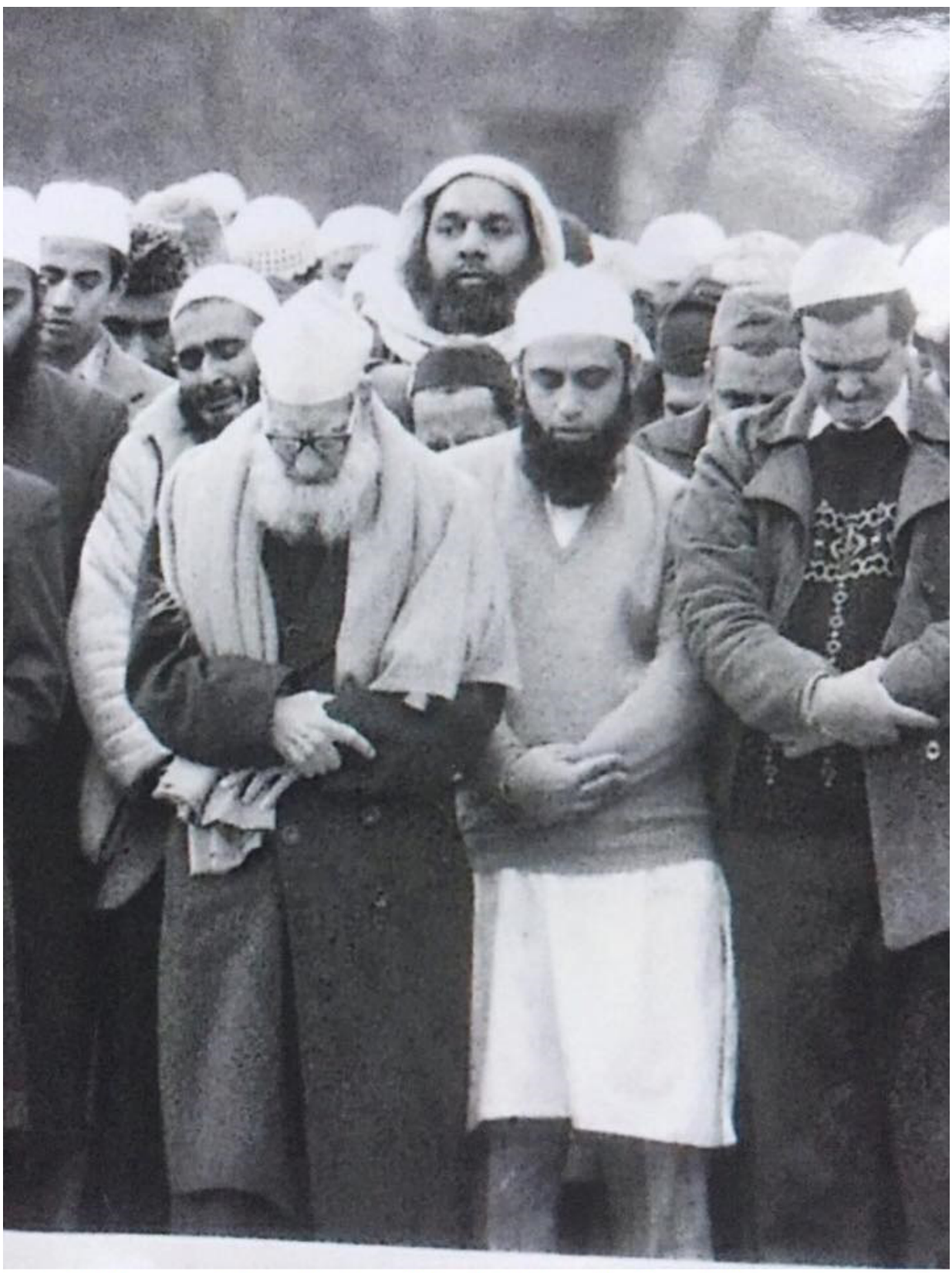

Qari Muhammad Tayyib Qasmi (ra) Mohtamim Darul Uloom Deoband

Qari Muhammad Tayyib Qasmi (ra) Mohtamim Darul Uloom Deoband

Qari Muhammad Tayyib Qasmi (ra) Mohtamim Darul Uloom Deoband

Qari Muhammad Tayyib Qasmi (ra) Mohtamim Darul Uloom Deoband with
Mufti Shafi (ra) Founder Darul Uloom Karachi

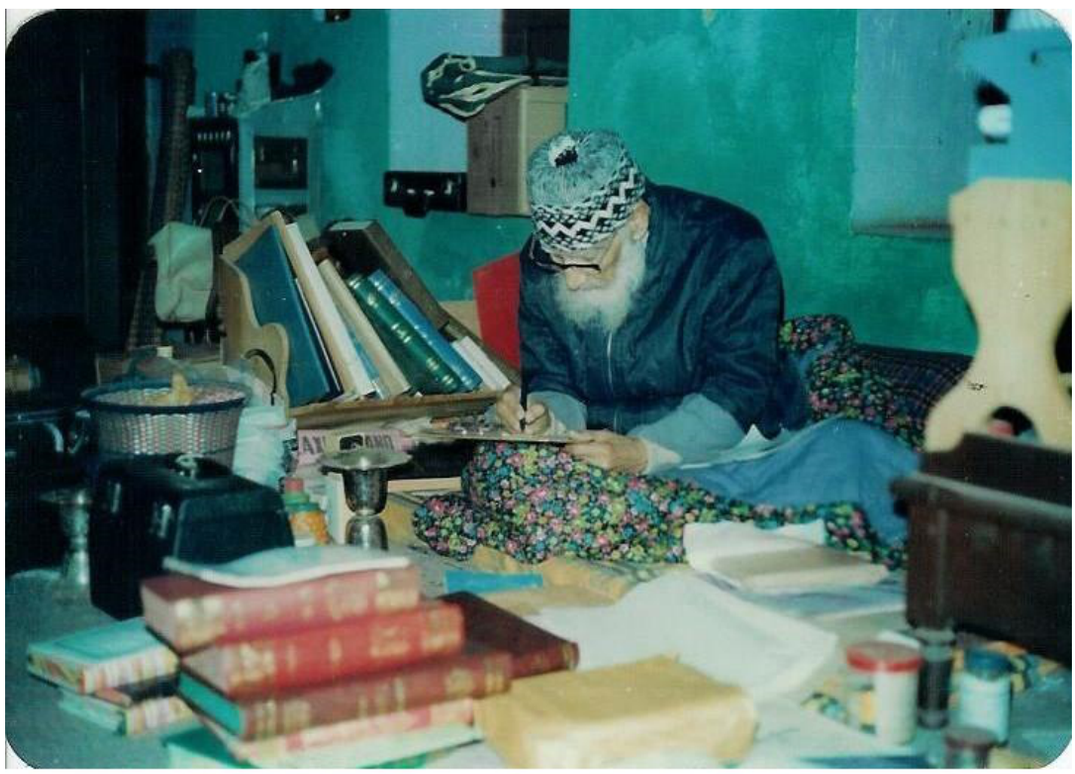

Qari Muhammad Tayyib (ra) Mohtamim Darul Uloom Deoband

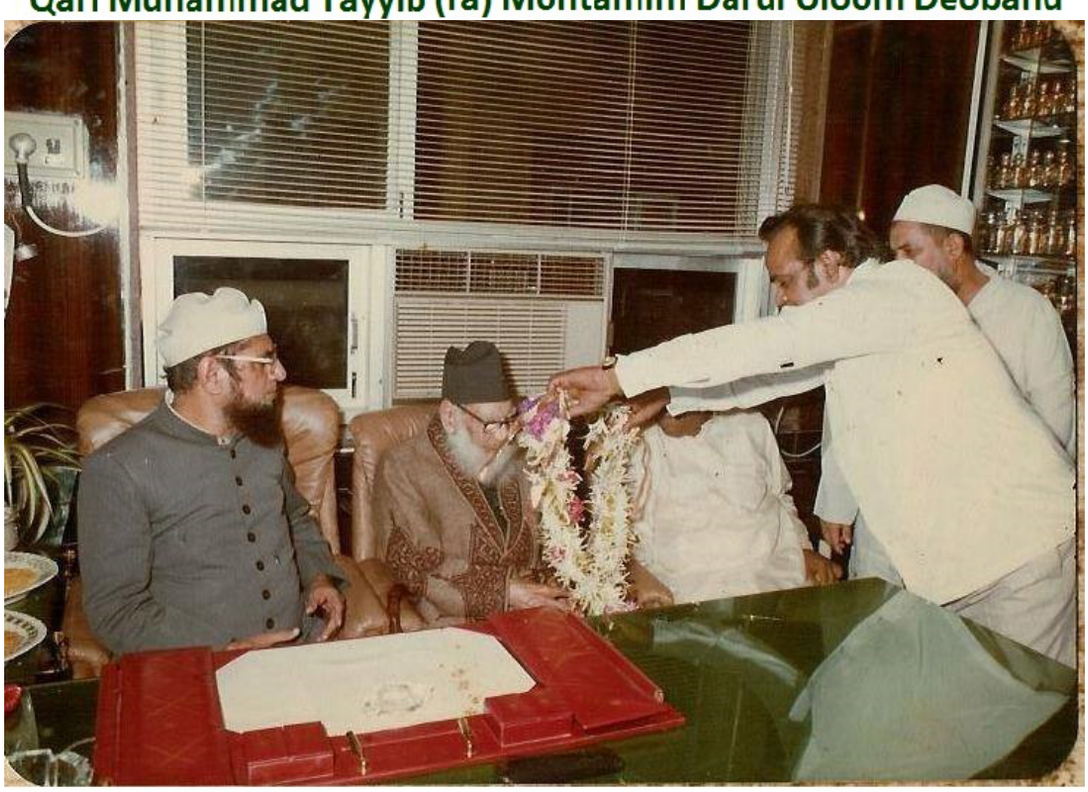

Qari Muhammad Tayyib (ra) Mohtamim Darul Uloom Deoband

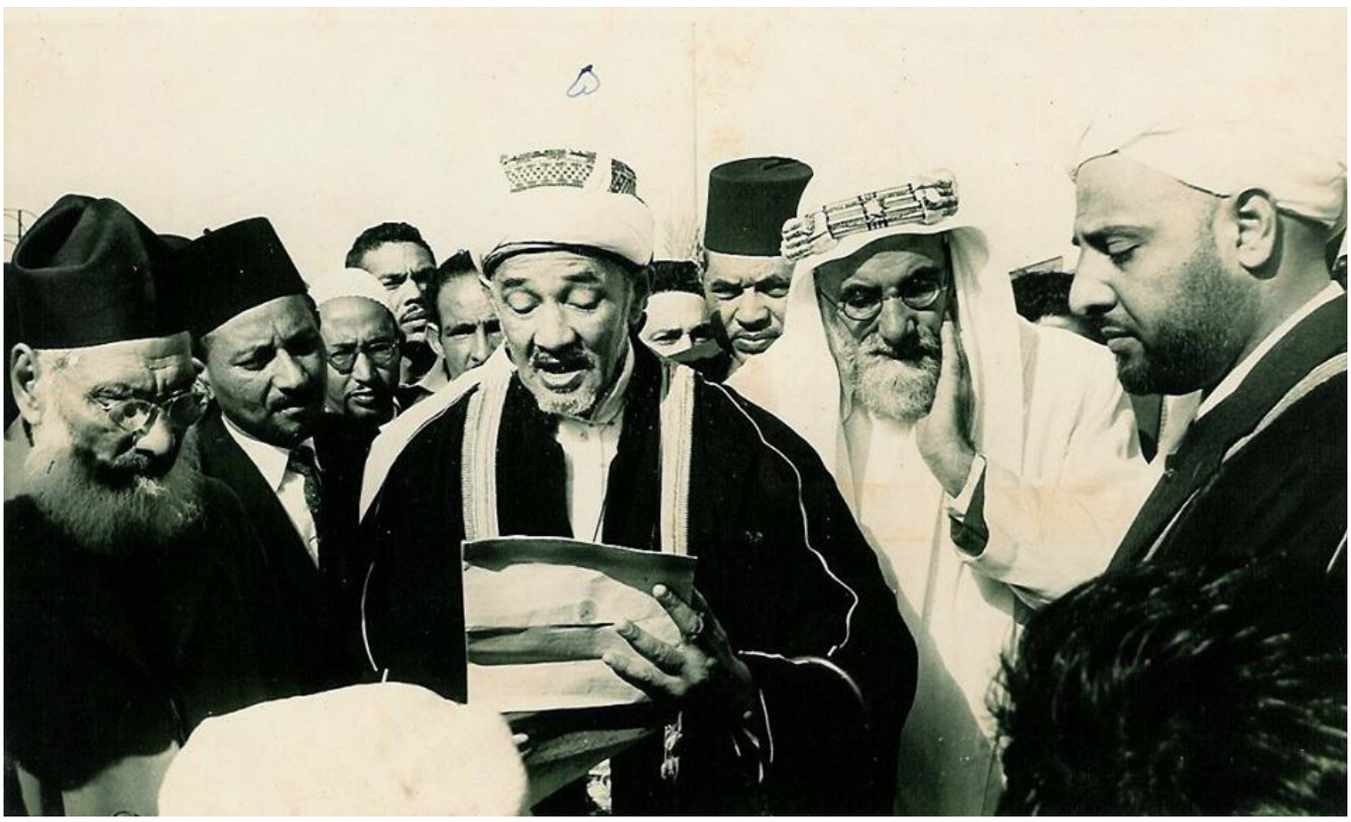

Qari Muhammad Tayyib (ra) Mohtamim Darul Uloom Deoband

Qari Muhammad Tayyib (ra) Mohtamim Darul Uloom Deoband

Qari Muhammad Tayyib (ra) Mohtamim Darul Uloom Deoband

Qari Muhammad Tayyib (ra) Mohtamim Darul Uloom Deoband

Qari Muhammad Tayyib (ra) Mohtamim Darul Uloom Deoband

تصاویر

حضرت مولانا مفتی ضیاء الحسن

رحمۃ اللہ علیہ

Mufti Zia ul Hasan (r.a)

President Anti TB Association of Pakistan

MUFTI ZIA UL HASAN (r.a) PRESIDENT ANTI TB ASSOCIATION OF PAKISTAN

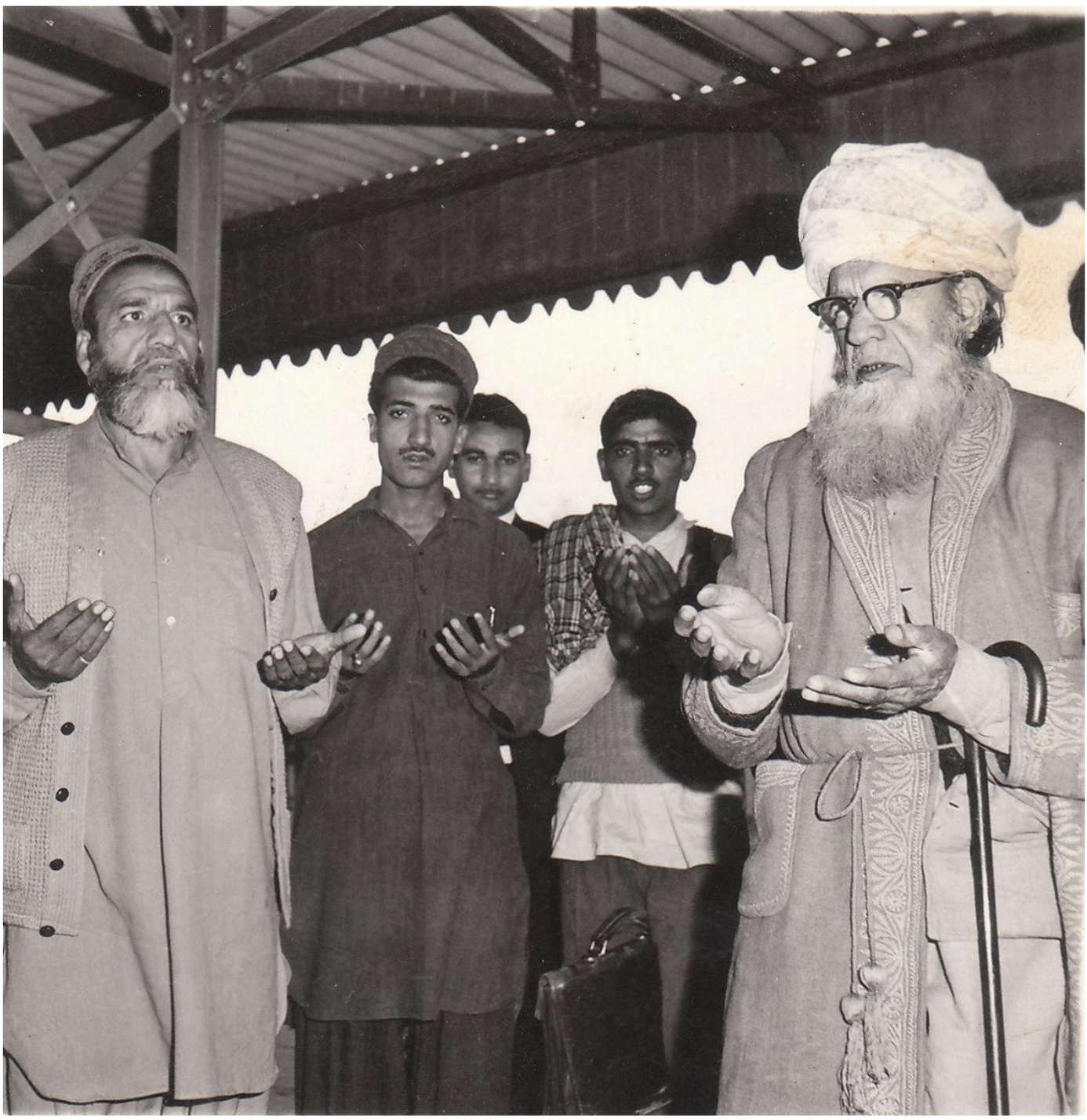

Mufti Zia ul Hasan (r.a) and his father
Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a)

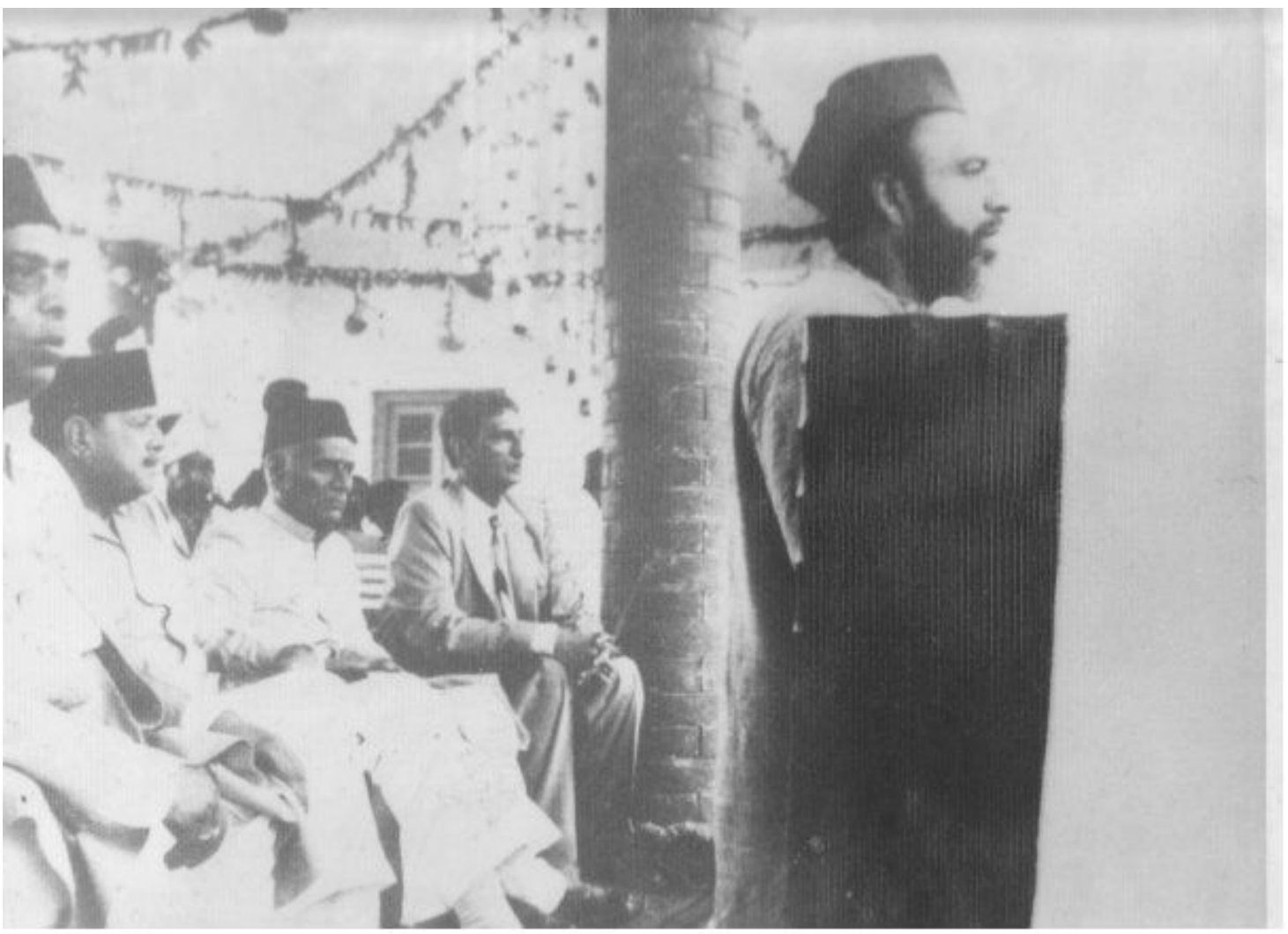

Mufti Zia-ul-Hasan With President of Pakistan General Ayub Khan

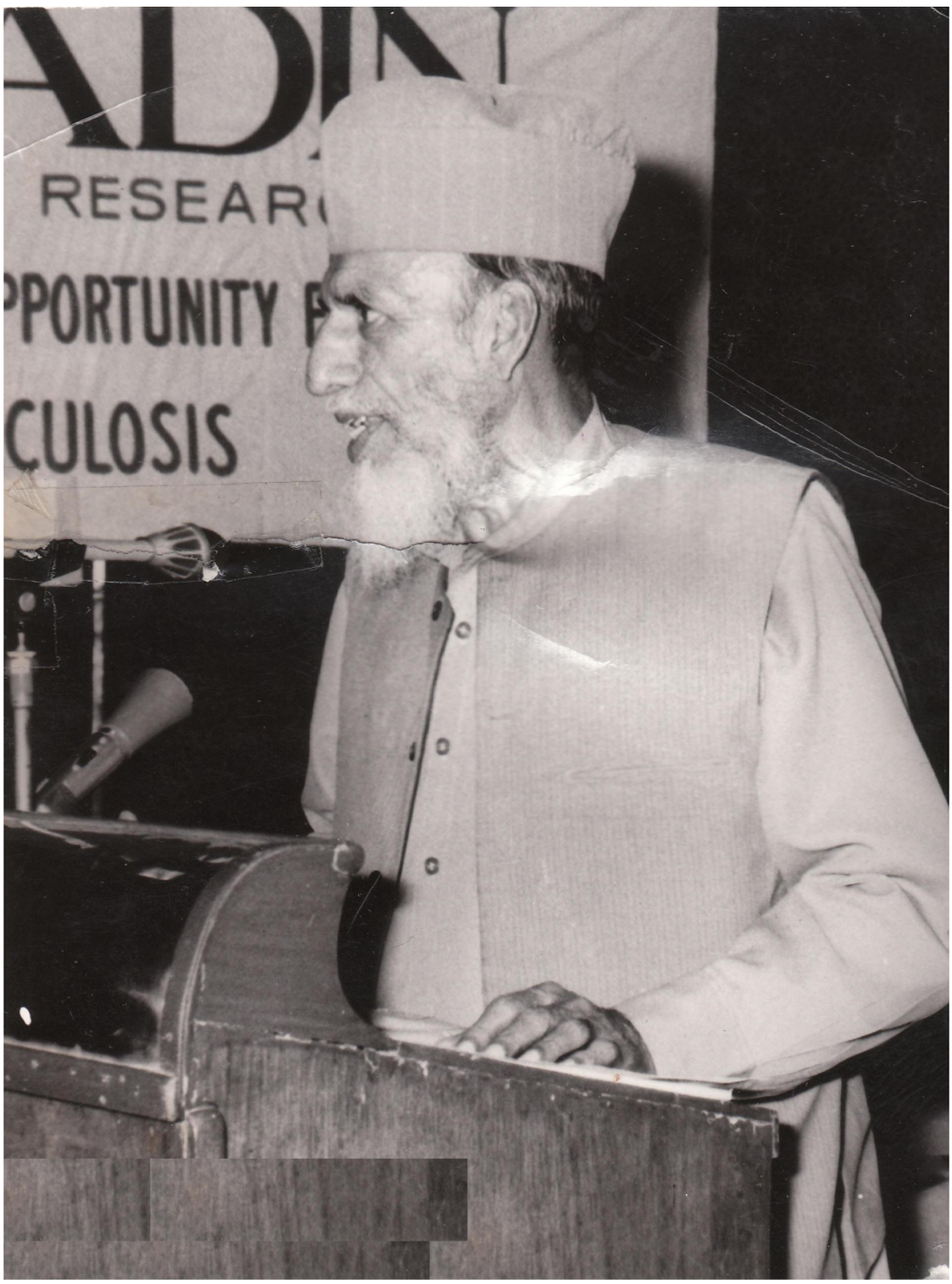

Mufti Zia ul Hasan (r.a)

President Anti TB Association of Pakistan

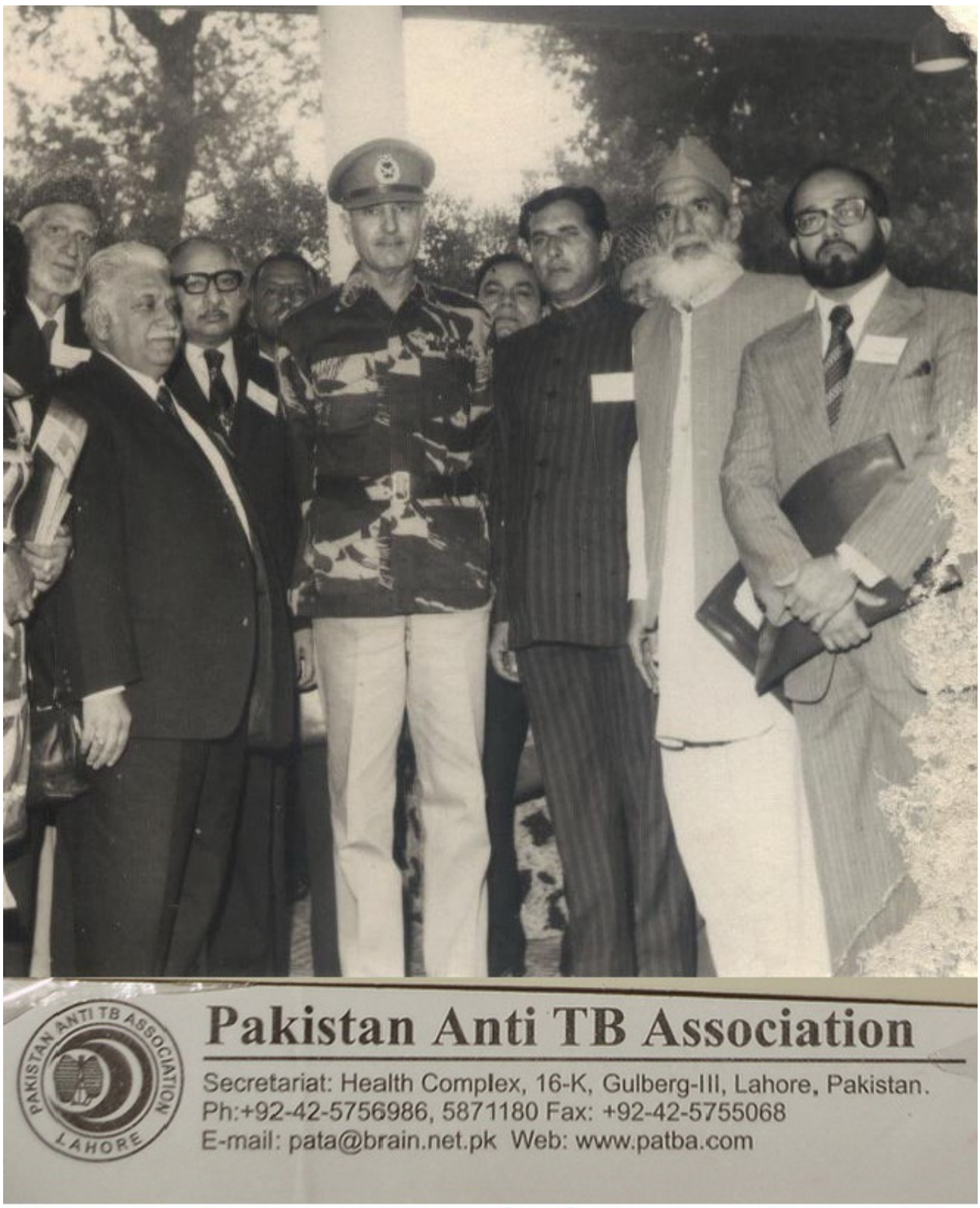

MUFTI ZIA UL HASAN (r.a) WITH GENERAL SAWAR KHAN GOVERNOR PUNJAB

Mufti Zia ul Hasan (r.a) with Governor Punjab Nawab of Kala Bagh

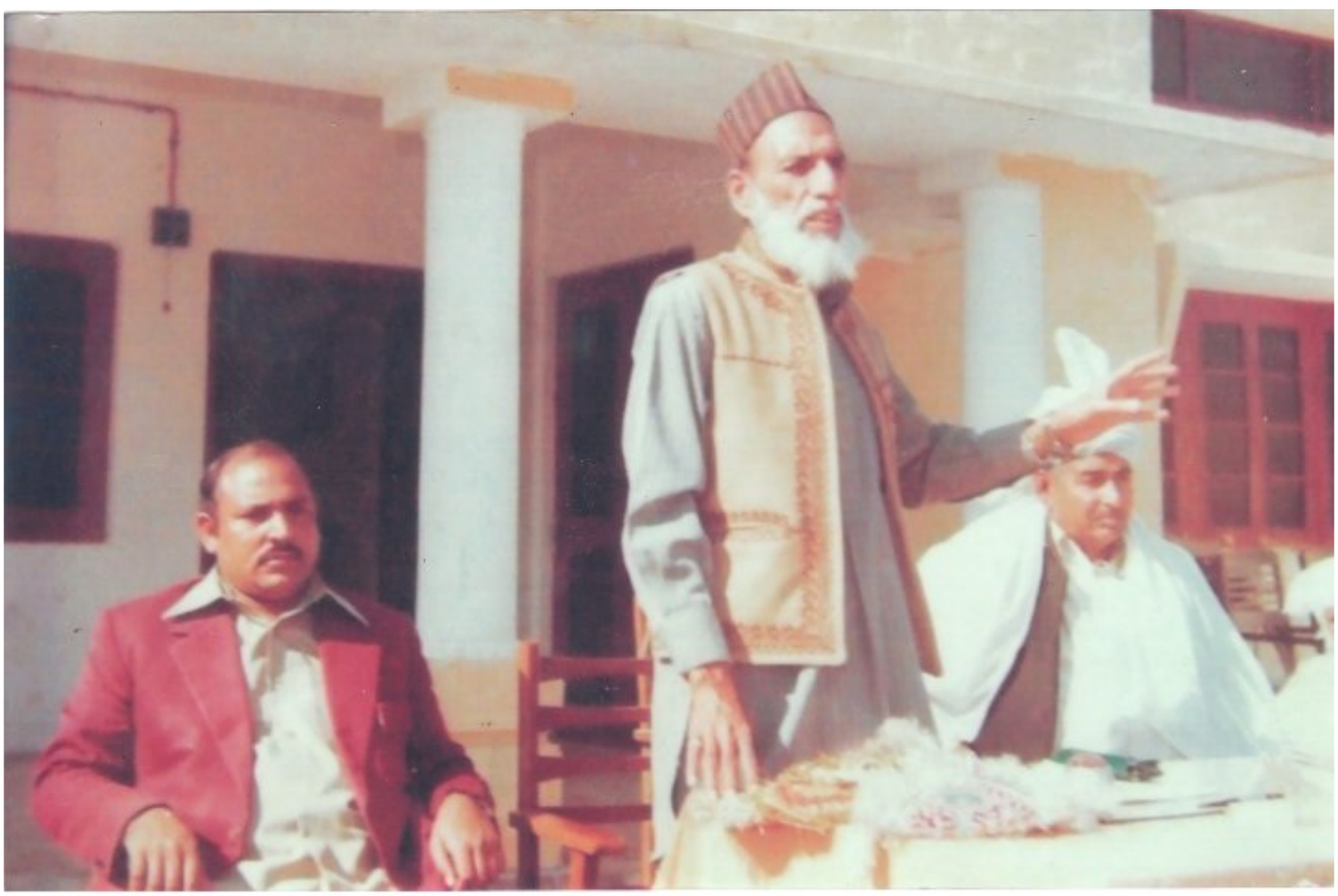

Mufti Zia ul Hasan (r.a) President Muslim League Sahiwal
Member District Council Sahiwal

Right:
Mufti Zia ul Hasan (r.a) [President Muslim League Sahiwal]

MUFTI ZIA UL HASAN (r.a) WITH MIAN GHULLAM AHMAD KHAN MANEKA (Chairman District Council Sahiwal)

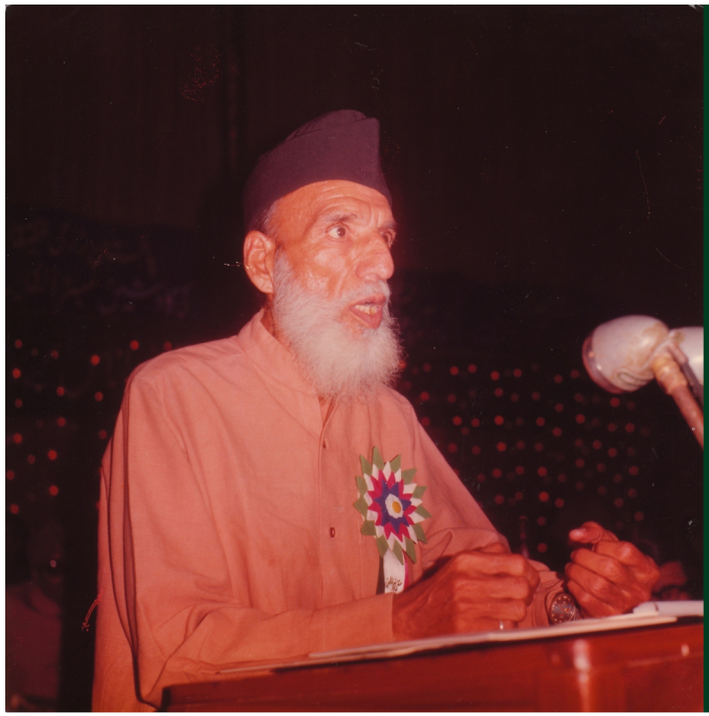

مفتی ضیاء الحسنؒ

صدر پاکستان اینٹی ٹی بی ایسوسی ایشن

Former President Pakistan Anti TB Association

Mufti Zia ul Hasan (r.a)

President Anti TB Association of Pakistan

Mufti Zia ul Hasan (ra)

Mufti Zia ul Hasan (ra) with Deputy Comissioner Sahiwal and Haji Ferozedin (ra)

مفتی ضیاء الحسن ڈسٹرکٹ کونسل کے اجلاس میں منٹگمری کا نام تبدیل کرنے کے سلسلے میں تاریخی قرار داد پیش کر رہے ہیں۔

معزز المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف۔ آپکو معلوم ہوگا کہ
گیگیوں نے اسمبلی اور کونسلوں میں اور باہر بھی انتہائی گمراہی کے طریقے اختیار کر رکھے ہیں اور اگر
وہ امیاب ہوگئے تو آئندہ بہت سے خطرات سامنے آجائینگے اسلئے ضرورت ہے کہ پوری جدوجہد
انکو ناکام بنایا جائے اور اہل تدبر و آزادی خواہ لوگونکو کھلے لہجے میں سمجھا جائے
بحمد اللہ آپ ضلع لدھیانہ کی دیہاتی سیٹ سے نوجوان صالح بروئے ضیاء الحسن کے اٹھ رہے ہیں
میں امیدوار ہوں کہ آنجناب بروئے کار موصوف کیلئے خود بھی اور اپنے احباب و اعزہ سے بھی
انتہائی جدوجہد عمل میں لائینگے۔ تاکہ موصوف امیاب اور انکا مقابل ناکام ہی رہے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

۲۱ ذیقعدہ ۶۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

Legendry Mufti Zia Ul Hasan (R.A) A Short Biography

تاریخ ساز شخصیت مفتی ضیاء الحسنؒ

مختصر سوانح اور ایک سیاسی مطالعہ

مفتی ضیاء الحسنؒ بن مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ بن مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ بن مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ بن مولانا عبدالوارث لدھیانویؒ۔

مفتی ضیاء الحسنؒ کا سن پیدائش 1918ء ہے۔ آپ کے والد مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے شاگرد خاص تھے اور جمعیت علمائے ہند کے نائب صدر رہے۔ حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ تقسیم ہند سے قبل تک مفتیٔ اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ دونوں حضرات کے زمانہ صدارت میں جمعیت علمائے ہند کے نائب صدر رہے۔

آنے والی سطور میں جناب میاں عبدالوارث، ساہیوال کے بیان کے مطابق مفتی ضیاء الحسنؒ کے چند اور مختصر احوالِ زندگی قلم بند کیے ہیں۔ راقم محمد قاسم خطیب جامع مسجد اللہ والی رائے ونڈ روڈ لاہور۔

حضرت کے بہن بھائیوں کی تفصیل و ترتیب:۔

(۱) مفتی ضیاء الحسنؒ (۲) کلثوم مفتی صاحبہؒ۔ 66 سال قرآن کی تعلیم دی۔ (۳) سلمیٰ مفتیؒ صاحبہ۔ (۴) ضیاء الحسین مفتیؒ صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند اور فاضل دہلی یونیورسٹی (۵) مفتی محمد طیبؒ فاضل دارالعلوم دیوبند+عربی ٹیچر۔ (۶) حافظ محمد طاہر گم ہو گئے تھے۔ (۷) میاں عبدالوارث صاحب۔ چند پاروں کے حافظ اور درس نظامی شرح وقایہ تک پڑھا۔ (۸) شاہدہؒ۔ (۹) زاہدہؒ۔ (۱۰) طاہرہؒ۔

(۱۱) سیّد احمد لاء گریجویٹ۔ (۱۲) زیاد احمد سابق ڈپٹی کلکٹر محکمہ انہار

کل تیرہ بہن بھائی تھے۔

سلسلۂ نسب:

مفتی محمد نعیمؒ متوفی: 20 دسمبر 2 شوال 1970 بن محمد عبداللہ بن مولانا عبدالقادر (ہمصر شاہ عبدالرحیمؒ بن شاہ عبدالعزیزؒ دہلوی) بن مولانا عبدالوارثؒ (نابینا تھے، راستے میں کنویں میں گر گئے بعد ازاں نکالنے والے نے نکالا اور لعاب دہن ڈالا اور کہا سیدھے چلے جاؤ رائے پور۔ اسی وجہ سے بقول میاں عبدالوارث کے مفتی نعیم صاحب کے والدین کہا کرتے تھے کہ ہمارے ہاں علمِ خضری ہے۔) بن مولانا جان محمد والد یا سُسر ہیں۔

والدہ محترمہ خدیجہؒ بن محمد ابراہیم متوفیہ 19 مارچ 1951ء امی جان کی محنت کے حوالے سے ان کی تایا زاد بہن کہا کرتی تھی ہم ہاتھ والی چکی سے ایک رات میں پوری بوری گندم پیس لیتی تھیں۔ شادی سے پہلے تک تمام اہلِ محلّہ کو قرآن مجید کی تعلیم دیتی تھیں۔ (اللہ تعالیٰ جملہ محنت قبول فرمائے۔)

تعلیم:

درس نظامی والد صاحب کے پاس پڑھا۔ مدرسہ اللہ والا (مہتمم مولانا رمضانؒ، مفتی نعیمؒ) میں ایک ڈیڑھ سال پڑھایا۔ پھر دیوبند چلے گئے۔ وہاں دورۂ حدیث شریف تک پڑھا۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور مولانا حسین احمد مدنیؒ دونوں بزرگ کہا کرتے تھے کہ یہ میرا آدمی ہے۔

مولانا حسین احمد مدنیؒ کے زمانہ میں 1940ء میں دورۂ حدیث شریف پڑھا اور لدھیانہ واپس آ گئے۔ وہاں پر حضرت مفتی نعیم لدھیانویؒ مشہور مسجد دومنزلہ میں درسِ قرآن دیا کرتے تھے۔ 1941ء میں ان کی گرفتاری عمل میں آئی تو صاحبزادہ صاحب اپنے والد کی جگہ درسِ قرآن کی خدمت سرانجام دینے لگے۔ پھر گھریلو ساری ذمہ داریاں انہی نے نبھائی ہیں۔

نیز مدرسہ اللہ والا میں شعبۂ کتب کی تدریس کی، قدوری شریف پڑھائی۔ میاں عبدالوارث نے بھی انہی سے قدوری شریف پڑھی۔

اہم واقعہ:

جب مولانا عبیداللہ سندھیؒ 25 سال کی جلاوطنی کے بعد تشریف لائے تو لدھیانہ بھی آئے۔ حضرت مفتی

نعیم صاحبؒ سے مخاطب ہوکر کہا: نعیم! تو نے اپنے لڑکوں کو درویش بنا دیا ہے۔ انہیں مجاہد بناؤ اور اس لڑکے کو میرے حوالے کرو۔ کچھ عرصہ حضرت کے ساتھ رہے۔ بعدازاں ایشیائی کانفرنس 1943ء میں اسٹیج سیکرٹری تھے اور تمام ممالک کا تعارف انہی نے کروایا تھا۔ نیز 1941ء میں حضرت سندھیؒ نے مفتی ضیاء الحسنؒ صاحب کی ہمشیرہ کلثوم بی بی سے ''بنات الاسلام'' کے نام سے ایک درس گاہ قائم کرائی۔ جو کہ بعد میں پاکستان کے مشہور علاقہ ''ساہیوال'' میں بھی قائم ہوا اور تاوقتِ تحریر جامعہ ضیاء القرآن کے نام سے علمی کارنامے انجام دے رہا ہے۔

نیز حضرت چھوٹے بڑے کل 32 اداروں کے روحِ رواں اور نگران وذمہ دار تھے۔ انمیں سے کچھ یہ ادارے بھی تھے۔ ٹی بی ایسوسی ایشن، ریڈ کراس اور سول ہاسپٹل کے سیکرٹری بھی تھے۔ ٹی بی ایسوسی ایشن کے صدر بھی تھے۔

انڈیا 46-1945ء میں نیشنل اسمبلی کے امیدوار ہوکر کھڑے ہوئے تھے۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ نے انہیں ٹکٹ دیا تھا ہار گئے تھے۔ ان کے مقابل رائے اقبال تھے جو کہ ڈسٹرکٹ لدھیانہ تحصیل جگراؤں رائے کورٹ کے رئیس تھے اور رائے عنایت اس کے بھائی تھے اور حضرت مفتی صاحبؒ کے ساتھ تھے۔

دارفنڈ کا واقعہ:

1942ء میں برٹش حکومت چندہ کر رہی تھی تو تمام جماعتوں نے مخالفت کی اور جلسے کیے۔ ایک جلسہ میں حضرت مفتی صاحب ایک شخص سیٹھ محمد حنیف کا تعارف کرانے لگے تو اس قدر لمبی تقریر کی کہ خود گرفتار ہوگئے اور اس شخص کو کچھ نہ کہا گیا۔ کئی مرتبہ گرفتاری بھی عمل میں آئی۔ پھر پاکستان انڈیا الگ الگ حکومتیں سامنے آئیں۔ ساری فیملی پاکستان ہجرت کر کے آ گئی تھی مگر مفتی صاحب خود انڈیا میں ہی رہے۔ آٹھ نو مہینوں کے بعد تمام افراد کو نکلوا کر پھر خود پاکستان آ گئے۔ پھر اس کے بعد کراچی چلے گئے۔

ساہیوال کا پس منظر:

ساری فیملی لاہور میں حضرت مولانا احمد علیؒ لاہوری کے ہاں مہمان بن کر ٹھہرے تھے۔ بعدازاں وہاں کے ایک شیخ عظمت اللہ کے نام ساہیوال میں ایک فیکٹری الاٹ ہوئی تھی مگر اس کا قبضہ وسامان جب ہی مل سکتا تھا جبکہ

ڈپٹی کمشنر کی اجازت ہوتی۔ ڈپٹی کمشنر اس وقت راجہ حسن اختر تھے جو کہ پنڈی میں مفتی صاحب کے والد صاحب حضرت مفتی نعیم کے شاگردوں میں سے تھے۔ حضرت نے اپنے والد صاحب سے چٹھی لکھوائی، ڈپٹی کمشنر صاحب کے نام۔ جب وہاں گئے تو کام ہوگیا۔ کام ہو جانے کے بعد راجہ حسن اختر نے کہا کہ حضرت مفتی صاحب! آپ یہیں رہ جائیں تو کرنے کے کام کافی ہیں۔ حضرت وہیں ٹھہر گئے۔ گردوارہ الاٹ کر دیا گیا۔ بنات الاسلام گرلز سکول جاری کر دیا۔

پاکستان آنے کے بعد مسلم لیگ میں آ گئے تھے۔ اگرچہ خود الیکشن نہیں لڑا۔ مگر بہت ساروں کو الیکشن لڑوایا۔ 1951ء میں چودھری محمد شفیق ایڈووکیٹ کو صوبائی اسمبلی اور میاں عبدالحق کو نیشنل اسمبلی میں الیکٹ کروایا۔ یہاں پر ٹی بی ایسوسی ایشن میں شمولیت اختیار کی۔ اس کے صدر بن گئے۔ ریڈ کراس کے صدر بن گئے۔ ننگل انبیاء ہائی سکول انہوں نے جاری کیا۔ اس کے بعد جی ٹی روڈ غلہ منڈی کے باہر شیخ الہند کے نام پر محمودیہ ہائی سکول کے لیے جگہ الاٹ کروائی۔ جامعہ رشیدیہ ساہیوال مشہور مدرسہ ہے کی جگہ بھی حضرت مفتی صاحب نے الاٹ کروائی اور اس کی تعمیر بھی شیخ عظمت کے بڑے بھائی حاجی فیروز الدین وغیرہ کے ساتھ مل کر عمارت تعمیر کروائی۔

1967ء میں ڈسٹرکٹ کونسل کے ممبر بھی ہوئے۔ اسی زمانہ میں منٹگمری کا نام تبدیل کروایا اور اس کا سابقہ نام ''ساہیوال'' بحال کروایا۔ سارے ڈسٹرکٹ میں زکوٰۃ کمیٹیاں قائم کی اور ان کے چیئرمین بنے۔ 1970ء میں والد صاحب کا انتقال ہوگیا۔ غالباً 1972ء میں بھٹو دور میں جب گرفتاریاں عمل میں آئیں تو اس وقت مفتی صاحب کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ گردہ میں پتھری کی وجہ سے تکلیف زیادہ ہوگئی۔ اس وقت ہیلتھ سیکرٹری ڈاکٹر افتخار کے بقول علاج کروالیں۔ سب خرچے حکومت کے ذمہ ہے تو حضرت مفتی صاحب نے جواب دیا کہ تختے پر نہیں مرنا چاہتا۔

1976ء یا 1977ء میں گرفتار ہوئے۔ اوکاڑہ کشمور تھانہ میں تھے۔ میاں نذیر بھائی عبدالحق نے تلاش کیا اس زمانہ میں چودھری نذیر ڈپٹی کمشنر تھا۔ اس کے سامنے بات رکھی جس نے کافی کوشش کرنے کے بعد رہائی دلائی۔

ایک اہم وصف:

ہر موضوع پر گفتگو کی صلاحیت رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ اطبار کے جلسہ سے حکمت کے موضوع پر خطاب فرمایا

جس کو سن کر سامعین استعجاب و حیرت میں پڑ گئے۔

صدر پاکستان جنرل ضیاء الحقؒ سے خصوصی تعلقات تھے اور اُن کی کچھ تقاریر مفتی صاحب لکھ کر دیتے تھے۔

1983ء میں ایک کمشنر سے ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ وہیں پر 16 فروری 1983ء فالج کا اٹیک ہوا جس سے بایاں بازو اور بائیں ٹانگ متاثر ہوئے۔ دماغ درست کام کر رہا تھا۔ بالآخر 20 فروری 1983ء کو اپنے حقیقی خالق سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

کل 65 سال کی عمر پائی۔ ماشاءاللہ گھر میں تراویح کا اہتمام ہوتا تھا۔ کل تین حج بھی کیے۔ مسجد شہدا فرید ٹاؤن میں تعمیری کاوش بھی رہی۔

مفتی ضیاء الحسنؒ کے فلاحی اداروں کی تفصیلات درج ذیل ہیں۔

بانی محمودیہ ہائی سکول ساہیوال

بانی ننگل انبیا ہائی سکول ساہیوال

بانی بنات الاسلام ہائی سکول ساہیوال

بانی مدرسۃ البنات لدھیانہ

بانی مدرسۃ البنات ساہیوال

بانی جامعہ رشیدیہ ساہیوال

بانی اسلامی تعلیمی ادارہ فیصل آباد

مسجد شُہدا ساہیوال

جامعہ ضیاء القرآن ساہیوال 1986
میں مفتی ضیاء الحسنؒ کی یاد میں قائم کیا گیا۔

مفتی ضیاء الحسنؒ

سابقہ صدر اینٹی ٹی بی ایسوسی ایشن آف پاکستان

بانی محمودیہ ہائی سکول ساہیوال

بانی ننگل انبیا ہائی سکول ساہیوال

بانی بنات الاسلام ہائی سکول ساہیوال

بانی مدرسۃ البنات لدھیانہ

بانی مدرسۃ البنات ساہیوال

بانی جامعہ رشیدیہ ساہیوال

بانی اسلامی تعلیمی ادارہ فیصل آباد

بانی مسجد شُہدا ساہیوال

جامعہ ضیاء القرآن ساہیوال 1986

میں مفتی ضیاء الحسنؒ کی یاد میں قائم کیا گیا۔

متفرق تصاویر

برصغیر ہندوپاک کی آزادی کے عظیم رہنماء امیر جمعیۃ علمائے ہند اسیر مالٹا حضرت مولانا عذیر گل صاحبؒ کی ایک نایاب تصویر

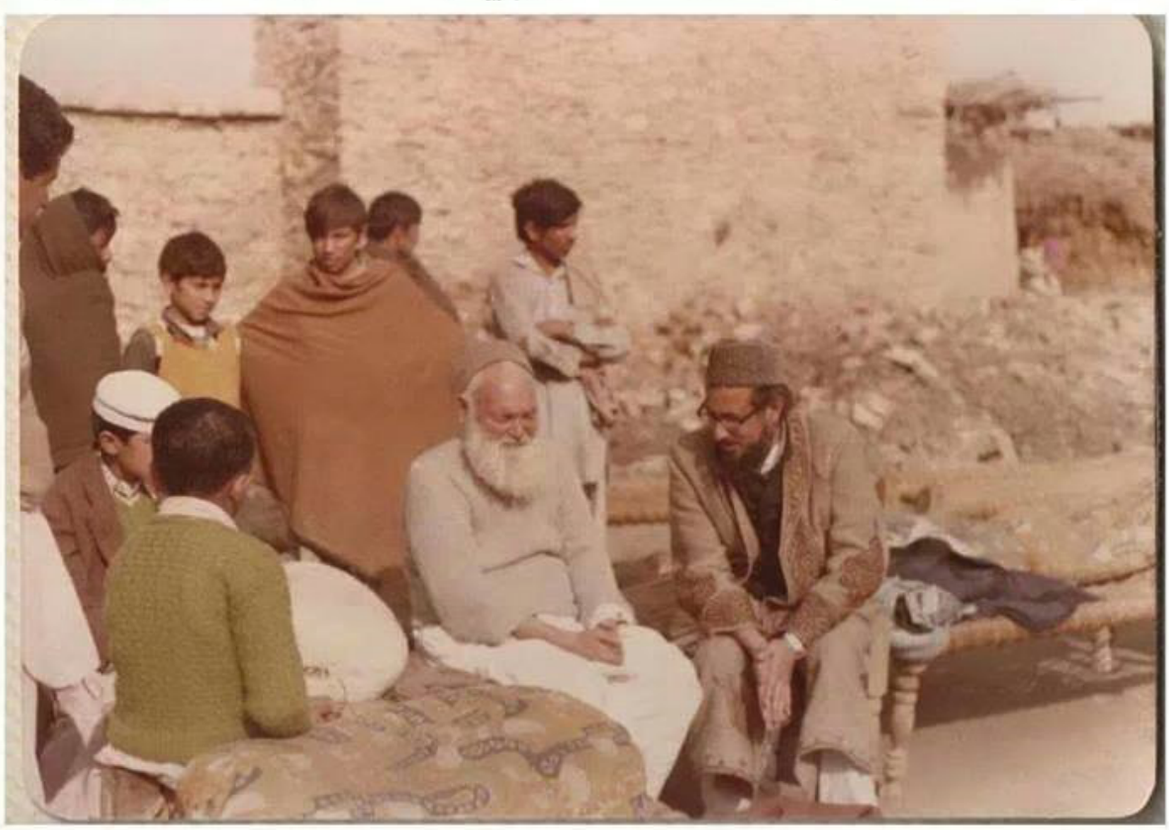

مولانا سمیع الحق صاحب عظیم جنگ آزادی کے رہنما اسیر مالٹا حضرت مولانا عزیر گلؒ کے ہمراہ دونوں بیٹے راشد الحق اور حامد الحق ہمراہ ہیں

سلیمان ندوی کی ایک نایاب تصویر، جو انہوں نے ۱۹۲۰ء میں لندن میں کھنچوائی تھی

MAULANA HASSRAT MOHANI RA

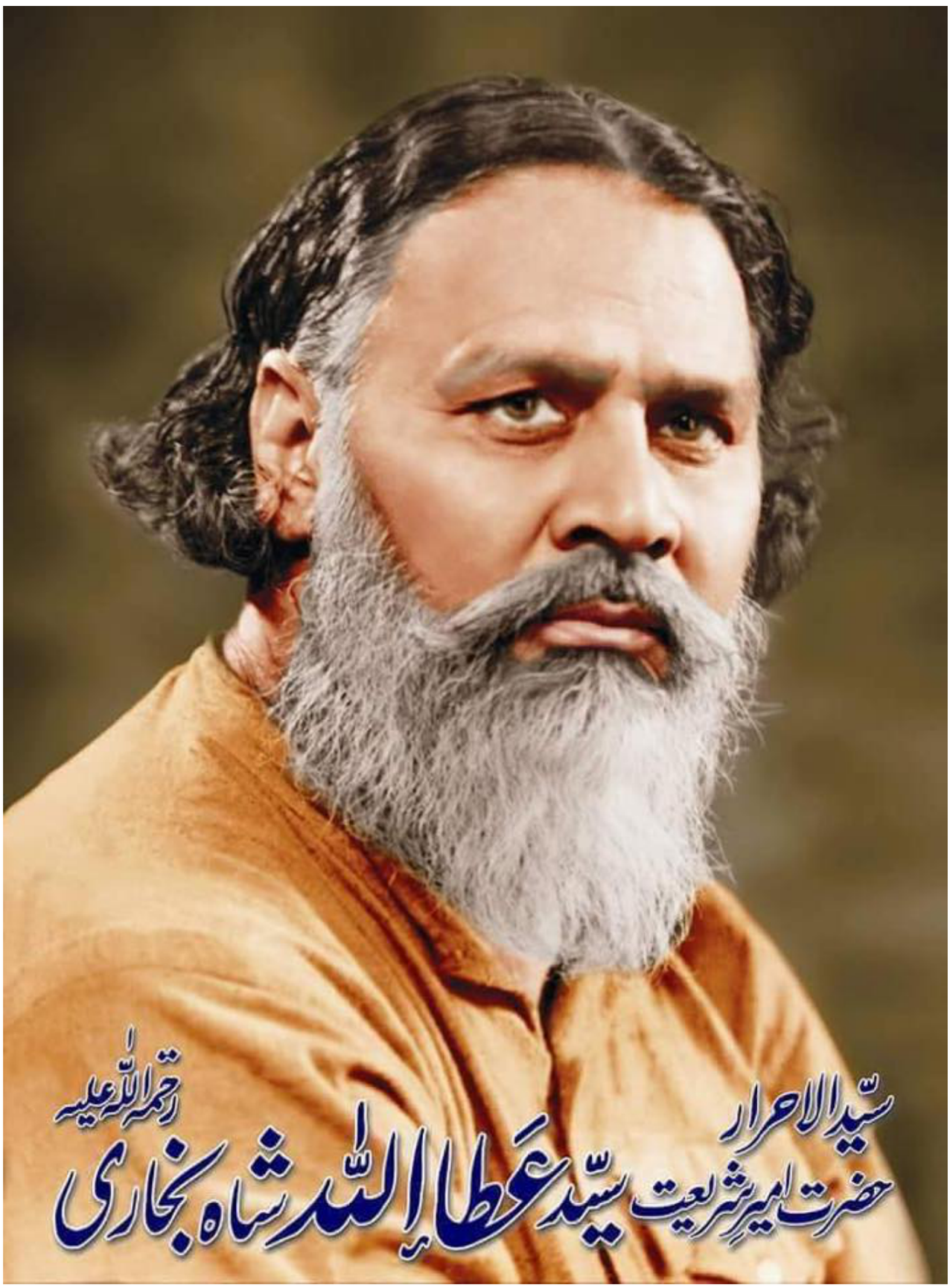
سیّد الاحرار
حضرت امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری
رحمۃ اللہ علیہ

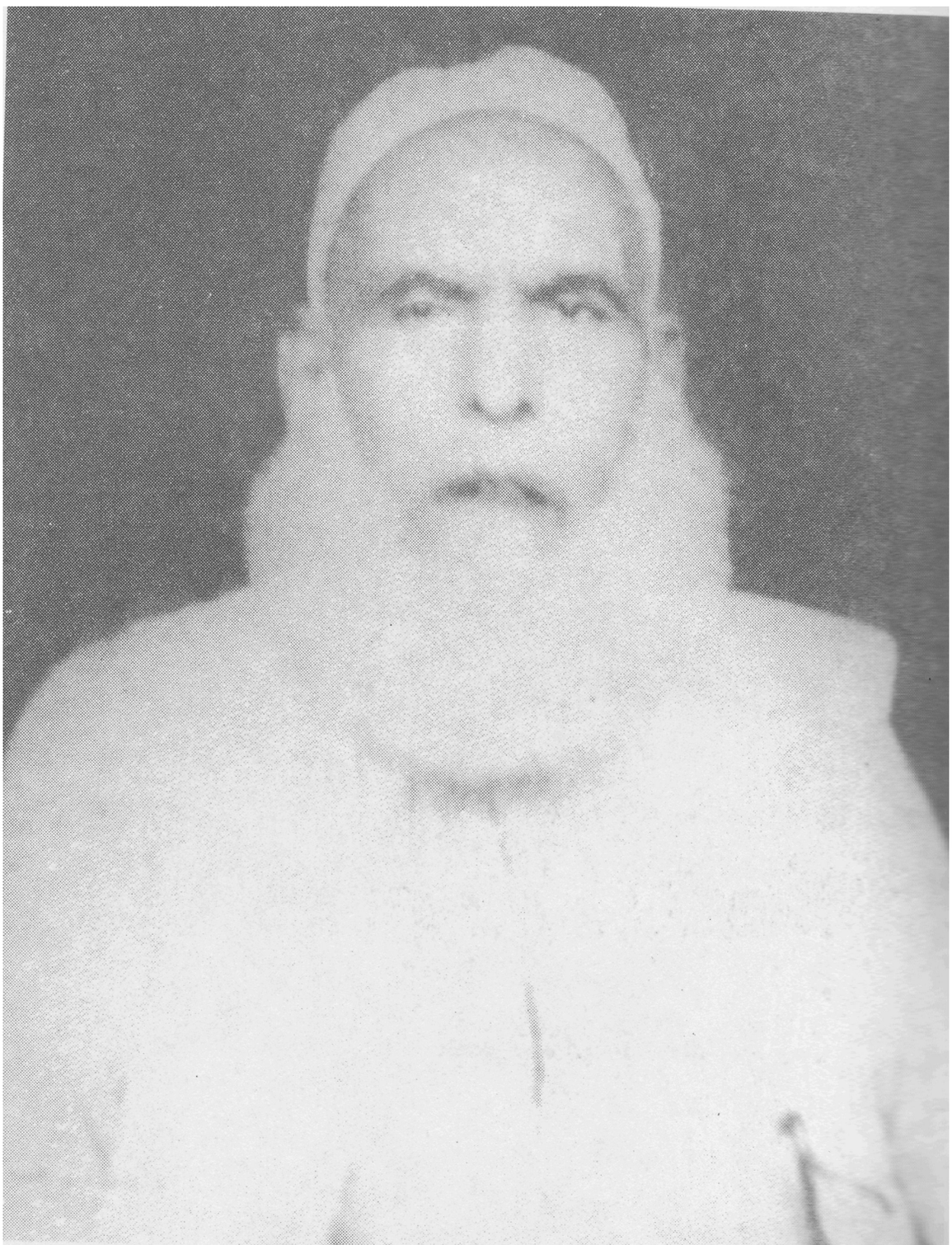

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس اللہ سرہ العزیز

Allama Ahmad Ludhianvi (ra)

Mufti Zia ul Hussain (r.a)

Mufti Zia ul Hussain (r.a)

Mufti Zia ul Hussain (r.a)

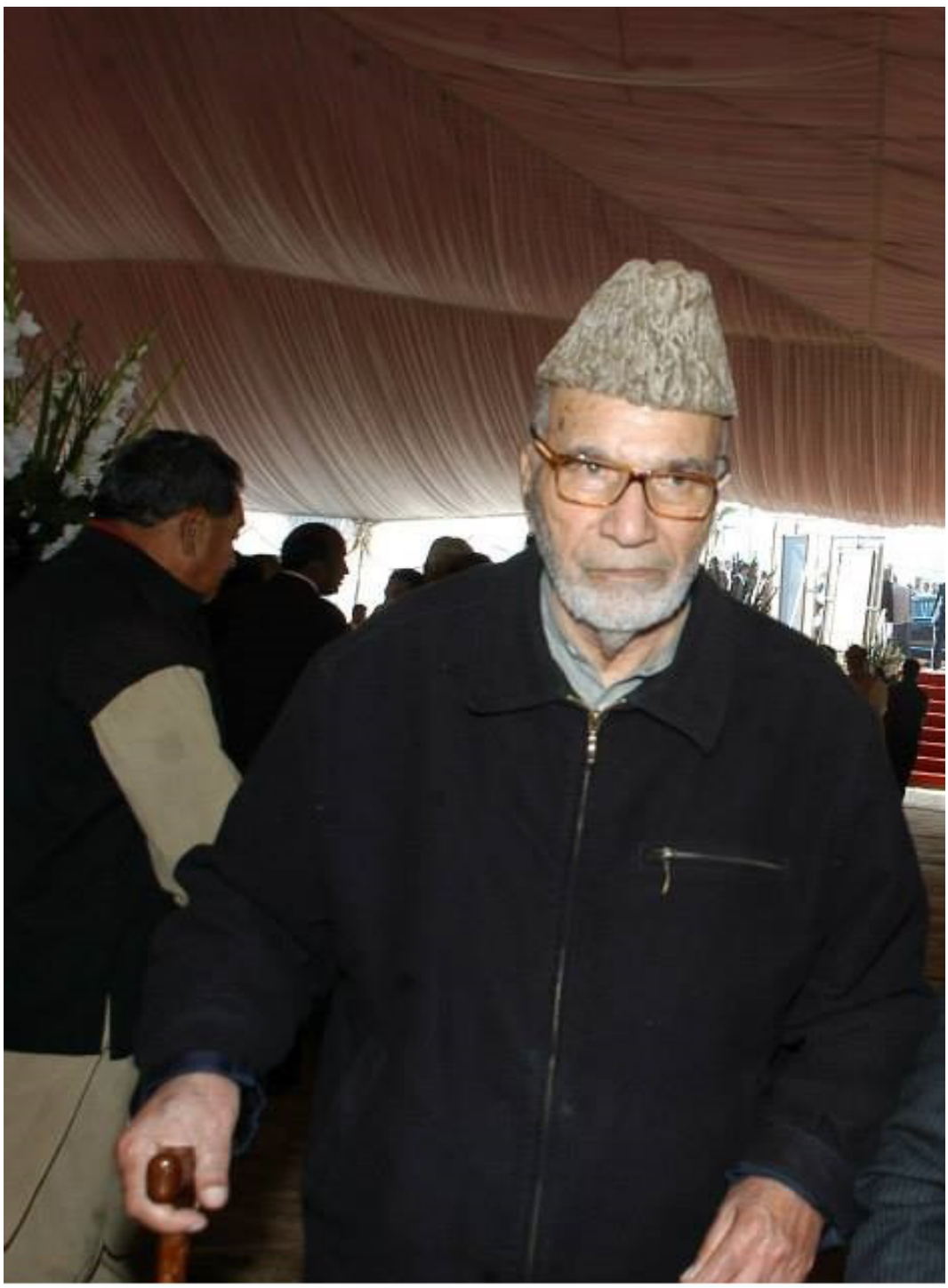

Mr M.Hamza Senator
from Pakistan

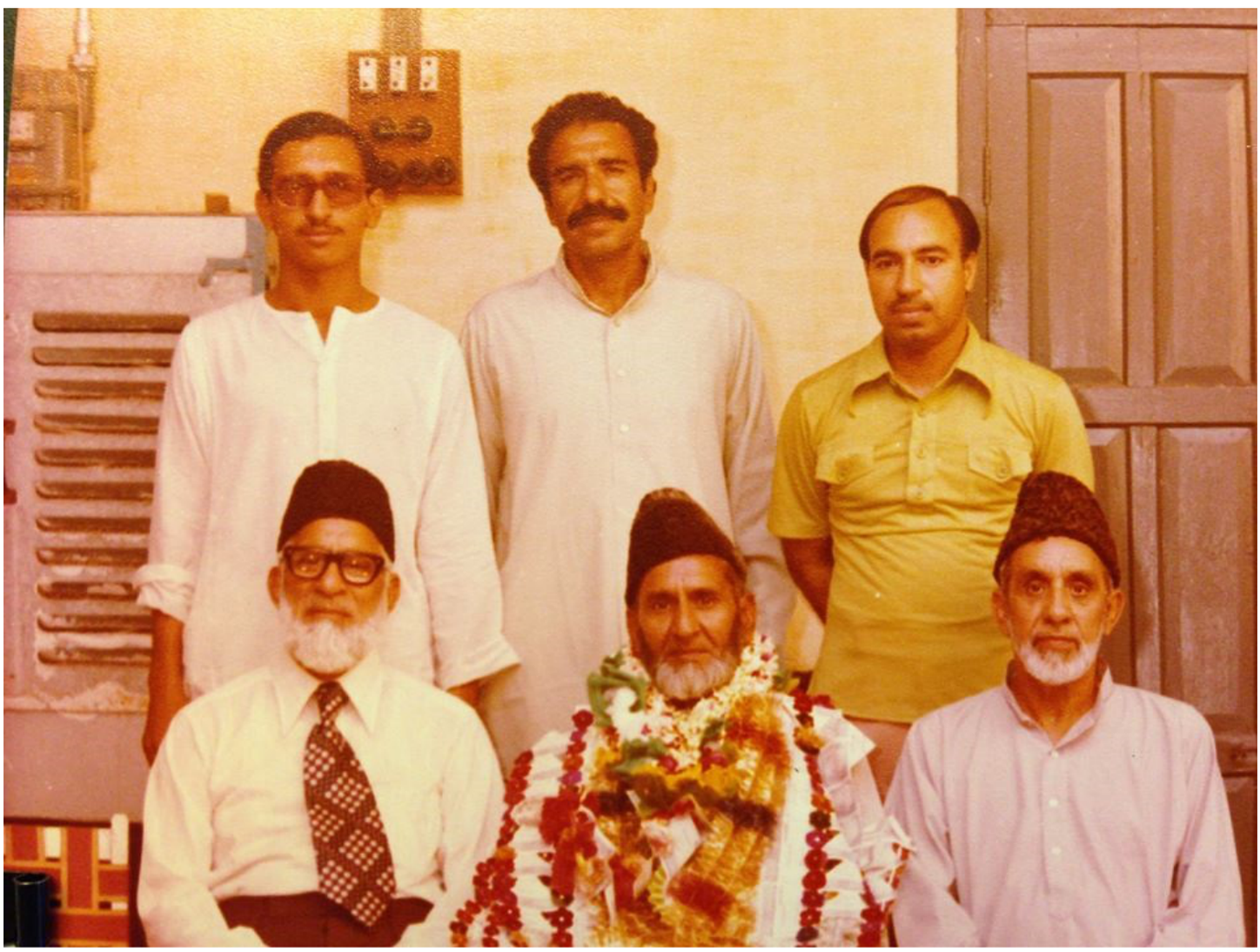

Mr Anwar Pasha (ra) with his brothers and Mr Ziad Mufti

Mian Abdul Warris (ra) and Agha Khalid (ra)

امیر جمعیت العلماء اسلام
مولانا سید گل بادشاہ
سے چند سوال

صوبوں کو انتظامی معاملات میں
زیادہ سے زیادہ خودمختاری ملنی چاہئے

اسلام میں ملک کو درپیش اقتصادی سیاسی مسائل کا قابل عمل حل موجود ہے

خلیل الرحمان

جیبِ قوم کے لختِ جگر عزیز و خلیل
مری نگاہ میں شورش برہنہ شمشیریں

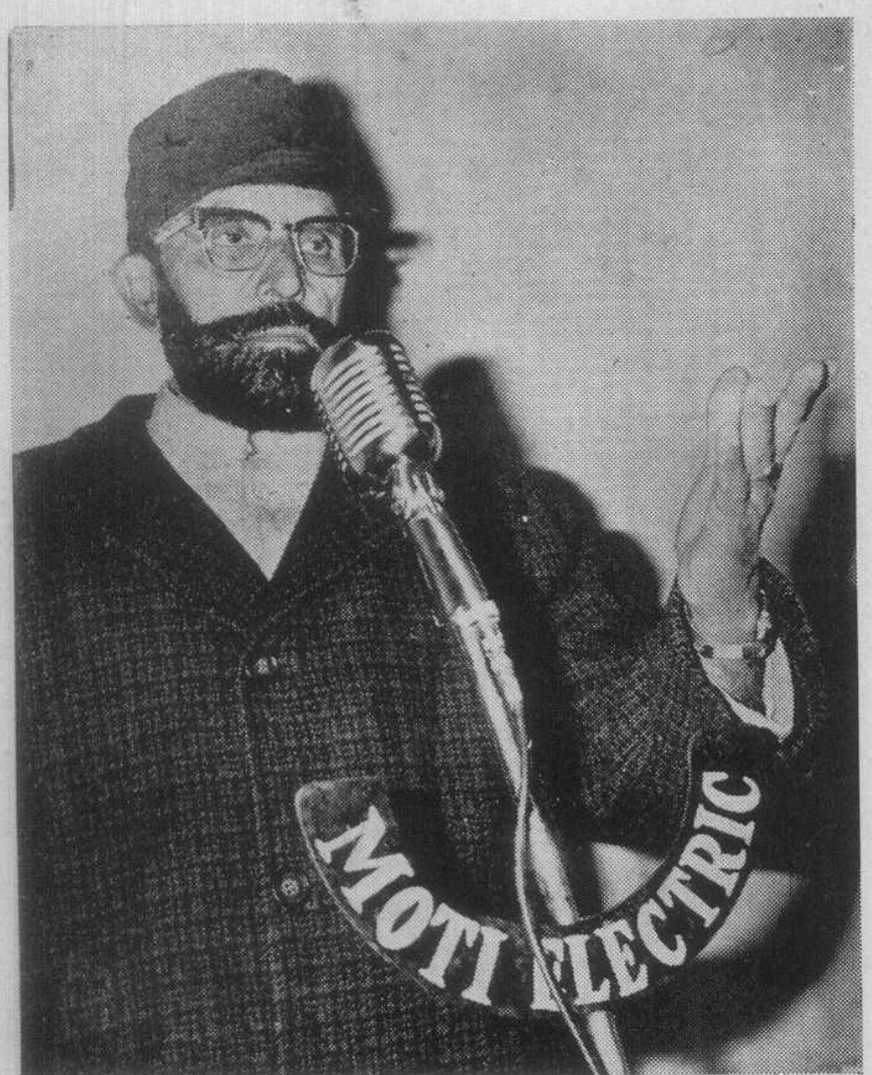

سات بار جیل گئے اور اپنے بزرگوں کی سُنّت کو زندہ کرتے رہے
رئیس الاحرار کے بڑے صاحبزادے مولانا خلیل الرحمٰن ایک جلسہ کو خطاب کر رہے ہیں

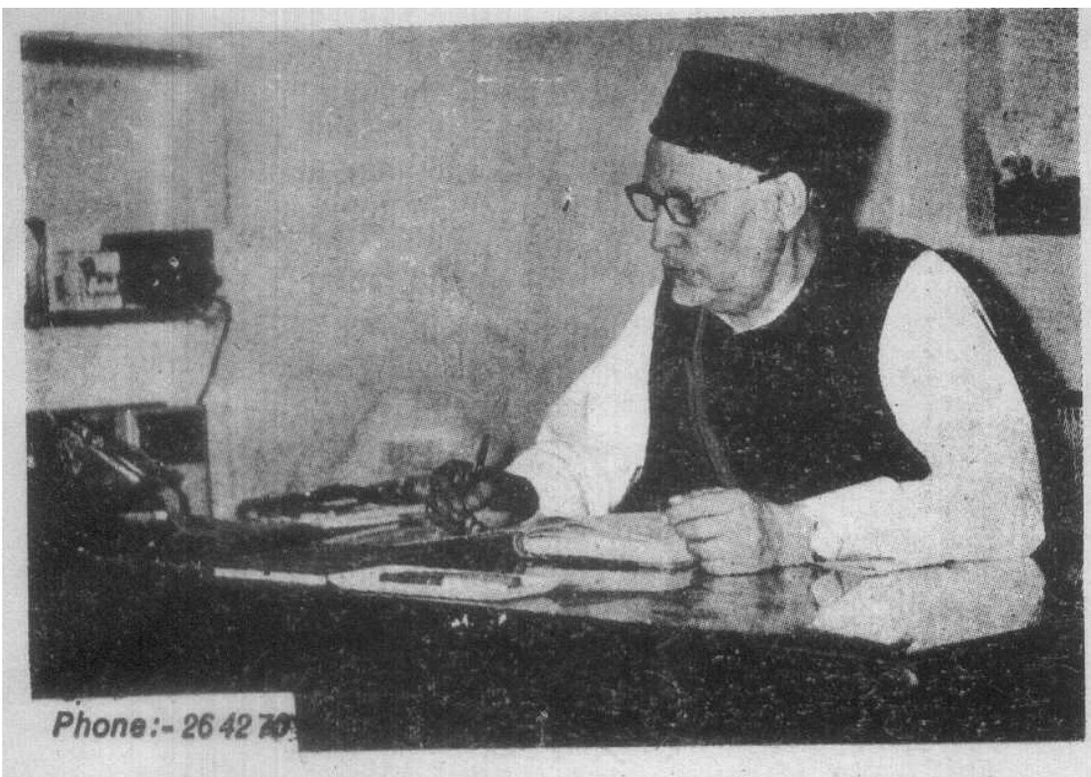

Phone:- 26 42 70

مولانا عزیز الرحمٰن جامعی لدھیانوی ثم دھلوی کتاب کی تصنیف میں مصروف

Maulvi (Ludhianvi) Aziz-ul-Rehman

To meet His Majesty King Saud of Saudi Arabia.

The Prime Minister

requests the pleasure of your company

at Lunch on Monday

Nov. 28. 1955 at 1.15

R.S.V.P.—
Reception Officer,
Prime Minister's House

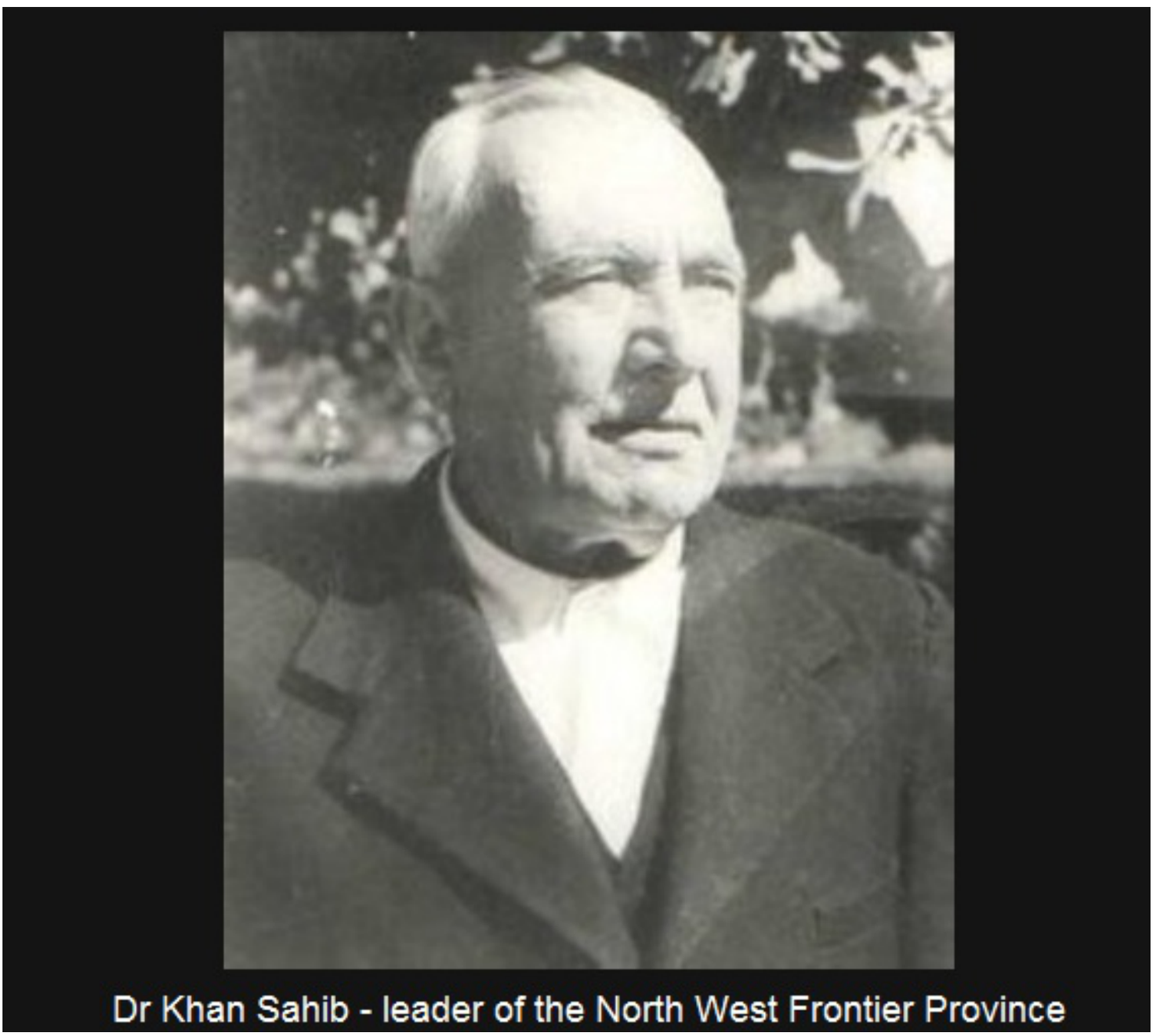

Dr Khan Sahib - leader of the North West Frontier Province

حکیم الاسلام علامہ قاری محمد طیب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ اجلاس 1962ء کے موقع پر دارالعلوم کے جلسہ گاہ میں تشریف لے جارہے ہیں آگے مولانا سید گل بادشاہ صاحبؒ ہیں۔

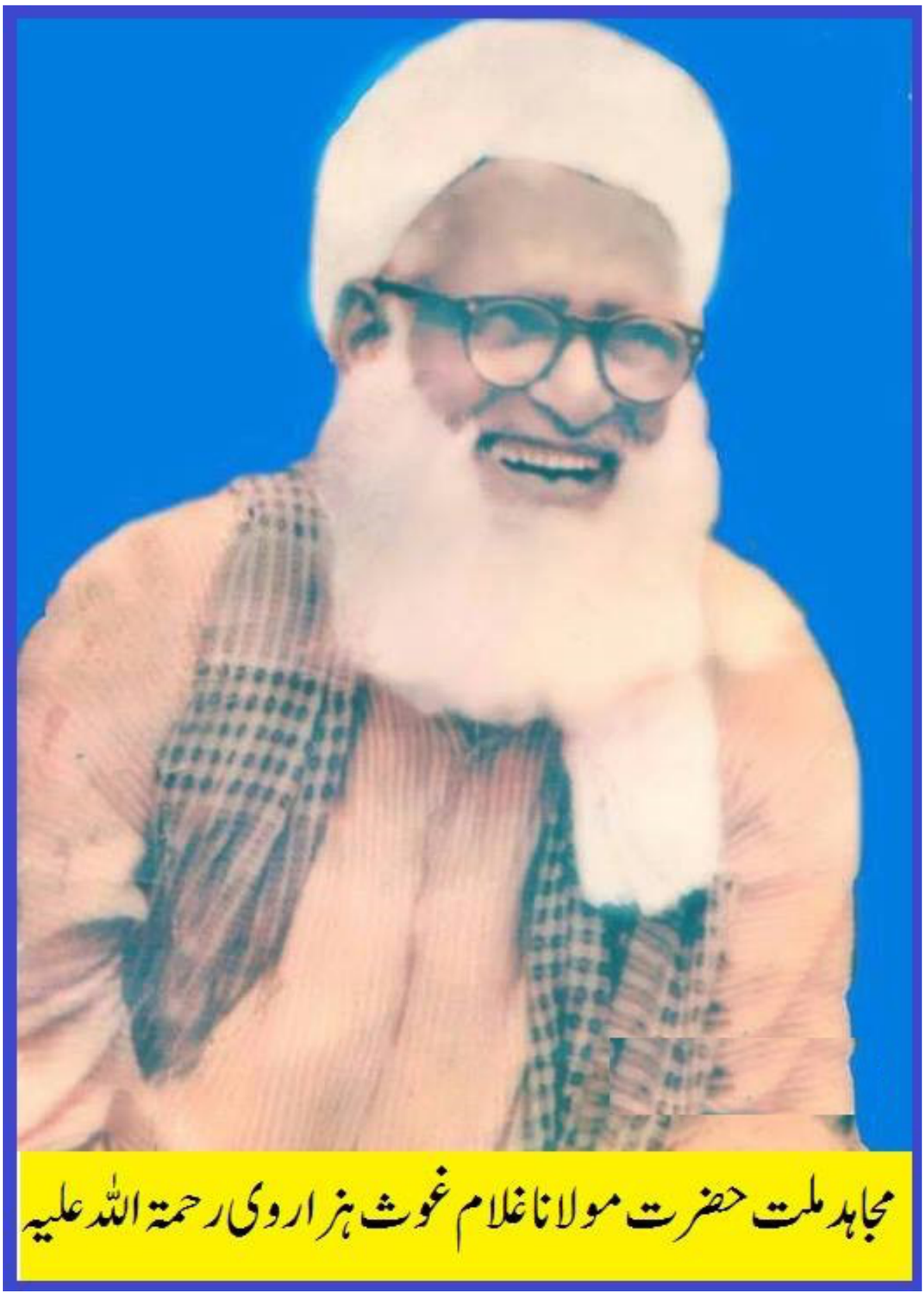

مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

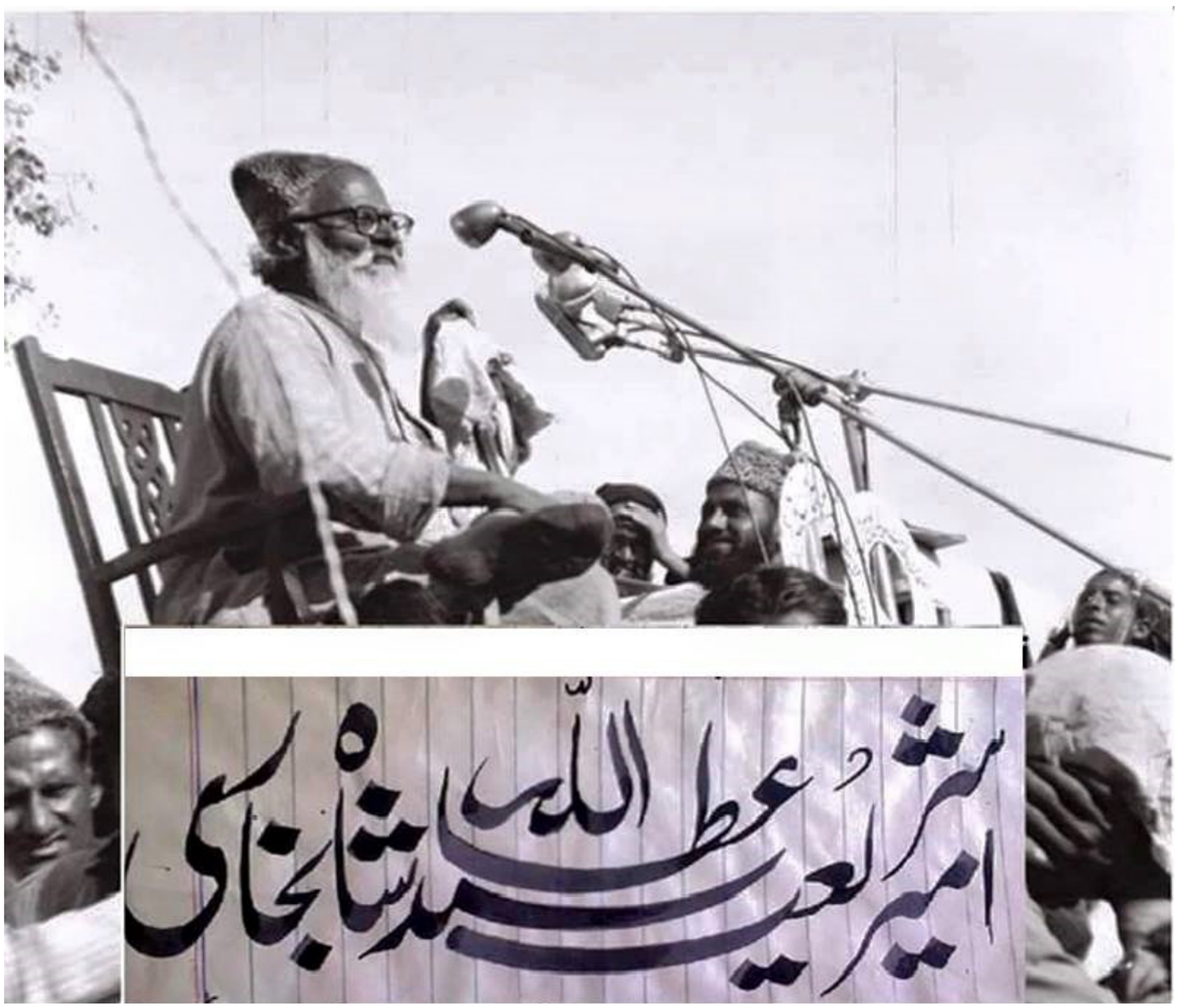
امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری

Maulana Mohammad
Manzoor Naumani (ra)

مفتی ابو احمد عبداللہ
لدھیانوی رحمتہ اللہ علیہ

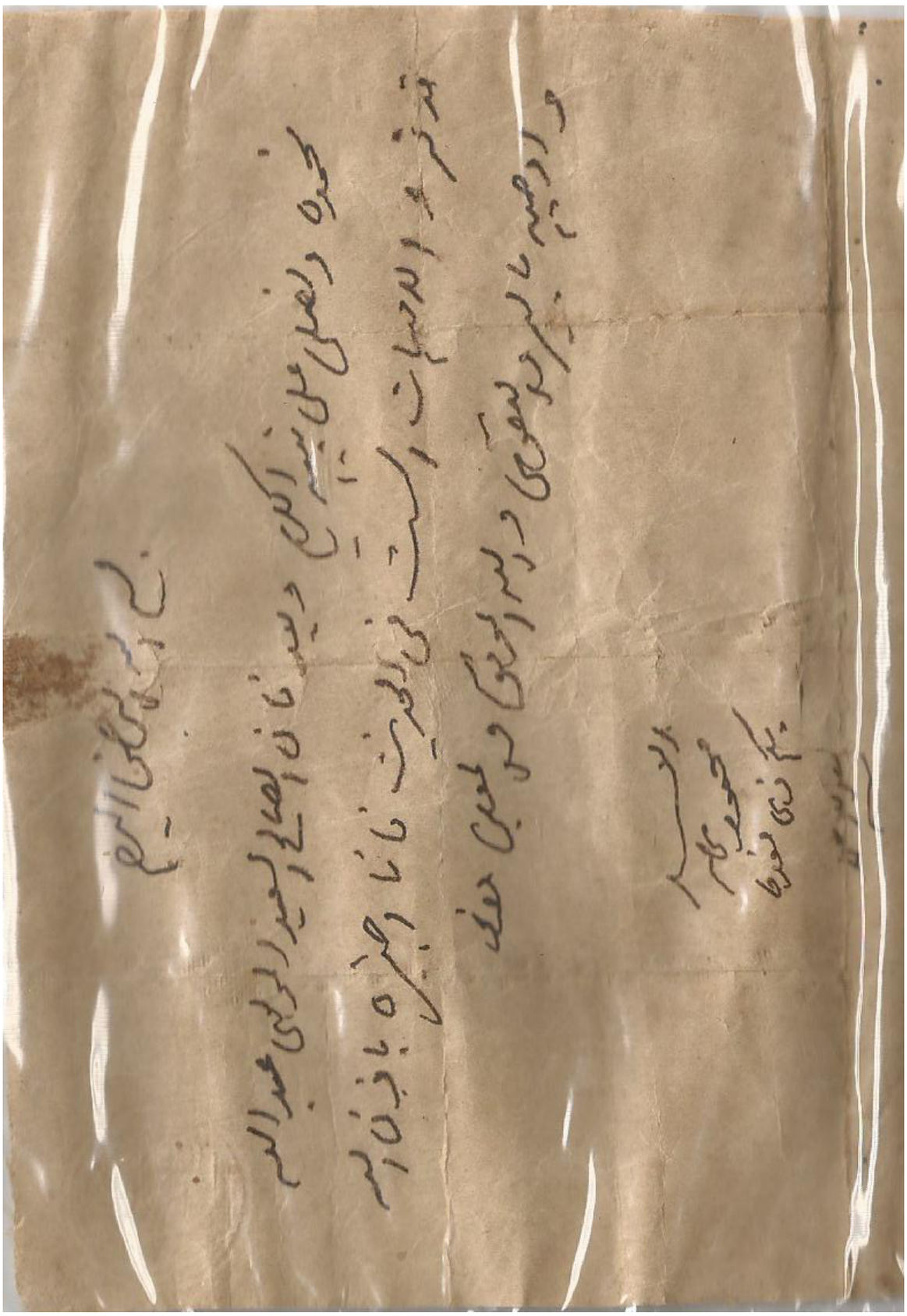

عید مبارک
الجمعیت
دہلی
عید الاضحیٰ نمبر
The DAILY ALJAMIAT DELHI
ایڈیٹر محمد عثمان فارقلیط
19.7.56

عید مبارک
الجمعیت
دہلی
عید الاضحیٰ نمبر
The DAILY AL JAMIAT DELHI
ایڈیٹر محمد عثمان فارقلیط
19.7.56

Left: Mr.M.Hamza [Senator and Chairman Public Accounts Committee of Pakistan]

Mr.Hamza is nephew of Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a)

Right: Mr.Mashood Mufti [Grandson of Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a)]

PAK POLITICIAN REMEMBERS COLLEGE LIFE

HARSIMRAN SINGH **BATRA**
Ludhiana

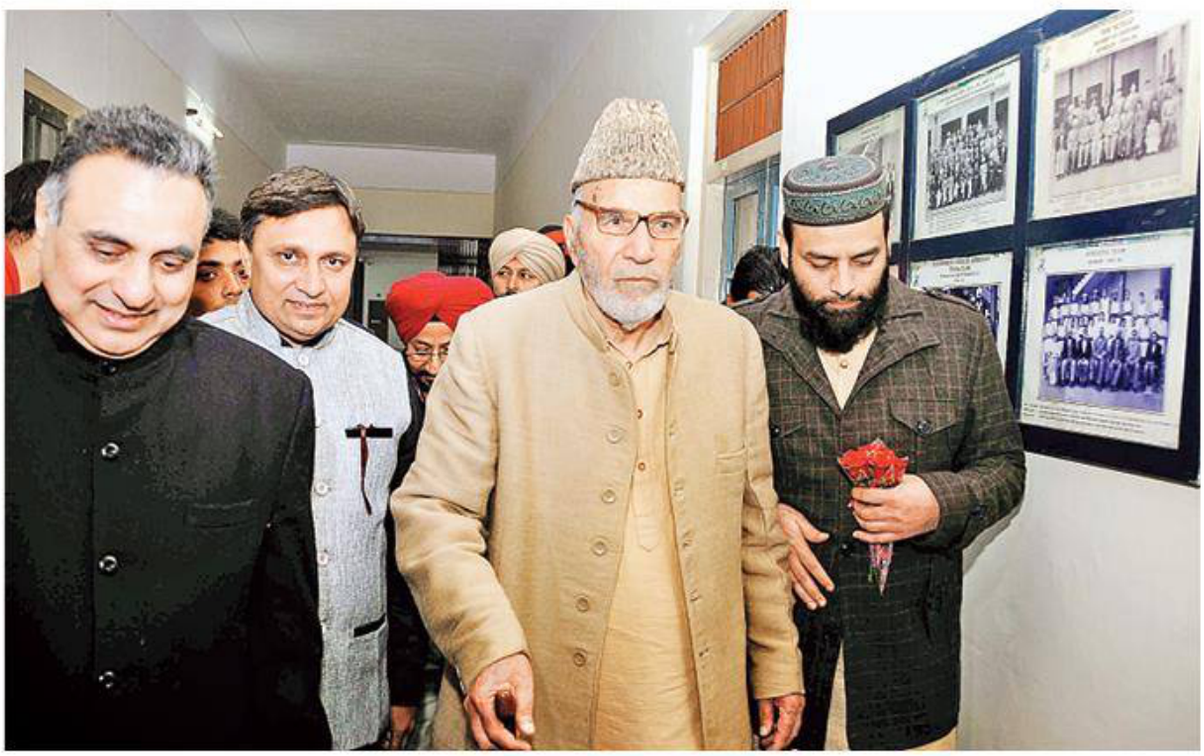

Former MP of Pakistan Hamza during the visit to SCD Government College in Ludhiana AVNEET PUNNI

"Kisi aur jagah ka raja hone se, janambhumi ka fakir hone mein jyada maja hai (it is better to be a pauper at home rather than a king abroad)," expressed former MP of Pakistan and present member of senate (Rajya Sabha) Hamza during his visit to the SCD Government College on Friday.

Talking about his past and remembering the time before partition when he was a student of Government College for Boys (SCD Government College), he said that at that time their home was located in Dholewal area and he used to come to the college on bicycle. Ikrema, his son who came along with him, said that they also visited that area but had to come back empty-handed as the area has completely changed. Hamza said that he was in the third year of BA (Economics) when partition took place and he completed his BA in Lahore.

Talking about his love for Punjab and Punjabis, he said that it has always been his heartiest wish that the borders between both the Punjabs should be removed. Further he also urged the media persons to speak in 'Punjabi' while they speak with him.

When asked about the allegations been made against Pakistan of floating drugs into India and the disturbances which are created at the borders he said that Pakistan alone cannot be made to stand responsible for all these allegations and putting responsibility on the shoulders of both the countries he said that 'taali kabhi ek haath Se nahi bajti (you can't use one hand to clap)'.

EFFORTS SHOULD BE MADE TO STOP FEMALE FOETICIDE

Hamza showed a great concern over the behaviour of the residents towards giving birth to a girl child in the society. He said that efforts should be made to spread awareness among the residents at large so that girls should be seen as a curse for the households. Giving example from his own family he said that his sister who does not have a daughter always wished that if she could have a daughter in his life.

> Says that it has always been his wish that the borders between both the Punjabs be removed

Talking about the participation of the youth in politics he said that the youth should surely come forward in politics but should keep in mind that they only work for the betterment of the society rather than fighting for power.

SON RECALLS MEMORIES

Ikrema, son of Hamza who accompanied him on his visit, said that his father loves athletics and was also in the UTC while he studied in college. Further, he said that he has always been encouraging of him and his brother and sisters to take part in athletics. Also, he said that while they were coming to the college his father recalled a swimming pool near Rakh Bagh where he used to come for swimming.

+ CONNECT
ldhdesk
@dailypostindia.com

لاہور

پارس

ایڈیٹر۔ کرم چند

Vol. 24 23rd Jan. '47 No. 1

PARAS

A MAHARAJA GOES AMOCK

Price PER COPY

قیمت سالانہ دس روپے ۔ ششماہی چھ روپے
فی پرچہ ۴؍

SUBSCRIPTION
ONE YEAR - Rs.10/-
SIX MONTHS - Rs. 6/-

Mashood Mufti with Asim Qasmi
(Grandson of Qari Tayyeb (ra)

Maulana Zahid ur Rashdi Sb, Mufti Qasim Sb and Mashood Mufti in Lahore

Maulana Zahid ur Rashdi Sb, Mufti Qasim Sb and Mashood Mufti in Lahore

مولانا سید داؤد غزنوی

مولانا ابوالکلام آزاد

مولانا عبدالقادر قصوریؒ

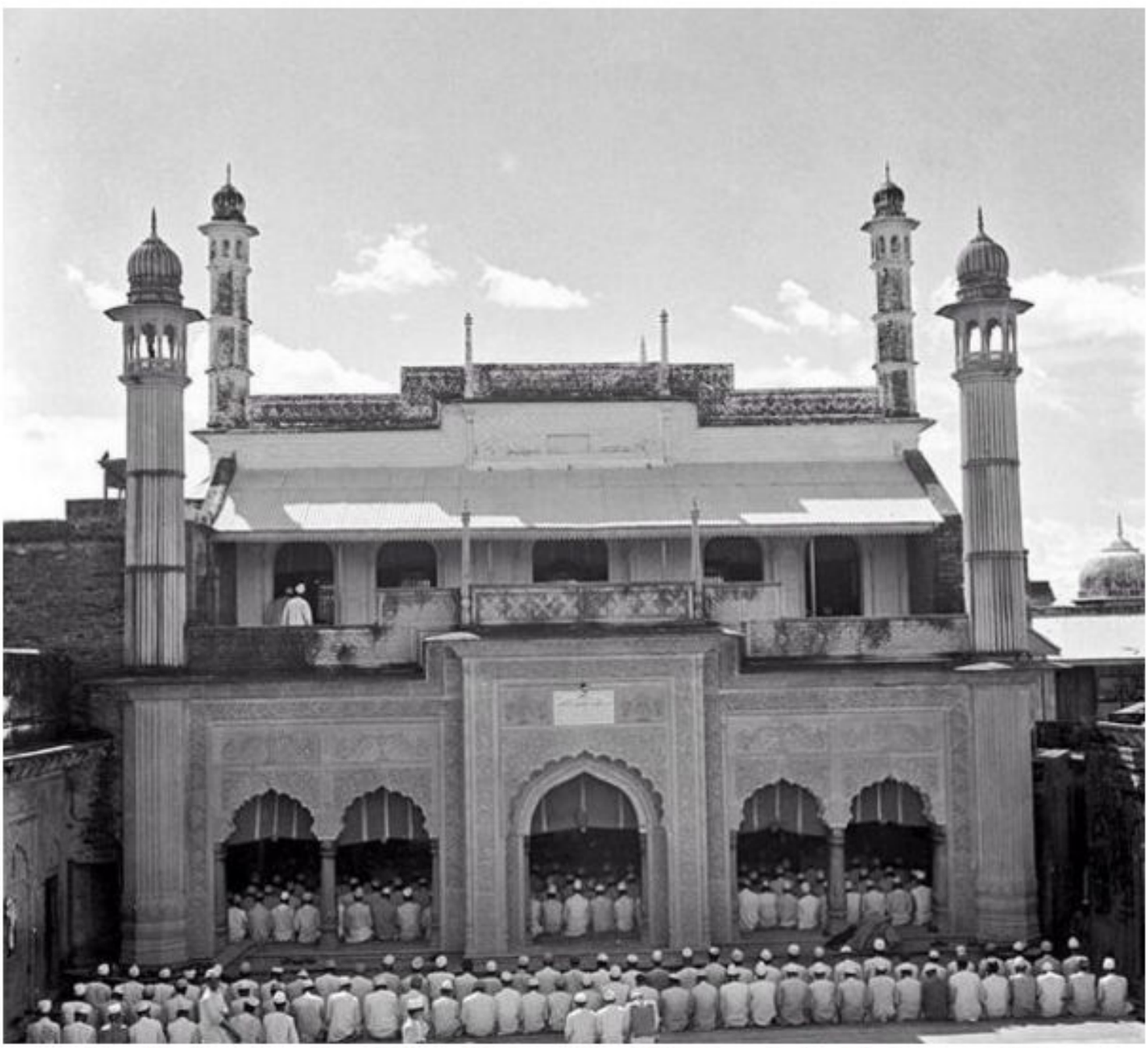

The oldest section of Darul Uloom Deoband Masjid Qadeem during Dhuhr prayer 1950

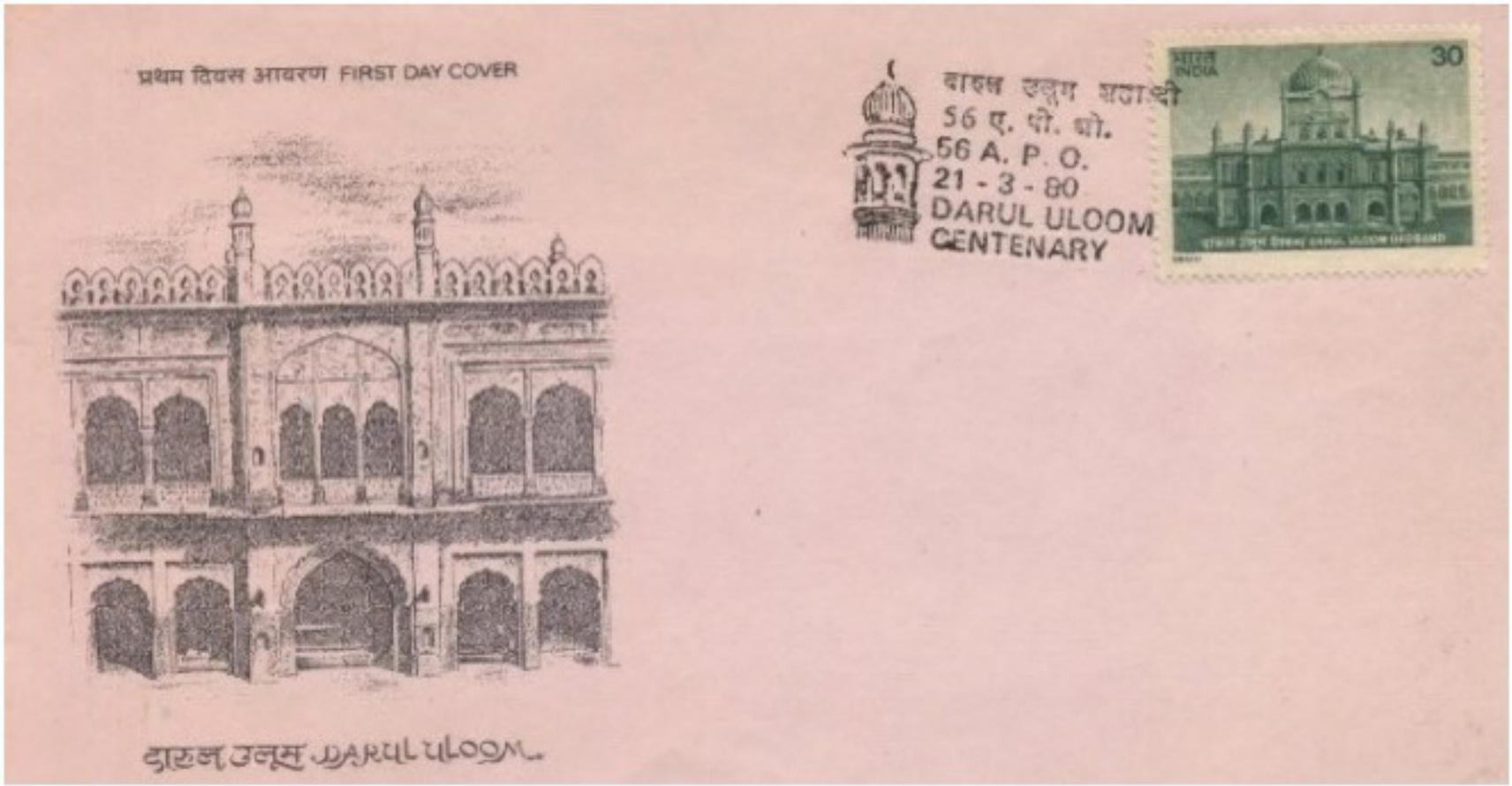

Darul Uloom Deoband 21.3.1980 Stamp and First Day Cover

ایک نہایت تاریخی لمحہ

7 ستمبر جب پارلیمنٹ نے متفقہ طور پر منکرین ختم نبوت قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے کا فیصلہ کیا، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور استاذ العلماء علامہ یوسف بنوری رحمہ اللہ اور نوابزادہ نصر اللہ گورنمنٹ ھاسٹل اسلام آباد میں پریس کانفرنس میں فیصلے کا اعلان کررہے ہیں

تصاویر

جامعہ ضیاء القرآن

بسم اللہ الرحمن الرحیم
طب العلوم وظیفۃ علی کل مسلم ومسلمۃ حدیث نبوی
اسلامی دینی درسگاہ
رجسٹرڈ
جامعہ ضیاء القرآن
برائے بنات المسلمات

Jamia Zia ul Quran founded by Mohtarma Kalsoom Mufti (r.a)

Jamia Zia ul Quran founded by Mohtarma Kalsoom Mufti (r.a)

Jamia Zia ul Quran founded by Mohtarma Kalsoom Mufti (r.a)

جامعہ رضیاء القرآن
دار القرآن
دار الحفظ القرآن
دار الصلوٰۃ
حفظ القرآن

Jamia Zia ul Quran founded by Mohtarma Kalsoom Mufti (r.a)

Jamia Zia ul Quran founded by Mohtarma Kalsoom Mufti (r.a)

Jamia Zia ul Quran founded by Mohtarma Kalsoom Mufti (r.a)

Jamia Zia ul Quran founded by Mohtarma Kalsoom Mufti (r.a)

Jamia Zia ul Quran founded by Mohtarma Kalsoom Mufti (r.a)

Mian Abdul Warris (ra) standing outside Jamia Zia ul Quran - Sahiwal

تصاویر

بنات الاسلام سکول

ساہیوال

Banat ul Islam High School Sahiwal
Founded by Mufti Zia ul Hasan (r.a)

Banat ul Islam School founded by Mufti Zia ul Hasan (r.a)

تصاویر

محمودیہ ہائی سکول

ساہیوال

Mehmoodia High School Sahiwal
Founded by Mufti Zia ul Hasan (r.a)

Mehmoodia High School Sahiwal

Founded by Mufti Zia ul Hasan (r.a)

Mehmoodia High School Sahiwal

Founded by Mufti Zia ul Hasan (r.a)

Mehmoodia High School Sahiwal

Founded by Mufti Zia ul Hasan (r.a)

Mehmoodia High School Sahiwal
Founded by Mufti Zia ul Hasan (r.a)

تصاویر

ننگل انبیاء سکول

ساہیوال

Nangle Ambia High School - Sahiwal
Founded by Mufti Zia ul Hasan (r.a)

Nangle Ambia High School - Sahiwal
Founded by Mufti Zia ul Hasan (r.a)

چند خاندانی یادداشتیں

اور اضافہ جات

خاندانی یادداشتیں

یادگار اسلاف میاں عبدالوارث صاحبؒ مرحوم بھی یکم اپریل ۲۰۱۵ء کو اس جہان فانی سے کوچ کر گئے۔ عمر تقریباً ۸۵ سال تھی جو میرے خیال کے مطابق خاندان علمائے لدھیانہ میں سب سے زیادہ تھی۔ میاں عبدالوارث صاحبؒ مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے درمیان والے صاحبزادے تھے۔ تاریخ پیدائش اندازاً ۱۹۳۰ء تھی۔

جہاں تک یاد پڑتا ہے انہوں نے مولانا قاسم صاحب خطیب جامع مسجد اللہ والی لاہور کو اپنے بڑے بھائی مفتی ضیاء الحسنؒ کی یادداشتیں لکھوائی تھیں۔ اس میں انہوں نے اپنے بارے میں بتایا تھا کہ وہ مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ کے شاگرد تھے اور دیوبند سے بھی کچھ عرصہ پڑھے تھے۔

میاں عبدالوارث صاحبؒ کے والد گرامی حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ لدھیانہ کے خاندان میں سب سے پہلے دیوبند میں تعلیم کے لیے داخل ہوئے اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ کے مشہور تلامذہ میں سے تھے۔

اپنے وقت کی سیاسیات کے مشہور رہنما تھے۔ جمعیت علمائے ہند کے بہت عرصہ نائب صدر رہے۔ مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے زمانہ صدارت میں آپ جمعیت علمائے ہند کے نائب صدر رہے۔

جمعیت علمائے ہند کے علاوہ مولانا مفتی نعیم صاحب لدھیانویؒ ڈسٹرکٹ کانگریس لدھیانہ کے ۲۸ سال صدر رہے۔ میرے اندازے کے مطابق یہ بھی ہندوستان کی سیاسی تاریخ کا ریکارڈ ہے۔

آزادی کی جدوجہد میں حصہ لینے والی جماعتیں بیک وقت دونوں جمعیت علمائے ہند اور انڈین نیشنل کانگریس کے پلیٹ فارم پر سیاست کرنے والے عالم دین میرے علم کے مطابق مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا بشیر احمد بھٹہؒ، مولانا نورالدین بہاریؒ، مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ اور مولانا حفظ الرحمن سیوہاریؒ تھے۔

سیاسیاست میں چونکہ دونوں جماعتوں انڈین نیشنل کانگریس اور جمعیت علمائے ہند کا آزادی کے حصول کی جدوجہد میں نقطۂ نظر صرف کامل آزادی تھا اس لیے دونوں جماعتوں میں باہمی تعاون رہتا تھا۔

پنجاب کی مشہور جماعت مجلس احرار اسلام کے صدر حضرت مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی صاحبؒ حضرت مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے بھتیجے تھے۔

مجلس احرار ایک انقلابی جماعت تھی۔ کانگریس اور جمعیت علمائے ہند کے شانہ بشانہ تحریک آزادی میں شامل تھی۔ احرار کے صدر اور بانی مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ، چوہدری افضل حقؒ اور سید عطا اللہ شاہ بخاریؒ پنجاب کی مشہور شخصیات تھیں۔ ان میں مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ ہندوستان کے پہلے وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو اور ہندوستان کے پہلے صدر ڈاکٹر راجندر پرشاد کے بہت قریب تھے۔ مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ صدر کانگریس مولانا ابوالکلام آزاد کے دست راست تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے مشورہ پر ہی مجلس احرار وجود میں آئی اور پہلے صدر مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ بنے اور ۱۰ سال مسلسل صدر رہے۔ مولانا حبیب الرحمانؒ کی ایک صاحبزادی بھٹو دور میں نیشنل اسمبلی کی ممبر بھی رہیں جن کا نام بلقیس حبیبؒ تھا۔

مولانا مفتی نعیم صاحب لدھیانویؒ اور اکابرین جمعیت علماء ہند پاکستان کے نہیں، تقسیم ہند کے مخالف تھے۔ تقسیم ہند سے پہلے اور تقسیم ہند کے بعد بعض عاقبت نااندیش حلقوں نے اپنے ذاتی و سیاسی مفادات کی وجہ سے پاکستان میں ان اکابرین جمعیت علماء ہند کو مسخ کر کے پیش کیا۔

مولانا مفتی نعیم صاحب لدھیانویؒ اور اکابرین جمعیت علماء ہند ہندوستان کی تقسیم کے مخالف تھے کیونکہ ان کے خیال میں ہندوستان کی تقسیم مسلمانوں کے مفاد میں نہیں تھی۔

اضافہ جات

(۱) کیمبرج یونیورٹی کے ڈاکٹر کیون گرین بینک اور ڈاکٹر پروفیسر طاہر کامران کیمبرج یونیورسٹی کی اقبال چیئر کے سربراہ کا خصوصی شکرگزار ہوں کہ انہوں نے جمعیت علمائے ہند کے متعلق بہت نایاب مواد مہیا کیا۔

(۲) LUMS یونیورسٹی لاہور کے علی عثمان قاسمی کا شکریہ کہ انہوں نے کیمبرج یونیورسٹی کے ڈاکٹر کیون گرین بینک سے رابطے میں سہولت پیدا کی۔ علی عثمان قاسمی پاکستان اخبارِ جنگ میں کالم لکھنے والے محترم عطاء الحق قاسمی کے صاحبزادے ہیں اور احرار کے کارکن مولانا بہاء الحق قاسمیؒ کے پوتے ہیں۔ علی عثمان قاسمی شاید مجلس احرار پر کوئی Thesis بھی مکمل کر رہے ہیں۔

(۳) امریکہ کی مشی گن یونیورسٹی کی پروفیسر Barbara Metcalf سے بھی رابطہ رہا لیکن ان کے پاس سطحی معلومات تھیں۔ جو انہوں نے اپنی کتاب Makers of Muslim World مولانا سید حسین احمد مدنیؒ The Jihad for Islam and India's Freedom میں دیں۔ ان کی معلومات کا ماخذ صرف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے پوتے مولانا محمود مدنی ہیں یا شاید کچھ معلومات مولانا سید ارشد مدنی صاحب موجودہ صدر جمعیت علمائے ہند نے بھی دی ہوں۔ بار بار اسے رابطے پر کوئی اور قابل

ذکر معلومات نہ مل سکیں۔ میرے اپنے اندازے کے مطابق مکمل معلومات کا ماخذ مشہور مؤرخ مولانا سید محمد میاںؒ تھے اور ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوریؒ کراچی جنہوں نے محنت سے مولانا سید محمد میاںؒ کی تحقیقی کتابوں کی پاکستان میں اشاعت کا اہتمام کیا۔

(۴) شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی خود نوشت سوانح (نقش حیات) اس سلسلے میں ایک انتہائی مستند تاریخ ہے۔ حضرت مدنیؒ نے نقش حیات میں صفحہ نمبر ۴۵۴، ۴۵۶، ۴۶۰ پر ۱۸۵۷ء کی آزادی کے فتویٰ کا ذکر کیا ہے جو کہ مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے دادا مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ اور دوسرے علمائے کرام کا ہے۔ ۱۸۵۷ء کی آزادی کے لیے دیا گیا فتویٰ بہت کوشش کے باوجود ابھی تک نہ مل سکا ہے۔ کیمبرج یونیورسٹی سے رابطے میں ہوں، شاید مل سکے۔

(۵) شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے صفحہ ۴۶۰ پر مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کا ذکر ان علمائے کرام کے ساتھ کیا ہے جنہوں نے جہاد حریّت ۱۸۵۷ء میں بڑے پیمانہ پر حصہ لیا تھا۔ پھر حضرت مدنیؒ نے صفحہ ۴۸۲ پر اس مشہور فتویٰ "فتویٰ نصرۃ الابرار" کا بھی ذکر کیا ہے جو حضرت مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے والد مولانا عبداللہ لدھیانویؒ اور تایا مولانا محمد لدھیانویؒ اور چچا مولانا عبد العزیز لدھیانویؒ سے منسوب ہے۔ مولانا محمد لدھیانویؒ مشہور احرار لیڈر حضرت مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ کے دادا تھے۔ حضرت مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ مشہور عالم مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ (جامعۃ الرشید کے بانی) کے پرنانا تھے۔ مفتی رشید احمد لدھیانویؒ کے والد مولانا سلیم احمد لدھیانویؒ مولانا مفتی نعیم لدھیانویؒ کے بھانجے تھے۔

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے والد حضرت مولانا عبداللہ لدھیانویؒ ہندوستان کے وہ پہلے عالم دین تھے جنہوں نے مرزا غلام قادیانی کو سب سے پہلے کافر قرار دیا تھا۔ اس لیے مولانا

عبداللہ لدھیانویؒ اولین فاتح قادیانیت کہلائے تھے۔ دیکھیے اس سلسلے میں آغا شورش کاشمیری مرحوم کی ایک پرانی تحریر۔ اور دیکھیے "فتاویٰ قادریہ" جو کہ مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کے بڑے بھائی اور مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے تایا محمد لدھیانویؒ نے تحریر فرمایا تھا۔ اس فتویٰ کو بعد میں دیوبند کے علماء نے بھی تصدیق کیا اور سعودی عرب کے علمائے کرام نے بھی اس کی تصدیق کی۔

(۶) مفتی ضیاء الحسین لدھیانویؒ نے خود لاہور اپنے صاحبزادے حافظ شاہ ضیاء کے ساتھ آکر اپنی کتاب علماء لدھیانہ اور بھی حوالہ جات کے لیے کتب دیں۔

(۷) ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری صاحب (کراچی) کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے فتویٰ "نصرۃ الابرار" کا کچھ حصہ مہیا کیا۔

(۸) مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ کے نواسے جناب نجمی صاحب جدہ سعودی عرب نے بہت ہی قیمتی تصاویر مہیا کیں۔ جن میں ان کے نانا مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ اور مفتی اعظم ہندوستان مفتی کفایت اللہ دہلویؒ شامل ہیں۔

(۹) قاری طیبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند کے صاحبزادے مولانا سالم قاسمی صاحبؒ نے بھی مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے بارے میں کچھ یادداشتیں لکھ کر بھیجیں۔

(۱۰) مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے صاحبزادے مولانا سید ارشد مدنی موجودہ صدر جمعیت علمائے ہند نے انتہائی قیمتی معلومات ریکارڈ کرائیں۔ YOUTUBE میں چینل علمائے حق پر یہ انٹرویو ہے۔

(۱۱) مولانا رشید احمد لدھیانویؒ صدر جمعیت علماء اسلام پنجاب نے کچھ یادداشتیں ریکارڈ کرائیں۔ آپ مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ کے بیٹے ہیں۔ علمائے حق چینل YOUTUBE پر موجود ہے۔

(۱۲) سینیٹر ایم حمزہ پاکستان بھی خصوصی طور پر لاہور ملنے آئے اور انٹرویو ریکارڈ کروایا۔ ان سے بھی قیمتی معلومات ملیں۔ ایم حمزہ صاحب ۶ دفعہ پاکستان میں ایم این رہ چکے ہیں اور موجودہ سینیٹر ہیں ۔علمائے لدھیانہ کے خاندان سے ہیں۔ مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے بھانجے ہیں۔ ان کا انٹرویو بھی علمائے حق چینل YOUTUBE پر موجود ہے۔

(۱۳) لدھیانہ انڈیا سے مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ کے پڑپوتے مولانا عثمان لدھیانویؒ سے بھی وقتاً فوقتاً رابطہ رہتا ہے اور معلومات ملتی رہتی ہیں۔

(۱۴) جمعیت علمائے اسلام پاکستان کے صدر سینیٹر مولانا سمیع الحق صاحبؒ نے بھی حضرت مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے ان کے والد مولانا عبدالحقؒ اکوڑہ خٹک کو لکھے گئے تاریخی خط مہیا کیے۔ ان کا بھی بہت شکر گزار ہوں۔ بہت شفقت فرمائی اور دیر تک مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کا ذکر کرتے رہے۔ سینیٹر مولانا سمیع الحقؒ صاحب کے نام حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کا خط بھی شامل ہے۔

(۱۵) مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے بڑے بھائی مفتی رمضان لدھیانویؒ کی دیوبند کی سندان کے پوتے کینیڈا میں مقیم محمد پاشا صاحب مہیا کر رہے ہیں۔

(۱۶) حضرت مولانا سید محمد میاںؒ نے اپنی کتاب "علمائے حق کے مجاہدانہ کارنامے" کے صفحہ ۱۱۴ تا ۱۲۰ پر علمائے لدھیانہ اور حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے بارے میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

(۱۷) خطبات جمعیت علمائے ہند (مرتب پروین روزینہ) کی کتاب سے بھی حوالہ جات شامل ہیں۔ مولانا سید محمد میاںؒ کی کتاب "جمعیت علمائے ہند کیا ہے؟" سے معلومات بھی شامل ہیں۔

(۱۸) پروفیسر کیون گرین کیمبرج یونیورسٹی کی جانب سے الجمعیۃ دہلی اخبار جمعیت علمائے ہند

۱۹۲۷ء تا ۱۹۳۹ء کے شمارے مہیا کیے گئے۔ حیران کن طور پر جمعیت علمائے ہند ہندوستان سے کوئی ریکارڈ نہیں مل سکا، لیکن کیمبرج یونیورسٹی والے نہرو یونیورسٹی سے دستیاب ریکارڈ لے کر انگلینڈ آ گئے۔

(۱۹) مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے کزن مولانا ابو عبداللہ لدھیانویؒ سے متعلق تاریخی ریکارڈ ان کے پوتے پروفیسر انعام الرحمان میاں اور پڑپوتے حافظ برہان نے مہیا کیا۔ جن میں حضرت مولانا محمود حسنؒ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تحریر اور مولانا ابو عبداللہ لدھیانویؒ کی دیوبند کی سند ہے۔ جس پر ان کے استاد حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور دوسرے مشہور علمائے کرام اور مہتمم حضرت مولانا حافظ محمد احمدؒ کے دستخط بھی ہیں۔

(۲۰) حضرت مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کے بھانجے مولانا اسماعیل لدھیانویؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا فتویٰ حافظ برہان مہیا کر رہے ہیں۔

(۲۱) مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ کے پوتے ان کے ہم نام مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ موجودہ صدر احرارِ اسلام ہند اور پڑپوتے مولانا عثمان رحمانی کی طرف سے مولانا رشید احمد لدھیانویؒ موجودہ صدر جمعیت علمائے اسلام پنجاب پاکستان کو دی گئی "در مختار" کتاب کا نادر نسخہ جو حضرت مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کے حواشی کے ساتھ ہے، کی تفصیلات بھی آئیں گی۔ مولانا رشید احمد لدھیانویؒ رئیس الاحرار کے بھائی مفتی حسن لدھیانویؒ کے صاحبزادے ہیں۔

(۲۲) سب سے زیادہ نایاب تصاویر مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ کے پوتے عتیق الرحمان لدھیانویؒ نے مہیا کیں۔ ان کی تصاویر آئیں گی۔ عتیق الرحمان کے صاحبزادے مولانا حسین لدھیانویؒ دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں۔

(۲۳) جمعیت علمائے ہند کے کچھ رہنماؤں کی تصاویل سکیں۔ جن میں حضرت مولانا مفتی

کفایت اللہ دہلویؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ، حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ اور حضرت مولانا گل بادشاہؒ شامل ہیں۔ حضرت مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ کے نواسے جناب ایوب زنجانی صاحب جدہ سعودی عرب میں مقیم ہیں۔ انہوں نے انتہائی نایاب تصاویر مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور اپنے نانا حضرت مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ کی مہیا کیں۔ اللہ تعالی جزائے خیر دے۔ انتہائی نفیس انسان ہیں اور جدہ میں حضرت مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ کے نام سے ایک اکیڈمی چلا رہے ہیں۔ جو لوگ سعودی عربیہ میں مسلمان ہو جاتے ہیں ان کے لیے دعوت کا اہتمام اور تحائف کا انتظام کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں انتہائی معزز سابق ایم این اے پاکستان چوہدری شہباز لاثانی ریسٹورنٹ جدہ ان کے ساتھ شامل ہیں۔ چوہدری شہباز صاحب لاثانی ریسٹورنٹ جدہ میں مختلف خیراتی اور فلاحی اداروں کے پروگرام اپنے ریسٹورنٹ میں کرتے ہیں۔ انتہائی مخیر اور نرم دل انسان ہیں۔

(۲۴) آندھرا پردیش ہندوستان میں مقیم مختلف کتابوں کے مصنف جناب سید نصیر احمد نے مختلف کتب مسلمان ہیروز آف انڈیا چھاپی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے رابطہ کر کے مختلف علماء کرام جمعیت علمائے ہند سے وابستہ شخصیات کی تفصیلات لیں اور اپنی کتاب میں چھاپیں۔ ان کی کتاب کا نام THE IMMORTALS ہے۔ ان کی محنت اور کاوش بہت اچھی ہے لیکن میں نے ان سے کہا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں صرف ان اشخاص کا ذکر کیا ہے جن کی ان کو تصاویر مل سکی ہیں۔ میری رائے ان کی رائے سے مختلف ہے۔ میرے خیال میں بہت بہتر تھا کہ وہ تمام شخصیات کا ذکر خیر کرتے اور ان کی تصاویر کی جگہ خالی رکھتے ہوئے ان کے نام درج کرتے جیسے حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ جن کا ۱۸۰۳ء میں سب سے پہلا فتوی آزادی ہے اور ان کی جدوجہد تاریخ ساز تھی۔ اس کے ساتھ ہی سید نصیر احمد کو حضرت شاہ

عبدالعزیز دہلویؒ کے تینوں نامور شاگردوں کا ذکر بھی شامل کرنا چاہیے تھا جن میں سید احمد شہیدؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ اور سالارِ کاروانِ آزادی ۱۸۵۷ء مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ شامل ہیں۔

اس کے علاوہ اور مشہور فریڈم فائٹرز جن کا ذکر ضروری تھا۔ ان میں حضرت مولانا سیف الرحمان لدھیانویؒ، مولانا محمد لدھیانویؒ، مولانا عبداللہ لدھیانویؒ، مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ (یہ چاروں مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کے بیٹے تھے اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شامل تھے۔) ان میں تینوں بھائیوں سے "فتویٰ نصرۃ الابرار" بھی منسوب ہے جو انہوں نے ۱۸۸۸ء میں دیا۔ جس کا ذکر مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے اپنی خود نوشت "نقش حیات" صفحہ ۴۸۲ پر کیا ہے۔

اس کے علاوہ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ، مولانا قاسم نانوتویؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ اور شاید اگر بھول نہیں رہا تو مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کا بھی ذکر نہیں کیا حالانکہ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی تصاویر بھی موجود ہیں اور وہ جمعیت علمائے ہند کے ایک معزز ممبر تھے اور آزادی کے بعد قائداعظم محمد علی جناح کے ساتھ پاکستان آگئے تھے اور پارلیمنٹ کے ممبر بھی بنے۔

جناب مولانا اجمل قادری صاحب کا بھی بہت شکر گزار ہوں کہ اپنے گھر بلا کر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کی لکھی ہوئی قرآن کی تفسیر اور ترجمہ قرآن عزیز دیا۔ مولانا اجمل قادری صاحب حضرت مولانا احمد علیؒ لاہوریؒ کے پوتے ہیں۔

ہندوستان کے ہوم منسٹر گورنر یوپی (اتر پردیش) Mr.K.M. MUnshi (۱۹۴۲ء) نے اپنی مشہور کتاب میں مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے بارے میں لکھا ہے، وہ مضمون بھی شامل کیا ہے۔ زبان اس کی English ہے۔ جناب کے ایم منشی ہندوستان کے نامور رہنما گزرے ہیں۔

آزادی ہند کے بعد انڈین پنجاب کے وزیر اعلیٰ پرتاب سنگھ کیروں بنے جو پنجاب کانگریس میں

حضرت مولانا مفتی نعیم لدھیانویؒ کے ساتھ پنجاب کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر تھے اور مفتی نعیم لدھیانویؒ کے ساتھ جیل میں بھی رہے۔

۱۹۶۱ء میں جب مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ نے آزادی کے بعد پہلی مرتبہ ہندوستان کا دورہ کیا تو ان کے میزبان وزیراعلیٰ پنجاب پرتاب سنگھ کیروں، حضرت مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ، اور قاری طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند تھے۔ (یادداشتیں مفتی نعیم صاحبؒ کے چھوٹے صاحبزادے اور مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ کے صاحبزادے مولانا سعید الرحمانؒ ہندوستان) ڈاکٹر تارا چند کی کتاب سے مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کے بارے میں تفصیلات پیش ہیں۔

پروفیسر طاہر کامران سربراہ اقبال چیئر کیمبرج یونیورسٹی کی ایک غلطی جوان کے ایک مقالے میں ہے۔ *DEOBANDI ISLAM IN THE PUNJAB* پروفیسر طاہر کامران صاحب نے اس مقالے میں مولانا ابوعبداللہ لدھیانویؒ جو کہ حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد تھے، ان کو حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے والد لکھا ہے۔ حالانکہ مولانا ابوعبداللہ لدھیانویؒ مفتی نعیم لدھیانویؒ کے کزن اور دارالعلوم دیوبند میں مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد تھے۔ پاکستان میں دارالعلوم نعمانیہ گوجرانوالہ قائم کیا تھا۔

جب کہ مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے والد مولانا عبداللہ لدھیانویؒ اولین فاتح قادیانیت ہیں اور حضرت مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کے تیسرے صاحبزادے تھے۔ ہندوستان کی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اپنے والد اور بھائیوں کے ساتھ شامل تھے۔ مکمل تفصیل کے لیے دیکھیے "علمائے لدھیانہ اور ہندوستان کی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء"۔

مرحومہ کلثوم مفتیؒ جو کہ مفتی نعیم لدھیانویؒ کی صاحبزادی تھیں انہوں اپنے والد محترم کی کوشش کی

تکمیل کرتے ہوئے لدھیانہ میں مدرسہ بنات الاسلام کیا اور ساری زندگی دین کے لیے وقف کردی۔ مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے قائم کردہ مدرسہ بنات الاسلام لدھیانہ کا ذکر مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور قاری محمد طیبؒ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے اپنے خطوط میں کیا ہے جو شامل کتاب ہیں۔ مرحومہ کلثوم مفتیؒ اور ان کے بڑے بھائی مفتی ضیاء الحسنؒ نے پاکستان میں ساہیوال آباد ہو کر بنات الاسلام ہائی سکول بنایا اور پھر مفتی ضیاء الحسنؒ کی وفات کے بعد مرحومہ کلثوم مفتیؒ نے ان کے ایصال ثواب کے لیے جامعہ ضیاء القرآن ساہیوال کی بنیاد رکھی۔ ۱۹۸۷ء میں قائم کیے گئے جامعہ ضیاء القرآن کو آج ساہیوال میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ جہاں ہر سال بڑی تعداد میں خواتین دینی تعلیم حاصل کرتی ہیں۔

مفتی ضیاء الحسین لدھیانویؒ کی کتاب "علمائے لدھیانہ اور ہندوستان کی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء" کی دوبارہ اشاعت اور اضافہ جات کا مقصد تھا کہ تمام ریکارڈ علمائے لدھیانہ کے خاندان کے لیے ایک جگہ جمع ہو جائے۔

علمائے لدھیانہ کے مدرسہ اللہ والا کا آغاز ۱۸۶۰ء میں ہوا۔ مولانا مفتی شفیع کراچی کے والد محترم مولانا محمد یسین دیوبندیؒ مدرسہ اللہ والا کے مدرس بھی تھے۔ بعد میں حضرت مولانا مفتی نعیم لدھیانویؒ کے حوالے سے یہ خاندانی مدرسہ اللہ والا لدھیانہ ہوا اور انہوں نے اس کا نام اپنے استاد شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے نام پر مدرسہ محمودیہ اللہ والا رکھ دیا تھا۔

حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے بڑے صاحبزادے مولانا مفتی ضیاء الحسنؒ نے الیکشن ۱۹۴۶ء میں حصہ لیا۔ مولانا مفتی ضیاء الحسن لدھیانویؒ کی عمر ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں ۲۸ سال تھی اور وہ جمعیت علمائے ہند پنجاب کے جنرل سیکرٹری بھی تھے۔ پاکستان آکر سیاسیات میں حصہ لیا۔ مفتی ضیاء الحسنؒ نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا اور جیل کاٹی۔ دیکھیے جسٹس منیر انکوائری رپورٹ۔ روزنامہ

خدمت اخبار بھی ساہیوال سے نکالتے تھے۔ پاکستان میں ۳۲ فلاحی اداروں کے سربراہ تھے جن میں ٹی بی ایسوسی ایشن آف پاکستان اور ہلال احمر بھی تھے۔ لاتعداد سکول اور ہیلتھ سنٹر بنوائے۔ آپ ساہیوال کی زکوۃ کمیٹی کے چیئرمین بھی تھے۔

مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ نے تمام عمر رد قادیانیت کے لیے کام کیا۔ آپ کے والد مولانا عبداللہ لدھیانویؒ وہ پہلے عالم دین تھے جنہوں نے ہندوستان سے مرزاغلام قادیانی کے کفر کا فتویٰ دیا۔ (دیکھیے فتاویٰ قادریہ اور مختلف علمائے کرام کی تحریریں۔) مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ نے مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے ساتھ مل کر رد قانیت کے سلسلے میں کام کیا اور مشہور مقدمہ بہاولپور میں حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے ساتھ تھے۔

۱۹۳۰ء کے قصہ خوانی بازار میں فائرنگ کے حادثے کے بعد حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور حضرت مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ نے جمعیت علمائے ہند کی طرف سے جو رپوٹ لکھی تھی وہ بھی شامل ہے۔

مفتی ضیاء الحسنؒ اور ان کے والد مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے ڈاکٹر خاں صاحب سابق وزیراعلیٰ مغربی پاکستان کے ساتھ متحدہ ہندوستان سے پرانے تعلقات تھے۔ جب وہ وزیراعلیٰ مغربی پاکستان تھے تو خصوصی طور پر ساہیوال ملنے آئے تھے۔ اس وقت مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ حیات تھے۔ مفتی ضیاء الحسن لدھیانویؒ پاکستان آکر مکمل سیاست میں حصہ لیتے رہے اور جنرل ایوب خان، جنرل ضیاء الحق، جنرل سوار خانؒ (گورنر پنجاب) سے ان کے تعلقات تھے۔ ان کی تاریخی اور نایاب تصاویر اضافہ جات کے سیشن میں موجود ہیں۔

آپ نے پاکستان آکر مسلم لیگ کی سیاست میں حصہ لیا اور پاکستان مسلم لیگ ساہیوال کے صدر تھے۔ اس کے علاوہ پنجاب مسلم لیگ کے ورکنگ کمیٹی کے ممبر بھی تھے۔ ڈاکٹر خان سے تاریخی تعلقات

ہندوستان سے تھے، جب حضرت مفتی نعیم لدھیانویؒ اور ڈاکٹر خان صاحب کانگریس میں اکٹھے تھے اور آزادی کی جدوجہد میں شامل تھے۔

مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کا وہ مشہور مکمل آزادی کے ریزولیوشن کا ذکر بھی آئے گا جو انہوں نے ۱۹۳۰ء میں جمعیت علمائے ہند کے سالانہ اجلاس امروہہ میں پیش کیا۔

اگست ۲۰۱۵ء میں مولانا نعیم لدھیانویؒ کے نواسے جناب عمران اشرف اسلام آباد سے ملنے کے لیے آئے۔ باتوں باتوں میں معلوم ہوا کہ ان کے پاس اپنے نانا مولانا مفتی نعیم لدھیانویؒ کے دو تبلیغی بیان جو انہوں نے آزاد کشمیر ریڈیو کے لیے ریکارڈ کروائے تھے، محفوظ ہیں۔ تاریخ ۱۹۶۴ء کی ہے۔ کشمیر کے دورہ پر مولانا نعیم لدھیانویؒ بالاکوٹ تشریف لے گئے تھے۔ جہاں انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے پوتے حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی قبر پر فاتحہ پڑھی تھی۔ واپسی پر مظفر آباد کر انہوں نے آزاد کشمیر ریڈیو پر تبلیغی بیان ریکارڈ کروائے۔

مولانا حبیب الرحمانؒ کے پڑپوتے مولانا عثمان لدھیانویؒ کو یکم ستمبر ۲۰۱۵ء الجمعیۃ اخبار کا ریکارڈ بھیج دیا ہے تاکہ وہ اس میں سے اپنے پردادا کا ریکارڈ دیکھ لیں۔ جن بزرگوں کے تاثرات مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے بارے میں مل سکیں گے وہ شامل کتاب کر دیے جائیں گے۔

حضرت مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ ہندوستان میں

۲۸ سال (۱۹۱۹ء تا ۱۹۴۷ء) ڈسٹرکٹ کانگریس لدھیانہ کے صدر رہے۔ آپ کے والد مولانا عبداللہ لدھیانویؒ دنیا میں وہ پہلے عالم تھے جنہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی پر سب سے پہلے کفر کا فتوی ۱۸۸۴ء میں دیا تھا۔ مفتی محمد لدھیانویؒ آپ کے تایا تھے اور مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ آپ کے چچا تھے۔ مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے والد مولانا عبداللہ لدھیانویؒ اور ان کے بھائیوں مولانا محمدؒ اور مولانا

عبدالعزیز لدھیانویؒ نے سب سے پہلے ۱۸۸۸ء میں مسلمانوں کو کانگریس میں شمولیت کا فتویٰ دیا تھا۔ یہ فتویٰ "نصرۃ الابرار" کے نام سے ہندوستان میں ۱۸۸۸ء میں شائع ہوا تھا۔ قادیانیوں کے خلاف فتویٰ ۱۸۸۴ء میں "فتاویٰ قادریہ" کے نام سے ہندوستان میں شائع ہوا۔

مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے دادا مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے قائدین میں سے تھے۔ مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ اور ان کے بیٹے مولانا سیف الرحمان لدھیانویؒ ۱۸۵۷ء میں آزادی کا فتوی دینے والے ۳۴ علماء میں سرفہرست ہیں۔ مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ اور ان کے چاروں صاحبزادے مولانا سیف الرحمان لدھیانویؒ، مولانا محمد لدھیانویؒ، مولانا عبداللہ لدھیانویؒ اور مولانا عبدالعزیز لدھیانویؒ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بڑے رہنماؤں میں سے ہیں۔

مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ (نائب صدر جمعیت علماء ہند) کے بھتیجوں اور بھانجوں میں صدر احرار ہند رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمان لدھیانویؒ، مفتی اعظم پاکستان مولانا رشید احمد لدھیانویؒ اور سابقہ چیئرمین پبلک اکاؤنٹس کمیٹی پاکستان موجودہ سینیٹر پاکستان محترم ایم حمزہ شامل ہیں۔ ساہیوال کے مشہور سیاسی لیڈر حضرت مفتی ضیاء الحسنؒ مفتی نعیمؒ کے بڑے بیٹے تھے۔ مشہور علماء مولانا یوسف لدھیانویؒ اور مولانا منظور احمد نعمانی مفتی نعیم لدھیانویؒ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔

مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ مدرسہ عربیہ اللہ والا لدھیانہ کے مہتمم اور استاد تھے۔ جہاں پر آپ اپنے بھتیجے مولانا عبداللہ لدھیانویؒ کے ساتھ درس قرآن و حدیث دیتے تھے۔ مولانا عبداللہ لدھیانویؒ امام العصر مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد خاص تھے۔

(نوٹ: مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے والد کا نام بھی مولانا عبداللہ لدھیانویؒ تھا اور آپ کے بھتیجے کا نام بھی مولانا عبداللہ لدھیانویؒ تھا) لدھیانہ میں مدرسہ اللہ والا میں مولانا یاسین صاحب دیوبندیؒ (والد

صاحب مولانا محمد شفیعؒ مفتی اعظم پاکستان) ایک مدّت تک پڑھاتے رہے اور بعد میں دیوبند میں مدرس ہوئے۔(بحوالہ مفتی ضیاء الحسین لدھیانویؒ)

مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے دادا مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے شاگرد تھے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے بڑے بیٹے تھے۔

مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے دادا مولانا عبدالقادر لدھیانوی نے ۱۸۳۷ء کی سکھوں کے ساتھ جنگ میں حضرت سید احمد شہیدؒ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے پوتے شاہ اسماعیل دہلویؒ کے ساتھ مل تعاون کیا تھا اور سید احمد شہیدؒ کے تین خطوط ان کے خاندان میں محفوظ رہے۔

مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ اور حضرت سید احمد شہیدؒ نے دہلی میں ایک ساتھ تعلیم حاصل کی اور ان دونوں کے استاد شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ تھے۔ مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کے والد مولانا عبدالوارث لدھیانویؒ تھے۔

افغانستان کے سابق حکمران شاہ زمان، شاہ شجاع اور امیر دوست محمد خان حضرت مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کے مرید تھے اور انگریزوں نے ان کو قید کر کے لدھیانہ میں رکھا تھا۔ افغانستان کا سابق حکمران شاہ زمان اپنے زمانہ اسیری میں حضرت مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کی مسجد دو منزلی میں پانچوں وقت نماز پڑھنے آتا تھا۔ مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ کے زمانہ سیاست میں دو منزلی مسجد لدھیانہ ہندوستان کی آزادی کا بہت بڑا مرکز تھی۔ جہاں تحریک آزادی کے تمام قائد میں تشریف لایا کرتے تھے۔

علمائے لدھیانہ اور ان کے خاندان کے دینی و فلاحی ادارے

۱.	جامع مسجد دو منزلی لدھیانہ	(مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ)	۱۲.	اسلامی تعلیمی ادارہ فیصل آباد	(مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ، مفتی طیب لدھیانویؒ)
۲.	مدرسہ عربیہ اللہ والا لدھیانہ	(مولانا محمد لدھیانویؒ مولانا عبداللہ لدھیانویؒ)	۱۳.	جامعہ ضیاء القران ساہیوال	(محترمہ کلثوم مفتیؒ، میاں عبدالوارث صاحبؒ)
۳.	مدرسہ محمودیہ اللہ والا لدھیانہ	(مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ نائب صدر جمعیت علماء ہند)	۱۴.	جامعہ اسلامیہ ختم نبوت رحیم یار خان	(مولانا رشید احمد لدھیانویؒ)
۴.	مدرسہ انوریہ لودھیانہ	(رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ)	۱۵.	جامع مسجد الحقانی فیصل آباد	(حافظ شاہد ضیاء، مفتی ضیاء الحسینؒ)
۵.	دارالعلوم نعمانیہ گوجرانوالہ	(مولانا عبداللہؒ بن مولانا اسماعیل لدھیانویؒ)	۱۶.	جامع مسجد اللہ والی لاہور	(مشہود مفتی)
۶.	مدرسہ بنات الاسلام لودھیانہ	(مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ، محترمہ کلثوم مفتیؒ)	۱۷.	جامعہ شاہی مسجد لدھیانہ	(امیر احرار ہند مولانا حبیب الرحمن ثانی لدھیانویؒ، مولانا عثمان لدھیانویؒ)
۷.	بنات الاسلام ہائی سکول ساہیوال	(مفتی ضیاء الحسنؒ، محترمہ کلثوم مفتی)	۱۸.	جامع مسجد ام المدارس لدھیانہ	(عتیق الرحمن لدھیانویؒ)
۸.	محمودیہ ہائی سکول ساہیوال	(مفتی ضیاء الحسنؒ صدر اینٹی ٹی بی ایسوسی ایشن آف پاکستان)	۱۹.	جامع مسجد دو منزلی لدھیانہ	(مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ نائب صدر جمعیت علماء ہند)
۹.	ننگل انبیاء ہائی سکول ساہیوال	(مفتی ضیاء الحسنؒ صدر اینٹی ٹی بی ایسوسی ایشن آف پاکستان)	۲۰.	قادریہ مسجد فیصل آباد	(مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ، میاں عبدالوارث صاحبؒ)
۱۰.	جامعۃ الرشید	(مفتی رشید احمد لدھیانویؒ)	۲۱.	مسجد شہداء ساہیوال	(مفتی ضیاء الحسنؒ صدر اینٹی ٹی بی ایسوسی ایشن آف پاکستان)
۱۱.	جامعہ رشیدیہ ساہیوال	(مفتی ضیاء الحسنؒ صدر اینٹی ٹی بی ایسوسی ایشن آف پاکستان)			

ULAMA e LUDHIANA and their CHARITY WORK

1. **Jamia Mosque Doo Manzali**
[Maulana Abdul Qadir Ludhianvi (r.a)]

2. **Madrassa Arabia Allah Walla**
[Maulana Muhammad & Maulana Abdullah Ludhianvi (r.a)]

3. **Madrassa Mahmoodia Allah Walla Ludhiana**
[Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a) Vice-President Jamiat Ulama e Hind]

4. **Madrassa Anwaria Ludhiana**
[Raees ul Ahrar Maulana Habib ur Rehman Ludhianvi (r.a)]

5. **Darul uloom Naumania Gujranwala**
[Maulana Abdullah bin Maulana Ismail Ludhianvi (r.a)]

6. **Madrassa Banat ul Islam Ludhiana**
[Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a), Mohtarma Kalsoom Mufti (r.a)]

7. **Banat ul Islam High School Sahiwal**
[Mufti Zia ul Hasan (r.a), Mohtarma Kalsoom Mufti (r.a)]

8. **Mahmoodia High School Sahiwal**
[Mufti Zia ul Hasan (r.a) Former President Anti TB Association of Pakistan]

9. **Nangle Ambia High School Sahiwal**
[Mufti Zia ul Hasan (r.a) Former President Anti TB Association of Pakistan]

10. **Jamia tur Rasheed**
[Mufti Rasheed Ahmad Ludhianvi (r.a)]

11. **Jamia Rasheedia Sahiwal**
[Mufti Zia ul Hasan (r.a) Former President Anti TB Association of Pakistan]

12. **Islami Taleemi Idara Faisalabad**
[Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a), Mufti Tayyeb Ludhianvi (r.a)]

13. **Jamia Zia ul Quran Sahiwal**
[Mohtarma Kalsoom Mufti (r.a), Mian Abdul Warris]

14. **Jamia Islamia Khatm e Nabuwat Raheem Yar Khan**
[Maulana Rasheed Ahmad Ludhianvi]

15. **Jamia Mosque Al-Haqani Faisalabad**
[Mufti Zia ul Hussain (r.a), Hafiz Shahid Zia]

16. **Jamia Mosque Allah Walli Lahore**
[Mashood Mufti]

17. **Jamia Shahi Mosque Ludhiana**
[Maulana Habib ur Rehman Sani Ludhianvi , Maulana Usman Rehmani]

18. **Jamia Mosque Umul Madariss Ludhiana**
[Attiq ur Rehman Ludhianvi]

19. **Jamia Masjid Qadria Faisalabad**
Mufti Muhammad Naeem Ludhianvi (r.a)], Mian Abdul Warris

20. **Masjid e Shuhadaa Sahiwal**
[Mufti Zia ul Hasan (r.a) Former President Anti TB Association of Pakistan]

مولانا مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانویؒ اور اکابرینِ جمعیت علماء ہند

علماء لدھیانہ کے مزید تعارف کے لیے
Archive.org پر موجود
درج ذیل کتب کا مطالعہ کیجیے۔

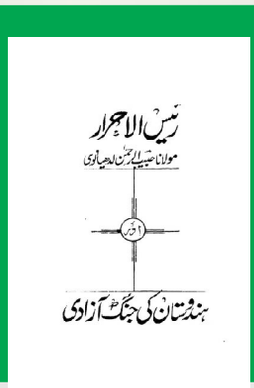

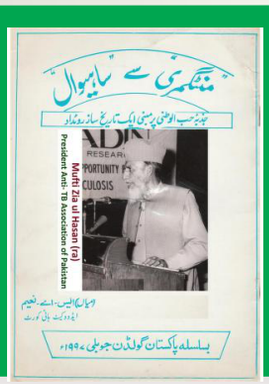

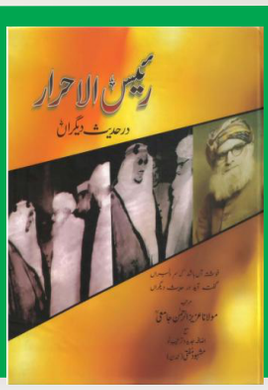

تمام کتب درج ذیل لنک پر دستیاب ہیں: https://archive.org/search.php?query=ulemaeludhiana

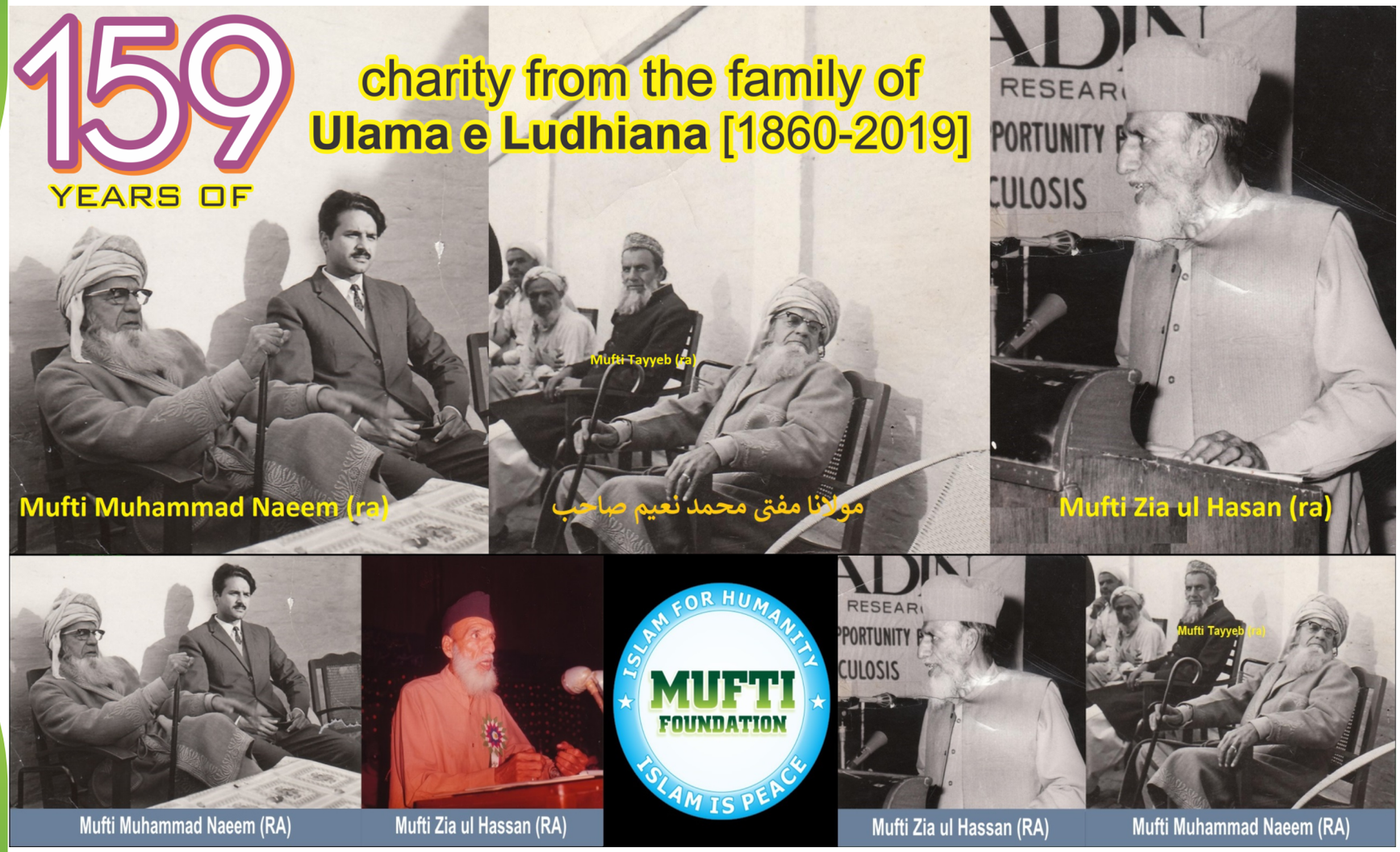
159
YEARS OF
charity from the family of
Ulama e Ludhiana [1860-2019]
Mufti Muhammad Naeem (ra)
Mufti Tayyeb (ra)
مولانا مفتی محمد نعیم صاحب
Mufti Zia ul Hasan (ra)
Mufti Muhammad Naeem (RA)
Mufti Zia ul Hassan (RA)
ISLAM FOR HUMANITY
MUFTI
FOUNDATION
ISLAM IS PEACE
Mufti Zia ul Hassan (RA)
Mufti Tayyeb (ra)
Mufti Muhammad Naeem (RA)